مناقبِ خوارزمی

مؤلف

حافظ علاّمہ

ابو المؤید الموفق بن احمد الحنفی (متوفی ۵۶۸ھ)

المعروف

اخطب خوارزم

مترجم

حجۃ الاسلام علاّمہ حسن رضا باقر (فاضلِ شام)

تراب پبلیکیشنز لاہور
0313-8512972
0345-8512972

نوٹ: التماس سورۂ فاتحہ برائے بانی ادارہ تراب پبلی کیشنز شہیدِ ولایت علامہ ناصر عباس ملتان

کتاب : مناقبِ خوارزمی

مؤلف : حافظ علامہ ابوالمؤید الموفق بن احمد الحنفی خوارزم

مترجم : حجۃ الاسلام علامہ حسن رضا باقر (فاضلِ شام)

پروف ریڈنگ : شیر محمد عابد مولائی

تزئین : حسنین اقبال خان

اشاعت اوّل : 2014ء

تعداد : 1100

ہدیہ : -/400

ملنے کا پتا:

لاہور : تراب پبلی کیشنز فون: 0313-8512972
0345-8512972
ای-میل: molai512@gmail.com
www.facebook.com/turabpublishers

○ افتخار بک ڈپو، اسلام پورہ ○ مکتبہ الرضا، اُردو بازار

○ القائم بک ڈپو، کربلا گامے شاہ ○ محسن چوہان بک سیلرز، بیبیاں پاک دامن

○ حیدری کتب خانہ، کربلا گامے شاہ ○ ضامن بک ڈپو، بیبیاں پاک دامن

کراچی : رحمت اللہ بک ایجنسی

حیدرآباد : اسد بک ڈپو، قدم گاہ مولا علیؑ

اسلام آباد : محمد علی بک ڈپو، G-9/2

بھکر : بلوچ بک سنٹر، اُردو بازار

مناقبِ خوارزمی

ترتیب

❊❊❊

انتساب

مَیں اس کتاب ''مناقبِ خوارزمی'' کو خاندانِ تطہیر کے پہلے مظلوم شہنشاہِ ولایت ابوالآئمہ حضرت امام علی علیہ السلام کے نام کرتا ہوں۔

___اس ہستی کے نام جو سرورِ انبیاؑ کے بھائی اور مومنین کے آقا و مولا ہیں۔

___اس ہستی کے نام جو سرکارِ رسالت مآبؐ کے داماد اور سیّدالاوصیاء ہیں۔

___اس ہستی کے نام جو باب مدینۃ العلم، خازنِ علمِ رسول اور وارثِ علمِ رسولؐ ہیں۔

___اس ہستی کے نام جو یعسوب الدین اور لنگرِ آسمان و زمین ہیں۔

___اس ہستی کے نام جو شہ سواروں کے قاتل اور منکرینِ خدا کی موت ہیں

اے حجتِ خدا! اے امیرالمومنین! اے رازِ قدرت!

اپنے اس حقیر نوکر کی طرف سے یہ ادنیٰ سا تحفہ قبول فرمایئے اور بارگاہِ توحید و رسالت میں ہماری شفاعت فرمایئے۔

مَیں تیری شفاعت کا حق دار ہوں تو معصومؑ ہے اور مَیں گناہ گار ہوں

ہر اِک سانس ہے مشکلوں کی لڑی مدد میرے مولاؑ بحقِ نبیؐ

میری ہر مصیبت کا ہو خاتمہ

بنامِ حجابِ رُخِ فاطمہؑ

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی مِنْ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللہُ وَیَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۝ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۵۹)

"بے شک! جو لوگ (ہماری) ان روشن دلیلوں اور ہدایتوں کو جنھیں ہم نے نازل کیا، اِس کے بعد چھپاتے ہیں جب کہ ہم کتاب میں لوگوں کے سامنے صاف صاف بیان کر چکے ہیں تو یہی لوگ ہیں جن پر خدا لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں"۔ (ترجمہ حافظ علامہ سیّد فرمان علیؒ)

خالقِ اکبر کے اس پاک فرمان سے واضح ہے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کے واضح احکام و ہدایت کو چھپاتے ہیں، وہ ملعون ہیں۔ اِن پر خدا کی لعنت ہے اور تمام لعنت کرنے والوں کی بھی لعنت ہے۔ اَب یہ ذمہ داری اہلِ علم حضرات پر عائد ہوتی ہے کہ وہ کسی بھی صورت میں اللہ تعالیٰ کے واضح احکامات کو کسی بندے کی خوش نودی کے لیے ہرگز نہ چھپائیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوش نودی کے لیے اس کی مخلوق تک پہنچائیں، ورنہ وہ بھی لعنت کے حق دار ہوں گے۔

یوں تو خداوندعالم کے تمام واضح احکامات و بیانات کو چھپانا بدترین فعل اور گناہِ کبیرہ ہے مگر ہادیانِ برحق چہاردہ معصومینِ مقدس علیہم السلام کے فضائل و مناقب کو چھپانا سب سے زیادہ بدترین عمل اور گناہ ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب قرآنِ مجید کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے مقدس اہلِ بیت علیہم السلام کی

اطاعت کو عالمین کی ہر شے پر واجب قرار دیا۔ اِن کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ اِن کی محبت اور ولایت کو اجرِ رسالت قرار دیا، ان ہی کے ذریعے دین کو مکمل کیا اور نعمتوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ خالقِ کائنات نے خاندانِ رسالتؐ کی عظمت وعصمت کے لیے آیتِ تطہیر کو سند قرار دیا۔

تفسیر صافی میں مذکور ہے کہ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر کسی شخص سے اس علم کے بارے میں سوال کیا جائے جسے وہ جانتا ہو مگر اس کے باوجود وہ اسے چھپائے تو ایسے شخص کو قیامت کے دن آگ کی لگام میں جکڑ دیا جائے گا"۔

ناظرین ـــــ! آپ پوری تاریخِ انسانیت کا مطالعہ کریں تو آپ کو صرف مولا حضرت علی علیہ السلام ہی نظر آئیں گے جن کے حق اور فضائل کو چھپایا گیا ہے۔ نہ صرف یہ کہ چھپایا گیا بلکہ آپؑ کے حقوق کو غصب کیا گیا۔

قرآنِ کریم اور فرمانِ رسالت مآبؐ کی روشنی میں حضرت علی علیہ السلام کے چھپائے ہوئے فضائل ومناقب اور حقوق کو منظرِ عام پر لانے کے لیے مَیں نے ایک بزرگ حنفی عالم حافظ علامہ ابوالمؤید الموفق بن احمد الحنفی المعروف اخطب خوارزم (متوفی ۵۶۸ھ) کی عربی کتاب "المناقب خوارزم" کا انتخاب کیا۔

اس کتاب کے ترجمے کے لیے مَیں نے آلِ محمد علیہم السلام کے منظورِ نظر عالمِ دین جناب علامہ حسن رضا باقر (فاضلِ شام) جو علامہ مرحوم حافظ اقبال حسین جاوید کے فرزندِ ارجمند ہیں، سے رابطہ کیا تو آپ نے اس مشکل ذمہ داری کو خندہ پیشانی کے ساتھ قبول فرمایا۔ آپ نے اپنی شب و روز کی مصروفیات کے باوجود فرائضِ منصبی سمجھتے ہوئے نیک نیتی کے ساتھ ترجمے کی ذمہ داری کو نہایت ہی احسن انداز سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ خداوندِ عالم اِن کی اس پُرخلوص سعی کو اپنے دربار میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور آپ کو ہر میدان میں کامیابی و کامرانی سے ہمکنار فرمائے، آمین!

برادرانِ ایمانی! ـــــ کتاب ہذا 'مناقبِ خوارزمی' جو کتاب 'المناقب خوارزم' کا

ترجمہ ہے، مختلف مراحل سے گزرنے کے بعد آج آپ کی عدل پسند نظروں کے سامنے ہے۔ چوں کہ اس کتاب کے مؤلف کا تعلق اہلِ سنت کے حنفی مسلک سے ہے، اُنھوں نے اپنے عقائد ونظریات قلم بند کیے ہیں۔ اس لیے مَیں اپنے تمام برادرانِ ایمانی سے اپیل کرتا ہوں کہ اگر دورانِ مطالعہ کہیں پر کوئی ایسی بات یا الفاظ آپ کے مزاجِ گرامی پر ناگوار گزریں تو درگزر فرمائیں۔ مَیں اس بزرگ حنفی عالم کو بھی خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں جنھوں نے مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کے اتنے بڑے فضائل بیان کیے۔ یہ کتاب ہر اُس بندہ کے لیے عبرت ہے جو حضرت علی علیہ السلام کے فضائل ومناقب اور حقوق کو چھپاتا ہے۔ خداوند عالم ہم سب کو امیر کائنات حضرت علی علیہ السلام کی ولایت وامامت کو دل کی گہرائیوں سے تسلیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

اس کتاب کی تکمیل کے تمام مراحل میں جن حضرات نے میرے ساتھ تعاون کیا ہے اُن سب کا دل کی گہرائیوں سے ممنون ومشکور ہوں۔

اے حجتِ خدا! اے منتقمِ آلِ محمدؑ! ہم سب کی اس محنت اور حقیر سی سعی کو اپنے دربار میں شرفِ قبولیت عطا فرمائیں۔

علیؑ ضمیرِ جنوں، میرِ کاروانِ خرد　　علیؑ شعورِ امامت علیؑ غرورِ صمد
علیؑ امینِ رُموزِ رسولؐ وفکرِ اَحد　　علیؑ دلیر، بہادر سخی، کریم اور اَسد
علیؑ کے ذکر سے جنت وصول ہوتی ہے
بغیر اس کے دُعا کب قبول ہوتی ہے

(شہیدِ راہِ ولایت سیّد محسن نقویؒ)

خاکِ پائے آلِ اطہارؑ
الحقیر پُرتقصیر
علی ابوتراب خان
سربراہ ادارہ تراب پبلی کیشنز، لاہور

سخنِ مترجم

امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شخصیت ایک ایسی شخصیت ہے جن سے اپنے اور غیر سبھی مفکرین اور دانش مند متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ جس کسی نے اس عظیم ہستی کے کردار، گفتار اور اذکار میں غور کیا وہ دریائے حیرت میں ڈوب گیا کیونکہ انھوں نے مولا علیؑ کے افکار کو دنیا میں سب سے بے نظیر اور لاثانی پایا۔ دنیائے انسانیت کے نامور مؤرخین نے آپ کی کمالِ طہارت، جادو بیانی، بلند روحِ انسانی، بلند ہمتی اور نرم خوئی کا تذکرہ کیا کیونکہ آپؑ روشن ضمیر، شہیدِ محراب اور عدالتِ انسانی کی پکار تھے۔ امیر المومنین علیہ السلام کی ہستی روح و بیان میں ایک لامتناہی سمندر کی مانند ہے۔ ان کی یہ صفت ہر زمان و مکان میں ہے۔

آپؑ کی ذات فصاحت و بلاغت، قانون و عدالت، نسب و شرافت اور جود و سخا کا سرچشمہ تھی۔ اگر ان پر فیضِ الٰہی کی برسات دیکھنی ہو تو یہی کافی ہے جو خدا کا گھر تھا وہی حضرت علیؑ کا گھر بنا۔ وہ بیت اللہ بھی اور بیتِ علیؑ بھی۔ قیامت تک اربوں انسان جب اللہ کے گھر کا طواف کریں گے تو گویا حضرت علیؑ کی جائے پیدائش کا بھی طواف کریں گے۔ یہ وہ ہستی ہے جو خدا کے گھر میں تشریف لائی اور اسے شہادت کا پیام بھی خدا کے گھر سے ملا۔ حضرت علیؑ اپنے سچے کردار اور سچائی کی وجہ سے دنیا میں پہچانے گئے اور ان کے عادلانہ نظام سے اپنے بھی گھبرا گئے کیونکہ امیر المومنین نے عادلانہ نظام کے قیام میں اقربا پروری اور عواطف کے غلبے کو زیر کر کے خلیفۃ المسلمین اور خلیفۃ رسولؐ اللہ

کی حقیقی تصویر مسلمانوں کے سامنے پیش کی۔

یہاں تک کہ اہلِ اسلام کے سُنّی مفکرین و محققین نے بھی یہ اعتراف کرتے ہوئے کہ اسلامی شخصیات میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام جداگانہ شخصیت کے مالک تھے اور تمام صحابہ رسولؐ میں ان کو ممتاز مقام حاصل تھا اور خدائے بزرگ نے سب سے زیادہ آیاتِ الٰہیہ انھی کی شان میں نازل فرمائی ہیں اور علمائے اہلِ سنت نے اپنی کتابوں میں ان آیاتِ الٰہیہ اور امیر المومنین کے امتیازات کو بڑے شد و مد کے ساتھ ذکر کیا ہے جیسے سلیمان قندوزی حنفی، حافظ ابن عساکر، گنجی شافعی، جلال الدین سیوطی، شبلنجی، ابن حجر اور خطیب بغدادی سمیت کئی علما نے اپنی کتابوں میں ان روایات و آیات کو درج کیا ہے۔

اہلِ سنت کے امام محمد بن ادریس شافعی محبتِ علیؑ میں یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں:

اِنْ کَانَ حُبُّ الْوَصِیِّ رَفْضًا فَاِنَّنِیْ اَرْفَضُ الْعِبَادِ

''اگر وصی پیغمبرؐ سے محبت رکھنے سے بندہ رافضی (شیعہ) ہوتا ہے تو مَیں انسانوں میں سب سے بڑا رافضی ہوں''۔

پھر یہی امام شافعی مسلمانوں کو نبی کریمؐ کے اہلِ بیتؑ کا مقام سمجھاتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

یَا اَهْلَ بَیْتِ رَسُوْلِ اللهِ حُبُّکُمْ فَرْضٌ مِّنَ اللهِ فِی الْقُرْآنِ اَنْزَلَهٗ

کَفَاکُمْ مِّنْ عَظِیْمِ الْقَدْرِ اِنَّکُمْ مَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَیْکُمْ لَا صَلَاۃَ لَهٗ

''اے اہلِ بیتؑ رسولؐ اللہ! آپؑ کی محبت اللہ کی جانب سے قرآن میں فرض قرار دی گئی ہے۔ آپؑ کی قدر و منزلت کے لیے یہی کافی ہے کہ جو آپ پر نماز میں درود نہ پڑھے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی''۔

امیر المومنینؑ، سیّد الموحدین حضرت امام علی علیہ السلام کی پُرکشش شخصیت کے متعلق

جن چند مؤلفین کی تالیفات کو لازوال شہرت نصیب ہوئی ہے ان میں ایک نام ''المناقب فی فضائل امیرالمومنینؑ'' کا آتا ہے جس میں حنفی المسلک شیخ الحدیث، ابوالمؤید حافظ موفق بن احمد بن محمد البکری المکی الحنفی نے امام المتقین، وصی رسولؐ خدا کی حیاتِ طیبہ کو احادیث وروایات کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ اہلِ سنت کے یہ مشہور عالم ۴۸۴ھ میں خوارزم میں پیدا ہوئے اور یہ مکی الاصل تھے اور آپ نے تحصیلِ علم کی خاطر مختلف ممالک کا سفر کیا جن میں عراق، حجاز، مصر، شام اور بلادِ فارس خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ آپ نے جن اساتذہ سے کسبِ علم کیا ان میں خاص شہرت مشہور تفسیر قرآن ''الکشاف'' کے مفسر جاراللہ زمخشری کو حاصل ہے جن سے آپ عربی ادب میں مہارت حاصل کی۔ آپ کا شمار ایک بارز خطیب، ادیب، شاعر اور سیرت و تاریخ پر عبور رکھنے والے عالم کے طور پر ہوتا ہے۔ آپ نے اشعار بھی کہے ہیں جو آپ کے اس خداداد ملکہ کو عملی شکل میں آپ کے ''دیوان'' میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ آپ کو تقریباً پینسٹھ (۶۵) شیوخ سے اجازہ حدیث عطا کیا تاکہ آپ ان روایات و احادیث سے اہلِ اسلام کو فائدہ پہنچائیں اور آپ کو محدثین و شیوخ میں بلند مقام حاصل ہے اور آپ کی مشہور تالیفات میں ''المناقب فی فضائل امیرالمومنینؑ'' (اس کتاب کا اُردو ترجمہ اس وقت آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے)۔ ''مقتل الحسینؑ''، ''مناقب ابی حنیفہ'' (یہ کتاب ۱۳۲۱ھ میں حیدرآباد دکن سے دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی)۔ ''المسانید علی البخاری'' اور ''الاربعین فی مناقب النبیؐ ووصیہ امیرالمومنینؑ'' خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

آپ نے کئی سالوں تک خوارزم کی جامع مسجد میں خطیب کے طور پر فرائض سرانجام دینے کے بعد گیارہ صفرالمظفر ۵۶۸ھ میں ۸۴ سال کی عمر میں خوارزم میں وفات پائی۔

اس کتاب سے مستفید ہونے کے لیے درج ذیل اُمور کا خیال رکھا جائے:

۱ مؤلف کا تعلق مذہب شیعہ امامیہ سے نہیں ہے بلکہ حنفی المسلک ہیں لہٰذا مترجم کا ہر واقعہ کے ساتھ متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

۲ بعض روایات ضعیف السند ہونے کی بنا پر شیعہ عقائد سے متصادم ہیں کیونکہ دوسری کتابوں میں ان مطالب کے برعکس صحیح السند روایات موجود ہیں جو شیعہ عقائد کی تائید کرتی ہیں لہٰذا ان ضعیف السند روایات سے چشم پوشی کی جائے اگرچہ بعض مقامات پر مترجم نے اپنا نکتہ نظر مختصراً بیان کردیا ہے تاکہ کتاب پڑھنے والے کو حقیقتِ حال سے آگاہ کیا جاسکے۔

۳ یہاں سلسلۂ اسناد کو حذف کردیا گیا ہے کیونکہ ان کا ذکر عوام کے لیے مفید نہیں ہے اور خواص اس سے مستفید ہونے کے لیے عربی متن کی طرف رَجوع کرسکتے ہیں۔

ناچیز، بندہ حقیر پُرتقصیر اپنی اس کاوش کو آلِ اطہارؑ بالاُخص حجتِ دوراں، بقیۃ اللہ حضرت امام مہدی صاحب العصر والزمان (عجل اللہ تعالیٰ فرجہٗ الشریف) کی بارگاہِ اقدس میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ ان کی نگاہِ کرم کے صدقے شرفِ قبولیت دنیا و آخرت میں سعادت وخوش بختی اور مغفرت کا طلب گار ہوں۔

طالبِ دعا

حسن رضا باقر

ابن حافظ اقبال حسین جاویدؔ

۲۲-۲-۲۰۱۴

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ سيّدنا
ونبينا ابى القاسم محمد ، صلى الله عليه وعلىٰ اٰبائه
الطاهرين واله المعصومين الذين اذهب الله عنهم
الرجس وطهرهم تطهيرًا، اما بعد!

مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ اور سیرت وفضائل پر جن اربابِ دانش اور اہلِ علم حضرات نے کتابیں لکھیں ان میں تمام مکاتبِ فکر اور ادیان و مذاہب کی نامور شخصیات شامل ہیں اور صرف یہی نہیں کہ آپؑ کے فضائل ومناقب کے ذکر کرنے پر اکتفا کی بلکہ آپؑ کے عادلانہ طرزِ حکومت کی امتیازی خصوصیات اور آثار ونتائج کے منفرد حوالے بھی پیش کیے، جن مسلم علما نے حضرت علی علیہ السلام کی شخصیت وفضائل کو احادیث کی بنیاد پر جمع کیا ان میں ایک معروف ومنفرد نام جناب حافظ ابوالمؤید موفق بن احمد المکی الحنفی المعروف اخطب خوارزم کا ہے جنھوں نے اپنی بھرپور کاوش سے اپنے مسلکی رجحانات کے ساتھ نہایت عمدہ اسلوب اختیار کرتے ہوئے امام علیؑ کے مناقب کا مجموعہ مرتب کیا جسے پڑھ کر مولائے کائناتؑ کی پاکیزہ زندگی کے درخشندہ پہلوؤں سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔

اس کتاب کے حُسنِ ترتیب کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ مؤلف نے ستائیس ابواب میں امام علیؑ کے حوالے سے آپؑ کے اسمِ مبارک سے لے کر عصرِ مبارک

کے اہم ترین گوشوں کو شامل کیا ہے کہ جن میں آپؑ کی ولادت باسعادت کا امتیازی بلکہ اعجازی حوالہ، آپؑ کا پاکیزہ سلسلۂ نسب، اظہارِ اسلام میں سبقت و اوّلیت، آپؑ کا اہلِ بیتؑ میں شامل ہونا، اصحاب النبیؐ پر علمی برتری و افضلیت، آپؑ کا زُہد و تقویٰ، ایمانی کمالی درجہ پر فائز ہونے، مولائیت کے منصبی کمال کا حامل ہونا، کفّار و مشرکین سے نبردآزما ہونے میں شجاعت و بہادری کی مثالی شخصیت قرار پایا۔ جمل، صفّین اور نہروان کی جنگوں میں دشمنوں پر فتح پانا، آپؑ کی فضیلت میں قرآنی آیات کا نازل ہونا، سیّدۂ کائنات فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کے ساتھ شریکِ حیات قرار پانا اور آپؑ کی مظلومانہ شہادت سمیت متعدد اہم ترین موضوعات شائستۂ ذکر ہیں۔

ان تمام موضوعات کے حوالے سے تفصیلی مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت کسی وضاحت و مزید تشریح کی محتاج نہیں رہتی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کو نسب و حسب کے حوالے سے جو امتیازی مقام و عظمت عطا فرمائی وہ آپؑ ہی کا خاصّہ تھی۔ آپؑ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کے عملی نمونے پیش کر کے قیامت تک آنے والی نسلوں کو کردار سازی کے روشن راستے دکھا دیے تاکہ ان کی روشنی میں قیامت تک آنے والی نسلیں اپنی دنیا و آخرت سنوار سکیں اور دنیا کی زندگی کی فنا پذیر لذتوں پر مرمٹنے والوں کو اَبدی حیات کی معنوی حقیقت سے بہرہ ور ہونے کی حقیقی راہ مل سکے۔

اگرچہ مؤلف نے اپنی علمی و فکری توانائیاں بروئے کار لاتے ہوئے دریائے مناقب میں غوطہ زنہ کر کے فضائل و کمالات کے گوہر و جوہر نکالنے میں کمی نہیں کی لیکن بعض موضوعات میں مسلکی ترجیحات غالب رہیں جو کہ ان کا نظریاتی حق تھا البتہ جہاں تک امیرالمومنین حضرت علیؑ کے فضائل و مناقب کے احصائی حوالہ کا تعلق ہے تو وہ حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثِ مبارک میں واضح طور پر مذکور ہے کہ جسے مؤلف نے بھی درج فرمایا ہے کہ اگر کائنات کا ذرّہ ذرّہ علیؑ کی فضیلتوں کو شمار کرنے لگے

تو ایسا کرنے سے قاصر و عاجز ہوگا۔ تو جب وہ ہستی اس طرح کے الفاظ کے ساتھ فضائل و مناقبِ علیؑ کے بارے میں اظہارِ خیال کرے کہ جس کی زبان وحی ترجمان ہے اور وہ اپنی طرف سے نہ کچھ کہتے ہیں اور نہ ہی کچھ کرتے ہیں تو پھر کون ہے جو بابِ مدینۃ العلم کی عظمتوں کو شمار کرنے کی جرأت کرے۔

حضرت علی علیہ السلام کی ذات گرامی قدر اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کی امین ہے۔ انھیں جو کمالی علامات حاصل ہیں ان میں یداللہ، عین اللہ، لسان اللہ، اذن اللہ، اسداللہ اور ولی اللہ ہونا شامل ہے۔ ان تمام صفات کی اصل و اساس یہ ہے کہ وہ مخلوق ہوتے ہوئے اپنی عبدیت میں کمال کے اس مقام پر فائز تھے کہ گویا وہ اپنے خالق کی مشیت و مرضی کے عملی ترجمان ہیں جو کہ ایمان باللہ کی معراجی منزلت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا والوں نے مولا علیؑ کو سمجھا ہی نہیں ورنہ اگر لوگ علیؑ کی معرفت پا لیتے تو نبیؐ بلکہ خدا کی معرفت کا حصول ان کے لیے مشکل نہ ہوتا۔

حافظ اخطب خوارزمی کی کاوش کو اُردو زبان میں ڈھالنے کا اعزاز نوجوان عالم باعمل حجۃ الاسلام مولانا حسن رضا باقر حفظہ اللہ نے حاصل کیا کہ جو شخص مولا علیؑ کے ان فضائل و مناقب کا مطالعہ کرے گا وہ جہاں مؤلف کو یاد کرے گا وہاں مترجم کی مخلصانہ کاوش اور فاضلانہ اسلوبِ بیان پر انھیں دادِ تحسین ضرور دے گا۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مولائے کائنات امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے فضائل و مناقب کے پڑھنے، سننے اور ان کی عملی تقلید کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد حسین اکبر

سرپرست و پرنسپل

ادارہ منہاج الحسین، لاہور

صدائے رسالت مآبؐ محبوبِ کبریا

❁ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ إِلٰى آدَمَ فِيْ عِلْمِهٖ ، وَإِلٰى نُوْحٍ فِيْ فَهْمِهٖ ، وَإِلٰى إِبْرَاهِيْمَ فِيْ حِلْمِهٖ ، وَإِلٰى يَحْيٰى بْنِ زَكَرِيَّا فِيْ زُهْدِهٖ ، وَإِلٰى مُوْسٰى بْنِ عِمْرَانَ فِيْ بَطْشِهٖ ، فَلْيَنْظُرْ إِلٰى عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ۔

"جو شخص (حضرت) آدم (علیہ السلام) کو اس کے علم میں، اور (حضرت) نوح (علیہ السلام) کو اس کی فہم و فراست میں، اور (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کو اِن کے حِلم میں، اور (حضرت) یحییٰ بن زکریا (علیہ السلام) کو اِن کے زُہد میں اور (حضرت) موسیٰ بن عمران (علیہ السلام) کو اِن کی قوت و طاقت میں دیکھنا چاہتا ہے تو اُسے چاہیے کہ وہ علی بن ابی طالب علیہما السلام کو دیکھ لے"۔ (میزان الحکمۃ: جلد۱، حدیث ۱۰۱۲، ص ۲۶۴، مطبوعہ قم)

❁ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَا عَلِيُّ! مَثَلُكَ مَثَلُ ۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ۔ مَنْ أَحَبَّكَ بِقَلْبِهٖ فَكَأَنَّمَا قَرَأَ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ ، وَمَنْ أَحَبَّكَ بِقَلْبِهٖ وَأَعَانَكَ بِلِسَانِهٖ فَكَأَنَّمَا قَرَأَ ثُلُثَيِ الْقُرْاٰنِ ، وَمَنْ أَحَبَّكَ بِقَلْبِهٖ وَأَعَانَكَ بِلِسَانِهٖ وَنَصَرَكَ بِيَدِهٖ فَكَأَنَّمَا قَرَأَ الْقُرْاٰنَ كُلَّهٗ۔

"یا علیؑ! آپؑ کی مثال قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ جیسی ہے، لہٰذا جو شخص آپؑ سے قلبی محبت رکھے گا، گویا اُس نے قرآن کا ایک حصہ پڑھا، اور جو آپؑ کے ساتھ قلبی محبت رکھے گا اور زبان کے ساتھ تمھاری اِعانت کرے گا تو گویا اُس نے دوتہائی قرآن پڑھا، اور جو آپؑ کو دل سے محبوب رکھے گا اور زبان سے تمھاری اعانت کرے گا اور ہاتھ سے تمھاری مدد کرے گا تو گویا اُس نے پورا قرآن پڑھ لیا"۔ (میزان الحکمۃ: جلد ۱، حدیث ۱۰۱۶، ص ۲۶۴، مطبوعہ قم)

✸ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عَلِيٌّ مَعَ الْقُرْاٰنِ وَ الْقُرْاٰنُ مَعَ عَلِيٍّ، لَنْ يَفْتَرِقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ

"(حضرت) علی (علیہ السلام) قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن (حضرت) علی (علیہ السلام) کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں مجھ تک حوضِ کوثر پر پہنچنے سے پہلے ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے"۔ (میزان الحکمۃ: جلد ۱، حدیث ۹۸۰، ص ۲۵۸، مطبوعہ قم)

✸ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ أَخِي وَصِيِّيْ وَ وَزِيْرِيْ وَخَلِيْفَتِيْ فِي أَهْلِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، يَقْضِيْ دَيْنِيْ، وَيُنْجِزُ مَوْعِدِي يَابَنِيْ هَاشِمٍ۔

"اے بنی ہاشم! بے شک میرا بھائی، میرا وزیر، میرے بعد میرے بہترین ترکہ میں میرا خلیفہ، میرے قرض کو ادا کرنے والا (حضرت) علی ابن ابی طالب (علیہما السلام) ہے"۔ (میزان الحکمۃ:

جلد۱، حدیث ۹۶۳،ص ۲۵۴، مطبوعہ قم)

* حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَا بُرَيْدَةُ! أَلَسْتُ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ؟

فَقُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ!

فَقَالَ: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ۔

"اے بُریدہ! کیا مَیں مومنین کے نفسوں پر ان سے اولیٰ نہیں ہوں؟

میں نے عرض کیا: ضرور یارسول اللہ!

آپؐ نے فرمایا: جس جس کا مَیں مولا ہوں، اُس اُس کے علیؑ مولا ہیں"۔

(میزان الحکمۃ: جلد۱، حدیث ۹۶۹،ص ۲۵۶، مطبوعہ قم)

از قلم

حسنین اقبال خان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے فضائل

یہاں پر ہم ابوالحسن حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کے بعض فضائل بیان کریں گے کیونکہ اس ہستی کے تمام فضائل و مناقب کو شمار کرنا کسی انسان کے بس میں نہیں ہے بلکہ اعداد و شمار کرنے والے آپؑ کے زیادہ تر فضائل و مناقب کو بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

✿ (بحذفِ اسناد) یہ وہ ہستی ہے جس کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ سرکارِ دوعالم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ اَنَّ الْغِيَاضَ اَقْلَامٌ وَالْبَحْرَ مِدَادٌ وَالْجِنَّ حُسَّابٌ وَالْاِنْسَ كُتَّابٌ مَا اَحْصَوْا فَضَائِلَ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ

"اگر دنیا جہان کے تمام درخت قلم بن جائیں اور تمام سمندر روشنائی بن جائیں اور تمام جن حساب کرنے بیٹھ جائیں، اور تمام انسان لکھنے بیٹھ جائیں تو بھی حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کے فضائل شمار نہیں کیے جاسکتے"۔

✿ (بحذفِ اسناد) امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ سرکارِ ختمی مرتبت، حبیبِ خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ جعل لأخی علی فضائل لا تحصی کثیرۃ ۔ فمن ذکر

فضیلۃ من فضائلہ مقرّاً بہا غفر اللہ لہ ما تقدم من ذنبہ وما تأخر؟

ومن کتب فضیلۃ من فضائلہ لم تزل الملائکۃ تستغفر لہ ما بقی لذلک الکتاب رسم، ومن استمع الی فضیلۃ من فضائلہ غفر اللہ لہ الذنوب التی اکتسبہا بالاستماع ، ومن نظر الی کتاب من فضائلہ غفر اللہ الذنوب التی اکتسبہا بالنظر۔

ثم قال: النظر الی اخی علی ابن ابی طالب عبادۃ ، وذکرہ عبادۃ ولا یقبل اللہ ایمان عبد الابولایتہ والبراءۃ من اعدائہ

"بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے بھائی علی (علیہ السلام) کو اتنی زیادہ فضیلتیں عطا کی ہیں کہ جنھیں کوئی شمار نہیں کرسکتا۔ اگر کوئی شخص (حضرت) علی (علیہ السلام) کے فضائل میں سے کسی فضیلت کا اقرار کرتے ہوئے لوگوں کے سامنے بیان کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف کردے گا۔

اگر کوئی شخص (حضرت) علی (علیہ السلام) کے فضائل میں سے کسی فضیلت کو کتاب میں تحریر کرے جب کہ وہ اس فضیلت کا اقرار بھی کرتا ہو تو جب تک اس کتاب کی کتابت باقی رہے گی، فرشتے اس کی مغفرت کے لیے دعا کرتے رہیں گے، اور جو شخص (حضرت) علی (علیہ السلام) کے فضائل میں سے کسی فضیلت کو توجہ کے ساتھ سنے جب کہ وہ اس فضیلت کا اقرار بھی کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے

کانوں سے سرزد ہونے والے گناہوں کو بخش دے گا، اور جو شخص (حضرت) علی (علیہ السلام) کی کسی فضیلت کو کتاب میں اپنی آنکھوں سے پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی نظر سے سرزد ہونے والے اس کے تمام گناہ بخش دے گا۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا: میرے بھائی علی ابن ابی طالب (علیہما السلام) کی طرف دیکھنا عبادت ہے اور ان کا ذکر کرنا عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کسی بندے کا ایمان اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک وہ (حضرت) علی (علیہ السلام) کی ولایت کا اقرار اور ان کے دشمنوں سے براءت و بے زاری کا اظہار نہ کرتا ہو"۔

❁ (بحذفِ اسناد) ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس آکر کہنے لگا: سبحان اللہ حضرت علیؑ کے کتنے فضائل و مناقب ہیں۔ میں نے آپؑ کے تین ہزار فضائل شمار کیے ہیں۔

یہ سن کر حضرت ابنِ عباس نے اس سے کہا: تُو یہ کیوں نہیں کہتا کہ اس ہستی کے تیس ہزار کے لگ بھگ فضائل ہیں۔

❁ امام احمد ابن حنبل جنھیں اپنے زمانے کا امام مانا جاتا تھا (یہ اہلِ سنت کے فقہی مسالک کے چار اماموں میں سے ایک امام ہیں۔ مترجم) اور ان کو علم الدرایہ اور روایت کے میدان میں ایک خاص مقام حاصل ہے اور ان کا یہ قول اس پر مہر ثبت کرتا ہے جس کے متعلق محمد بن منصور طوسی کہتا ہے: میں نے احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی صحابیٔ رسولؐ کے حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام جتنے فضائل وارد نہیں ہوئے ہیں۔

❁ یہ کتاب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے فضائل میں ۲۷ ابواب پر مشتمل ہے:

بابِ نمبر1: آپؑ کے اسماء، کنیت، القاب اور صفات کے متعلق ہے۔

بابِ نمبر2: باپ اور ماں کی طرف سے آپؑ کا نسب۔

بابِ نمبر3: آپؑ کی بیعت کے متعلق۔

بابِ نمبر4: آپؑ کا اسلام لانے میں پہل کرنا اور اسلام کا اظہار کرتے وقت آپؑ کی عمر مبارک۔

بابِ نمبر5: آپؑ اہلِ بیتؑ میں سے ہیں۔

بابِ نمبر6: رسولؐ خدا کا آپؑ سے محبت کرنا، لوگوں کو آپؑ کی محبت اور ولایت کے لیے اُبھارنا اور آپؑ سے بُغض رکھنے سے روکنا۔

بابِ نمبر7: آپؑ علم کے بحرِ بیکراں تھے اور اصحاب میں سے سب سے زیادہ فیصلہ کرنے پر قادر تھے۔

بابِ نمبر8: حضرت علی علیہ السلام حق کے ساتھ اور حق حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ ہے۔

بابِ نمبر9: آپؑ اصحاب میں سب سے افضل اور ایسے فضائل کے مالک ہیں جن میں آپؑ کے علاوہ کوئی دوسرا صحابی شریک نہیں ہے۔

بابِ نمبر10: آپؑ کا دنیا میں زُہد اور دنیا کی تھوڑی شے پر قناعت کرنا۔

بابِ نمبر11: خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے بتوں کو توڑنے کے لیے آپؑ کا نبی اکرمؐ کے دوشِ مبارک پر سوار ہونے کا شرف حاصل کرنا۔

بابِ نمبر12: آپؑ کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ خدا کی محبت میں خود کو موت کے لیے پیش کر دینا اور اپنا نفس بیچ کر اللہ تعالیٰ کی مرضیاں خریدنا۔

بابِ نمبر13: آپؑ کے دل میں ایمان کا راسخ ہونا۔

بابِ نمبر14: آپؑ لوگوں میں سب سے زیادہ رسولؐ اسلام کے قریب تھے اور

جس جس کے رسولؐ اسلام مولا تھے، اس اس کے آپؑ بھی مولا ہیں۔

باب نمبر 15: سورۂ برأت کی تبلیغ کے لیے اللہ تعالیٰ کا آپؑ کو خاص طور پر انتخاب کرنا۔

باب نمبر 16: آپؑ کا حملہ آور ہوکر کفار سے جنگ کرنا اور مشرکین، ناکثین، قاسطین اور مارقین کے بڑے بڑے بہادروں کا مقابلہ کرنا۔ ان گروہوں سے جنگ کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ کی شان میں جو فرمایا وہ درج ذیل ابواب کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے:

(i) کفار سے آپؑ کا جنگ کرنا۔

(ii) جمل والوں سے آپؑ کا جنگ کرنا اور یہ لوگ ناکثون ہیں۔

(iii) جنگِ صفین کے دنوں میں شام کے رہنے والوں سے جنگ کرنا اور یہ لوگ قاسطون ہیں۔

(iv) خوارج سے جنگ کرنا اور یہ لوگ مارقون ہیں۔

باب نمبر 17: آپؑ کی شان میں نازل ہونے والی قرآنی آیات۔

باب نمبر 18: آپؑ سمجھدار کان (أُذُنٌ وَاعِيَةٌ) ہیں۔

باب نمبر 19: آپؑ کے مختلف فضائل۔

باب نمبر 20: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام سے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی شادی کرنا کہ جس بی بیؑ کے نور سے تمام زمین و آسمان جگمگا اُٹھے۔

باب نمبر 21: آپؑ جنتی ہیں اور جنت آپؑ کی مشتاق ہے اور آپؑ ہر گناہ سے معصوم ہیں۔

باب نمبر 22: آپؑ قیامت کے دن نبی اکرمؐ کے پرچم کو اُٹھائیں گے۔

باب نمبر 23: آپؑ کو دیکھنا اور آپؑ کا ذکر کرنا عبادت ہے۔

باب نمبر 24: آپؑ کے جامع کلمات اور سبق آموز حکمتیں۔

باب نمبر 25: امیرالمومنینؑ پر سب وشتم کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کی خلقت بدل دی اور انھیں ہلاک کر دیا۔

باب نمبر 26: آپؑ کی شہادت۔

باب نمبر 27: آپؑ کی مدتِ خلافت اور عمر مبارک اور اس میں اختلاف۔

✸...... ✼ ......✸

باب نمبر ۱

حضرت علی علیہ السلام کے اَسماء، کنیّات، القاب اور صفات

آپؑ کے اسماء

✿ آپؑ کا مشہور نام 'علیؑ' ہے۔ جنگِ بدر کے دن جب آپؑ نے سخت مصیبت اور پریشانی کی گھڑی کو خوشی میں بدل دیا تو ہاتفِ غیبی نے یہ صدا دی:

لَافَتٰی اِلَّا عَلِی

وَلَا سَیفَ اِلَّا ذُوالفِقَار

"(حضرت) علی (علیہ السلام) کے علاوہ کوئی جوان اور بہادر نہیں ہے، اور نہ ہی ذوالفقار کے علاوہ کوئی تلوار ہے (جو دشمن کی صفوں کو چیرتی ہوئی انھیں پسپا کرے)"۔

✿ مؤلف نے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی شان میں یہ اشعار کہے ہیں:

ان علی ابن ابی طالب · خیرالوریٰ والغالب الطالب

یاطالباً مثل علی وهل فی الخلق مثل الفتی الطالبی

فتوی رسول الله أن لافتیٰ اِلَّا علی ابن ابی طالب

و ذوالفقار العضب لم یحکه سیف وأن السیف بالضارب

"بے شک حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام مخلوق میں بہتر، غلبہ پانے والے اور لوگ آپؑ کے طلب گار ہیں۔

اے حضرت علی علیہ السلام جیسی شخصیت کو تلاش کرنے والے! کیا ساری مخلوق میں ان جیسا کوئی بہادر جوان ہے کہ جسے پکارا جا سکے۔ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ اور فرمان ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کے علاوہ کوئی اور جوان بہادر نہیں ہے اور تیز کاٹنے والی تلوار ذوالفقار کو کسی تلوار نے رگڑ بھی نہ لگائی اور حقیقت میں صرف وہی تلوار، تلوار ہوتی ہے جو ضرب لگانے والی ہو"۔

آپؑ کے ناموں میں "اسد" اور "حیدر" نام بھی ملتے ہیں۔

❁ (بحذفِ اسناد) مصعب بن عبداللہ سے مروی ہے: حضرت علی علیہ السلام کا ایک نام "اسد" ہے۔ اسی لیے آپؑ نے (جنگِ خیبر میں مرحب کے مقابلہ میں آ کر) فرمایا:

اَنَا الَّذِی سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَۃ

"مَیں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے"۔

مؤلف نے اسی مناسبت سے آپؑ کی شان میں درج ذیل اشعار کہے ہیں:

اسد الالہ وسیفہ وقناتہ کالظفر یوم صبالہ والناب

جاء النداء من السماء وسیفہ بدم الکماۃ یلج فی التسکاب

لاسیف اِلَّا ذوالفقار ولافتیٰ اِلَّا علی ھازم الاحزاب

"خدا کے اسد (شیر)، اس کی تلوار اور نیزہ نے اس طرح کامیابی حاصل کی کہ لوگ ان پر فریفتہ ہو رہے تھے اور اس دن ان کی ہی سرداری تھی۔ آسمان سے یہ صدا آئی۔ اس شیر کی تلوار سرخ و سیاہ خون بہاتی ہوئی قلبِ لشکر میں پہنچ جاتی ہے اور اس ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں ہے اور حضرت علی علیہ السلام کے سوا کوئی طاقتور جوان نہیں ہے کہ جوان تمام گروہوں کو شکست سے دوچار کرتا ہو"۔

آپؑ کی کنیت

آپؑ کی کینت ابوترابؑ، ابوالحسنؑ، ابوالحسینؑ اور ابومحمدؑ ہے۔

❁ (بحذفِ اسناد) سہل بن سعد کہتا ہے: آلِ مروان کے خاندان کا ایک شخص مدینہ منّورہ کا گورنر بنا تو اس نے مجھے بلا کر حضرت علی علیہ السلام پر سب وشتم کرنے کا کہا تو مَیں نے ایسا کرنے سے صاف انکار کردیا۔ وہ گورنر کہنے لگا: اگر تُو ان کو گالیاں نہیں دے سکتا تو ان کے نام ابوتراب کی وجہ تسمیہ بتا؟

سہل کہتا ہے: حضرت علی علیہ السلام کو اپنے ناموں سے سب سے زیادہ پیارا نام ابوتراب لگتا تھا (یہاں پر اس کی مراد کنیت ہے) جب آپؑ کو اس کنیت کے ساتھ پکارا جاتا تو وہ خوش ہوتے تھے۔

گورنر نے کہا: اے سہل! تُو ہمیں یہ بتا کہ ان کو ابوتراب کیوں کہا جاتا ہے؟

سہل نے جواب دیا: ایک دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ علیہا السلام کے گھر تشریف لائے تو حضرت علی علیہ السلام کو گھر پر موجود نہ پاکر آپؐ نے بی بی فاطمہؑ سے فرمایا: آپؑ کے شوہر کہاں ہیں؟

حضرت بی بی فاطمہؑ نے عرض کیا: بابا جانؐ! حضرت علی علیہ السلام اور میرے درمیان کوئی بات ہوئی تو وہ مجھ سے ناراض ہوکر باہر چلے گئے ہیں اور انھوں نے گھر پر قیلولہ نہیں کیا۔

رسولِ خداؐ نے انس سے فرمایا: جاؤ! دیکھو کہ وہ کہاں گئے ہیں؟

جب انس واپس آئے تو عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔

پھر رسولِ خداؐ مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ آپؑ مسجد میں لیٹے ہوئے ہیں اور آپؑ کے اُوپر سے چادر ایک طرف ہٹ جانے کی وجہ سے مٹی لگی ہوئی ہے۔

رسولِ خداؐ نے اپنے ہاتھوں سے آپؑ کے جسمِ مبارک سے مٹی کو صاف کرنے

کے بعد فرمایا: اے ابوتراب! اُٹھیے۔ اے ابوتراب! اُٹھیے۔

❁ (بحذفِ اسناد) ابن عباس بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب میں سے مہاجرین و انصار کے درمیان رشتۂ اخوت قائم کیا تو حضرت علیؑ کو اصحاب میں سے کسی کا بھائی نہ بنایا، جس پر حضرت علیؑ ناراض ہوکر وہاں سے چل پڑے اور ایک سخت زمین پر ہاتھوں کا تکیہ بنا کر لیٹ گئے اور تیز ہوا چلی تو آپؑ پر خاک آپڑی۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو بلانے پر موجود نہ پایا تو آپؐ خود ان کے پاس تشریف لے گئے۔ آپؐ نے انھیں اپنے ہاتھوں سے اُٹھایا اور پھر فرمایا: کیا تمھارے لیے یہ بہتر نہیں کہ تم ابوتراب ہو۔

کیا آپؑ اس بات پر ناراض ہوئے ہیں کہ میں نے اصحاب میں سے مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے اور آپؑ کو ان میں سے کسی کا بھائی نہیں بنایا؟

(اے علیؑ!) کیا آپؑ اس بات پر خوش نہیں ہیں کہ آپؑ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

اس کے بعد رسولؐ خدا نے فرمایا:

اَلَا مَنْ اَحَبَّكَ حُفَّ بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَمَنْ اَبْغَضَكَ اَمَاتَهُ اللّٰهُ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً وَحُوْسِبَ بِعَمَلِهٖ فِي الْاِسْلَامِ۔

''آگاہ رہو! جو شخص آپؑ (امیرالمومنینؑ) سے محبت کرے گا اسے امن و سلامتی اور ایمان گھیر لیں گے، اور جس نے آپؑ سے بُغض اور دشمنی رکھی، اسے اللہ تعالیٰ جاہلیت کی موت مارے گا اور اسلام میں اس کے عمل کے مطابق اس کا محاسبہ کیا جائے گا''۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں مجھے حسنؑ و حسینؑ (علیہما السلام) بابا جان کہہ کر نہیں پکارتے تھے بلکہ وہ اللہ کے

رسولؐ کو باباؐ جان کہہ کر پکارتے تھے۔ حسنؑ مجھے ابوالحسینؑ اور حسینؑ مجھے ابوالحسنؑ کہہ کر پکارتے تھے۔

جس وقت خلیفۂ اوّل کی بیعت کی گئی تو حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ نے یہ اشعار حضرت علی علیہ السلام کی مدح سرائی کرتے ہوئے بیان کیے:

ما کنت أحسب ان الامر منصرف	عن هاشم ثم عنها عن ابی حسن
أليس اوّل من صلّی لقبلتکم	واعلم الناس بالآثار والسنن
واقرب الناس عهداً بالنبی ومن	جبریل عون له فی الغسل والکفن
من فيه ما فی جميع الناس مکهم	وليس فی الناس ما فيه من الحسن
ماذا الذی ردکم عنه فنعرفه	هاأن بيعتکم من اول الفتن

''میں ہرگز یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ یہ امر خلافت پہلے بنوہاشم اور پھر ابوالحسنؑ (حضرت علیؑ) سے پلٹ جائے گا۔ کیا ابوالحسنؑ وہ پہلی شخصیت نہیں ہیں کہ جس نے تمھارے قبلہ کی طرف نماز پڑھی اور لوگوں میں سب سے زیادہ احکامات اور سنتوں کے جاننے والے ہیں اور ابوالحسنؑ ہی لوگوں میں سب سے زیادہ جانشین کے لحاظ سے نبی اکرمؐ کے قریب تھے اور آپؑ ہی نبی اکرمؐ کے غسل وکفن کے وقت جبریلؑ کی مدد کر رہے تھے۔

جتنے فضائل حضرت علیؑ کے ہیں اگر تمام لوگ مل جائیں تو بھی ان کے فضائل مولا علیؑ کے برابر نہیں ہوسکتے۔ جتنی اچھائی اور بھلائی آپؑ میں ہے، اتنی کسی اور شخص میں نہیں۔ وہ کیا سبب اور چیز ہے کہ جس نے تمھیں حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کرنے کے بعد آپؑ سے رُوگردانی کرنے پر اُکسایا ہے تاکہ ہم بھی اس سبب

کو جان سکیں۔ جان لو کہ تمھاری یہ بیعت (نبی اکرم ﷺ کی
وفات کے بعد) سب سے پہلا فتنہ ہے"۔

آپؑ کے القاب

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے القاب مندرجہ ذیل ہیں:

آپؑ امیرالمومنین، یعسوب الدین، یعسوب المسلمین، مبید الشرک (شرک کو نابود کرنے والی ہستی)، مبید المشرکین، قاتل الناکثین، قاتل القاسطین اور قاتل المارقین ہیں (ناکثین سے مراد جنگ جمل والا ٹولہ، قاسطین سے مراد امیرشام کا ٹولہ اور مارقین سے مراد خارجیوں کا ٹولہ ہے۔ مترجم) آپؑ مولی المومنین، شبیہِ ہارونؑ، مرتضیٰ، نفسِ رسولؐ، برادرِ رسولؐ، زوجِ بتولؑ اور سیف اللہ المسلول ہیں (اللہ تعالیٰ کی سونتی ہوئی تلوار)۔

آپؑ ابوالسبطین، امیر البررہ (نیکوکار لوگوں کے امیر)، قاتل الفجرہ، قسیم الجنۃ والنار، صاحب اللواء (پرچم کے مالک) سیدالعرب والعجم، خاصف النعل (اپنے جوتے کو خود ہی پیوند لگانے والے)، کاشف الکرب (رنج وغم کی گرہ کھولنے والے)، صدیق اکبر، ابوالریحانتین، ذوالقرنین، ہادی، فاروق، واعی، شاہد، باب المدینۃ، بیضۃ البلد (ملکِ عرب کی وجیہہ شخصیت)، ولی، وصی، رسولؐ کے دین کے قاضی اور رسولؐ کے وعدے کو پورا کرنے والے ہیں۔

مؤلف کہتے ہیں: حضرت علی علیہ السلام کے میرے نزدیک القاب یہ ہیں: آپؑ امیرالمومنین، یعسوب الدین، غرۃ المہاجرین، صفوۃ الھاشمیین، قاتل الکافرین، قاتل الناکثین، قاتل القاسطین، قاتل المارقین، کرّار غیرِ فرار، تلوار قاطع، (سخت مصیبت اور ہر بے وفا کو ذوالفقار سے کاٹ دینے والے) برادرِ جعفر طیار اور قسیم الجنۃ والنار ہیں۔ آپؑ مقعص الجیش الجرّار (بہت بڑے لشکر کو موقع پر ہلاک کردینے والے) حقیر وذلیل

بندے کے ہاتھوں اللہ کی نعمتوں کی توہین کرنے والے کو سزا دینے والے، ابوتراب، دشمن کو زمین پر پٹخ دینے والے، دشمن کو زمین میں دھنسا دینے والے اور ایسے مرد جو لشکر کے ایک حصہ کے برابر تھے۔

آپؑ مردِ علم، مردِ محراب و عبادت، مردِ میدان و جنگ، ماہر نیزہ باز، ایسا عالم جو بے پناہ اور بے حساب علم عطا کرتا ہو، بھوکوں کو بے حساب اور وافر کھلانے والے، وہ لوگ جن کا ماضی بھوک و افلاس اور تاریکی میں گزرا ان کو روشنی اور مالی استحکام عطا کرنے والے، ھازم الاحزاب (مختلف گروہوں کو شکست دینے والے)، قاسم الاسلاب (چھینے ہوئے حق کو واپس لے کر حق داروں میں تقسیم کرنے والے) قاصم الاصلاب (دشمن کی کمر کو توڑ دینے والے) تلوار کو میان کے ساتھ ہمہ وقت تیار رکھ کر دشمنِ اسلام کی گردنوں کو اپنے نشانہ پر رکھنے والے، تمام اصحاب کے مسجد نبویؐ کے محراب کی طرف کھلنے والے دروازے بند کر دیے گئے سوائے آپؑ کے دروازہ کے جو کھلا رہا۔

آپؑ خدا و رسولِ خدا کی اطاعت و فرماں برداری میں انتہائی رغبت و اشتیاق رکھنے والے، سادہ لباس زیبِ تن کرنے والے، کٹھن امر کو سہل بنانے والے، شیریں بیان، عدیم الحجاب والحجاب، جس کی دلیل باطل کی دلیلوں کو زیر کر دے۔ بھلائی کے ساتھی، حدیث طیر کی رُو سے نبی اکرمؐ کے ساتھی، نبی اکرمؐ کے قرابت دار اور قریبی، خانہ کعبہ کے بتوں کو توڑنے والے، موت پر حملہ کرنے والے اور ہزاروں کو فی النار کرنے والے ہیں۔

آپؑ دشمن کی صفوں کو چیر دینے والے، جنگِ جمل کے شیر، جس کے لیے سورج کو پلٹایا گیا۔ بچپن میں بھی برہنہ نہ ہونے والے، اپنی تلوار کو ضربت سے زینت دینے والے، ہر اچھے بُرے وقت میں اسلام کا ساتھ دینے والے۔ نرم و ہموار اور پتھریلی و پہاڑی زمین پر جرأت و بہادری کا مظاہرہ کرنے والے، زوجِ البتولؑ، دشمنوں کو ذلیل و

رسوا کرنے والے اور اپنے دوستوں کو عزت عطا کرنے والے ہیں۔ آپؑ فصیح و بلیغ خطیب، قدوۃ اہل الکساء، امام الائمۃ الاتقیاء، شہید، ابوالشہداء، مکہ مکرمہ کی شہرت یافتہ شخصیت، جنگ میں نافرمان و سرکش لوگوں کو خون میں لت پت کرنے والے، بیت المال سے باہر جن کے ہاتھ ہر سرخ و سیاہ و سفید سے خالی تھے، کفر کی جڑوں کو نابود کرنے والے، فسق و فجور کے مراکز کو آشکار کرنے والے، نیکوکار لوگوں کو قوت عطا کرنے والے، اسلام کے پکے ہوئے درخت کا ثمرہ، جادوگروں کی آنکھوں کو پھوڑنے والے اور خونی زمین پھیلانے والے ہیں۔ آپؑ گھمسان کے رَن (جنگِ خیبر) کے دن خود کو حیدرؑ کے نام سے متعارف کرانے والے، سختیوں اور مصیبتوں میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنے والے، پرچموں کو اُٹھانے والے، بدعتوں کو ختم اور سنتوں کو زندہ کرنے والے، جنتیوں کو جنت کی رسید لکھ کر دینے والے، اسلام کے بعد نفاق کا مظاہرہ کرنے والوں کا آپؑ سے ہرگز موازنہ نہیں کیا جاسکتا بلکہ آپؑ بزرگ و برتر ہیں۔

آپؑ سیّد العرب، موضع العجب، اشرف النسب، ماں اور باپ کی طرف سے ہاشمی، بے مثال خطیب، مباہلہ کے دن نفسِ رسولؐ، جس دن میدانِ جنگ میں دشمن ایک دوسرے پر حملہ آور تھے آپؑ نے رسولِؐ خدا کی مدد کی۔ جس دن آپؑ لب کشائی کرتے تو نبی اکرمؐ کے فصیح و بلیغ خطیب کی حیثیت سے ہوتے۔ آپؑ نبی اکرمؐ کے بعد روئے زمین پر آپؐ کے خلیفہ، راز دان اور محبوب ہیں۔

آپؑ نبی اکرمؐ کی طرح وسیع الصدر اور مہربان و نرم دل تھے۔ آپؑ نبی اکرمؐ کی اولاد کے باپ ہیں، شرف و کرم کی زینت، نقطۂ دائرۃ المروت، باپ اور بیٹے کی طرف سے بافضیلت، علمِ نبوت کی میراث کے وارث، سیف اللہ المسلول، پُراُمید مخلوق، سخاوت و فیاضی کرنے والے، جنگل کے شیر، صحابہ میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے، اسلام کا مضبوط قلعہ، جانشین و امین، زمین کے تخت اور آسمان کے شامیانہ تلے سب سے

زیادہ علم رکھنے والی ہستی اور تاریک رات میں مناجات سے مانوس ہونے والی ذات۔

هذی المکارم لاقعبان من لبن

شیبا بماء فعاد ابعد ابو الا

''حضرت علی علیہ السلام کے یہ فضائل و مناقب ایسے نہیں ہیں، جیسے پانی ملا دودھ ہوتا ہے کہ جو پینے کے بعد پھر سے غلاظت کی شکل میں باہر آجاتا ہے''۔

دنیا پوری سج دھج کے ساتھ آپؑ کے سامنے کھڑی رہی لیکن آپؑ نے اس میں سے کچھ لینا عار محسوس کیا۔ آپؑ نے اپنے نفسِ نفیس کو اس حقیر دنیا کی غلاظتوں سے پاک رکھا۔ آپؑ نے دنیا کو پچھاڑ دیا، دنیا نے اپنی رنگینیوں سے آپؑ کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا لیکن آپؑ نے اس سے قطع تعلقی کا اظہار کیا۔ آپؑ رسولؐ اللہ کے چچازاد بھائی، نبی اکرمؐ کے غم و تکلیف کو دُور کرنے والے، اپنے مال و اسباب سے نبی اکرمؐ کی مدد کرنے والے، آپؑ کا جز رسولؐ کا جز ہے، آپؑ کی اولاد رسولِؐ خدا کی اولاد ہے، رسولِؐ خدا کی اولاد آپؑ کے صلب میں سے ہے۔

آپؑ کا خون نبی اکرمؐ کا خون، آپؑ کا گوشت نبی اکرمؐ کا گوشت، آپؑ کی بڑائی نبی اکرمؐ کی بڑائی، آپؑ کا علم نبیؐ کا علم، آپؑ کی صلح نبی اکرمؐ کی صلح، آپؑ کی جنگ نبی اکرمؐ کی جنگ، آپؑ کی فرع نبی اکرمؐ کی فرع، آپؑ کی اصل نبی اکرمؐ کی اصل، آپؑ کا حسب نبی اکرمؐ کا حسب، آپؑ کی فضیلت نبی اکرمؐ کی فضیلت، آپؑ کے دادا نبی اکرمؐ کے دادا ہیں۔ آپؑ کے فضائل کے سمندروں سے دنیا میں فضیلتوں کے دریا بہے، آپؑ کے خطبوں سے عراق، شام اور حجاز کے لوگوں کے نام خطوط میں توحید اور عدل کے پھول کھلتے ہیں۔ آپؑ نے معرکوں کے دوران مدِ مقابل میں آنے والوں کے حلقوم میں کانٹے پیوست کردیے۔

آپؑ ابن عم المصطفیٰ، شقیق النبی المجتبیٰ، لیث الثریٰ، غیث الوریٰ، حتف العدیٰ، مفتاح الندیٰ، قطب رحی الھدیٰ، مصباح الدجیٰ، جوہر النھٰی، بحر المنیٰ، مشعر الوغا (لڑائی کی حرارت کو اوج دینے والا)، قطاع الطلا، شمس الضحیٰ، اُم القریٰ میں ابو القریٰ، عظیم ترین خوش خبری سنانے والے، دنیا کو طلاق دینے والے، دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے والے، عقل و خرد کے مالک اور بزرگی و شرف کی اعلیٰ منازل پر فائز ہونے والے ہیں۔ آپؑ مسندِ فتویٰ کے تخت نشین، متقی لوگوں کی جائے پناہ، مثیلِ ہارونؑ، ہر اس شخص کے مولا جس کے رسولؐ مولا تھے۔ بہت زیادہ فائدہ دینے والے، سخت قوتوں کے مالک، حق کے راستے پر چلنے والے، عروۃ الوثقٰی سے متمسک، وہ ہستی جس کی شان میں سورۂ دہر کا نزول ہوا۔

جس نے آپؑ کی ولایت کی چادر اوڑھ لی، وہ معزز ہوگیا۔ جس نے آپؑ کی پیروی کی وہ صاحبِ شرف ہوگیا، جس نے آپؑ سے رہنمائی لی وہ صاحبِ علم ہوگیا۔ آپؑ اپنے سے پہلے اور بعد میں آنے والوں پر فضیلت رکھتے ہیں۔ آپؑ پیادہ اور سوار دونوں سے زیادہ شجاع تھے۔ آپؑ ہر نماز اور روزہ دار سے زیادہ ہدایت یافتہ تھے۔

آپؑ خدا و رسولؐ کے نافرمانوں کا مقابلہ کرنے والے، دین خدا کا بول بالا کرنے والے، خدا کے حق کا مُراقبہ کرنے والے کہ اس نے جس کا حکم دیا اور جس سے روکا ہے اسی کی طرف مائل ہونے والے، آپؑ کی تلوار کبھی کند نہ ہوئی اور اس کا وار خطا نہ گیا۔ آپؑ کی ہدایت کا نُور کبھی مخفی نہ ہوا۔ آپؑ کی جرأت و بہادری کی مہارت کبھی ماند نہ پڑی۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ کو توحید کی دعوت دی تو آپؑ نے لبیک کہا اور شرک کے اندھیروں کو نور میں تبدیل کیا۔ صراطِ مستقیم کو اپنایا، روشن دلیل کو قائم کیا، آپؑ کے علم سے روشنی کے پھل پھولے، آپؑ کے قلم سے علم کے جوہر بکھرے، آپؑ نے

شیروں کے معرکوں کے درمیان پرورش پائی۔ بہادر اور شیر کی طرح عزم و ہمت میں ثابت قدمی دکھائی۔

حضرت جبرئیلؑ نے آپؑ کے سر سے قدموں تک مدح سرائی کی، مکہ و مدینہ کے لوگ آپؑ کی حرمت و تقدس کی وجہ سے مقدس ہوگئے۔ آپؑ کے کرم کی موسلادھار بارش سے لوگوں کی آرزوؤں کی تکمیل ہوئی۔

ہاں یہ ابوالحسن ہی ہیں، جنھوں نے کبھی بتوں کے آگے اپنی پیشانی نہیں جھکائی۔ آپؑ غم زدہ اور مصیبتوں کے ماروں کی پناہ گاہ ہیں۔ آپؑ نے کرم وسخاوت سے لوگوں کی سوئی ہوئی اُمنگوں کو حیات بخشی۔

آپؑ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے چہروں سے سجدوں کے نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ آپؑ نے قرآنِ مجید کی تنزیل اور تاویل پر کافر و فاجر لوگوں سے جنگ کی۔ تورات اور انجیل میں آپؑ کی مثل مذکور ہے۔ آپؑ مومنوں کے ولی، نبی اکرمؐ کی طرف سے آپؑ کی اَزواج کے لیے وصی تھے اور آپؑ بچپن سے نبی اکرمؐ پر ایمان رکھتے تھے۔

آپؑ راہِ حق کے سپاہیوں کے لیے سند اور دین اسلام کے انصار کے لیے زورِ بازو، کمزور مسلمانوں کے لیے غم گسار، طاقتور کفار کو ہلاک کرنے والے اور تنگ دست و محتاج لوگوں کو عطا کرنے پر مامور ہیں۔ آپؑ اور آپؑ کے اہلِ بیتؑ جن سے اللہ تعالیٰ نے رجس کو دُور رکھا اور صحیح معنوں میں پاک رکھا ہے، اِن کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی تھی کہ: ''یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں''۔

آپؑ علی، وصی، ولی، ہاشمی، مکی، مدنی، ابطحی، طالبی، رضی، مرضی، منافی، عصامی، عظامی، اجودی، قوی، لوذعی، اریحی، مولوی، صفی اور وفی ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے حقائق الیقین کی بصیرت عطا کی ہے۔ آپؑ نے دین میں پیدا ہونے والے بگاڑ کی اصلاح فرمائی اور رسولِ خداؐ نے اس کی تصدیق فرمائی۔ آپؑ نے حالتِ رکوع میں

انگوٹھی کو خیرات میں دیا اور یہ عزت و شرف صرف آپؑ کی ذات کو حاصل ہے۔ آپؑ جوش و جذبے کے ساتھ صاحبِ قدرت رہے ہیں۔

آپؑ کے علوم و تحقیق میں تدقیق سے پتا چلا ہے کہ آپؑ نے جنگِ بدر میں ولید، جنگِ خندق میں عمرو بن عبدود کو فی النار کیا۔ اسلام کے معرکوں کی خبروں میں جس قدر آپؑ کی شجاعت کا تذکرہ ہے وہ کسی اور کو حاصل نہیں۔ آپؑ کی تلوار ان سیاہ معرکوں میں لت پت رہی۔ آپؑ کی تیز تلوار نے شیطان اور طاغوت کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا یہاں تک کہ اسلام سے کیے ہوئے عہد و پیان کو وفا کیا۔

آپؑ بنی ہاشم میں سب سے زیادہ فیاضی کرنے والے، اطاعت گزار، سخی، حق کی بات سننے اور اس کی اتباع کرنے والے، اور اخلاص سے بھرپور تابع داری کرنے والے، بہترین مشوروں سے نوازنے میں شہرت رکھنے والے، حق کی راہ کو کھولنے والے، آپؑ عربی زبان میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ اور اعضاء و جوارح میں قوی تھے۔ اگر کوئی آپؑ کی عظمت پر معترض ہو تو یہ اس کی کم ظرفی ہے اور اگر کوئی آپؑ کی برتری اور بڑائی کا قائل ہے تو یہ اس کی اپنی بڑائی ہے۔

جو شخص آپؑ کے مضبوط قلعہ کی پناہ گاہ میں آ گیا اس کے لیے آپؑ کی ذات ہی کافی ہے۔ آپؑ حیدر ہیں، یہ لوگ کیا جانیں کہ حیدر کیا ہے؟ یہ لوگ حیدر کے فضائل و مناقب کا اِدراک نہیں کر سکتے۔ آپؑ ایک درخشاں ستارہ، بہادری کے مصدر، اپنے ہم عصر افراد پر فضیلت و سبقت رکھنے والے، طہارت و پاکیزگی کا درس دینے والے، یاد رکھنے والی تلوار، آپؑ کو ہی نبی اکرمؐ نے سورۂ برأت کی تبلیغ کے لیے بحکمِ خدا مکہ مکرمہ بھیجا۔

آپؑ کی ولایت کا ہی اعلان غدیرِ خم پر کیا گیا۔ جنگِ خیبر میں جب آپؑ کو پرچم عطا کیا گیا تو فتح مسلمانوں کا مقدر بن گئی۔ آپؑ بدر و اُحد و خندق و حنین کے فاتح اور مردِ میدان ہیں۔ روزِ محشر حوضِ کوثر پر جامِ کوثر پلانے والے، ابوالسبطین، کوفہ و بصرہ

کے باسیوں کی قیادت کرنے والے، دوقبلوں (بیت المقدس اور خانہ کعبہ) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے والے، دوتلواروں سے ضرب لگانے والے اور دو نیزوں سے مارنے والے ہیں۔ آپؑ ہر سخی سے زیادہ جودوسخا کرنے والے، ہر صاحبِ لسان سے زیادہ فصیح وبلیغ، حق و باطل کے راستہ میں فرق کے متلاشی کے لیے بہترین ہادی و رہنما، ہرنافرمان وسرکش کو پچھاڑنے والے، حق و باطل کے دولشکروں کے درمیان آپؑ کے قدم ہمیشہ گڑے رہتے اور کبھی لڑکھڑائے نہیں۔ آپؑ مکہ و مدینہ میں سب سے زیادہ مناسب اور قیادت کے لائق تھے۔ آپؑ حرمین (مکہ و مدینہ) کے تمام علما سے زیادہ علم رکھنے والی شخصیت تھے۔

آپؑ کی صفات اور حلیہ

ابنِ اسحاق سے مروی ہے کہ مَیں نے حضرت علی علیہ السلام کو اس صورت میں دیکھا کہ ان کے سر کے بال اور داڑھی سفید تھی اور درمیانہ قد تھا۔

ابنِ مندہ نے یہ بیان کیا ہے کہ آپؑ کی رنگت انتہائی گندم گوں، بڑی بڑی آنکھیں، آپؑ کا چہرہ روشن اور نورانی تھا جب کہ آپؑ کا قد درمیانہ تھا۔

محمد بن حبیب بغدادی جو کتاب "المحبر الکبیر" کے مؤلف ہیں، نے آپؑ کے خدوخال کے بارے میں بیان کیا ہے کہ آپؑ کا گندمی رنگ، خوب صورت چہرہ اور مضبوط و بھاری چوڑا جسم تھا۔

باب نمبر ۲

حضرت علی علیہ السلام کا ماں اور باپ کی طرف سے نسب

آپؑ کا نسب یہ ہے: ابوالحسن علیؑ بن ابی طالبؑ بن عبدالمطلبؑ بن ابی نضلہ ہاشم۔

حضرت عبدالمطلبؑ (جو آپؑ کے دادا تھے) کا نام شبیۃ الحمد اور کنیت ابوحارث تھی۔ آپؑ کی والدہ حضرت فاطمہ بنتِ اسد بن ہاشم بن عبدمناف ہے۔ آپؑ نے اسلام کو قبول کیا اور ہجرت سے پہلے وفات پائی۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ حضرت فاطمہ بنت اسد علیہا السلام نے ہجرت کے بعد وفات پائی۔

۞ (بحذفِ اسناد) زبیر بن بکار کہتا ہے: حضرت عبدالمطلبؑ کے بیٹے حضرت ابوطالبؑ کے سب سے بڑے بیٹے حضرت طالبؑ ہیں اور ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ حضرت طالبؑ کے بعد عقیلؑ پھر جعفرؑ اور پھر حضرت علیؑ پیدا ہوئے۔ اِن میں سے ہر بھائی اپنے سے بعد میں آنے والے بھائی سے دس سال بڑا ہے۔ حضرت ابوطالبؑ کی ایک بیٹی اُمِ ہانی تھیں، آپ کا نام فاختہ تھا۔ آپؑ سب کی والدہ حضرت فاطمہؑ بنت اسد بن ہاشم بن عبدِ مناف ہیں۔ یہ پہلی ہاشمی خاتون ہیں جن کی ہاشمی مرد سے اولاد ہوئی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر آپؑ نے دین اسلام کو قبول کرنے کا شرف حاصل کیا اور رسولِ خدا کے ساتھ مکہ سے مدینہ ہجرت کی۔ آپؑ کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا۔ رسولِ خدا اور حضرت علیؑ آپؑ کی وفات کے وقت آپؑ کے پاس موجود تھے۔

۞ (بحذفِ اسناد) انس بن مالک سے روایت کی گئی ہے کہ انس کہتا ہے:

جب حضرت علی علیہ السلام کی والدہ جناب فاطمہ بنت اسد علیہا السلام کا انتقال ہوا تو اللہ کے رسولؐ آپؑ کے جسدِ اطہر کے پاس آکر سر کے قریب بیٹھ گئے اور فرمایا:

رحمة الله عليك يا امی ، كنت امی بعد امی تجوعين وتشبعينی وتعرين وتكسينی و تمنعين نفسك طيب الطعام و تطعمينی تريدين بذلك وجه الله الكريم عزّ وجلّ والدار الآخرة

''اے میری والدہ گرامی! اللہ تعالیٰ آپؑ پر اپنی رحمت کا نزول فرمائے۔ میری ماں کی وفات کے بعد آپؑ ہی میری ماں تھیں۔ آپؑ خود بھوکی رہتیں اور مجھے پیٹ بھر کر کھلاتیں، آپؑ خود بوسیدہ لباس پہنتیں جب کہ مجھے بہترین لباس عطا کرتیں۔ آپؑ خود کو اچھے کھانے اور غذا سے باز رکھتیں اور مجھے اچھی غذا کھلاتیں اور آپؑ یہ سب کچھ صرف اللہ عزوجل کی خوشنودی اور آخرت کے گھر کی خاطر کیا کرتی تھیں''۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آپؑ کو تین غسل (بیری کے پتوں، آبِ کافور اور خالص پانی سے) دیے جائیں۔ آپؐ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے آبِ کافور کو ڈالا اور پھر آپؐ نے اپنی قمیص اُتار کر انھیں پہنائی اور اس قمیص کے اُوپر سے انھیں کفن دیا گیا۔ پھر رسولِ خدا نے اسامہ بن زید، ابوایوب انصاری اور عمر بن خطاب اور ایک حبشی غلام کو بلایا اور انھوں نے آپؑ کی قبر کھودی۔ جب اس نے لحد کی شکل اختیار کر لی تو رسولِ خدا نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اسے کھودا اور مٹی باہر نکالی۔ جب ان کی لحد تیار ہوگئی تو اللہ کے رسولؐ خود اس لحد میں تھوڑی دیر تک لیٹے رہے اور فرمایا:

يا الله الذی يحيی ويميت وهو حی دائم لا يموت اغفر لامی

فاطمة بنت اسد ولقنها حجتها واوسع علیها فی مدخلها بحق محمد نبیک والانبیاء الذین من قبلی فانک ارحم الراحمین

''اے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ، جو حیات وموت دیتا ہے اور جو خود ہمیشہ زندہ رہے گا اور اسے کبھی موت نہیں آئے گی تو میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے اور انھیں ان کی حجت (قبر میں پوچھے جانے والے سوالات کے جوابات) سمجھا دے اور ان کی لحد میں وسعت عطا فرما، تجھے اپنے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور مجھ سے پہلے مبعوث ہونے والے نبیوں کا واسطہ، بے شک تُو ہر رحم کرنے والے سے زیادہ رحم کرنے والا ہے''۔

آپؐ نے ان کی نمازِ جنازہ پر چار تکبیریں پڑھی[1] اور ان کو لحد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت عباس بن عبدالمطلب اور حضرت ابوبکر نے اُتارا۔ (خلیفۂ اوّل کا آپؑ کو لحد میں اُتارنا بعید از صواب ہے کیونکہ اختیاری حالت میں نامحرم مرد کسی عورت کو قبر میں نہیں اُتار سکتا)۔

---

[1] یہاں پر مؤلف نے اپنے مسلکی رجحان کے مطابق بیان کیا ہے جب کہ شیعہ امامیہ کے نزدیک نمازِ جنازہ کی پانچ تکبیریں ہیں۔ کیونکہ پیغمبرؐ اسلام کے عمل، سیرتِ اہلِ بیتؑ اور کبار صحابہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ نمازِ جنازہ کی اصل تکبیرات کم از کم پانچ ہیں اور شیعہ اسی پر کاربند ہیں۔ اہلِ سنت کی کتابوں میں جہاں کہیں یہ مذکور ہے کہ پیغمبرؐ خدا نے چار تکبیریں پڑھیں تو یہ اس لیے کہ منافقین کے جنازے پر رسولؐ خدا چار تکبیریں پڑھتے تھے اور میت کی بخشش کے لیے خاص دعا اور پانچویں تکبیر ترک کر دیتے کیونکہ حضورؐ کو منافقین کے مُردوں کے لیے دعائے بخشش کرنے کا حکم نہیں تھا۔ لیکن حضرت عمر نے یہ امر سب کے لیے جاری کر کے مومنین کو اس خاص دعائے مغفرت سے محروم کر دیا جیسا کہ تاریخ الخلفاء سیوطی اولیاتِ عمر، مطبوعہ مصر میں تحریر ہے کہ حضرت عمر نے سب سے پہلے نمازِ جنازہ میں چار تکبیروں پر لوگوں کا اجماع کروایا۔ (از مترجم)

مؤلف نے مولا علی علیہ السلام کے بلند نسب ہونے پر درج ذیل اشعار کہے ہیں:

نسب المطهر بين انساب الورىٰ

كالشمس بين كواكب الانساب

والشمس ان طلعت فما من كوكب

الّا تغيب فی نقاب حجاب

"لوگوں کے انساب کے درمیان پاک و پاکیزہ نسب والا ہونا اسی طرح شرف و فضیلت رکھتا ہے جیسے ستاروں کے درمیان روشن آفتاب ہوتا ہے۔ جب بھی آفتاب ظاہر ہوتا ہے تو ہر ستارہ حجاب کے نقاب میں چھپ جاتا ہے"۔

مؤلف کہتے ہیں: مجھے حضرت علی علیہ السلام کی مدحت میں ایک نصرانی (عیسائی) کے تین ابیات ملے ہیں جو یہ ہیں:

علی امیر المومنین صریمة — وما لسواه فی الخلافة مطمع

له النسب الاعلیٰ وسلامه الذی — تقدم فيه والفضائل أجمع

ولو كنت أهوی ملة غير ملّتی — لما كنت الا مسلماً أتشيع

"امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام ایک بہادر انسان ہیں اور آپؑ کے علاوہ دوسرے لوگ خلافت کی خواہش رکھنے والے ہیں۔ آپؑ کا نسب بلند ہے اور آپؑ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور آپؑ میں تمام فضیلتیں جمع ہیں۔ اگر میں عیسائیت کے علاوہ کسی اور مذہب و ملّت کی خواہش کروں تو میں صرف اور صرف شیعیت والا اسلام قبول کروں گا"۔

باب نمبر ۳

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی بیعت

(بحذفِ اسناد) ابن شہاب زہری کہتا ہے کہ مَیں نے سعید بن مسیّب سے پوچھا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ قتل عثمان کیسے ہوا؟

سعید بن مسیّب نے ایک طولانی گفتگو بیان کی اور پھر کہا: قتلِ عثمان کے بعد لوگ حضرت علی علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور تمام لوگ اضطراب کی کیفیت میں جلدی سے آپؑ کے گھر کی طرف چل پڑے۔ اس دن رسولِ خدا کے تمام اصحاب یہی صدا دے رہے تھے:

مومنوں کے حاکم اور امیر حضرت علی علیہ السلام ہیں یہاں تک کہ وہ سب آپؑ کے گھر میں داخل ہوکر آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ سب حضرت علیؑ سے یہی عرض کر رہے تھے کہ آپؑ اپنا ہاتھ آگے بڑھائیں تاکہ ہم آپؑ کی بیعت کرسکیں کیونکہ امیر وحاکم کا ہونا ضروری ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: امیر کا انتخاب کرنا تمھارا کام نہیں ہے بلکہ یہ اہلِ بدر کا کام ہے اور وہ جس سے خوش اور راضی ہوں وہی خلیفہ ہوگا لیکن اہلِ بدر میں سے کوئی باقی نہیں بچا تھا۔

وہ پھر حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں آکر عرض کرنے لگے: ہم اس امرِ خلافت کے لیے آپؑ سے زیادہ کسی کو حق دار نہیں سمجھتے۔ آپؑ اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ ہم آپؑ

کی بیعت کریں۔

آپؑ نے فرمایا: طلحہ اور زبیر کہاں ہیں؟ تو سب سے پہلے طلحہ نے آپؑ کی بیعت کی اور اس نے اپنے ہاتھ سے آپؑ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

طلحہ کی انگلی شل تھی تو حضرت علیؑ نے اس سے بُرا شگون لیتے ہوئے فرمایا: مَیں اسے اس بات سے خبردار کرتا ہوں کہ کہیں یہ اس بیعت کو توڑ نہ دے۔ پھر زبیر نے آپؑ کی بیعت کی۔ ان کے بعد سعد اور تمام اصحابِ رسولؐ نے آپؑ کی بیعت کی۔

❁ (بحذفِ اسناد) اسود بن یزید نخعی سے مروی ہے کہ جب حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کی بیعت کی گئی تو سب سے پہلے طلحہ نے اپنا ہاتھ بیعت کرنے کے لیے آپؑ کی طرف بڑھایا جب کہ طلحہ کا ہاتھ شل تھا۔ جب حبیب بن ذویب نے یہ منظر دیکھا تو کہا: انا للہ وانا الیہ راجعون، سب سے پہلا جو ہاتھ بیعت کے لیے بڑھا ہے وہ شل ہے۔ خدا کی قسم! یہ امر پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچے گا۔

طلحہ کے بعد زبیر نے آپؑ کی بیعت کی۔ حضرت علی علیہ السلام نے ان دونوں سے فرمایا: اگر تم دل سے میری طرف رغبت رکھتے ہو تو پھر تم دونوں میری بیعت کرو ورنہ تم دونوں اپنا انتخاب کرلو۔ میں تم دونوں کی بیعت کرلوں گا۔

ان دونوں نے جواب دیا: ہم آپؑ کی بیعت اس لیے کر رہے ہیں کہ آپؑ ہم سے زیادہ بیعت لینے کے حق دار ہیں بلکہ آپؑ تمام لوگوں سے زیادہ اس امر کے لائق اور حق دار ہیں۔

کچھ دنوں کے بعد وہ کہنے لگے: ہم نے تو علیؑ کی بیعت مجبوری کی حالت میں کی تھی او۔ وہ اپنی سواریوں پر سوار ہوکر مکہ کی طرف فرار کر گئے۔ دیگر افراد نے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کی اور وہ لوگ حضرت علیؑ کے ساتھ سعد بن ابی وقاص کے پاس گئے۔

حضرت علیؑ نے اس سے فرمایا: لوگوں نے میری بیعت کرلی ہے تم بھی کرلو۔

اس نے کہا: یہاں تک کہ تمام افراد آپؑ کی بیعت کرلیں اور آپؑ کو میری طرف سے کوئی اندیشہ نہیں ہونا چاہیے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔

پھر لوگ عبداللہ بن عمر کے پاس آئے اور کہا: تُو بھی حضرت علیؑ کی بیعت کر۔

اس نے جواب دیا: میں ان کی بیعت نہیں کروں گا یہاں تک کہ تمام افراد ان کی بیعت کرلیں۔

اس پر مالک اشترؒ نے حضرت علیؑ سے عرض کیا: اگر آپؑ مجھے اجازت دیں تو میں اس کی گردن اُڑا دوں؟

آپؑ نے فرمایا: تم اسے چھوڑو میں خود اس کی خبر گیری کروں گا، کیا تم نہیں جانتے کہ یہ کمسنی میں بھی بداخلاق تھا اور بڑھاپے میں بھی بداخلاق ہے۔

انصار اور دیگر افراد نے آپؑ کی بیعت کرلی لیکن ان میں سے کچھ افراد نے آپؑ کی بیعت نہ کی۔ ان میں حسن بن ثابت، کعب بن مالک مسیلمہ بن مخلد، ابوسعید خدری، محمد بن مسلمہ، نعمان بن بشیر، زید بن ثابت، رافع بن خدیج، فضالہ بن عبید اور کعب بن عجرہ شامل ہیں۔ یہ سب عثمانی تھے۔

حسّان بن ثابت ایک حیلہ ساز شاعر تھا۔ اسے اس کی کوئی پرواہ نہ تھی کہ جو کچھ وہ کررہا تھا، اس کی مثال چوپایوں جیسی بلکہ اس سے بھی بدتر حالت کی ہے۔

زید بن ثابت کو حضرت عثمان نے بیت المال پر مامور کیا تھا۔ جب لوگوں نے حضرت عثمان کا محاصرہ کیا تو جو مال اس کے زیر تسلط تھا اس پر قبضہ جما لیا اور حرام مال ہڑپ کرلیا تو شیطان کا اس پر تسلط ہوگیا۔

کعب بن مالک کو حضرت عثمان نے مدینہ منورہ کے صدقات و خیرات کے

اموال پر مامور کیا تو اس نے اس میں سے مال کی ایک بڑی مقدار چرا لی اور حضرت عثمان نے یہ چوری کا مال اسے چھوڑ دیا۔

ان کے علاوہ جن لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت نہیں کی تھی، ان میں عبداللہ بن سلام، صہیب بن سنان، مسلمہ بن سلام، اسامہ بن زید، قدامہ بن مظعون اور مغیرہ بن شعبہ شامل ہیں۔

۞ (بحذفِ اسناد) صحابیٔ رسولؐ حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری نے منبر رسولؐ کے سامنے کھڑے ہو کر شعر کے یہ ابیات پڑھے:

اذا نحن بایعنا علیاً فحسبنا — ابوحسن مما نخاف من الفتن
وجدنا اولی الناس بالناس انه — أطب قریش بالکتاب والسنن
و إن قریشاً ما تشق غباره — اذا ما جریٰ یوماً علی الضمر البدن
وفیه الذی فیهم من الخیر کله — وما فیهم بعض الذی فیه من حسن

"جب ہم نے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کر لی ہے تو اب جن فتنوں سے ہم خوف زدہ تھے ان کے لیے ابوالحسنؑ کافی ہیں۔ ہم نے آپؑ کو تمام لوگوں سے بہتر و برتر پایا۔ آپؑ کو قریش میں سب سے زیادہ قرآنِ مجید اور سنت پر دسترس حاصل ہے۔ بے شک! قریش آپؑ کے خلاف کینہ و عداوت کو چھپا رہے تھے جب کہ آج اس لاغر و نحیف بدن پر جس کا اجرأ ہوا اور ان سب میں جتنی بھلائی اور نیکی پائی جاتی ہے وہ سب ان (حضرت علیؑ) کی ذاتِ گرامی میں موجود ہے اور حضرت علیؑ میں جتنی اچھائیاں پائی جاتی ہیں ان تمام میں سے کچھ ان قریش میں پائی جاتی ہیں"۔

۞......۞......۞

باب نمبر ④

حضرت علی علیہ السلام کا اسلام لانے میں پہل کرنا اور اظہارِ اسلام کے وقت آپؑ کی عمر مبارک

❁ (بحذفِ اسناد) محمد بن اسحاق کہتا ہے: مردوں میں سب سے پہلے رسولِ خدا پر ایمان لانے والے اور جو کچھ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے اس کی تصدیق کرنے والے حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ آپؑ اسلام سے پہلے آغوشِ رسولِ خدا میں پلے بڑھے ہیں۔

❁ (بحذفِ اسناد) ابوحجاج کہتا ہے: حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام پر اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام میں سے ایک یہ بھی انعام ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو (رسولِ خدا کی زیرِ کفالت رکھ کر) شرف بخشا اور رسولِ خدا کے ذریعہ ان سے خیر و بھلائی کا ارادہ کیا۔ تو قریش کو اس سے سخت صدمہ پہنچا۔ وہ خاص انعام یہ ہے کہ حضرت ابوطالبؑ کا کنبہ بڑا ہونے کی وجہ سے رسولِ خدا نے اپنے چچا عباسؓ سے (جو کہ خاندانِ بنی ہاشم کے خوش حال افراد میں سے تھے) کہا: اے عباسؓ! آپؓ کے بھائی ابوطالبؑ کے اہل و عیال زیادہ ہیں، اس پریشانی کی وجہ سے وہ لوگ کٹھن حالات اور آزمائش میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ آپ جائیں اور حضرت ابوطالبؑ سے ان کے کنبے کا بوجھ ہلکا کر دیں۔

حضرت عباسؓ نے حضرت جعفرؑ اور رسولِ خدا نے حضرت علیؑ کو پرورش کے

لیے اپنی نگرانی میں لیا۔ حضرت علیؑ ہمیشہ رسولؐ خدا کے ساتھ رہے، یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو نبیؐ بنایا تو حضرت علیؑ نے آپؐ کی اتباع کی اور آپؐ پر ایمان لے آئے اور آپؐ کی تصدیق کی۔

۞ (بحذف اسناد) حضرت سلمان فارسیؓ کہتے ہیں: مَیں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن لوگوں میں سب سے پہلے وہ شخص حوضِ کوثر پر وارد ہوگا جو ان میں سب سے پہلے اسلام لایا ہوگا اور وہ علی ابن ابی طالب علیہما السلام ہیں۔

۞ (بحذف اسناد) محمد بن اسحاق کہتا ہے: حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام تشریف لائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ آپؑ نے نبی اکرمؐ سے عرض کیا: اے محمدؐ! یہ کیا ہے؟

رسولؐ خدا نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے جو اس نے منتخب کیا اور اس دین کی تبلیغ کی خاطر اپنے رسولؐ کو مبعوث کیا ہے۔ میں آپ کو خدائے وحدہ لاشریک پر ایمان لانے اور اس کی عبادت کرنے اور لات وعزیٰ کے انکار کی دعوت دیتا ہوں۔

حضرت علیؑ نے رسولؐ خدا سے عرض کیا: مَیں نے آج سے پہلے یہ باتیں نہیں سنیں اور میں اب کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا بلکہ اس بارے میں (اپنے بابا) حضرت ابوطالبؑ سے بات کروں گا۔

رسولؐ خدا نے سوچا کہ اس دین کو کھلم کھلا بیان کرنے سے پہلے یہ اس راز کو فاش نہ کردیں تو فرمایا: اے علیؑ! اگر آپؑ نے اسلام قبول نہیں کرنا ہے تو اس امر کو چھپا کے رکھنا۔

اس رات جب حضرت علی علیہ السلام سوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے دلِ مطہر میں اسلام کو ودیعت کردیا اور اگلے دن صبح آپ رسولؐ خدا کی طرف چل پڑے، یہاں تک کہ آپؑ نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے محمدؐ! آپؐ نے کل

میرے سامنے کس دین کو پیش کیا تھا؟

نبی اکرمؐ نے فرمایا: تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ واحد و یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ تم لات وعزیٰ کا انکار کرو اور جھوٹے خداؤں سے برأت کا اظہار کرو۔

حضرت علی علیہ السلام نے اسلام کو قبول کیا۔ جب کہ اہم بات یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے کبھی بتوں کو سجدہ نہیں کیا تھا۔ اس وقت آپؑ کو لوگوں سے اندیشہ ہوا اور اپنے اسلام کو مخفی رکھا۔

❁ (بحذفِ اسناد) ابن عباس سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فرشتوں نے سات سال مجھ پر اور علی ابن ابی طالب علیہما السلام پر درود پڑھا، تو اصحاب نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! فرشتے علیؑ پر کیوں درود پڑھتے رہے؟

آپؐ نے فرمایا: کیونکہ اس وقت مردوں میں سے علیؑ کے علاوہ کوئی بھی میرے ساتھ دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہوا تھا۔

❁ (بحذفِ اسناد) انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ملائکہ نے سات سال تک مجھ پر اور علی ابن ابی طالب علیہما السلام پر درود پڑھا کیونکہ اس وقت صرف میری طرف سے اور علیؑ کی طرف سے لا الہ الا اللہ کی شہادت آسمان کی طرف بلند ہوتی تھی۔

❁ (بحذفِ اسناد) عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں: مَیں نے عمر بن خطاب کو یہ کہتے ہوئے سنا، اس وقت ان کے پاس اصحاب کی ایک جماعت بھی تھی اور وہ سب اسلام میں سبقت حاصل کرنے والوں کا تذکرہ کر رہے تھے تو حضرت عمر نے کہا: ہاں! حضرت علیؑ تو ان کے متعلق مَیں نے رسولؐ خدا سے یہ سنا کہ علیؑ میں تین ایسی خصوصیات ہیں، اگر ان میں سے ایک خصوصیت بھی مجھ میں پائی جاتی تو یہ مجھے اس ہر شے سے

زیادہ عزیز ہوتا جس پر سورج روشن ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں: میں، ابوعبیدہ، ابوبکر اور صحابہ کی ایک جماعت رسولؐ خدا کے پاس بیٹھی تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو حضرت علیؑ کے کندھے پر مارتے ہوئے فرمایا: اے علیؑ! آپؑ نے تمام مومنوں سے پہلے ایمان اور تمام مسلمانوں سے پہلے اسلام قبول کیا۔ آپؑ کی مجھ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھی۔

❁ (بحذفِ اسناد) ابن عباس سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین افراد نے دین حق کی خاطر دوسروں پر سبقت حاصل کی۔ حضرت موسیٰؑ پر سب سے پہلے حضرت یوشع بن نون، حضرت عیسیٰؑ پر سب سے پہلے مومن آلِ یٰسین اور مجھ پر (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر سب سے پہلے حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام ایمان لائے۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں: مجھے سب سے پہلے رسولؐ خدا اور ان کے لائے ہوئے دین اسلام کا اس وقت علم ہوا جب میں عمرہ کرنے مکہ گیا تھا۔ وہاں پر لوگوں نے ہماری عباس بن عبدالمطلب کی طرف رہنمائی کی تو ہم ان کے پاس گئے جب کہ وہ زم زم کے چشمہ کے پاس بیٹھے تھے۔ ہم بھی وہاں پر بیٹھ گئے۔ اسی اثنا میں ہم نے دیکھا کہ باب الصفا کی طرف سے ایک مرد چلا آرہا ہے جس کے سفید رنگ پر سرخی غالب تھی۔ کانوں کے نصف تک گھنگھریالے بال، تنگ نتھنوں کے ساتھ اُونچی ناک، چمکتے ہوئے موتیوں کی طرح دانت، بڑی اور سیاہ آنکھیں، گھنی داڑھی، نرم و نازک رخسار، مضبوط ہاتھ اور خوب صورت چہرہ تھا۔ اس کے ساتھ ایک اور ساتھی بھی تھا اور ان کے پیچھے ایک باحجاب عورت تھی، یہاں تک کہ اس شخص نے حجرِ اسود کی طرف رُخ کیا اور اسے بوسہ دیا۔ پھر اس لڑکے نے اور پھر اس عورت نے اسے بوسہ دیا۔ پھر اس شخص نے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے سات چکر لگائے۔ اس لڑکے اور

عورت نے بھی ان کے ساتھ طواف کیا تو مَیں نے کہا: اے ابوالفضل! ہمیں آج سے پہلے تم میں اس دین کے رائج ہونے کا علم نہیں تھا اور کیا یہ کوئی نیا دین ایجاد ہوا ہے؟

عباس بن عبدالمطلب نے جواب دیا: یہ میرے بھائی کا بیٹا محمد بن عبداللہ ہے اور یہ لڑکا میرا بھتیجا علیؑ بن ابی طالب علیہما السلام ہے اور یہ عورت محمدؐ کی بیوی ہے۔ اِس سطحِ ارض پر صرف یہ تین ہی اس دین پر رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔

❁ (بحذفِ اسناد) زید بن ارقم کہتے ہیں: سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہما السلام نے نماز پڑھی۔

❁ (بحذفِ اسناد) حبۃ العرنی کا بیان ہے: مَیں نے حضرت علیؑ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں ہی وہ شخص ہوں جو سب سے پہلے اسلام لایا۔

❁ (بحذفِ اسناد) ابورافع کہتے ہیں: پیر کے دن پہلے پہر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی اور پیر کے دن آخری پہر حضرت خدیجہ علیہا السلام نے نماز پڑھی اور منگل کے دن فجر سے حضرت علیؑ نے نماز پڑھی۔ اس سے پہلے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کوئی اور شخص نماز پڑھتا، آپؑ نے سات سال اور کچھ ماہ تک خفیہ طور پر نماز ادا کی۔

حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

اَنَا نَاصَرْتُ الدِّیْنَ طِفْلًا وَ کَهْلًا۔

"مَیں نے بچپن اور ادھیڑ عمر میں دینِ اسلام کی نصرت کی ہے"۔

مؤلف کہتے ہیں: اگر یہ حدیث درست ہو تو اس کی تاویل یہ ہے کہ جس گروہ نے اسلام کو تاخیر سے قبول کیا آپؑ نے اس گروہ کے قبولِ اسلام سے سات سال پہلے نبی اکرمؐ کے ساتھ نماز ادا کی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپؑ نے عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، طلحہ اور زبیر وغیرہ سے پہلے کئی سالوں تک نماز پڑھی ہو کیونکہ تمام مؤرخین کے نزدیک ان اصحاب کے قبولِ اسلام اور حضرت علی علیہ السلام کے قبولِ اسلام کے درمیان

سات سالوں کا فاصلہ نہیں ہے۔

(بحذفِ اسناد) عروہ سے روایت نقل کی گئی ہے کہ وہ کہتا ہے: جب حضرت علیؑ نے اسلام قبول کیا اور نبی اکرم ﷺ کی تصدیق کی۔ اس وقت آپؑ کی عمر آٹھ سال تھی۔

(بحذفِ اسناد) حضرت عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں: حضرت علی علیہ السلام میں چار ایسی خوبیاں ہیں جو دوسروں کو نصیب نہ ہوسکیں۔

1. تمام عرب اور عجم کے رہنے والوں میں آپؑ نے سب سے پہلے نبی اکرمؐ کے ساتھ نماز ادا کی۔
2. ہر جنگ میں نبی اکرمؐ کا پرچم آپؑ کے پاس ہوتا۔
3. جنگِ اُحد کے دن حضرت علیؑ نبی اکرمؐ کے ساتھ میدان میں ثابت قدم رہے جب کہ آپؑ کے علاوہ دوسرے لوگ پسپائی اختیار کر گئے۔
4. حضرت علیؑ نے نبی اکرمؐ کو غسل دیا اور آپؐ کو لحد میں اُتارا۔

(بحذفِ اسناد) حضرت ابن عباس کہتے ہیں: تمام لوگوں میں سے حضرت خدیجہ علیہا السلام کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے اسلام قبول کیا۔

جنگِ صفین کے دنوں میں کوفہ کے رہنے والے ایک شخص نے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی مدح میں یہ اشعار کہے ہیں:

انت الامام الذی نرجو بطاعته — یوم النشور من الرحمٰن غفراناً
اوضحت من ديننا ما كان مشتبهاً — جزاك ربك عنا فيه حسناناً
نفسی الفداء لخير الناس كلهم — بعد النبی علی الخير مولانا
أخی النبی ومولی المؤمنين معاً — وأول الناس تصديقاً وايماناً

"آپؑ وہ امامؑ ہیں جن کی اطاعت کے ذریعہ ہم روزِ قیامت

خدائے رحمٰن سے بخشش کے اُمیدوار ہیں۔ دین اسلام کے جو اُمور ہمارے لیے مبہم اور مشتبہ تھے آپؑ نے انھیں واضح کیا اور اس پر ہماری طرف سے آپؑ کا رب آپؑ کو بہترین جزا دے۔ میری جان آپؑ پر فدا ہو جائے جو تمام لوگوں سے بہتر ہیں۔ نبی اکرمؐ کے بعد حضرت علیؑ ہمارے بہترین آقا و مولا ہیں۔ آپؑ نبی اکرمؐ کے بھائی اور مومنوں کے مولا ہیں اور لوگوں میں سب سے پہلے آپؑ ہی نبی اکرمؐ پر ایمان لائے اور آپؑ کی تصدیق کی"۔

✹......❋......✹

باب نمبر ۵

حضرت علی علیہ السلام اہلِ بیتؑ میں سے ہیں

❁ (بحذفِ اسناد) ابوسعید الخذری کہتا ہے: چالیس دن تک رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کے دروازہ پر تشریف لاتے رہے اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کے پاس جا کر فرماتے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلصَّلٰوةُ يَرْحَمُكُمُ اللهِ ، اِنَّمَا يُرِيْدُ اللهِ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔

"اے اہلِ بیتؑ نبوت! تم پر سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں و برکتیں نازل ہوں، نماز کی ادائیگی کرو۔ آپؑ کا وقت ہوگیا، اللہ تعالیٰ آپؑ پر رحم فرمائے۔ بے شک! اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ ہے کہ آپؑ اہلِ بیتؑ سے رجس کو دُور رکھے اور آپؑ کو ایسے پاک رکھے جیسے پاک رکھنے کا حق ہے"۔

❁ (بحذفِ اسناد) ابوسعید خدری سے ہی مروی ہے کہ جب وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ "اپنے گھر والوں کو نماز پڑھنے کا حکم دو"۔ یہ آیت مجیدہ نازل ہوئی تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نو ماہ تک ہر نماز سے پہلے حضرت فاطمہ علیہا السلام اور حضرت علی علیہ السلام کے گھر کے دروازہ پر آ کر فرماتے:

اَلصَّلَاۃُ یَرْحَمُکُمُ اللہُ، ''نماز کا وقت ہوگیا ہے، اللہ تعالیٰ آپؑ پر رحم فرمائے''
اس کے بعد آیتِ تطہیر کی تلاوت فرماتے۔

❁ (بحذفِ اسناد) اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:
آیتِ تطہیر میرے گھر میں اُتری۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ، حضرت حسنؑ اور حضرت حسین علیہم السلام کو بلانے کے لیے مجھے بھیجا۔ جب یہ ہستیاں میرے گھر تشریف لے آئیں تو آپؐ نے فرمایا: یہ میرے اہلِ بیتؑ ہیں۔ مَیں نے آپؐ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا میں اہلِ بیتؑ میں سے نہیں ہوں؟
آپؐ نے فرمایا: ہاں! ان شاء اللہ (اگر یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوئی)۔

❁ (بحذفِ اسناد) ابولیلیٰ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کو جنگِ خیبر کے دوران لشکر کی علمداری دی تو اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے ہاتھوں خیبر کو فتح کرنے کی کامیابی عطا کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو غدیر کے دن غدیرِ خم کے مقام پر کھڑا کر کے لوگوں سے فرمایا: یہ ہر مومن اور مومنہ کے مولا ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ جس طرح مَیں نے قرآن کی تنزیل پر جنگ کی ہے، اسی طرح تم بھی قرآن کی تاویل پر جنگ کرو گے۔ تمھارا میرے نزدیک وہی مقام اور نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے نسبت تھی۔ جس سے تم صلح کرو گے، اس سے میری صلح ہے اور جس سے تم جنگ کرو گے اس سے میری جنگ ہے۔

تم ایسی مضبوط رسی ہو جو کبھی نہیں ٹوٹ سکتی (یعنی حضرت علی علیہ السلام کی ولایت سے متمسک رہنے والا کبھی گمراہ نہیں ہوسکتا)۔ تم میرے لوگوں کو ان اُمور اور احکام کو بیان کرو گے جو ان پر مشتبہ ہوں گے۔ تم میرے بعد ہر مومن اور مومنہ کے امام اور ولی و

سرپرست ہو۔ تمھاری شان میں ہی یہ آیت نازل ہوئی۔

وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ (التوبہ: آیت ۳)

"اللہ اور اس کے رسولؐ خدا کی طرف سے حج اکبر کے دن منادی کی جاتی ہے"۔

تم ہی میری سنت پر عمل کرنے والے اور میری اُمت کی اصلاح کرنے والے ہو۔ میں وہ سب سے پہلا شخص ہوں گا جس کے لیے زمین شگافتہ ہوگی اور تم میرے ساتھ ہو گے۔ سب سے پہلے میں جنت میں داخل ہوں گا۔ اس وقت میرے ساتھ آپؑ، حسنؑ، حسینؑ اور فاطمہؑ ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ مَیں اللہ کے فضل و مہربانی کے ساتھ لوگوں میں کھڑا ہو کر تبلیغ کروں تو مَیں نے لوگوں تک وہ بات پہنچا دی جس کا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیرالمومنین علیہ السلام سے فرمایا: تم ان کدورتوں، نفرتوں اور کینوں سے محتاط رہنا جو لوگوں کے دلوں میں تمھارے لیے پنہاں ہیں اور وہ یہ کدورتیں میری وفات کے بعد ظاہر کریں گے۔ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔ پھر رسولؐ خدا گریہ کرنے لگے تو حضرت علیؑ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ کس بات پر گریہ کر رہے ہیں؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے جبرئیلؑ نے بتایا ہے کہ وہ لوگ حضرت علیؑ پر ظلم کریں گے، ان کے حق کو ان سے چھین لیں گے اور ان سے جنگ کریں گے۔ یہ لوگ حضرت علیؑ کے بیٹوں کو شہید کر دیں گے اور حضرت علیؑ کے دنیا سے پردہ کر جانے کے بعد ان کی اولاد پر ظلم روا رکھیں گے۔

جبرئیلؑ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے اس بات کی بھی خبر دی ہے کہ جب ان

کا قائم (عجل اللہ تعالیٰ فرجہٗ الشریف) ظہور کرے گا تو سارے ظلم ختم ہو جائیں گے اور انھی کا پیغام بلند ہوگا۔ تمام اُمت ان کی محبت پر جمع ہوگی، ان کے دشمن تھوڑے ہوں گے، ان کو ناپسند کرنے والے ذلیل و رسوا ہوں گے۔ ان کی مدح کرنے والے بہت زیادہ ہوں گے اور یہ اس وقت ہوگا جب ہر طرف ظلم کا دور دورہ ہوگا۔ خدا کے نیک بندے کمزور پڑ جائیں گے اور لوگ قائم آلِ محمدؑ کے ظہور سے مایوس ہوں گے تو پھر ان لوگوں میں قائم آلِ محمدؑ ظہور فرمائیں گے۔

پھر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس (قائم آلِ محمدؑ) کا نام میرے نام پر، ان کے بابا کا نام میرے بابا کے نام پر ہوگا اور یہ میری بیٹی فاطمہؑ کی اولاد میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے حق کو ظاہر کرے گا اور ان کی تلوار کے ذریعے باطل کو زیر کر کے اس کا منہ کالا کرے گا۔ اس وقت لوگ ان کی طرف رغبت اور شوق رکھتے ہوئے ان کی پیروی کریں گے اور ظالم ان سے خوف زدہ ہوں گے۔ اس کے بعد رسولِؐ خدا نے رونا ختم کر دیا اور فرمایا:

> ''اے لوگو! میں تم کو قائم آلِ محمدؑ کی خوشخبری سناتا ہوں اور بے شک یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور وہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا اور اس کی قضا رد نہیں ہوتی۔ وہ حکمت والا اور ہر امر سے باخبر ہے اور اللہ تعالیٰ کی فتح قریب ہے۔
>
> اے اللہ! یہ میرے اہلِ بیتؑ ہیں ان سے رجس کو دُور رکھنا اور ان کو صحیح معنوں میں پاک رکھ۔ اے پروردگار! ان کی حفاظت اور مدد کرنا، ان کو عزت سے سرفراز رکھنا اور ان کو کبھی ذلیل و رُسوا نہ کرنا اور لوگوں میں ان کو میرا جانشین قرار دینا۔ بے شک تو جو چاہے کرسکتا ہے''۔

۞ (بحذفِ اسناد) واثلہ بن اسقع کہتا ہے: جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ، حضرت حسنؑ اور حضرت حسین علیہم السلام کو اپنی چادر کے نیچے جمع کیا اور فرمایا:

"اے پروردگار! تُو نے ابراہیمؑ اور آلِ ابراہیمؑ کو اپنی صلوات، رحمت، مغفرت اور رضاؤں سے مختص کیا ہے۔ اے اللہ! یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ پس! تُو مجھ پر اور ان پر اپنی صلوات، رحمت، مغفرت اور رضاؤں کا نزول فرما"۔

واثلہ کہتا ہے: میں دروازے پر کھڑا تھا۔ مَیں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، کیا مجھ پر یہ انعام واکرام نہ ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا: اے اللہ! واثلہ پر بھی ان انعام واکرام کا نزول فرما۔

باب نمبر ۶

رسولِؐ خدا کا حضرت علیؑ سے محبت کرنا، آپؑ کی محبت و ولایت پر اُبھارنا اور آپؑ کے بُغض سے روکنا

(بحذفِ اسناد) حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیلوں کا گچھا بطور تحفہ دیا گیا تو آپؐ کیلے کا چھلکا اُتار کر میرے منہ میں ڈالنے لگے۔ راوی کہتا ہے کہ مَیں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا آپؐ علیؑ سے محبت کرتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تمھیں نہیں معلوم کہ علیؑ مجھ سے اور مَیں علیؑ سے ہوں۔

(بحذفِ اسناد) حضرت عائشہ کہتی ہیں: مَیں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ آپؐ مسلسل حضرت علیؑ کے ساتھ رہتے اور ان کو بوسہ دے کر فرماتے: میرا باپ قربان ہو جائے کہ تم تنہا ہو جاؤ گے اور تمھیں شہید کیا جائے گا۔

(بحذفِ اسناد) حضرت علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ کے بعض راستوں سے گزر رہا تھا تو ہم ایک باغ کے پاس پہنچے۔ مَیں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! یہ باغ کتنا خوب صورت ہے؟

آپؐ نے فرمایا: بے شک! یہ خوب صورت باغ ہے مگر جو باغ تمھارے لیے جنت میں موجود ہے وہ اس سے کئی گنا زیادہ خوب صورت اور بہتر ہے۔

پھر ہم دوسرے باغ کے پاس پہنچے۔ مَیں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا

اس باغ سے خوب صورت بھی کوئی باغ ہوگا؟

آپؐ نے فرمایا: ہاں! جنت میں تمھارے لیے اس سے بھی زیادہ خوب صورت باغ ہے۔

یہاں تک کہ ہم سات باغوں میں گئے اور میں یہی کہتا رہا کہ یہ باغ کتنا خوب صورت ہے اور نبی اکرمؐ جواب دیتے کہ جنت میں تمھارے لیے اس سے کئی گنا زیادہ خوب صورت باغ ہے۔ جب نبی اکرمؐ راستہ میں جدا ہونے لگے تو مجھے پکڑ کر گریہ کرنے لگے۔ مَیں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ کو کس چیز نے رُلایا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: ان لوگوں کے سینوں میں تمھارے لیے چھپا ہوا کینہ اور کدورتیں ہیں جسے یہ لوگ میرے دنیا سے پردہ کرجانے کے بعد تمھارے سامنے ظاہر کریں گے۔

حضرت علی علیہ السلام کہتے ہیں کہ مَیں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا اس وقت میرا دین سلامت رہے گا؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں! تمھارا دین صحیح و سالم ہوگا۔

❁ (بحذفِ اسناد) اسامہ بن زید کہتا ہے: ایک دفعہ حضرت جعفر طیارؓ، حضرت علیؑ اور حضرت زیدؓ بن حارث اکٹھے ہوئے تو حضرت جعفر طیارؓ نے کہا: اللہ کے رسولؐ کو مجھ سے تم دونوں سے زیادہ محبت ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: اللہ کے رسولؐ کو مجھ سے تم لوگوں سے زیادہ محبت ہے۔ اور حضرت زیدؓ نے کہا: اللہ کے رسولؐ کو مجھ سے تم دونوں سے زیادہ محبت ہے۔ انھوں نے کہا: چلو! ہم رسولِؐ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوکر ان سے پوچھتے ہیں۔

اسامہ بن زید کہتا ہے: جب یہ سب رسولِؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی تو میں رسولِؐ خدا کے پاس تھا۔ رسولِؐ خدا نے مجھے حکم دیا: جاؤ! دیکھو کون آیا ہے؟

مَیں نے باہر جا کر دیکھا اور پھر اندر آ کر آپؐ سے عرض کیا: جعفرؓ، علیؑ اور زیدؓ بن حارث آپؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: ان کو اندر آنے کی اجازت دے دو۔

پس! وہ سب اندر داخل ہوئے تو عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! ہم آپؐ کی بارگاہ میں یہ پوچھنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں کہ آپؐ کو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ پیار و محبت کس سے ہے؟

آپؐ نے فرمایا: حضرت فاطمہ علیہا السلام سے۔

انھوں نے عرض کیا: ہم مردوں کے بارے میں سوال کر رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: علی ابن ابی طالبؑ سے۔

آپؐ نے فرمایا: اے جعفرؓ! تمھارا اخلاق میرے اخلاق جیسا ہے اور تمھارا اخلاق میرا اخلاق ہے۔ تم میرے قریب ہو اور تم میرے شجرہ سے ہو۔ اے علیؑ! تم میری خوشبو، میری اولاد کے باپ اور مجھ سے ہو۔ تم میرے قریب ہو اور تمام لوگوں سے زیادہ مجھے عزیز اور پیارے ہو۔

۞ (بحذف اسناد) جابر سے روایت نقل کی گئی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس اللہ کی طرف سے جبریلؑ مورد درخت کا ایک سبز پتّا لے کر آیا۔ اس ہرے پتّے پر سفید روشنائی سے یہ لکھا ہوا تھا:

اِفْتَرَضْتُ مُحَبَّةَ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَلٰی خَلْقِیْ عَامَّةً فَبَلِّغْهُمْ ذٰلِكَ عَنِّیْ۔

"مَیں نے اپنی تمام مخلوق پر علیؑ ابن ابی طالبؑ کی محبت کو واجب قرار دیا ہے۔ پس! تم میری طرف سے تمام مخلوق کو میرا یہ پیغام اور حکم پہنچا دو"۔

☼ (بحذفِ اسناد) حضرت سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (حضرت) علیؑ ابن ابی طالب (علیہما السلام) میرے وعدوں کی تکمیل اور میرے قرض کو ادا کریں گے۔

☼ (بحذفِ اسناد) ابن عباسؓ کہتے ہیں: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ اِجْتَمَعَ النَّاسُ عَلٰى حُبِّ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ لَمَا خَلَقَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ النَّارَ

"اگر تمام لوگ علی ابن ابی طالب علیہما السلام کی محبت پر جمع ہوجاتے تو اللہ عزوجل جہنم کو پیدا ہی نہ کرتا"۔

☼ (بحذفِ اسناد) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "اے علیؑ! اگر کوئی بندہ اس قدر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے کہ جتنے سال حضرت نوحؑ نے اپنی قوم میں گزارے، اور وہ اُحد کے پہاڑ جتنا سونا راہِ خدا میں خرچ کردے، اور اس قدر طولانی عمر ہو کہ ایک ہزار سال تک پاپیادہ حج کرتا رہا ہو اور پھر سعی کرتے ہوئے صفا اور مروہ پہاڑی کے درمیان مظلوم مارا جائے، اس کے باوجود اے علیؑ! اگر وہ بندہ تم سے محبت اور ولایت کا رشتہ نہ رکھتا ہو تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکتا اور وہ کبھی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

☼ (بحذفِ اسناد) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوقتِ انتقال میرے گھر میں تھے۔ آپؐ نے فرمایا: میرے حبیب کو میرے پاس بلاؤ۔ مَیں نے حضرت ابوبکر کو بلایا۔ رسولؐ خدا نے اپنا سر اُٹھا کر انھیں دیکھا اور دوبارہ اپنا سر تکیہ پر رکھ دیا اور فرمایا: میرے حبیب کو میرے پاس بلاؤ۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: مَیں نے لوگوں سے کہا کہ تم پر افسوس ہے! حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کو آپؐ کے پاس بلاؤ۔ خدا کی قسم! آپؐ حضرت علیؑ کے علاوہ کسی اور

شخص کو بلانے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ جب حضرت علی علیہ السلام کو بلایا گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو دیکھ کر بیٹھ گئے۔ حضرت علیؑ کو اپنی چادر کے اندر لے لیا اور ان کی گود میں نبی اکرمؐ کا سر رکھا رہا، یہاں تک کہ آپؐ کی روح پرواز کر گئی اور نبی کریمؐ کا ہاتھ حضرت علیؑ پر تھا۔

❁ (بحذفِ اسناد) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے اصحاب میں سے چار کے ساتھ محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور خدائے وحدہٗ لاشریک نے مجھے یہ بھی بتایا ہے کہ وہ ان چار صحابہ کے ساتھ محبت کرتا ہے۔

راوی ابوہریرہ کہتا ہے کہ مَیں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا میں بھی ان چار اشخاص میں سے ایک ہوں؟ کیونکہ ہم سب یہ چاہتے ہیں کہ ہم ان میں سے ہوں۔

آپؐ نے فرمایا: آگاہ ہو جاؤ! علیؑ ان چار میں سے ہیں۔ پھر آپؐ خاموش ہو گئے اور پھر فرمایا: آگاہ ہو جاؤ! علیؑ ان چار میں سے ہیں۔ پھر آپؐ خاموش ہو گئے اور پھر فرمایا: آگاہ ہو جاؤ! علیؑ ان چار میں سے ہیں اور پھر سکوت اختیار کر لیا۔ [1]

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت ابوذر غفاریؓ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی اثناء میں ایک شخص ان کے پاس آیا جب کہ حضرت علی علیہ السلام، حضرت ابوذر غفاریؓ سے آگے نماز پڑھ رہے تھے۔ اس شخص نے کہا: اے ابوذرؓ! کیا آپ مجھے اس ہستی کے بارے میں نہیں بتائیں گے جو لوگوں میں آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ خدا کی قسم! مجھے یہ پتا چلا ہے کہ جو شخص اللہ کے رسولؐ کو سب سے زیادہ پسند تھا، وہی لوگوں میں سے آپ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟

حضرت ابوذر غفاریؓ نے جواب دیا: ہاں! اس ذات کی قسم، جس کے قبضۂ

---

[1] (صحیح ترمذی میں مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ اللہ انھیں دوست رکھتا ہے اور وہ علیؑ، مقدادؓ، سلمانؓ اور ابوذرؓ ہیں۔ از مترجم)

قدرت میں میری جان ہے، مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ وہی محبوب ہے جو اللہ کے رسولؐ کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔ آپ نے حضرت علی علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: وہ ہستی یہ بزرگ ہیں۔

۞ (بحذفِ اسناد) حضرت عمار یاسرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت علیؑ کو مخاطب کر کے یہ فرماتے ہوئے سنا: ''اے علیؑ! طوبیٰ ہے اس شخص کے لیے جو آپؑ سے محبت کرتا ہے اور آپؑ کے حق کی تصدیق کرتا ہے۔ ویل (جہنم کی ایک وادی کا نام) ہے اس شخص کے لیے جو آپؑ سے بُغض و کینہ رکھتا ہے اور آپؑ کے حق کو جھٹلاتا ہے''۔

۞ (بحذفِ اسناد) اُمِ عطیہ کہتی ہیں: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو ایک فوجی دستے کے ساتھ بھیجا تو مَیں نے رسولِؐ خدا کو اس حالت میں دیکھا کہ آپؐ اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کر کے دعا فرما رہے تھے:

''اے پروردگار! تُو مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک مجھے (حضرت) علیؑ کو نہ دکھا دے''۔

۞ (بحذفِ اسناد) انس سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؑ ابنَ ابی طالبؑ کے چہرۂ اقدس کے نُور سے ستر ہزار فرشتوں کو پیدا کیا جو آپؑ کے لیے اور آپؑ کے حُب داروں کے لیے قیامت کے دن تک استغفار کرتے رہیں گے۔

۞ (بحذفِ اسناد) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ فردوس پر کرسی نشین ہوں گے۔ یہ فردوس جنت کے بالائی حصہ پر ایک پہاڑ ہے اور اس سے اُوپر عالمین کے رب کا عرش ہے۔ اس پہاڑ کے دامن سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں جو جنت میں پھیل جاتی ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام نُور کی

کرسی پر جلوہ افروز ہوں گے جب کہ آپؐ کے سامنے تسنیم (جنت کی ایک نہر) بہہ رہی ہوگی۔ کوئی شخص اس وقت تک پُل صراط سے نہیں گزر سکے گا، جب تک حضرت علیؑ سے اجازت نامہ وصول نہ کرلے کہ وہ حضرت علیؑ اور ان کی اہلِ بیتؑ کی ولایت کا دَم بھرتا ہے۔ جو شخص یہ اجازت نامہ لے لے گا، وہ تیزی سے جنت کی طرف بڑھے گا۔ آپؑ اپنے چاہنے والوں کو جنت میں اور بُغض رکھنے والوں کو جہنم میں داخل کریں گے۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آسمان پر رہنے والوں میں سب سے پہلے حضرت اسرافیلؑ، پھر حضرت میکائیلؑ اور پھر حضرت جبرئیلؑ نے حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کو اپنا بھائی بنایا۔ آسمانی مخلوق میں سب سے پہلے حضرت علیؑ سے پیار و محبت عرش کے اُٹھانے والوں نے، پھر جنت کے خزانوں کی چابیاں اُٹھانے والے رضوانِ جنت نے اور پھر ملک الموت نے کیا۔ ملک الموت حضرت علیؑ کے چاہنے والوں پر اسی طرح مہربان ہوتا ہے جس طرح انبیائے کرام علیہم السلام پر مہربان ہوتا ہے۔

❁ (بحذفِ اسناد) انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپؐ مجھ سے فرما رہے تھے: اے انس! تم کو کس بات نے اس چیز پر اُکسایا ہے کہ تم نے علیؑ ابن ابی طالب علیہما السلام کے متعلق جو کچھ مجھ سے سنا ہے، اس حق کو ادا نہ کرو، یہاں تک کہ تم نے اس بات کی سزا بھی پالی ہے۔ اگر حضرت علیؑ تمھارے لیے مغفرت و بخشش طلب نہ کرتے تو تم کبھی جنت کی خوشبو بھی سونگھ سکتے لیکن میں تم کو تمھاری باقی ماندہ عمر کے متعلق یہ خوشخبری سناتا ہوں کہ حضرت علیؑ، ان کی اولاد اور ان کے حُب دار سب سے پہلے جنت میں جائیں گے اور یہ سب جعفرؑ، حمزہؑ، حسنؑ، حسینؑ اللہ تعالیٰ کے قرب میں رہنے والے اور اس کے اولیاء ہیں اور حضرت علیؑ صدیقِ اکبر ہیں۔ جو شخص بھی ان سے محبت رکھتا ہوگا اسے قیامت کے دن کوئی خوف اور

❁ (بحذفِ اسناد) انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: علیؑ کی محبت ایک ایسی نیکی ہے جس کے ہوتے ہوئے کوئی بدی نقصان نہیں پہنچا سکتی اور علیؑ سے بُغض و دشمنی ایک ایسی بُرائی ہے جس کے ساتھ کوئی نیکی فائدہ نہیں پہنچا سکتی ہے۔

❁ (بحذفِ اسناد) عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں: مَیں نے رسولِ خدا ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص یہ گمان کرے کہ وہ مجھ پر اور جو کچھ میں لے کر آیا ہوں اس پر ایمان لے آیا ہے جب کہ وہ حضرت علیؑ سے بُغض و کینہ رکھتا ہو تو وہ جھوٹا ہے اور وہ مومن نہیں ہے۔

❁ (بحذفِ اسناد) زید بن ارقم سے مروی ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ اس سرخ شاخ والے درخت سے پیوست رہے جسے اللہ تعالیٰ نے جنتِ عدن میں دائیں طرف لگایا ہوا ہے تو اسے حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کی محبت سے متمسک رہنا چاہیے۔

❁ (بحذفِ اسناد) ابو بردۃ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپؐ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، قیامت کے دن کسی بندے کے قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں اُٹھیں گے یہاں تک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس سے چار چیزوں کے متعلق سوال نہ کر لے:

① اس نے اپنی عمر کن کاموں میں صرف کی۔
② اس نے اپنے بدن کو کن کاموں میں مشغول کیے رکھا۔
③ اس نے اپنا مال کہاں سے کمایا اور کہاں پر خرچ کیا۔
④ میرے اہلِ بیت علیہم السلام کی محبت۔

تو حضرت عمر نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: آپؐ کے بعد ہم کس سے محبت کریں؟

ابوبردہ کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنا ہاتھ حضرت علیؑ کے سر پر رکھا جو آپؐ کے ساتھ تشریف فرما تھے اور فرمایا: میرے بعد اس (علیؑ) کے ساتھ محبت کرنا، مجھ سے محبت کرنا ہے۔ اس کی اطاعت میری اطاعت اور اس کی مخالفت کرنا میری مخالفت کرنا ہے۔

۞ (بحذفِ اسناد) حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ کہتے ہیں: ایک انصاری عورت نے رسولِ خدا ﷺ کے لیے چار روٹیاں بنائیں اور مرغی ذبح کر کے اسے پکا کر نبی اکرمؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ اتنے میں آپؐ کے پاس حضرت ابوبکر اور عمر آ گئے اور آپؐ کے پاس ہی بیٹھ گئے۔ پھر رسولِؐ خدا نے اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کر کے دعا کی: اے اللہ! تُو ہمارے پاس چوتھا وہ شخص بھیج جو تجھ سے اور تیرے رسولؐ سے محبت کرتا ہو، اور تُو اور تیرا رسولؐ بھی اس کو محبوب رکھتے ہوں۔ وہ شخص ہمارے ساتھ کھانے میں شرکت کرے اور اسے ہمارے لیے باعثِ برکت قرار دے۔

پھر مزید فرمایا: اے پروردگار! وہ شخص میرا بھائی، میرا داماد علیؑ ابن ابی طالبؑ ہو۔

راوی کا بیان ہے کہ ابھی دعا ختم ہی ہوئی تھی کہ حضرت علی بن ابی طالبؑ نمودار ہوئے۔ آپؑ کو دیکھ کر رسولِؐ خدا نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور فرمایا: اے ابوالحسنؑ! اس پروردگار کا شکر ہے جس نے مجھے تمھارے آنے سے مسرت بخشی۔

پھر فرمایا: دیکھو! کیا دروازے پر کوئی شخص ہے؟

جابر کہتے ہیں: وہاں پر مَیں اور عبداللہ ابن مسعود تھے۔ نبی اکرمؐ نے ہمیں بھی اندر آ جانے کا حکم دیا اور ہم بھی ان کے پاس بیٹھ گئے۔

پھر آپؐ نے وہ روٹیاں منگوا کر ان کے اپنے ہاتھ سے ٹکڑے کیے اور پھر اس مرغی کے سالن کو ہمارے درمیان بانٹا اور برکت کی دعا کی۔ ہم سب نے پیٹ بھر کر کھایا اور ان کے گھر والوں کے لیے بھی اس میں سے بچ گیا۔

(بحذفِ اسناد) عبداللہ بن عمر کہتا ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ پوچھا گیا کہ معراج کی رات آپؐ کے رب نے آپؐ کو کس شخص کی آواز میں مخاطب کیا؟

آپؐ نے فرمایا: معراج کی رات میرے رب نے مجھے علیؑ ابن ابی طالبؑ کی آواز میں مخاطب کیا۔ مجھے اندیشہ لاحق ہوا تو مَیں نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! مجھ سے تُو محوِ کلام ہے یا علیؑ؟

اللہ عزوجل نے فرمایا: اے احمدؐ! میں دیگر اشیاء کی طرح کوئی شے نہیں ہوں، مجھے لوگوں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اشیاء کے ذریعے میری توصیف کی جاسکتی ہے۔ مَیں نے آپؐ کو اپنے نُور سے خلق کیا اور علیؑ کو تمھارے نُور سے خلق کیا۔ میں تمھارے دل کے بھید سے مطلع ہوا تو مجھے تمھارے دل میں کوئی ایسا شخص نہیں ملا جسے تم علی ابن ابی طالب علیہما السلام سے زیادہ چاہتے اور محبت کرتے ہو، اس لیے مَیں نے آپؐ کو لہجۂ علیؑ میں مخاطب کیا تا کہ تمھارا دل مطمئن ہو جائے۔

معجم الطبرانی میں حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک! اللہ عزوجل تمھارے ذریعے فخر و مباہات کرتا ہے۔ اس نے تم سب کو عام طور پر اور حضرت علی علیہ السلام کو خاص طور پر بخش دیا ہے۔ مَیں تم سب لوگوں کی طرف اللہ کا رسولؐ بن کر مبعوث ہوا ہوں۔ مجھے اپنی قوم کا ڈر نہیں ہے اور نہ ہی مَیں اپنے قرابت داروں سے محبت و اُلفت کی بنا پر یہ کہہ رہا ہوں، بلکہ جبرئیلؑ نے رب العالمین کی طرف سے مجھے یہ خبر دی ہے کہ خوش بخت ہے وہ انسان جو حضرت علی علیہ السلام سے ان کی زندگی اور ان کی وفات کے بعد محبت کرتا ہو اور بدبخت ہے وہ انسان جو

حضرت علی علیہ السلام سے ان کی زندگی اور ان کی وفات کے بعد بُغض و کینہ رکھتا ہو۔

۞ (بحذفِ اسناد) جمیع بن عمیر کہتا ہے کہ جب میں لڑکپن میں تھا تو حضرت عائشہ کے پاس گیا اور ان کے سامنے حضرت علیؑ کا ذکر کیا تو حضرت عائشہ نے کہا: مَیں نے کوئی ایسا مرد نہیں دیکھا، جس سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام سے زیادہ محبت کرتے ہوں اور نہ ہی کوئی ایسی عورت دیکھی، جس سے اللہ کے رسولؐ حضرت فاطمہ علیہا السلام سے زیادہ محبت کرتے ہوں۔

بدیع الزّمان ابوالفضل احمد بن حسین ہمدانی نے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی مدح میں یہ اشعار بیان کیے ہیں:

يقولون لی لا تحب الوصی ۔۔۔ فقلت الثریٰ بفم الكاذب

أحب النبی وآلِ نبی ۔۔۔ واختصّ آل ابوطالب

واعطی الصحابة حق الولاء ۔۔۔ وأجریٰ علی السنن الواجب

وان كان رفضاً ولاء الوصی ۔۔۔ فلا ترض بالرفض من جانبی

وان كان نصباً ولاء الجميع ۔۔۔ فانی كما زعموا ناصبی

ولو كنتم من ولاء الوصی ۔۔۔ علی العجز كنت علی الغارب

يری الله سرى اذا لم ترو ۔۔۔ فكم تحكمون علی غائب

"وہ مجھے یہ کہتے ہیں: تم نبی اکرمؐ کے وصی (حضرت علیؑ) سے محبت نہ کرو تو میں کہتا ہوں کہ یہ سب جھوٹ کہتے ہیں۔

میں نبیؐ اور ان کی آلؑ سے محبت کرتا ہوں اور حضرت ابوطالبؑ کی اولاد کو (اللہ کی رحمت و فضل سے) مخصوص کیا گیا ہے۔

صحابہ نے ان سے محبت و ولایت کا حق ادا کیا ہے۔ انھوں نے سنت و مستحب اُمور کو بھی واجب کی طرح انجام دیا ہے۔

اگر نبی اکرمؐ کے وصی و جانشین سے محبت و ولایت کا رشتہ رکھنے سے کوئی شخص رافضی ہوتا ہے تو پھر تم لوگ بے شک میرے اس طرح رافضی ہونے سے راضی وخوش نہ رہو۔

اگر ان تمام مقدس ہستیوں سے دوستی رکھنے سے انسان ناصبی بن جاتا ہے تو پھر ان کے گمان کی طرح میں ناصبی ہی ہوں۔

اگر تم لوگ نبی اکرمؐ کے وصی و جانشین سے دوستی اور ولایت کا رشتہ رکھنے سے عاجز ہو تو مجھے تمھارے اس فعل پر حیرت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کے شرف و سیادت سے آشنا ہے اگر تم اس کے شرف وفضیلت کو نہیں جانتے اور تم کتنے ہی ایسے اُمور کے بارے میں اپنا فیصلہ صادر کردیتے ہو جن کے بارے میں تمھیں کچھ معلوم ہی نہیں ہوتا ہے"۔

باب نمبر ۷

حضرت علی علیہ السلام علم کے بحرِ بیکراں اور اصحاب میں سب سے بہترین قاضی ہیں

(بحذفِ اسناد) ایک پاگل حاملہ عورت کو خلیفۂ ثانی کے دربار میں لایا گیا جس نے زنا کے گناہ کا ارتکاب کیا تھا۔ خلیفۂ ثانی نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا تو حضرت علی علیہ السلام نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: کیا تم نے ان کے متعلق رسولِ خدا کے فرمان کو نہیں سنا ہے؟

خلیفۂ ثانی نے کہا: ان کے متعلق رسولِ خدا نے کیا فرمایا ہے؟

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: اللہ کے رسولؐ کا فرمان ہے کہ تین افراد مرفوع القلم ہیں:

۱ پاگل شخص، یہاں تک کہ وہ تندرست ہو جائے۔

۲ بچہ، یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے۔

۳ سویا ہوا شخص، یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے۔

یہ سن کر خلیفۂ ثانی نے اس عورت کو رہا کر دینے کا حکم دے دیا۔

(بحذفِ اسناد) خلیفۂ ثانی کے دورِ حکومت میں ایک حاملہ عورت کو لایا گیا تو اس سے خلیفۂ ثانی نے اس کے حمل کے بارے میں پوچھا: اس نے گناہ کا اعتراف کیا۔ اس پر عمر بن خطاب نے اس عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔

جب اس عورت کو سنگسار کرنے کے لیے لے جایا جا رہا تھا تو آگے سے

حضرت علیؑ تشریف لا رہے تھے۔ آپؑ نے پوچھا: اس عورت کو کہاں لے کر جا رہے ہو؟

لوگوں نے جواب دیا: خلیفہ ثانی نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: اس عورت کو آزاد کردو۔

پھر خلیفہ ثانی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: کیا تم نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں! کیونکہ اس نے میرے سامنے زنا کرنے کا اعتراف کیا تھا۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: تمھاری سلطانی اور حاکمیت اس عورت پر ہوگی لیکن وہ بچہ جو اس عورت کے شکم میں ہے۔ اس پر حاکمیت مسلط کرنے کا تمھیں کس نے حق دیا ہے؟! پھر آپؑ نے اس سے مزید یہ فرمایا کہ تم نے اس عورت پر دباؤ ڈالا ہوگا یا اسے خوف زدہ کرکے یہ اعتراف کروایا ہوگا؟

خلیفہ ثانی نے کہا: ہاں جی! ایسے ہی ہوا ہے۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: کیا تم نے رسولؐ خدا کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ آزمائش اور مصیبت کے بعد گناہ کا اعتراف کرنے والے پر حد جاری نہیں ہوتی اور جسے قید کیا گیا ہو یا محبوس کیا گیا ہو یا ڈرایا دھمکایا گیا ہو۔ کیا اس کے اقرار کی کوئی قیمت نہیں ہوا کرتی۔

یہ سن کر عمر بن خطاب نے اس عورت کو چھوڑ دیا اور کہا: عورتیں حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام جیسا بیٹا پیدا کرنے سے عاجز ہیں۔ اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا۔

❁ (بحذف اسناد) ابوسعید خدری روایت بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت میں سب سے بہترین فیصلہ کرنے والے حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔

❁ (بحذف اسناد) حضرت سلمان فارسیؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا: میرے بعد میری اُمت میں سب سے بڑے عالم علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔

(بحذفِ اسناد) حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حکمت کے کُل دس اجزاء ہیں۔ ان میں سے نو اجزاء صرف حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کو اور باقی ایک جزء تمام لوگوں کو عطا کیا گیا ہے۔

(بحذفِ اسناد) عبداللہ ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا فَمَنْ اَرَادَ الْعِلْمَ فَلْیَأْتِ الْبَابَ

''میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔ جو شخص بھی شہر علم سے علم کا حصول چاہتا ہے تو وہ دروازے سے آئے''۔

(بحذفِ اسناد) ابوراشد الحرانی ابوالحمراء سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی آدَمَ فِیْ عِلْمِهٖ، وَ اِلٰی نُوْحٍ فِیْ فَهْمِهٖ، وَ اِلٰی یَحْیٰی بْنِ زَکَرِیَّا فِیْ زُهْدِهٖ، وَ اِلٰی مُوْسٰی بْنِ عِمْرَانَ فِیْ بَطْشِهٖ، فَلْیَنْظُرْ اِلٰی عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ علیہ السلام

''جو شخص حضرت آدمؑ کے علم، حضرت نوحؑ کی فہم و فراست نیز حضرت یحییٰ بن زکریاؑ کے زُہد اور حضرت موسیٰ بن عمرانؑ کی سخت گرفت کو دیکھنا چاہے تو وہ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کو دیکھ لے''۔

(بحذفِ اسناد) حضرت علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف بھیجا تو میں نے آپؐ سے عرض کیا: آپؐ مجھے یمن بھجوا رہے ہیں جب کہ میں ابھی نوجوان ہوں اور میں ان کے درمیان فیصلے کروں گا حالانکہ میں منصبِ قضاوت سے نابلد ہوں۔ (یہ روایت امامت کے موضوع میں واردان صحیح روایات سے

متناقض ہے جن میں امامؑ کے لیے اعلم الناس فی امور الدین و الدنیا ہونا ضروری ہے۔ اور امامؑ خدائے تعالیٰ کی عطا کردہ قوتِ قدسیہ کی بنا پر کبھی بھی کسی شے سے نابلد اور ناواقف نہیں ہوتا۔ مترجم)

تو اللہ کے رسولؐ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: اے میرے پروردگار! علیؑ کے دل کو راہِ حق پر ثابت قدم فرما اور ان کی زبان کو ثبات عطا فرما۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم! جو دانے کو شگافتہ کرتا ہے، اس دن کے بعد مجھے کبھی بھی دو اشخاص کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے شک لاحق نہیں ہوا۔

❁ (بحذفِ اسناد) ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس اُمت میں بہترین فیصلہ کرنے والے (حضرت) علیؑ، اور سب سے زیادہ فرض شناس (حضرت) زیدؓ ہیں، اور (حضرت) سلمانؓ کے پاس ایسا علم ہے جسے ہر کوئی درک نہیں کرسکتا ہے اور آسمان کے شامیانے تلے اور سطحِ زمین پر (حضرت) ابوذر غفاریؓ سے بڑا سچا کوئی نہیں ہے۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مَیں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! مجھے کوئی نصیحت کیجیے۔

آپؐ نے فرمایا: تم کہو! رَبِّیَ اللہُ ''اللہ تعالیٰ ہی میرا مالک و رب ہے''۔ اور پھر اس بات پر استقامت کا مظاہرہ کرو۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: مَیں نے اس جملے کے بعد مزید یہ کہا:

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلاَّ بِاللهِ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَ اِلَیْهِ اُنِیْبُ

''اور مجھے صرف وہی توفیق میسر ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کی طرف سے ہے۔ میں اس پر ہی بھروسہ کرتا ہوں اور مجھے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوالحسنؑ! آپؑ کو میری طرف سے علم کی مبارک بادی قبول ہو، بے شک! آپؑ نے علم کا جام نوش فرمالیا ہے اور آپؑ دولتِ علم سے مالا مال ہو گئے ہیں۔

۞ (بحذفِ اسناد) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبیؑ کا ایک وصی اور وارث ہوتا ہے اور میرا وصی اور وارث (حضرت) علیؑ ہیں۔

۞ (بحذفِ اسناد) انس روایت بیان کرتا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے انس! میرے وضو کرنے کے لیے پانی لے آؤ۔

پھر آپؐ نے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد مجھ سے فرمایا: اے انس! اب اس دروازے میں سے جو شخص داخل ہو کر تمھارے پاس آئے، وہ امیرالمومنین، سیدالمسلمین، قائدالغرالمحجلین اور خاتم الوصیین ہوگا۔

انس کہتا ہے: مَیں نے خدا سے دعا کی کہ اے پروردگار! وہ شخص انصار میں سے ہو لیکن مَیں نے اس بات کو اپنے دل میں مخفی رکھا۔ اتنے میں حضرت علیؑ تشریف لے آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے انس! کون آیا ہے؟

مَیں نے عرض کیا: حضرت علیؑ تشریف لائے ہیں۔ آپؐ مسکراتے ہوئے کھڑے ہوئے اور حضرت علیؑ سے معانقہ کیا۔ پھر ان کے چہرۂ اقدس سے پسینہ صاف کیا اور ان کے رُخِ انور کا پسینہ اپنے رُخِ انور پر ملا۔

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! جو آج میں آپؐ کو کرتا ہُوا دیکھ رہا ہوں آپؐ نے پہلے ایسے کبھی میرے ساتھ نہیں کیا؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کس چیز نے مجھے روکا ہے کہ میں ایسا آپؑ کے ساتھ نہ کروں جب کہ میرے بعد آپؑ نے میری آواز سنانی اور میرا پیغام پہنچانا ہے اور میرے بعد آپؑ نے لوگوں کے درمیان اختلافات و نزاعات کو دُور کرنا ہے۔

❁ (بحذفِ اسناد) زر بن جیش بیان کرتا ہے کہ مَیں نے کوفہ کی جامع مسجد میں امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کو شروع سے آخر تک قرآنِ مجید پڑھ کر سنایا۔ جب میں ان سورتوں تک پہنچ گیا جو حروفِ مقطعات سے شروع ہوتی ہیں تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اب تم قرآنِ مجید کی ان سورتوں تک پہنچ گئے ہو جنھیں ''عرائس القرآن'' کہتے ہیں۔ جب میں حٰمٓ عٓسٓقٓ (سورۂ شوریٰ) کی بائیسویں آیت پر پہنچا جس میں ارشادِ پروردگار ہوتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝

''اور جنھوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کیے وہ بہشت کے باغوں میں ہوں گے اور جو کچھ چاہیں گے ان کے لیے ان کے پروردگار کی بارگاہ میں موجود ہوگا۔ یہی (خدا کا) بڑا فضل ہے''۔

یہ سن کر امیرالمومنین علی علیہ السلام نے گریہ کرنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ آپؑ کے گریہ وزاری کرنے کی آواز بلند ہوئی تو آپؑ نے سر کو آسمان کی طرف بلند کرتے ہوئے فرمایا: اے زر! تم میری دعا پر آمین کہنا۔ پھر آپؑ نے دعا کی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ اِخْبَاتَ الْمُخْبِتِيْنَ، وَاِخْلَاصَ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَمُرَافَقَةَ الْاَبْرَارِ، وَاِسْتِحْقَاقَ حَقَائِقِ الْاِيْمَانِ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ وَوُجُوْبَ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ۔

''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے عاجز و منکسر بندوں کی طرح عجز وانکساری، اہلِ یقین کے اخلاص، نیکوکار لوگوں کی رفاقت، ایمان کے حقائق کے لزوم، تیری ہر نیکی کو پانے، ہر گناہ سے محفوظ رہنے،

جنت کے ذریعے کامیابی اور جہنم سے نجات کا طلب گار ہوں“۔

اس کے بعد امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: اے زر! تم جب بھی قرآن ختم کرو تو یہ دعا پڑھو۔ میرے حبیب، اللہ کے رسولؐ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ مَیں ہر ختم قرآن کے وقت اس دعا کی تلاوت کروں۔

❁ (بحذف اسناد) عبداللہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُم المومنین حضرت زینب بنت حجش کے حجرہ سے نکل کر حضرت اُم سلمہؓ کے گھر تشریف لائے کیونکہ اس دن رسولِ خدا کی اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ کے گھر قیام کرنے کی باری تھی۔ ابھی آپؐ تشریف لائے ہی تھے کہ حضرت علیؑ آگئے۔ آپؑ نے آہستہ سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ رسولِ خدا اس دق الباب سے خوش ہوئے جب کہ حضرت اُم سلمہؓ کو اس وقت کسی کا آنا ناگوار گزرا۔ رسولِ خدا نے ان سے فرمایا: آپ جائیں اور دروازہ کھولیں۔

حضرت اُم سلمہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! یہ کون شخص ہے کہ جس کے لیے میں اپنے ہاتھوں سے دروازہ کھولوں حالانکہ میری شان میں کتابِ خدا میں کل آیت اُتری ہے؟

نبی اکرمؐ نے انھیں غضب ناک حالت میں جواب دیا: اس کی اطاعت رسولِ خدا کی اطاعت ہے اور جس نے رسولِ خدا کی نافرمانی کی، اُس نے خدا کی نافرمانی کی۔ بے شک! دروازے پر کوئی غبی یا عقل سے عاری شخص نہیں ہے بلکہ یہ وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ اِس سے محبت کرتے ہیں۔

حضرت اُم سلمہؓ کہتی ہیں: مَیں نے آنے والے شخص کے لیے دروازہ کھول دیا جب کہ اس نے اپنے ہاتھوں سے دروازے کو پکڑا یہاں تک کہ کسی کے آنے کی آواز اور حرکت تک سنائی نہ دی اور مَیں اپنی جگہ پر واپس آگئی۔

اتنے میں آنے والے نے نبی اکرمؐ سے اندر آنے کی اجازت چاہی تو وہ آپؐ کے اذن سے گھر میں داخل ہوا تو اللہ کے رسولؐ نے مجھ سے پوچھا: کیا تم ان کو جانتی ہو؟

مَیں نے عرض کیا: جی ہاں! یہ علی بن ابی طالب علیہما السلام ہیں۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا: تم نے صحیح کہا۔ ان کی خصلت میری خصلت ہے، ان کا گوشت میرا گوشت ہے، ان کا خون میرا خون ہے، اور یہ میرے علم کا رازدان ہے۔

(اے اُم سلمہؓ!) تم میری بات سنو اور اس پر گواہ رہنا کہ یہ میرے بعد ناکثین، قاسطین اور مارقین سے جنگ کرے گا۔

سنو اور گواہ رہو کہ خدا کی قسم! یہی میری سنت کو زندہ کرنے والا ہے۔ سنو اور گواہ رہو کہ اگر کوئی بندہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک ہزار سال تک عبادت کرتا رہے اور پھر ایک ہزار سال کے بعد رکن یمانی اور مقامِ ابراہیمؑ کے درمیان اسے اس حالت میں موت آجائے کہ وہ (حضرت) علیؑ سے بُغض و کینہ رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو اوندھے منہ جہنّم میں جھونک دے گا۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنت البقیع میں موجود تھا۔ آپؐ نے فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، تم میں سے ایک شخص میرے بعد قرآن کی تاویل پر ایسے جنگ کرے گا، جیسے مَیں نے قرآن کی تنزیل پر مشرکوں سے جنگ کی ہے، جب کہ وہ لوگ خدا کی توحید کی گواہی دے رہے ہوں گے۔

ان کا قتل بعض لوگوں پر گراں گزرے گا یہاں تک کہ وہ اللہ کے ولی پر طعن کریں گے اور اللہ کے ولی کے اس فعل کو اسی طرح ناپسند کریں گے جس طرح حضرت موسیٰؑ نے (حضرت خضرؑ کا) کشتی میں سوراخ کرنا، بچے کو قتل کرنا اور دیوار کو تعمیر کرنے

کے فعل کو ناپسند کیا تھا، جب کہ کشتی میں سوراخ، بچے کا قتل اور دیوار کی تعمیر خالصتاً خدا کی رضا کی خاطر تھا۔ حضرت موسیٰؑ کو یہ سب ناگوار گزرا۔ [1]

حضرت ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس مرد سے مراد حضرت علی ابن ابی طالب علیہا السلام تھے۔

(بحذفِ اسناد) حضرت علی بن ابی طالب علیہا السلام کے علَم بردار حرث اَعور کہتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کے درمیان فرمایا: کیا میں تم کو حضرت آدمؑ کو ان کے علم، حضرت نوحؑ کو ان کی فہم و فراست، حضرت ابراہیمؑ کو ان کی حکمت میں دکھاؤں۔ ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ حضرت علیؑ نمودار ہوئے۔ حضرت ابوبکر نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا آپؐ نے ایک شخص کا تین رسولوں سے موازنہ کیا ہے۔ آفرین ہے، آفرین ہے اس شخص کے لیے۔ اے رسولِ خدا! کون ہے وہ شخص؟

نبی اکرمؐ نے فرمایا: اے ابوبکر! کیا تم اس شخص کو نہیں جانتے ہو؟

حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ ابوالحسن حضرت علی بن ابی طالب (علیہا السلام) ہیں۔

حضرت ابوبکر نے کہا: مرحبا مرحبا اے ابوالحسنؑ! آپؑ جیسا شخص کہاں ہوگا اے ابوالحسنؑ۔

---

[1] (یہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ سفر کریں اور دریائے روم و فارس کے ملنے کی جگہ پر ہمارے ایک بندہ سے ملاقات کریں اور اس سے کچھ علم سیکھیں۔ یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ قرآنِ مجید میں پارہ نمبر ۱۵ اور ۱۶ میں سورۂ کہف کی آیت نمبر ۶۵ - ۸۲ میں مذکور ہے۔ از مترجم)

❁ (بحذفِ اسناد) مسروق سے مروی ہے کہ میں نے تمام اصحابِ رسولؐ کے علم کی مہک سے استفادہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکالا کہ ان تمام اصحاب کا علم حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام پر ختم ہے۔

❁ (بحذفِ اسناد) زید بن ثابت کہتا ہے: میں نے سنت کے علم کا تمام اصحاب کے درمیان موازنہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکالا کہ اس کا علم حضرت علیؑ اور عبداللہ بن عباسؓ پر ختم ہے۔ پھر میں نے ان دونوں میں موازنہ کیا تو حضرت علیؑ کو عبداللہ سے افضل پایا۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت علیؑ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! قرآنِ مجید کی کوئی آیت ایسی نازل نہیں ہوئی ہے جس کے بارے میں مجھے علم نہ ہو کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی اور کون سی جگہ پر نازل ہوئی ہے۔ بے شک! میرے پروردگار نے مجھے سمجھ دار دل اور روانی والی زبان عطا کی ہے۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: قرآنِ مجید کی کوئی آیت ایسی نازل نہیں ہوئی کہ جس کے بارے میں مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ یہ آیت کس کے متعلق نازل ہوئی ہے، کہاں پر نازل ہوئی ہے اور کس پر نازل ہوئی ہے۔ بے شک! میرے پروردگار نے مجھے فصیح و بلیغ زبان اور سمجھ دار دل عطا کیا ہے۔

❁ (بحذفِ اسناد) سعید بن مسیب کہتا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ کسی شخص نے "سلونی" کا دعویٰ نہیں کیا۔

❁ (بحذفِ اسناد) جسرہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ نے ہم سے پوچھا: تم کو عاشورا کے دن روزہ رکھنے کا کس نے فتویٰ دیا ہے؟

ہم نے کہا: حضرت علی بن ابی طالب (علیہما السلام) نے۔

حضرت عائشہ نے کہا: ہاں! سنت کے بارے میں وہ تمام لوگوں سے زیادہ علم

رکھتے ہیں۔

(یہ روایت موضوعہ ہے کیونکہ کتب فقیہہ میں ائمہ معصومینؑ سے عاشورا کے روزے کی مذمت میں روایات مروی ہیں اور یہ روایت ان صحیح الاسناد روایات سے متناقض ہے۔ لہٰذا اس روایت کو رد کیا جائے گا۔ جیسا کہ علامہ مجلسیؒ نے زاد المعاد میں فرمایا ہے: ''تاسوعاء (نو محرم کا دن) اور عاشورا (۱۰ محرم کا دن) کا روزہ نہ رکھیں کہ بنی اُمیہ اور ان کے پیروکار ان دو دنوں کو بڑے بابرکت تصور کرتے ہیں۔ یہ لوگ شہادتِ امام حسینؑ پر طعن کرتے اور ان دونوں میں روزہ رکھتے تھے۔ انھوں نے بہت سے وضعی احادیث رسولؐ خدا کی طرف سے منسوب کر کے یہ ظاہر کیا کہ ان دو دنوں کا روزہ رکھنے میں بڑا اجر وثواب ہے حالانکہ اہلِ بیت علیہم السلام سے مروی کثیر حدیثوں میں ان دو دنوں اور خاص کر یومِ عاشورا کا روزہ رکھنے کی مذمت آئی ہے)۔ (از مترجم)۔

❁ (بحذفِ اسناد) ابوالبختری سے مروی ہے کہ مَیں نے حضرت علی علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ کوفہ کے منبر پر تشریف لے گئے، جب کہ آپؑ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیص زیب تن کی ہوئی، ان کی تلوار حمائل کی ہوئی، ان کا عمامہ سر پر سجایا ہوا اور ان کی انگوٹھی اپنی انگلی میں پہنی ہوئی تھی۔

پس! آپؑ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اپنے اندر چھپی ہوئی بات کو ظاہر کرتے ہوئے فرمایا: تم لوگ مجھ سے پوچھ لو اس سے پہلے کہ تم مجھے کھو دو، بے شک! اس سینے میں علم کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔ یہ اللہ کے رسولؐ کے لُعاب کی تاثیر ہے، یہ وہ علم ہے جو اللہ کے رسولؐ نے مجھے یوں عطا کیا جیسے پرندہ اپنے بچے کو غذا دیتا ہے اور یہ علم غیر علم وحی ہے۔

خدا کی قسم! اگر میرے لیے مسندِ قضاوت بچھا دی جائے تو میں اس پر مسند نشین ہو کر اہلِ تورات کو تورات اور اہلِ انجیل کو انجیل کے مطابق فیصلہ سناؤں، یہاں تک کہ

تورات و انجیل بحکمِ خدا یوں گویا ہوں کہ علیؑ نے صحیح فرمایا ہے اور تم لوگوں کو اس کے مطابق فیصلہ سنایا ہے جو حکم ہم پر خدا کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جب کہ تم لوگوں کی یہ حالت ہے کہ تم کتاب کی تلاوت تو کرتے ہو مگر اس میں غور و فکر نہیں کرتے ہو۔

❁ (بحذفِ اسناد) ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے ہمارے درمیان خطبہ دیتے ہوئے یہ بات کہی کہ ہم سب لوگوں میں بہترین قاضی حضرت علی علیہ السلام اور بہترین قاری ابی بن کعب ہیں۔

❁ (بحذفِ اسناد) عبداللہ سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میں تمام مدینہ والوں سے زیادہ قضاوت کا علم رکھتا ہوں۔

❁ (بحذفِ اسناد) ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ علم کے چھے حصے ہیں۔ جن میں سے پانچ حصے حضرت علی علیہ السلام کے پاس اور ایک حصہ باقی تمام لوگوں کے پاس ہے جب کہ لوگوں کے علم کے اس ایک حصہ میں بھی حضرت علی علیہ السلام شریک ہیں۔ اس لیے وہ ہم تمام لوگوں سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔

عدی بن ثابت نے بھی درجہ بالا روایت ابن عباسؓ سے نقل کی ہے۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں: مَیں نے رسولِؐ خدا کو قرآنِ مجید کی ستر سورتیں پڑھ کر سنائیں اور پورا قرآن حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کو سنا کر ختمِ قرآن کیا جو لوگوں میں سے بہترین شخص ہیں۔

❁ (بحذفِ اسناد) علی بن ریاح بیان کرتا ہے کہ عہدِ رسالتؐ میں حضرت علیؑ بن ابی طالب (علیہما السلام) اور ابن ابی کعب نے قرآنِ مجید جمع کیا تھا۔

❁ (بحذفِ اسناد) ابوطفیل سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اللہ عزوجل کی کتاب میں سے جہاں سے پوچھنا چاہتے ہو مجھ سے پوچھو، بے شک! کتابِ خدا کی کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کے متعلق مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ یہ آیت

رات کے وقت نازل ہوئی تھی یا دن کے وقت اور یہ آیت صحرا میں نازل ہوئی تھی یا میدان میں۔

۞(بحذفِ اسناد) حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے پردہ کر گئے تو مَیں نے قسم کھائی کہ اس وقت تک عبا اپنی دوش پر نہیں رکھوں گا جب تک ان دو تختیوں کے درمیان موجود کلام کو یک جا نہ کرلوں اور مَیں نے اس وقت اپنے دوش پر عبا لی جب قرآنِ مجید کو جمع کرلیا۔

۞(بحذفِ اسناد) خلیفۂ ثانی کے دربار میں ایک ایسی عورت کو لایا گیا جس نے شادی کے چھے ماہ بعد بچہ جنا تھا۔لوگ اسے سنگسار کرنے ہی والے تھے کہ حضرت علیؑ پہنچ گئے۔آپؑ نے فرمایا: اس کو سنگسار نہیں کیا جائے گا۔

جب خلیفۂ ثانی کو اس واقعہ کے متعلق پتا چلا تو اس نے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص کو بھیجا جو اس بارے میں استفسار کرے۔حضرت علی علیہ السلام نے جواب دیا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:"جو شخص اپنی اولاد کو پورے دو برس دودھ پلوانا چاہے تو اِس کی خاطر مائیں اپنی اولاد کو پورے دو برس دودھ پلائیں"۔(سورۂ بقرہ: آیت ۲۳۳)

اور دوسرے مقام پر فرمانِ خداوندی کے مطابق:"حمل اور دودھ بڑھائی کے تیس ماہ ہوتے ہیں"۔(سورۂ احقاف، آیت ۱۵)

پس! ان میں چھے ماہ حمل کے اور دو سال پورے دودھ پلائی کے ہیں۔اس لیے ایسی عورت پر حد نہیں ہے۔

یہ سن کر خلیفۂ ثانی نے کہا: اس عورت کو چھوڑ دیا جائے۔

۞(بحذفِ اسناد) مسروق سے مروی ہے کہ خلیفۂ ثانی کے دربار میں ایک ایسی عورت کو لایا گیا جس نے عدت کے دن ختم ہونے سے پہلے ہی کسی شخص سے نکاح کرلیا تھا۔لہٰذا خلیفۂ ثانی نے حکم دیا کہ ان دونوں میں جدائی کردی جائے اور مہر کی رقم

اس آدمی سے وصول کر کے بیت المال میں داخل کردی جائے کیونکہ باطل نکاح کا مہر جائز نہیں ہے۔

جب حضرت علی علیہ السلام کو اس فیصلے کی اطلاع ہوئی تو آپؑ نے فرمایا: مہر ہر حال میں عورت کا حق ہے کیونکہ یہ مرد عورت پر تصرف کر چکا ہے البتہ ان دونوں میں جدائی ڈال دی جائے مگر ایامِ عدت کے گزر جانے کے بعد دوسرے مردوں کی طرح اس مرد کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس عورت کی خواستگاری پر اقدام کرے۔ پھر نکاح ہو تو درست ہوگا۔ لہٰذا اس فیصلے کا اعلان دوبارہ خلیفہ ثانی نے منبر پر جا کر کیا اور کہا: تمام جہالتوں کو سنت کی طرف اور میرے قول کو حضرت علی علیہ السلام کے قول کی طرف پلٹا دو۔

❁ (بحذفِ اسناد) ابن سیرین سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے لوگوں سے سوال کیا کہ بادشاہ کتنی شادیاں کرتے ہیں۔ پھر حضرت علیؑ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: اے کملی والے (کیونکہ اس وقت آپؑ کے دوش پر چادر تھی) میں آپؑ سے یہ جاننا چاہتا ہوں؟

حضرت علیؑ نے جواب دیا: دُو۔

❁ (بحذفِ اسناد) سعید بن مسیب کہتا ہے: مَیں نے حضرت عمر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے پروردگار! مجھے ایسی مصیبت کے لیے باقی نہ رکھنا جس کے لیے علی بن ابی طالب (علیہما السلام) زندہ نہ ہوں۔

❁ (بحذفِ اسناد) عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ ایک شخص جو حضرت علی علیہ السلام سے بُغض رکھتا تھا خلیفہ ثانی کے پاس آیا جب کہ اس وقت حضرت علیؑ بھی خلیفہ ثانی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ خلیفہ ثانی نے حضرت علیؑ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: اے ابوالحسنؑ! آپ اُٹھیے اور اپنے مخالف کے ساتھ بیٹھ کر مناظرہ کریں۔

پس! حضرت علیؑ کھڑے ہوئے اور اس شخص کے پاس جا کر اس سے آمنے

سامنے مناظرہ کیا۔ یہاں تک کہ آپؑ کا مخالف پسپا ہو کر واپس چلا گیا اور حضرت علیؑ دوبارہ واپس اس جگہ پر تشریف لائے جہاں پر پہلے تشریف فرما تھے۔

حضرت عمر نے آپؑ کے چہرے کا رنگ متغیر دیکھ کر پوچھا: اے ابوالحسنؑ! کیا وجہ ہے میں آپؑ کو بدلا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ کیا جو کچھ ہوا آپؑ نے اسے ناپسند کیا ہے؟

حضرت علیؑ نے جواب دیا: ہاں۔

حضرت عمر نے پوچھا: کیوں؟

آپؑ نے فرمایا: کیونکہ تم نے میرے مخالف کی موجودگی میں مجھ سے کہا کہ اے علیؑ! آپؑ اٹھیے اور اپنے مخالف کے ساتھ بیٹھ کر مناظرہ کریں۔

یہ سن کر خلیفۂ ثانی نے حضرت علی علیہ السلام کے سر کو پکڑ کر آپؑ کی پیشانی پر بوسہ دے کر کہا: میرے ماں باپ آپؑ پر فدا ہوں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپؑ کے ذریعے ہدایت بخشی اور آپؑ کے ذریعے ہمیں ظلمتوں سے نکال کر روشنی میں لا کھڑا کیا۔

(بحذفِ اسناد) محمد بن خالد الضبی کہتا ہے کہ حضرت عمر نے خطبہ دیتے ہوئے کہا: اگر ہم تم لوگوں کو اس چیز کی طرف لے جائیں جو آپ ناپسند کرتے ہوں تو اس صورت میں آپ کیا کریں گے؟

محمد (راوی) کہتا ہے: یہ سن کر سب پر خاموشی طاری ہوگئی یہاں تک کہ اس بات کو تین دفعہ دہرایا گیا تو حضرت علی علیہ السلام کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے عمر! تو پھر ہم تمھیں توبہ کرنے کو کہیں گے اور اگر تم نے توبہ کرلی تو ٹھیک ہے، ورنہ ہم تمھارا سر پھوڑ دیں گے۔

یہ سن کر حضرت عمر نے کہا: تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے اس اُمت میں ایسی ہستیوں کو رکھا ہے جو ہمیں راہِ راست سے ہٹنے پر تنبیہ کرتے اور سیدھا کرتے ہیں۔

۞ (بحذفِ اسناد) حضرت عمر کہتے ہیں: اصحابِ محمدؐ کو اٹھارہ فضیلتیں عطا کی گئیں جن میں سے تیرہ حضرت علیؑ کے ساتھ خاص ہیں اور باقی پانچ میں بھی وہ ہمارے ساتھ شریک ہیں۔

۞ (بحذفِ اسناد) عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ خلیفۂ ثانی کے دور میں شام کی ایک جماعت نے شراب نوشی کی۔ اس وقت ان پر یزید بن ابوسفیان گورنر تھا۔ اس نے ان سے پوچھا: کیا تم نے شراب پی ہے؟

انھوں نے جواب دیا: جی ہاں! ہم نے شراب پی ہے اور یہ ہمارے لیے حلال ہے۔

یزید نے کہا: کیا تم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ فرمان نہیں پڑھا ہے۔ (اے ایمان دارو! شراب اور جوا ناپاک ہیں...... اور خدا کا حکم مانو اور رسولؐ کا حکم مانو)۔ (سورۂ مائدہ: آیت ۹۰-۹۲)

جب یزید بن ابوسفیان نے ان آیات کی تلاوت کرلی تو اس جماعت نے کہا: اس سے بعد والی آیت پڑھو جس میں ارشادِ پروردگار ہوتا ہے: ''جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کیے جو کچھ وہ کھا (پی) چکے ہیں ان پر کچھ گناہ نہیں ہے...... اور خدا نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے''۔ (سورۂ مائدہ: آیت ۹۳)

انھوں نے کہا: ہم ان لوگوں میں سے ہیں جو ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کیے۔

یزید بن ابوسفیان نے ان کے متعلق حضرت عمر کو خط لکھ بھیجا تو جواب میں حضرت عمر نے لکھا کہ اگر تم کو میرا یہ خط رات کو ملے تو صبح ہونے سے پہلے اور اگر دن کو ملے تو رات ہونے سے پہلے ان لوگوں کو میرے پاس بھیج دو۔

پس! اس نے انھیں خلیفۂ ثانی کے پاس بھیج دیا۔ جب یہ لوگ حضرت عمر کے

پاس آئے تو خلیفۂ ثانی نے بھی وہی کچھ پوچھا جو یزید نے پوچھا تھا اور انھوں نے وہی پہلے والا جواب دیا جو یزید کو دے چکے تھے۔ اس نے نبی اکرمؐ کے اصحاب سے ان کے متعلق مشورہ طلب کیا تو انھوں نے یہ امر اسی کی طرف لوٹا دیا تو اس نے کہا: حضرت علی علیہ السلام ہمارے درمیان موجود ہیں لیکن وہ خاموش ہیں۔ اس نے پوچھا: اے ابوالحسنؑ! آپؑ ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ ایک ایسی جماعت ہے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ گھڑ کر منسوب کیا ہے اور اس کے حرام کیے ہوئے کو حلال کیا ہے۔ میں یہی کہتا ہوں کہ تم ان کو کہو: یہ اپنے اس قول سے باز آجائیں اور اگر یہ پھر بھی اپنے سابقہ قول پر باقی رہیں اور یہ کہیں کہ شراب پینا حلال ہے تو ان کی گردنیں اُڑا دو۔ اور اگر یہ اپنے سابقہ قول سے باز آجائیں تو انھیں اسّی اسّی کوڑے لگواؤ اس لیے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر جھوٹ باندھا ہے۔

پھر خلیفۂ ثانی نے ان لوگوں کو بلا کر حضرت علیؑ کی کہی ہوئی باتیں من وعن سنا دیں اور پھر پوچھا: اب تم کیا کہتے ہو؟

انھوں نے جواب دیا: ہم اللہ تعالیٰ سے مغفرت کے طلب گار اور اس کے حضور توبہ کرتے ہیں۔ ہم یہ گواہی دیتے ہیں کہ شراب پینا حرام ہے جب کہ ہم نے یہ پی ہے حالانکہ یہ جانتے تھے کہ یہ حرام ہے۔ تو انھیں اسّی اسّی کوڑے لگوائے گئے۔

❁ (بحذفِ اسناد) حنش سے مروی ہے کہ دو شخصوں نے قریش کی ایک عورت کے پاس ایک سو دینار بطور امانت رکھے اور اِس سے کہا: جب تک ہم دونوں اشخاص مل کر تیرے پاس نہ آئیں، کسی کو یہ امانت نہ دینا۔

کچھ روز بعد ان میں سے ایک شخص آیا اور کہنے لگا: وہ امانت مجھے دے دو کیونکہ میرا ساتھی مر گیا ہے تو اس عورت نے انکار کیا۔ اور پھر وہ اس کے پاس سفارش لایا اور

تین سال تک انکار کے بعد بالآخر اس عورت نے اسے وہ امانت سپرد کردی۔

کچھ عرصہ کے بعد دوسرا شخص آیا اور امانت کو طلب کیا تو عورت نے کہا: وہ تو تیرا ساتھی لے گیا ہے (اس دعویٰ کے ساتھ کہ میرا ساتھی مرگیا ہے) وہ یہ فیصلہ حضرت عمر کے پاس لے کر گیا تو حضرت عمر نے اس شخص سے پوچھا: تمھارے پاس کیا دلیل ہے؟

اس نے کہا: یہ عورت ہی میری دلیل ہے۔

حضرت عمر نے عورت سے کہا: کیا تو ضامن ہے؟

یہ سن کر وہ عورت جناب امیر علیہ السلام کے پاس فریاد لائی تو امیرالمومنینؑ نے اس شخص سے فرمایا: جب تم نے یہ شرط کرلی تھی کہ جب تک ہم دونوں ساتھ نہ آئیں، یہ امانت نہ دینا۔ تو اب تُو کیسے طلب کر رہا ہے، جا! اور اپنے ساتھی کو لے کر آ، تا کہ تم کو امانت شرط کے ساتھ ادا کی جائے (یہ سن کر وہ خاموش ہوگیا کیونکہ دراصل وہ از روئے حیلہ اس عورت کا مال حاصل کرنا چاہتے تھے)۔

✿ (بحذفِ اسناد) قاضی شریح کہتا ہے کہ میرے پاس ایک عورت آکر کہنے لگی: اے قاضی! میں تمھارے پاس فیصلے کے لیے آئی ہوں۔

مَیں نے پوچھا: تمھارا دوسرا فریق کہاں ہے؟

اس نے کہا: تم ہی ہو۔

اس عورت کے لیے جگہ خالی کروائی گئی اور کہا کہ اب اپنا معاملہ بیان کرو۔

اس نے کہا: میں ایک ایسی عورت ہوں جس کے دو عضو مخصوص ہیں: ایک مرد کی مثل اور دوسرا عورت کی مثل۔

قاضی شریح کہتا ہے: اس وقت امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام مسند خلافت پر فائز تھے۔ مَیں نے اس عورت سے پوچھا: تم پیشاب کہاں سے کرتی ہو؟

عورت نے کہا: دونوں عضو سے۔

اس نے پوچھا: پیشاب پہلے کہاں سے نکلتا ہے؟

اس نے کہا: کسی خاص عضو سے پہلے نہیں نکلتا بلکہ ایک ہی وقت میں دونوں مخصوص عضو سے نکلتا ہے اور ایک ہی وقت میں دونوں مخصوص عضو سے منقطع ہوتا ہے۔

یہ سن کر قاضی شریح کہتا ہے: تم ایک عجیب وغریب امر کے بارے میں خبر دے رہی ہو۔

اس عورت نے کہا: میں تم کو اس سے زیادہ عجیب وغریب بات بتلاتی ہوں وہ یہ کہ میرے چچازاد نے مجھ سے شادی کی اور مہر میں ایک کنیز دی۔ مَیں نے اس کنیز سے ہم بستری کی تو حمل قرار پایا اور (مقررہ) مدت کے بعد اس کنیز سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ میں تمھارے پاس اس لیے آئی ہوں کہ جو مَیں نے اس کنیز کو حمل ٹھہرا کر لڑکا پیدا کیا ہے۔

یہ سُن کر قاضی شریح فیصلہ کرنے کی جگہ سے اُٹھا اور حضرت علی علیہ السلام کو یہ سارا واقعہ سنایا جو کچھ اس عورت نے بیان کیا تھا۔ امیر المومنینؑ نے اس عورت کو حاضر کرنے کا حکم دیا تو وہ عورت پیش ہوئی اور آپؑ نے وہی کچھ پوچھا جو قاضی شریح نے پوچھا تھا اور اس نے وہی جوابات دیے۔

امیر المومنینؑ نے اس کے شوہر کو پیش کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ پیش ہوا تو آپؑ نے اس سے پوچھا: کیا یہ عورت تمھاری بیوی اور چچا کی بیٹی ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں! امیر المومنینؑ!

آپؑ نے پوچھا: کیا تم نے اس کے ساتھ اور اس نے کنیز کے ساتھ کچھ کیا ہے؟

اس نے جواب دیا: مَیں نے اسے ایک کنیز خدمت گزاری کے لیے عنایت کی، جب کہ مَیں نے اس کے ساتھ (اپنی بیوی سے) ہم بستری کی اور اس نے ایک بیٹا جنا۔ اس کے بعد اس نے کنیز سے ہم بستری کی۔

پھر امیرالمومنینؑ نے حکم دیا: اس عورت کو اندر لے جاؤ اور اس کی پسلیوں کو شمار کرو۔ جب اس کی پسلیوں کو شمار کر کے باہر نکلے تو عرض کیا: اے امیرالمومنینؑ! اس کی دائیں طرف کی ۱۸ پسلیاں اور بائیں طرف کی ۱۷ پسلیاں ہیں۔

پھر حجام کو بلوایا گیا۔ اس نے اس کے بال کاٹے اور اس کو ایک جوتا اور عبا دے کر مردوں سے ملحق کر دیا گیا۔ جب اس کے شوہر کو اس کا پتا چلا تو فریاد کرنے لگا: اے امیرالمومنینؑ! یہ میرے چچا کی بیٹی اور میری بیوی ہے، آپؑ نے اس کو مردوں میں شامل کر دیا ہے؟

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: ہمارے بابا آدمؑ اور ماں حواؑ ہیں، جب کہ حضرت حواؑ کو حضرت آدمؑ کی بائیں پسلی سے پیدا کیا گیا، اس لیے مرد کی بائیں طرف کی پسلیاں، عورت کی بائیں طرف کی پسلیوں سے کم ہوتی ہیں جب کہ تمھاری بیوی کی پسلیوں کی تعداد مرد کی پسلیوں کی تعداد کے برابر ہے۔ اس لیے اسے مردوں سے ملحق کیا گیا ہے۔

❁ (بحذفِ اسناد) ابودرداء کہتے ہیں: صرف تین شخص عالم ہیں۔ ان میں سے ایک شام میں ہے۔ اس سے مراد ابودرداء خود تھے۔ دوسرا شخص کوفہ میں ہے اور وہ حضرت عبداللہ ابن مسعود ہیں اور تیسرا شخص مدینہ میں ہے اور وہ حضرت علی ابن ابی طالب (علیہما السلام) ہیں۔ جو شخص شام میں ہے وہ کوفہ میں رہنے والے سے، اور کوفہ میں رہنے والا مدینہ میں رہنے والے سے پوچھتا ہے، جب کہ مدینہ میں رہنے والا کسی سے نہیں پوچھتا ہے۔

پھر اس نے آپؑ کی مدح میں یہ کہا:

حب النبی واهل البیت معتمدی	اذا الخطوب اساءت رأیها فینا
أیا ابن عم رسول الله افضل من	ساد الأنعام وساس الهاشمینا
یاقدوة الدین یافرد الزّمان اصخ	لمدح مولی یری تفضیلکم دینا

هل مثل سبقك الاسلام لو عرفوا وهذه الخصلة الغراء تلفينا

هل مثل علمك أن زلوا وأن وهنوا وقد هديت كما اصبحت تهدينا

هل مثل جمعك للقرآن تعرفه لفظاً ومعنى وتاويلا وتبينا

هل مثل حالك عند الطير تحضره بدعوة نلتها دون المصلينا

هل مثل بذلك للعاني الاسير وللطفل الصغير وقد اعطيت مسكينا

هل مثل صبرك اذ خانوا واذ خبروا حتى جرىٰ ما جرىٰ فى يوم صفينا

هل مثل فتواك اذ قالوا مجاهرة لولا علی هلكنا فى فتاوينا

يارب سهل زياراتى مشاهدهم فان روحى تهوى ذرك الطينا

يارب صير حياتى فى محبتهم ومحشرى معهم آمين آمينا

"نبی ﷺ اور ان کے اہلِ بیت علیہم السلام کی محبت پر ہمارا دارومدار ہے اگرچہ کہ حالات نے ہمارے متعلق غلط قیاس آرائی کی ہے۔

آگاہ ہوجاؤ! رسولؐ خدا کے چچازاد بھائی تمام مخلوق کے سرداروں اور ہاشمیوں کے مدبروں سے افضل و برتر ہیں۔ اے دین کے اسوہ قدوہ، اے زمانے کی انفرادی شخصیت، اپنے مولا کی مدح سرائی کرنا اور آپ کو باقی سب شخصیات سے برتر و افضل سمجھنا ہی ہمارا دین ہے۔

کیا آپؑ کی طرح کسی نے اسلام لانے میں پہل کی ہے۔ اگر لوگ آپ کی صرف یہی ایک صفت پہچان لیں اور اس کی معرفت حاصل کرلیں تو یہی ہمارے لیے آپؑ کی عظمت کو پہچاننے کے لیے کافی ہے۔

کیا آپ کی طرح کوئی صاحبِ علم شخصیت ہے کہ جب بھی علم کے میدان میں لوگوں کے قدم لڑکھڑائے اور وہ کمزور پڑ گئے تو آپؑ نے ان کی رہنمائی فرمائی۔ اسی طرح آپؑ اپنے علم سے ہماری بھی رہنمائی فرمارہے ہیں۔ کیا آپؑ کی طرح کسی نے قرآن کو جمع کیا ہے جب کہ آپؑ تو قرآنِ مجید کے الفاظ و معانی، تاویل اور تبیین پر عبور رکھتے ہیں۔

کیا حدیث طیر کے مطابق اور کوئی شخص (نبی اکرمؐ کے ساتھ) اس پرندے کے گوشت کی دعوت میں شریک ہوسکا، ہرگز نہیں بلکہ تمام نمازیوں کو چھوڑ کر صرف آپؑ کو اس دعوت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

کیا آپؑ کے مانند کوئی قیدی اور چھوٹے بچے (یتیم) کی مدد کرنے والا ہے اور آپؑ نے مسکین کو (اپنے حصے کا کھانا) عطا کیا۔

کیا آپؑ کے مانند کوئی صابر انسان ہے کہ جب جنگِ صفین کے روز لوگوں نے آپؑ سے خیانت کرتے ہوئے (مالک اشتر کو میدان سے واپس بلانے کا کہا) اور نہ آپؑ کو بُرے وقت کے لیے تیار رہنے کی خبر دی یہاں تک کہ جو کچھ معرکہ صفین کے روز ہوا اس پر آپؑ کی طرح کوئی اور شخص ہرگز صبر نہیں کرسکتا تھا۔

کیا آپؑ کے مانند کسی میں فتویٰ دینے کی صلاحیت موجود ہے جب کہ لوگوں نے علی الاعلان یہ کہا کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو ہم اپنے فتاویٰ کی بنا پر ہلاک ہوجاتے۔

اے میرے پروردگار! نبیؐ اور ان کے اہلِ بیتؑ کے مراقد مطہرہ

کی زیارت میرے لیے آسان فرما کیونکہ میری روح اسی مٹی کی طرف مائل ہوتی ہے۔

اے میرے پروردگار! مجھے ان کی محبت میں زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرما اور قیامت کے دن مجھے ان کے ساتھ محشور فرما، آمین!"

❋......❊......❋

باب نمبر ۸

حضرت علیؑ حق کے ساتھ اور حق حضرت علیؑ کے ساتھ ہے

(بحذفِ اسناد) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

رَحِمَ اللهُ ..... اَعْتَقَ بِلَالًا عَنْ مَالِهٖ رَحِمَ اللهُ عَلِيًّا اَللّٰهُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَهُ حَيْثُ مَا دَارَ۔

"اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے کہ اس نے اپنے مال سے بلال کو آزاد کروایا، اللہ تعالیٰ (حضرت) علیؑ پر رحم کرے اور اے اللہ! حق کو اس طرف موڑ دے جس طرف (حضرت) علیؑ مڑیں"۔

ابوعیسیٰ ترمذی نے بھی یہ حدیث اپنی کتاب جامع الترمذی میں نقل کی ہے۔

(بحذفِ اسناد) ابولیلیٰ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عنقریب میرے بعد ایک فتنہ ظاہر ہوگا اور جب ایسا ہو تو تم سب علیؑ بن ابی طالبؑ کا دامن پکڑے رکھنا کیونکہ وہ فاروق ہیں جو حق اور باطل کے درمیان فرق جانتے ہیں۔

(بحذفِ اسناد) ابن عمر سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے علیؑ کو چھوڑ دیا، اس نے مجھے چھوڑ دیا اور جس نے مجھے چھوڑا اس نے خدا کو چھوڑا۔

(بحذفِ اسناد) حضرت ابوایوب انصاریؓ کہتے ہیں: میں نے رسولؐ خدا کو حضرت عمار یاسرؓ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آپؐ انھیں بتلا رہے تھے:

"اے عمارؓ! تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا جب کہ تم حق کے ساتھ اور

حق تمھارے ساتھ ہوگا۔

اے عمارؓ! اگر تم یہ دیکھو کہ علیؑ ایک راستے کی طرف جارہے ہوں اور باقی تمام لوگ اس راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے کی طرف جارہے ہوں تو تمام لوگوں کو چھوڑ کر علیؑ کے ساتھ اس راستے پر چلنا جہاں پر علیؑ چل رہے ہوں کیونکہ وہ تم کو کبھی بھی مصیبت و پریشانی میں مبتلا نہیں کریں گے اور نہ ہی تمھیں ہدایت سے دُور کریں گے۔

اے عمارؓ! جس شخص نے بھی اس مقصد کے لیے اپنی تلوار کو اُٹھایا کہ وہ اس سے (حضرت) علیؑ کی ان کے دشمنوں کے خلاف مدد کرے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے گلے میں موتیوں کی تلوار لٹکائے گا اور جس شخص نے بھی اس مقصد کے لیے اپنی تلوار کو اٹھایا کہ وہ اس سے (حضرت) علیؑ کے دشمنوں کی مدد کرے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے گلے میں آگ کی تلوار لٹکائے گا۔

❋......❊......❋

باب نمبر ۹

حضرت علی علیہ السلام اصحاب میں سب سے افضل اور ایسے فضائل کے مالک ہیں جن میں آپؑ کے علاوہ کوئی دوسرا اصحابی شریک نہیں ہے

(بحذفِ اسناد) بریدہ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے بُریدہ! ہمارے ساتھ حضرت فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کی طرف چلو تاکہ ہم ان کی خبر گیری کر آئیں۔ جب آپؐ ان کے پاس تشریف لے گئے اور جنابِ سیّدہ کی نظر اپنے باباؐ پر پڑی تو ان کی آنکھوں سے اشک برسنے لگے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے میری بیٹی! تم کو کس چیز نے رُلایا ہے؟

بی بی فاطمہ علیہا السلام نے عرض کیا: طعام کی قلت، پریشانیوں کی کثرت اور بیماری کی شدت نے۔

آپؐ نے بی بیؑ سے فرمایا: اے فاطمہؑ! خدا کی قسم! جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ اس سے بہتر ہے جس کی آپؑ خواہش کر رہی ہیں۔ کیا آپؑ اس پر خوش اور راضی نہیں ہیں کہ آپ کے شوہر میری اُمت کے بہترین فرد، میری اُمت میں سب سے پہلے اسلام لانے والے، ان میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے اور بُردباری میں ان سب سے افضل ہیں۔ خدا کی قسم! بے شک! آپؑ کے دونوں بیٹے ہی جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔

(بحذفِ اسناد) جنگِ خندق کے دن حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام

اور عمرو بن عبدود کے مقابلے کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی بن ابی طالبؑ کا یہ ایک عمل روزِ قیامت تک کے لیے میری اُمت کے تمام اعمال سے افضل و برتر ہے۔

❁ (بحذفِ اسناد) عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھنا ہوا پرندہ پیش کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: اے اللہ! میرے پاس اپنی مخلوق میں سے وہ بندہ بھیج جو تجھے اور مجھے اس روئے زمین پر سب سے زیادہ عزیز ہو، تو حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام تشریف لائے۔

پھر آپؐ نے فرمایا: اَللّٰھُمَّ..... وَ اِلَیَّ۔

❁ (بحذفِ اسناد) انس بن مالک کہتا ہے کہ ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھنا ہوا پرندہ پیش کیا گیا تو آپؐ نے دعا کی:

اے پروردگار! تو اس وقت اپنی مخلوق میں سے اس بندے کو میرے لیے بھیج دے جو تجھے اور مجھے مخلوق میں سب سے زیادہ پیارا ہو تاکہ وہ میرے ساتھ اس پرندے کا گوشت تناول کرے۔ پس! حضرت علی علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں تشریف لائے اور آپؑ نے نبی اکرمؐ کے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔

مؤلف بیان کرتے ہیں: اس حدیث کو ابوعیسیٰ ترمذی نے بھی اپنی کتاب جامع الترمذی میں درج کیا ہے۔

❁ (بحذفِ اسناد) سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں: ایک دن معاویہ بن ابوسفیان نے مجھے ابوترابؑ (حضرت علیؑ) کو گالیاں دینے کو کہا تو مَیں نے انکار کر دیا۔

اس نے پوچھا: اے سعد! تم کو کس شے نے ابوترابؑ پر سب وشتم کرنے سے روکا ہے؟

سعد بن ابی وقاص نے جواب دیا: ان تین فضیلتوں کی وجہ سے جو اللہ کے رسولؐ نے ان کی شان میں بیان کی ہیں۔ میں ان پر ہرگز سب وشتم نہیں کروں گا کیونکہ

اگر ان تین فضیلتوں میں سے ایک فضیلت بھی میرے پاس ہوتی تو میں اسے دنیا جہان کی ہر نعمت سے زیادہ عزیز سمجھتا۔

سعد کہتا ہے: میں نے رسولؐ خدا کو حضرت علیؑ سے اس وقت یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب آپؐ بعض جنگوں میں حضرت علیؑ کو پیچھے مدینہ منورہ میں چھوڑ کر گئے۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ مجھے پیچھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ رسولؐ خدا نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّی بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔

"کیا آپؑ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ آپؑ کی میرے نزدیک وہی قدر و منزلت ہے جو حضرت موسیٰؑ کے نزدیک حضرت ہارونؑ کی تھی لیکن میرے بعد کوئی نبیؐ نہیں ہوگا"۔

سعد کہتا ہے: میں نے جنگِ خیبر کے دن رسولؐ خدا کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَةَ غَداً رَجُلًا یُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ۔

"میں کل ضرور اس مردِ میدان کو پرچم دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسولؐ اس سے محبت کرتے ہوں گے"۔

سعد کہتا ہے: اس کے بعد اگلے دن ہم سب پرچم دینے کے وقت اپنی گردنیں اُونچی کر کر کے پرچم کی خواہش کا اظہار کر رہے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علیؑ کو میرے پاس بلاؤ۔

جب حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے تو انھیں آشوبِ چشم تھا۔ آپؐ نے اپنا

لعابِ دہن ان کی آنکھوں پر لگایا اور پھر انھیں پرچم عنایت فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں پر لشکرِ اسلام کو فتح نصیب کی۔

اور جب یہ آیت نازل ہوئی:

نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَاءَکُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَکُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَکُمْ (سورۂ آلِ عمران: آیت ۶۱)

"ہم اپنے بیٹے لاتے ہیں تم اپنے بیٹے لاؤ، ہم اپنی عورتیں لاتے ہیں تم اپنی عورتیں لاؤ، ہم اپنی جانوں کو لاتے ہیں، تم اپنی جانوں کو لاؤ"۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ، حضرت حسنؑ اور حضرت حسین علیہم السلام کو بلا کر فرمایا:

اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلِیْ "اے اللہ! یہی لوگ میرے اہلِ بیتؑ ہیں"۔

مؤلف کہتے ہیں: امام بخاری اور امام مسلم نے کئی طرق سے حدیثِ منزلت کو اپنی صحاح میں نقل کیا ہے۔

۞ (بحذفِ اسناد) حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ کہتے ہیں: ہم مسجد میں سو رہے تھے تو ہمارے پاس رسولِؐ خدا تشریف لائے جب کہ آپؐ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک شاخ تھی۔ آپؐ نے فرمایا: تم لوگ مسجد میں سوتے ہو؟

جابرؓ کہتے ہیں: ہم یہ سن کر جلدی سے اُٹھے اور حضرت علیؑ بھی ہمارے ساتھ جلدی سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

رسولِؐ خدا نے فرمایا: اے علیؑ! آپؑ ادھر تشریف رکھیے بے شک! جو کچھ مسجد میں میرے لیے حلال ہے وہ آپؑ کے لیے بھی حلال ہے۔ کیا آپؑ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ آپؑ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھی مگر

یہ کہ میرے بعد سلسلۂ نبوت ختم ہونے والا ہے۔

اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، بے شک! آپؑ قیامت کے دن میرے حوض سے لوگوں کو یوں ہٹا رہے ہوں گے جیسے کانٹوں کی چھڑی سے پانی سے بھٹکے ہوئے اُونٹ کو ہٹایا جاتا ہے۔ گویا میں اپنے حوض سے آپؑ کے مقام کو دیکھ رہا ہوں۔

۞ (بحذفِ اسناد) حضرت علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ میں بیمار ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے مجھے اپنی جگہ پر سُلایا اور خود کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے جبکہ آپؐ نے اپنے کپڑوں کا ایک کنارہ میرے اُوپر ڈال دیا۔ پھر آپؐ نے مشیتِ خدا کے مطابق نماز ادا کی اور فرمایا: اے ابوطالبؑ کے بیٹے! آپؑ تندرست ہو گئے ہیں۔ اب آپؑ کو کچھ نہیں ہے اور جو کچھ مَیں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے مانگا ہے وہی کچھ تمھارے لیے مانگا۔ مَیں نے جو بھی خدا سے مانگا ہے اس نے مجھے عطا کیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (اے محمدؐ!) آپؐ کے بعد سلسلۂ نبوت ختم ہو گیا ہے۔

۞ (بحذفِ اسناد) معاذ بن جبل سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ! میں آپ کو نبوت کے بارے میں دلیل بتاتا ہوں، اور وہ یہ کہ میرے بعد سلسلۂ نبوت جاری نہیں رہے گا۔ آپؑ لوگوں کو اپنی بیعت کے لیے وہ دلیل دینا جس کو قریش کا کوئی فرد جھٹلا نہ سکے۔ ان سے کہنا کہ تم ان سب سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ پر ایمان لائے ہو۔ ان سب سے زیادہ خدا سے کیے ہوئے عہد کو نبھایا ہے۔ ان سب سے زیادہ خدا کے حکم پر ثابت قدمی دکھائی ہے۔ ان سب سے زیادہ برابری کی سطح پر تقسیم کا مظاہرہ کیا۔ ان سب سے زیادہ رعیت میں عدل و انصاف کرنے والا، فیصلے میں بصیرت کا مظاہرہ کرنے والا اور روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمالات کے اوصاف پر فائز ہونے والا ہوں۔

(بحذفِ اسناد) ابوسعید نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: حضرت علیؑ خیرالبریہ (بہترین مخلوق) ہیں۔

(بحذفِ اسناد) جابر روایت بیان کرتے ہیں: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام تشریف لے آئے تو رسولؐ خدا نے فرمایا: بے شک تمھارے پاس میرا بھائی تشریف لایا ہے۔

پھر آپؐ نے اپنا رُخ خانہ کعبہ کی طرف کیا اور اپنے ہاتھ سے غلافِ کعبہ کو پکڑ کر مزید فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے بے شک! یہ علیؑ اور اس کے شیعہ ہی قیامت کے دن کامیاب ہونے والے ہیں۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (یاد رکھو) یہ علیؑ ہی تم میں سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے، تم میں سب سے زیادہ خدا سے کیے ہوئے عہد کو پورا کیا، تم سب سے زیادہ احکامِ خداوندی پر استقامت کا مظاہرہ کیا۔ تم میں سب سے زیادہ رعایا سے انصاف کرنے والے، برابر تقسیم کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم اوصاف و کمالات کے مالک ہیں۔

جابرؓ کہتے ہیں: اس وقت حضرت علیؑ کی شان میں سورۃ البینہ کی آیت نمبر ۷ نازل ہوئی۔ جس میں ارشادِ پروردگار ہوتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ

"بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے رہے یہی بہترین مخلوق ہیں"۔ (سورۂ بینہ: آیت ۷)

اس آیت کے نزول کے بعد جب بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں حضرت علی علیہ السلام تشریف لاتے تو اصحاب کہتے: "خیرالبریہ" آیا ہے۔

(بحذفِ اسناد) انس بن مالک کا بیان ہے کہ مجھے حضرت سلمان فارسیؓ

نے بتایا کہ انھوں نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میرا بھائی، میرا وزیر اور میرے بعد میرا بہترین خلیفہ حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام ہیں۔

☼ (بحذفِ اسناد) حضرت ابوایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ جب نبی اکرمؐ کو مرض لاحق ہوا تو حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام آپؐ کی عیادت کے لیے تشریف لائیں۔ جب انھوں نے رسولؐ خدا کو کمزوری اور ضعیفی کی حالت میں دیکھا تو دل بھر آیا اور رونے لگیں، یہاں تک کہ آپؑ کے اشک نبی اکرمؐ کے رُخسارِ مبارک پر گرے۔

رسولؐ خدا نے آپؑ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے فاطمہؑ! اللہ تعالیٰ نے تمھیں خاص شرف سے نوازا ہے۔ آپؑ کا شوہر وہ ہے جو سب سے پہلے اسلام لایا، لوگوں میں سب سے زیادہ علم رکھنے والا اور سب سے زیدہ بُردبار ہے۔

بے شک! اللہ تعالیٰ نے جب زمین والوں پر نظر کی تو تمام روئے زمین کی مخلوق سے میرا انتخاب کر کے مجھے نبیؐ اور رسولؐ بنا کر مبعوث کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زمین والوں پر نظر کی تو ان میں سے آپؑ کے شوہر کا انتخاب کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کی کہ میں تمھاری شادی اس سے کردوں اور اسے اپنا وصی اور بھائی بناؤں۔

☼ (بحذفِ اسناد) ایک دفعہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ سے فرمایا: اے ابوالحسنؑ! آپؑ سورج سے کلام کریں وہ بھی آپؑ سے ہم کلام ہوگا، تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا اَیَّتُهَا الْعَبْدَةُ الصَّالِحَةُ الْمُطِیْعَةُ لِلّٰهِ،

تو سورج نے جواب میں عرض کیا:

وَعَلَیْکَ السَّلَامُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِمَامُ الْمُتَّقِیْنَ وَقَائِدَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ، یَا عَلِیُّ اَنْتَ وَشِیْعَتُکَ فِی الْجَنَّةِ .....

"اے مومنوں کے امیر، متقیوں کے امام، نورانی پیشانی والوں

کے قائد و پیشوا آپؑ پر بھی سلام ہو۔ اے علیؑ! آپؑ اور آپؑ کے
شیعہ جنتی ہیں اور (قیامت کے دن) جس کے لیے سب سے پہلے
زمین شگاف ہو گی وہ حضرت محمدؐ کی ذاتِ مبارک ہے اور ان کے
بعد آپؑ کے لیے۔ سب سے پہلے حضرت محمدؐ کے بعد آپؑ کو زندہ
کیا جائے گا اور حضرت محمدؐ کے بعد سب سے زیادہ آپؑ کو شرف و
بزرگی عطا کی جائے گی"۔

یہ سن کر حضرت علی علیہ السلام سجدہ ریز ہو گئے جب کہ اس وقت آپؑ کی آنکھوں سے اشک برس رہے تھے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؑ کے پاس گئے اور فرمایا: اے میرے بھائی! اور میرے حبیب! اپنا سر اُٹھاؤ۔ بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ تمھارے ذریعے ساتوں آسمانوں کی مخلوق پر فخر و مباہات کر رہا ہے۔

(بحذفِ اسناد) عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا کہ آپؐ کو کسی امر کی اطلاع دی گئی تو آپؐ نے ایک لمبا سانس لیا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ اس طرح سانس کیوں لے رہے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: اے ابن مسعود! مجھے میری موت کی اطلاع دی گئی ہے۔

مَیں نے عرض کیا: آپؐ کسی شخص کو اپنا جانشین نامزد کر دیں۔

تو آپؐ نے فرمایا: کس کو نامزد کروں؟

مَیں نے عرض کیا: حضرت ابوبکر کو۔

یہ سن کر آپؐ خاموش ہو گئے اور پھر ایک لمبی سانس کھینچی، تو مَیں نے پوچھا: آپؐ اس طرح سانس کیوں لے رہے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: مجھے میری موت کی خبر دی گئی ہے۔

مَیں نے عرض کیا: آپؐ کسی شخص کو اپنا خلیفہ و جانشین نامزد کر دیں۔

آپؐ نے فرمایا: کس کو؟

مَیں نے عرض کیا: حضرت عمر کو۔

یہ سن کر آپؐ خاموش ہو گئے اور پھر ایک لمبی سانس کھینچی تو مَیں نے عرض کیا:
اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ اس طرح سانس کیوں لے رہے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: مجھے میری موت کی خبر دی گئی ہے۔

مَیں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ کسی شخص کو اپنا خلیفہ و جانشین نامزد کر دیں۔

آپؐ نے فرمایا: کس کو؟

مَیں نے عرض کیا: حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کو۔

پھر آپؐ نے ایک سرد آہ کھینچتے ہوئے فرمایا: اگر مَیں نے اسے اپنا جانشین نامزد کر دیا تو تم اس کی پیروی نہیں کرو گے۔ خدا کی قسم! اگر تم لوگوں نے علیؑ کی پیروی کی تو ضرور جنت میں جاؤ گے اور اگر تم لوگوں نے علیؑ کی مخالفت کی تو تمھارے اعمال ضبط کر لیے جائیں گے۔

❂ (بحذفِ اسناد) انس بن مالک بیان کرتا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پرندے کا گوشت بطورِ ہدیہ دیا گیا تو آپؐ نے دعا کی: اے اللہ! تُو ایسے شخص کو میرے پاس بھیج جو تجھے تیری مخلوق میں سب سے زیادہ پیارا ہو تاکہ وہ میرے ساتھ اس پرندے کا گوشت تناول فرمائے۔

انس کہتا ہے کہ مَیں نے دعا کی: اے اللہ! وہ شخص انصار میں سے ہو۔ اتنے میں حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے تو مَیں نے ان سے کہا: اس وقت رسولِ خدا مصروف ہیں تو آپؑ واپس چلے گئے۔ کچھ دیر کے بعد پھر تشریف لے آئے تو مَیں نے کہا: رسولِ خدا مصروف ہیں۔ یہ سن کر آپؑ واپس چلے گئے۔ پھر آپؑ تیسری بار تشریف لائے تو

رسولؐ خدا نے مجھ سے فرمایا: دروازہ کھولو۔ مَیں نے دروازہ کھول دیا اور حضرت علیؑ اندر تشریف لے گئے۔ رسولؐ خدا نے آپؑ سے فرمایا: اے علیؑ! آپؑ (انس سے) کیا گفتگو کر رہے تھے؟

آپؑ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! اب میں تیسری دفعہ حاضر ہوا ہوں۔ میں جب بھی آتا تھا تو انس کہتا کہ آپؐ مصروف ہیں۔

یہ سن کر نبی اکرمؐ نے انس سے پوچھا: اے انس! تجھے ایسا کہنے کو کس نے کہا اور تم نے ایسا کیوں کہا؟

انس نے عرض کیا: مَیں نے آپؐ کی دعا سنی تو یہ چاہا کہ وہ شخص میری قوم انصار سے ہو۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا: یہ شخص اپنی قوم کو پسند کرتا ہے۔

ایک شاعر آپؑ کی شان میں کہتا ہے:

یاامیر المومنین المرتضٰی	ان قلبی عندکم قد وقفا
کلما جددت مدحی فیکم	قال ذو النصب تسب السلفا
من کمولای علی زاھداً	طلق الدنیا ثلاثاً ووفی
من دعا للطیران یأکله	ولنا فی بعض ھذا مکتفی
من وصی المصطفٰی عندکم	فوصی المصطفٰی من یصطفی

"اے امیرالمومنین (حضرت علی مرتضیٰؑ) میرا دل صرف آپؑ کی محبت سے لبریز ہے۔ جب بھی مَیں نے آپؑ کی مدحت میں کوئی نیا شعر کہا ہے تو آپؑ سے دشمنی رکھنے والے ناصبیوں نے یہ کہا ہے کہ تم اسلاف کو گالیاں دیتے ہو۔

میرے مولا حضرت علی علیہ السلام جیسا کون زاہد ہے کہ جنھوں نے دنیا کو

تین دفعہ طلاق دی اور پھر عملی طور پر بھی اس دنیا سے لاتعلقی دکھائی۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ساتھ پرندے کا گوشت تناول فرمانے کے لیے کسے بلایا تھا اور ہمارے لیے حضرت علیؑ کی اس فضیلت کے ہوتے ہوئے ہم دوسری فضیلتوں سے بے نیاز ہیں۔
تمھارے نزدیک مصطفیؐ کا وصی و جانشین کون ہے؟ پس مصطفیؐ کا جانشین وہی ہوگا جسے مصطفیؐ ہی مصطفیٰ کرے گا (چنے گا)۔

*...... *...... *

باب نمبر ۱۰

حضرت علی علیہ السلام کا دنیا میں زہد اور دنیا کی تھوڑی شے پر قناعت کرنا

(بحذفِ اسناد) حضرت عمار یاسرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اے علیؑ! بے شک! اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمھیں ایسی زینت سے مزین کیا ہے جو اسے سب سے زیادہ پسند ہے۔ اس کا کوئی بندہ ایسی زینت سے مزین نہیں ہوا جسے وہ اس سے زیادہ پسند کرتا ہو۔ وہ تمھارا اس دنیا میں زُہد اختیار کرنا اور اس کے بارے میں اپنی بے رغبتی دکھاتے ہوئے اسے ناپسند کرنا ہے۔ فقرا آپؑ کو محبوب رکھتے ہیں، وہ آپؑ کی اتباع پر راضی وخوش ہیں، اور وہ آپؑ کی امامت پر بھی راضی وخوش ہیں۔

اے علیؑ! اس شخص کے لیے طوبیٰ ہے جو آپؑ سے محبت کرتا ہو اور آپؑ کی تصدیق کرتا ہو، اور ویل (جہنم کی وادی) ہے اس شخص کے لیے جو آپؑ سے بُغض رکھتا اور آپؑ کی تکذیب کرتا اور جھٹلاتا ہو۔

ہاں وہ اشخاص جو آپؑ سے محبت کرتے ہوں اور آپؑ کی تصدیق کرتے ہوں، یہی آپؑ کے دینی بھائی اور جنت میں شراکت دار ہیں۔ اور وہ اشخاص جو آپؑ سے بُغض رکھتے اور آپؑ کو جھٹلاتے ہیں اللہ تعالیٰ انھیں روزِ قیامت جھوٹے لوگوں کے مقام پر کھڑا کرے گا۔

۞ (بحذفِ اسناد) عبداللہ بن ابوہذیل کہتا ہے: مَیں نے حضرت علی علیہ السلام کو رازی قمیص زیب تن کیے ہوئے دیکھا۔ اگر آپؑ اس کو کھینچتے تو وہ ناخنوں تک آجاتی تھی اور اگر اسے چھوڑ دیتے تو وہ آدھے بازوؤں تک پہنچ جاتی تھی۔

۞ (بحذفِ اسناد) حرث بن حصیرہ سے مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے کہا: ہمیں اس اُمت میں کسی ایک شخص کا بھی پتا نہیں چلا کہ جو نبی اکرمؐ کے بعد حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام سے زیادہ بڑا زاہد ہو۔

۞ (بحذفِ اسناد) ابونعیم کہتا ہے: مَیں نے سفیان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر تمھارے پاس حضرت علیؑ کی طرف سے کوئی چیز وارد ہو اور تمھیں یقین ہو کہ وہ ان سے ہی وارد ہے تو اسے لے لو کیونکہ آپؑ دنیا پرست نہ تھے کہ جنھوں نے محلات بنائے ہوں، بلکہ وہ مدینہ کے ایک دسترخوان میں اپنی دو پسندیدہ چیزوں (جَو کی روٹی اور نمک) کو رکھے ہوئے ہوتے تھے۔

۞ (بحذفِ اسناد) سوید بن غفلہ بیان کرتا ہے کہ میں عصر کے وقت حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو مَیں نے دیکھا کہ وہ بیٹھے ہوئے ہیں اور آپؑ کے سامنے ایک برتن میں ترش دودھ رکھا ہوا تھا، اس کے ترش پن کی خوشبو اس سے اُٹھ رہی تھی، جب کہ آپؑ کے ہاتھ میں روٹی تھی اور میں جَو کی روٹی کا اثر آپؑ کے چہرہ سے محسوس کر رہا تھا۔ آپؑ کبھی کبھار اپنے ہاتھوں سے جَو کی روٹی کو توڑتے اور جب ہاتھ سے اس کا توڑنا مشکل ہو جاتا تو اپنے گھٹنے کا بھی سہارا لیتے اور پھر اسے اس ترش دودھ میں ڈبو کر کھاتے۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا: میرے پاس آؤ اور اس کھانے میں سے کھاؤ۔

مَیں نے عرض کیا: میرا روزہ ہے۔

آپؑ نے فرمایا: مَیں نے اللہ کے رسولؐ سے یہ سنا ہے کہ جو شخص کھانے کی

طلب رکھتا ہو لیکن اس کا روزہ اسے وہ چیز کھانے سے باز رکھے تو اللہ تعالیٰ پر اس شخص کا یہ حق ہے کہ وہ اسے جنت کا کھانا کھلائے اور جنتی مشروبات سے سیراب کرے۔

سوید کہتا ہے: آپؑ کے پاس ہی ان کی ایک کنیز کھڑی تھی۔ مَیں نے اس سے کہا: اے فضہؓ! تم پر افسوس ہے کیا تم اللہ تعالیٰ سے ان بزرگ و برتر ہستی کے بارے میں نہیں ڈرتی ہو؟ کیا آپ ان کے لیے طعام وغذا کو تیار کرنے سے پہلے اسے چھان کر نرم نہیں کرتے ہو۔ جب کہ مَیں دیکھ رہا ہوں کہ اِس کی جَو کی روٹی کے آٹے کو مزید پیس کر چھاننا چاہیے تھا؟

اس کنیز نے جواب دیا: امیر المومنین علیہ السلام نے ہمیں حکم دے رکھا ہے کہ ان کے لیے غذا کو چھان کر زیادہ نرم نہ کیا جائے۔

راوی کہتا ہے: جو کچھ مَیں نے اس کنیز سے کہا تھا اس نے یہ ساری بات حضرت علی علیہ السلام کو بتا دی۔ آپؑ نے فرمایا: میرے ماں باپ ایسے شخص پر فدا ہوں جس کے لیے غذا کو چھان کر نرم نہ کیا گیا ہو اور اس نے تین دن تک گندم کی روٹی کو سیر ہو کر نہ کھایا ہو، یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے اس کی روح کو قبض کر لیا ہو۔

❁ (بحذفِ اسناد) عدی بن ثابت سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں ایک حلوہ پیش کیا گیا جو کہ میدہ، شہد اور پانی ملا کر تیار کیا گیا تھا تو آپؑ نے اسے یہ کہہ کر کھانے سے انکار کر دیا کہ جو چیز رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کھائی، مَیں اسے کھانا پسند نہیں کرتا۔

❁ (بحذفِ اسناد) علی بن ربیعہ کہتا ہے: مَیں نے حضرت علی علیہ السلام کو تہہ بند میں دیکھا۔ آپؑ نے اس پر وہ لنگوٹ (یا چھوٹی شلوار) پہن رکھی تھی جو کشتی بان پہنتے ہیں۔

❁ (بحذفِ اسناد) معاویہ کہتا ہے: مجھے بنی کاہل کے ایک شخص نے بتایا کہ

مَیں نے حضرت علی علیہ السلام کو لنگوٹ پہنے ہوئے دیکھا اور آپؑ نے فرمایا: بہترین لباس وہ ہے جس سے شرم گاہ کو چھپایا جا سکے اور اذیت سے بچائے۔

(بحذفِ اسناد) ابو رزین کہتا ہے: مَیں نے حضرت علی علیہ السلام کے بدن پر سب سے بہترین لباس اُون کے کپڑے کی ایک قسم کی قمیص اور دو سفید یمنی چادریں دیکھیں ہیں۔

(بحذفِ اسناد) قبیلہ بنوتیم کے اکٹھے ہونے کی جگہ پر ابوحبان یہ بیان کر رہا تھا کہ ایک دفعہ حضرت علی علیہ السلام اپنی تلوار لے کر بازار گئے اور فرمایا: مجھ سے کون میری تلوار خریدے گا۔ اگر میرے پاس چار درہم ہوتے تو مَیں ان سے تہہ بند خرید لیتا اور اسے نہ بیچتا۔

(بحذفِ اسناد) ابو مطر کہتا ہے: میں مسجد سے باہر نکلا تو مجھے پیچھے سے ایک شخص یہ صدا دے رہا تھا کہ اپنے لباس کو اُونچا رکھو۔ یہ تمھارے لباس کی پاکیزگی اور تمھاری صفائی ستھرائی کے لیے بہتر ہے اور اگر تم مسلم ہو تو اپنے بالوں کو منڈواؤ۔

مَیں اس شخص کے پیچھے چلنے لگا۔ اس نے تہہ بند پہن رکھی تھی اور ایک چادر اُوپر اُوڑھ رکھی تھی جب کہ اس کے پاس ایک کوڑا تھا، وہ مجھے ایک اعرابی لگ رہا تھا۔

مَیں نے پوچھا: یہ شخص کون ہے؟

مجھے جواب ملا: تم اس شہر میں اجنبی محسوس ہوتے ہو۔

مَیں نے کہا: جی ہاں! میں بصرہ کا رہنے والا ہوں۔

اس نے جواب دیا: یہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

پس! آپؑ چلتے ہوئے "دار بنی ابی معیط" تک پہنچے جو اُونٹوں کا بازار تھا اور فرمانے لگے: آپ لوگ خرید و فروخت کرتے وقت قسم نہ اُٹھاؤ کیونکہ اس سے مال تباہ اور برکت ختم ہو جاتی ہے۔

پھر آپؑ چلتے ہوئے ان لوگوں کے پاس آئے جو کھجوریں بیچ رہے تھے اور وہاں پر ایک خادمہ رو رہی تھی تو آپؑ نے پوچھا: تم کس بات پر رو رہی ہو؟

اس نے جواب دیا: اس شخص سے مَیں نے ایک درہم کے عوض کھجوریں خریدی ہیں جو میرے آقا نے واپس کر دی ہیں، اَب جب کہ یہ دکان دار کھجوریں واپس نہیں لے رہا ہے؟

آپؑ نے اس دکان دار سے فرمایا: اپنی کھجوریں واپس لے لو اور اس کا درہم اسے واپس لوٹا دو کیونکہ یہ خادمہ ہے۔ اِس میں اس کا اپنا امر و اختیار نہیں چلتا ہے۔

پس! دکان دار نے آپؑ کی بات رد کر دی تو مَیں نے اس سے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ شخص کون ہے؟

اس نے کہا: نہیں۔

مَیں نے بتایا: یہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام ہیں تو اس نے فوراً کھجوریں رکھ لیں اور اس خادمہ کو اس کا درہم واپس کر دیا۔

پھر دکان دار نے حضرت علی علیہ السلام سے عرض کیا: اے میرے آقا و مولاؑ! میں یہ چاہتا ہوں کہ آپؑ مجھ سے راضی و خوش رہیں؟

آپؑ نے فرمایا: مَیں تم سے تب ہی راضی اور خوش رہ سکتا ہوں، اگر تم لوگوں کے حقوق کو ادا کرو۔

پھر آپؑ ان کھجوریں بیچنے والوں کے پاس سے یہ کہہ کر آگے چل دیے کہ اے کھجوریں بیچنے والو! تنگ دست اور محتاج لوگوں کو کھلاؤ اس سے تمھاری روزی میں اضافہ ہوگا۔

پھر آپؑ چلتے ہوئے اس جگہ پر پہنچے جہاں پر مچھلی فروش تھے جب کہ اور مسلمان بھی آپؑ کے ہمراہ تھے۔ آپؑ نے مچھلی فروشوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

مسلمانوں کے بازار میں ایسی مچھلی بیچنا جائز نہیں ہے جو پانی کے اندر ہی مر کر سطحِ آب پر آگئی ہو۔

پھر آپؑ "دارِفرات" تشریف لے آئے جو کپڑوں کا بازار تھا۔ آپؑ نے وہاں ایک دکان پر ایک شخص سے فرمایا: اے بزرگ! مَیں نے ایک اچھی سی تین درہم والی قمیص خریدنی ہے۔ جب اس دکان دار نے آپؑ کو پہچان لیا تو آپؑ وہاں سے چل دیئے اور اس سے کچھ نہ خریدا۔

پھر آپؑ دوسرے دکان دار کے پاس گئے اور جب اس نے آپؑ کو پہچان لیا تو آپؑ نے اس سے بھی کچھ نہ خریدا یہاں تک کہ ایک لڑکے کے پاس گئے جو اسی وقت وہاں آیا تھا، اس سے تین درہم کی قمیص خریدی جو آپؑ کے ٹخنوں اور گھٹنوں کے درمیان تک تھی۔ آپؑ نے اسے زیب تن کرتے ہوئے یہ دعا پڑھی:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ رَزَقَنِیْ مِنَ الرِّیَاشِ مَا اَتَجَمَّلُ بِهٖ فِی النَّاسِ وَاُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ۔

"تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے مجھے فاخرہ لباس عطا کیا تاکہ میں اس سے خود کو لوگوں میں آراستہ کرسکوں اور اپنی شرم گاہ کو چھپا سکوں"۔

پھر کسی نے آپؑ سے سوال کیا: اے امیرالمومنینؑ! یہ دعا آپؑ اپنی طرف سے بیان کر رہے ہیں یا آپؑ نے رسولِؐ خدا سے سنی ہے؟

آپؑ نے جواب دیا: مَیں نے یہ رسولِؐ خدا سے سنا ہے کہ آپؐ جب بھی لباس زیبِ تن کرتے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔

پھر جس لڑکے نے امیرالمومنینؑ کو قمیص بیچی تھی، اس کا باپ اپنی دکان پر آیا تو اس سے کسی نے یہ بیان کیا: اے فلاں! آج تمھارے بیٹے نے امیرالمومنینؑ کو تین

درہم کی ایک قمیص بیچی ہے۔

اس نے اپنے بیٹے سے پوچھا: کیا تم نے آپؑ سے دو درہم نہیں لیے تھے؟ پھر اس کے باپ نے ایک درہم لیا اور امیرالمومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ اس وقت آپؑ مسلمانوں کے ساتھ "باب الرحبہ" کے پاس تشریف فرما تھے۔ اس نے امیرالمومنینؑ سے عرض کیا: اے امیرالمومنینؑ! آپؑ یہ ایک درہم لے لیجیے۔

آپؑ نے پوچھا: کس بات کے لیے؟

اس نے عرض کیا: اس قمیص کی قیمت دو درہم تھی۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: تمھارے بیٹے نے مجھے یہ قمیص تین درہم میں میری مرضی سے بیچی ہے اور اس نے بھی قیمت اپنی خوشی سے وصول کی تھی۔

۞ (بحذفِ اسناد) قبیصہ بن جابر کہتا ہے: مَیں نے حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام سے بڑا اس دنیا میں کوئی اور زاہد نہیں دیکھا ہے۔

۞......۞......۞

باب نمبر ⟨۱۱⟩

خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے بتوں کو توڑنے کے لیے آپؑ کا نبی اکرمؐ کے دوشِ مبارک پر سوار ہونے کا شرف حاصل کرنا

۞ (بحذفِ اسناد) حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام فرماتے ہیں: رسولؐ خدا اور مَیں خانہ کعبہ میں گئے۔ رسولِؐ خدا نے مجھ سے فرمایا: بیٹھ جاؤ! میں خانہ کعبہ کے ساتھ ہو کر بیٹھ گیا۔ رسولؐ خدا میرے کندھوں پر سوار ہوئے اور آپؐ نے مجھے اُٹھنے کو فرمایا۔ مَیں اُٹھ کھڑا ہوا اور جب آپؐ نے دیکھا کہ مَیں ان کے مقابلے میں کمزور ہوں تو مجھے بیٹھنے کو فرمایا۔ جب میں بیٹھ گیا تو آپؐ نیچے اُتر آئے۔

آپؐ نے مجھ سے فرمایا: اے علیؑ! تم میرے کندھوں پر سوار ہو جاؤ تو میں حضورؐ کے کندھوں پر سوار ہو گیا۔ پھر رسولؐ خدا مجھے کندھوں پر سوار کر کے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جب آپؐ نے مجھے اُٹھایا ہوا تھا اُس وقت اگر مَیں چاہتا تو آسمان کے کناروں کو چھو سکتا تھا۔

پھر میں خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا اور رسولؐ خدا ایک طرف ہو کر کھڑے ہو گئے اور آپؐ نے مجھ سے فرمایا: ان مشرکوں کے سب سے بڑے بت کو گرا دو جو قریش کا بُت تھا۔ یہ بت تانبے کا بنا ہوا تھا جسے لوہے کی میخوں سے زمین میں گاڑا ہوا

تھا۔ اللہ کے رسولؐ نے مجھ سے فرمایا: اس بت کا قلع قمع کردو اور آپؐ یہ فرما رہے تھے:

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

''یعنی حق آگیا اور باطل نابود ہو گیا بے شک! باطل تو نابود ہونے والا ہی ہے''۔

میں اسے اکھیڑتا رہا، یہاں تک کہ اسے اکھیڑنے میں کامیاب ہوگیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اسے نیچے گرادو۔ جب مَیں نے اسے گرایا تو وہ بت پاش پاش ہوگیا۔ اور پھر میں خانہ کعبہ کی چھت سے نیچے اُتر آیا۔ نبی اکرمؐ اور مَیں وہاں سے چل پڑے، ہمیں اس بات کا اندیشہ تھا کہ اگر ہمیں قریش کے کسی فرد نے یا کسی اور شخص نے دیکھ لیا تو فتنہ کھڑا ہوسکتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: مَیں آج تک اتنا بلند نہیں ہوا جتنا رسولؐ خدا کے کندھوں پر بلند ہوا تھا۔

اس روایت کو درج ذیل علماء نے اپنی کتابوں میں تحریر کیا گیا ہے:

① خصائص نسائی: ص ۳۱

② مستدرک الصحیحین: حاکم نیشاپوری: ج ۲، ص ۳۶۶، اور ج ۳، ص ۵

③ مسند احمد بن حنبل: ج ۱، ص ۸۴ اور ص ۱۵۱

④ ریاض النضرہ: ''محب طبری''، ج ۲، ص ۲۰۰

⑤ کنز العمال: ''متقی ہندی''، ج ۶، ص ۴۰۷

⑥ تاریخ بغداد: ''خطیب بغدادی''، ج ۳، ص ۳۰۲

⑦ تفسیر الکشاف: ''زمخشری'' نے سورۂ بنی اسرائیل کی آیت : وَ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا کے ذیل میں بیان کیا ہے۔

❋......❋......❋

باب نمبر ﴿۱۲﴾

حضرت علیؑ کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی محبت میں خود کو موت کے لیے پیش کرنا اور اپنا نفس بیچ کر اللہ کی مرضی خریدنا

۞ (بحذفِ اسناد) عمر بن میمون کہتا ہے کہ میں ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ ان کے پاس نو اَفراد آئے اور کہنے لگے: اے ابن عباسؓ! یا تو تم ہمارا ساتھ دو یا تم ان دوسرے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ اور ہم سے کوئی واسطہ نہ رکھو؟

ابن عباسؓ نے کہا: میں تمھارے ساتھ ہوں۔

راوی کہتا ہے: اس وقت ان کی بصارت ٹھیک تھی۔ پھر ان کی آپس میں گفتگو شروع ہوگئی اور وہ کافی دیر تک باتیں کرتے رہے، جب کہ ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کہہ رہے تھے۔ پھر ابن عباسؓ اپنے کپڑے کو جھاڑتے ہوئے آئے اور کہنے لگے: ان لوگوں پر افسوس ہے کہ یہ ایسے شخص پر عیب لگاتے اور اسے بُرا بھلا کہتے ہیں، جس کی دس سے زیادہ فضیلتیں ایسی ہیں کہ پوری کائنات میں ان فضیلتوں میں ان کے علاوہ کوئی شامل نہیں ہے۔

① یہ اس شخص کے بارے میں باتیں کرتے ہیں، جس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کل میں اسے میدانِ جنگ میں بھیجوں گا جسے اللہ تعالیٰ کبھی ذلیل و رُسوا نہیں کرے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہوگا جب کہ

اللہ اور اس کا رسولؐ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ پھر نبی اکرمؐ نے آبروؤں پر ہاتھ رکھ کر پورے لشکر کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا: علیؑ کہاں ہیں؟

لشکر والوں نے عرض کیا: وہ چکی میں آٹا پیس رہے ہیں۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا: کیا ان کے علاوہ اور کوئی چکی میں آٹا پیسنے والا نہیں تھا؟

پھر حضرت علی علیہ السلام تشریف لے آئے جب کہ انھیں آشوبِ چشم تھا اور انھیں صحیح نظر نہیں آ رہا تھا۔ نبی اکرمؐ نے اپنا لُعابِ دہن آپؑ کی آنکھوں میں لگا کر پھونک مارا۔ پھر تین دفعہ پرچم کو حرکت دیتے ہوئے حضرت علی علیہ السلام کے حوالے کر دیا اور حضرت علی علیہ السلام جنابِ صفیہ بنت حُیَّ کے ساتھ آئے تھے۔

(۲) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو سورۂ برأت کی تبلیغ کے لیے مکہ روانہ کیا اور پھر ان کے پیچھے حضرت علی علیہ السلام کو یہ کہہ کر روانہ کیا کہ وہ ان سے پروردگار کے حکم کے مطابق سورۂ برأت کی آیات لے لیں۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا: ان آیات کی تبلیغ کے لیے صرف وہی شخص جا سکتا ہے جو مجھ سے ہے اور مَیں اس سے ہوں۔

(۳) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے تمام چچاؤں اور ان کی اولاد سے فرمایا: تم میں سے کون دنیا و آخرت میں میرا دوست اور ساتھی ہے؟ حضرت علیؑ بھی ان کے درمیان تشریف فرما تھے اور نبی اکرمؐ نے ان میں سے ایک ایک شخص سے یہ سوال کیا کہ تم میں سے کون دنیا و آخرت میں میرا دوست اور ساتھی بنے گا؟

تو سب نے انکار کر دیا۔ پھر آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: تم دنیا و آخرت میں میرے دوست اور ساتھی ہو۔

(۴) لوگوں میں حضرت خدیجہؑ کے بعد سب سے پہلے حضرت علیؑ ایمان لائے۔

(۵) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ، حضرت حسنؑ اور حضرت حسین علیہم السلام کو چادر میں لے کر فرمایا:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا (سورۂ احزاب: آیت ۳۳)

"بے شک! اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ ہے کہ وہ تم اہلِ بیتؑ سے نجاست کو دُور رکھے اور تم کو ایسے پاک رکھے جیسے پاک رکھنے کا حق ہے"۔

(۶) حضرت علی علیہ السلام نے اپنے نفس کا سودا کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لباس زیب تن کر کے آپؐ کی جگہ پر سو گئے حالانکہ مشرکین رسولِؐ خدا کو پتھر مار رہے تھے۔ جب حضرت ابوبکر آئے تو بستر رسولؐ پر حضرت علی علیہ السلام سو رہے تھے، انھوں نے یہ سمجھا کہ رسولِؐ خدا آرام فرما رہے ہیں تو حضرت علی علیہ السلام نے ان سے فرمایا: اللہ کے نبیؐ اُمِ میمون کے کنویں کی طرف گئے ہیں ان کو وہاں پر جا کر دیکھو۔ پس حضرت ابوبکر اس طرف چل دیے اور آپؐ کے ساتھ غارِ ثور میں چلے گئے۔

ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں: مشرکین حضرت علی علیہ السلام پر اسی طرح پتھر برسا رہے تھے جیسے رسولِؐ خدا پر پتھر برسا رہے تھے اور وہ پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ انھوں نے اپنا سر چادر کے اندر کر لیا یہاں تک کہ جب صبح ہوئی تو انھوں نے اپنا سر باہر نکالا اور مشرکین نے انھیں سامنے پا کر کہا: تم بہت پست ہو، تمھارا ساتھی اس طرح پیچ و تاب نہیں کھاتا تھا، جب ہم اس پر پتھر برساتے تھے۔ جب کہ تم پیچ و تاب کھاتے ہو، جب کہ ہم اس بات سے ناواقف رہے۔

(۷) جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے ساتھ جنگِ تبوک کے لیے روانہ ہونے لگے تو حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: کیا میں بھی آپؐ کے ساتھ چلوں؟

نبی اکرمؐ نے فرمایا: نہیں۔

یہ سن کر حضرت علی علیہ السلام گریہ کرنے لگے تو رسولِؐ خدا نے ان سے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمھاری میرے نزدیک وہی قدر و منزلت ہے جو حضرت

ہارونؑ کی حضرت موسیٰؑ کے نزدیک تھی لیکن میرے بعد سلسلۂ نبوت جاری نہیں رہے گا۔ پس! میں جا رہا ہوں اور تم اس اُمت میں میرے بعد خلیفہ و جانشین ہو۔

﴿۸﴾ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: میرے بعد تم ہر مومن اور مومنہ کے ولی ہو۔

﴿۹﴾ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے دروازے کے علاوہ مسجد کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند کروا دیے اور آپؑ حالتِ جُنب میں بھی مسجد میں آتے تھے کیونکہ وہی آپؑ کا راستہ تھا۔ اس راستے کے علاوہ آپؑ کے گھر کا کوئی اور راستہ نہ تھا۔

﴿۱۰﴾ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس جس کا مَیں مولا ہوں، اس اس کے علیؑ مولا ہیں''۔

﴿۱۱﴾ ابنِ عباسؓ کہتے ہیں: اللہ عزوجل نے قرآنِ مجید میں ہمیں یہ خبر دی ہے کہ وہ ان لوگوں سے راضی ہے جنھوں نے درخت کے نیچے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کی تھی اور وہ ان لوگوں کے دلوں کے بھید سے واقف تھا اور کیا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے بعد ہمیں اس بات کی خبر دی ہے کہ وہ ان پر غضب ناک ہے۔

﴿۱۲﴾ جب حضرت عمر نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا: آپؐ مجھے اجازت دیں تو میں حاطب بن ابی بلتعہ کا سر قلم کردوں؟ آپؐ نے اس سے فرمایا: کیا تم جانتے ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اہلِ بدر کے حال سے آگاہ ہے اور اللہ نے اِن سے فرمایا ہے کہ جو جی چاہے وہ کرو۔ (حاطب بن ابی بلتعہ کا قصہ پارہ نمبر ۲۸، سورۂ ممتحنہ کی ابتدائی تین آیات کی تفسیر میں تفصیلاً بیان ہوا ہے۔ از مترجم)

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت علی بن حسین علیہما السلام سے مروی ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے اپنا نفس بیچ کر اللہ تعالیٰ کی رضائیں خرید لیں، وہ حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔

جب حضرت علی علیہ السلام بسترِ رسولؐ پر سوئے تو آپؑ نے یہ اشعار بیان کیے:

وقیت بنفسی خیر من وطأ الحصی	ومن طاف بالبیت العتیق وبالحجر
رسول اله خاف ان یمکروا به	فنجاه ذوالطول الاله من المکر
وبات رسول الله فی الغار آمنا	موقی وفی حفظ الاله وفی ستر
وبت اراعیهم وما یثبتوننی	وقد وطنت نفسی علی القتل والاسر

''مَیں نے اس ہستی کو اپنی جان کو مشکلات میں ڈال کر بچایا ہے
کہ جو ہستی اس زمین پر چلنے والے انسانوں میں سب سے
بہترین ہے اور جس ہستی نے خانہ کعبہ اور حجر اسماعیلؑ کا طواف کیا
ہے۔ خدا کے رسولؐ کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ قریشِ مکہ ان سے
چال چلیں گے لیکن صاحبِ کرم معبود نے ان کو مکروفریب سے
نجات دلائی۔

رسولِ خدا پُرامن غار (ثور) میں سو گئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی
جان محفوظ رکھی اور وہ اللہ تعالیٰ اور ایک پردے کے حصار کی
حفاظت میں تھے۔

(حضرت علیؑ نے کہا) میں ان کفار ومشرکین کا سامنا کروں گا اور
وہ میری ثابت قدمی کے آگے ٹھہر نہ سکیں گے کیونکہ مَیں نے خود کو
دوسرے کے قتل اور اسے قید کرنے پر مائل کیا ہوا ہے۔

❁......❁......❁

باب نمبر ﴿۱۳﴾

حضرتِ علیؑ کے دل میں ایمان کا راسخ ہونا

(بحذفِ اسناد) ربعی بن خراش سے مروی ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام نے فروگاہ زمین پر ہم سے یہ بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قریش اکٹھے ہوکر آئے۔ ان میں سہیل بن عمر بھی شامل تھا۔ انھوں نے نبیؐ سے کہا: اے محمدؐ! ہمارے غلام تم سے آملے ہیں، پس آپؐ انھیں ہم کو واپس کردیں؟

یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غصہ آگیا، یہاں تک کہ غصہ کے آثار آپؐ کے چہرۂ انور سے عیاں ہو رہے تھے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اے گروہانِ قریش! تم ایسی مذموم حرکتوں سے باز آجاؤ ورنہ اللہ تبارک وتعالیٰ تمھارے پاس ایک ایسے شخص کو بھیجے گا، جس کے دل کو وہ ایمان سے آزما چکا ہے۔ وہ شخص دین خدا کی خاطر تمھاری گردنوں کو اُڑا دے گا۔

آپؐ سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسولؐ! وہ ابوبکر ہیں؟

آپؐ نے جواب دیا: نہیں! بلکہ وہ شخص حجرے کے اندر تشریف فرما ہے جو اپنے جوتے کو خود پیوند لگاتا ہے۔

راوی کہتا ہے: لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کے اس فعل کو بُرا محسوس کیا اور راوی یہ بھی کہتا ہے کہ مَیں نے رسولؐ خدا کو یہ فرماتے ہوئے سنا: علیؑ کو مت جھٹلاؤ، بے شک! جس شخص نے جان بوجھ کر حضرت علی علیہ السلام کو جھٹلایا وہ جہنم میں جائے گا۔

۞ (بحذفِ اسناد) حضرت علی علیہ السلام روایت بیان کرتے ہیں کہ جس دن خیبر فتح ہوا اس دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے علیؑ! اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میری اُمت کے بعض گروہ تمھارے متعلق وہی کچھ کہیں گے جو نصاریٰ نے حضرت عیسٰیؑ بن مریمؑ کے متعلق کہا تھا تو میں آج تمھاری شان میں ایسی گفتگو بیان کرتا کہ پھر تم جہاں سے بھی گزرتے مسلمان تمھاری نعلین کی مٹی کو برکت حاصل کرنے کے لیے حاصل کرتے اور وہ تمھاری پاکیزگی کے فضل سے اس مٹی سے شفاء طلب کرتے لیکن تمھارے لیے یہی کافی ہے کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ تم میرے وارث ہو اور میں تمھارا وارث ہوں۔ تمھیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھی لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

اے علیؑ! تم میرے دین کو لوگوں تک پہنچاؤ گے اور میری سنت کی خاطر جنگ کرو گے اور تم آخرت میں تمام لوگوں میں سب سے زیادہ میرے قریب ہوگے، اور تم آنے والے کل میں حوضِ کوثر پر میرے جانشین ہوگے، اور تم وہاں سے منافقوں کو دُور کر رہے ہوں گے۔ تم سب سے پہلے میرے پاس حوضِ کوثر پر آؤ گے۔

میری اُمت میں سب سے پہلے تم جنت میں جاؤ گے اور تمھارے شیعہ نوری منبروں پر میرے اردگرد تشریف فرما ہوں گے۔ ان کو حوضِ کوثر سے سیراب کیا جائے گا اور ان کے سفید چہرے روشن و چمک دار ہوں گے۔ میں ان کی شفاعت کروں گا اور وہ آنے والے کل میں جنت میں میرے ہمسائے ہوں گے۔ بے شک! اس دن تمھارے دشمنوں کا پیاس کے مارے بُرا حال ہوگا اور وہ پیاسے ہی رہیں گے اور ان کے بدصورت سیاہ چہرے ہوں گے۔

اے علیؑ! تمھاری جنگ میری جنگ اور تمھاری صلح میری صلح ہے۔ تمھارا معاملہ میرا معاملہ ہے اور تمھارے سینے کے راز گویا میرے سینے کے راز ہیں۔ تم میرے علم کا

دروازہ اور میری اولاد کے باپ ہو۔ تمھارا گوشت میرا گوشت اور تمھارا خون میرا خون ہے۔ بے شک! حق تمھارے ساتھ اور تمھاری زبان پر ہے، جو کچھ تم کہتے ہو وہی حق ہے، جو کچھ تمھارے دل میں اور دونوں آنکھوں کے درمیان ہے وہی حق ہے۔ بے شک! ایمان تمھارے گوشت اور خون میں اس طرح رچ بس چکا ہے جس طرح میرے گوشت اور خون میں رچا بسا ہوا ہے۔ اللہ عزوجل نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمھیں یہ خوشخبری سناؤں کہ تم اور تمھاری اولاد اور تمھارے حُب دار جنتی ہیں اور تمھارا دشمن جہنمی ہے۔

اے علیؑ! تم سے بُغض رکھنے والا حوضِ کوثر پر آ نہیں سکتا اور تمھارا حُب دار وہاں سے غائب نہیں ہوسکتا۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: پھر میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوگیا اور ان انعام و اکرام پر اس کی حمد اور شکر بجا لایا کہ جو اس نے مجھ پر اسلام، قرآن اور خاتم النبیین و سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے ذریعے کرم نوازی کی ہے۔

❁ (بحذفِ اسناد) عمر بن عبدالعزیز کو یہ پتا چلا کہ کچھ لوگ حضرت علی علیہ السلام کی شان اور مرتبہ گھٹاتے ہیں تو وہ منبر پر گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام اور حضرت علی علیہ السلام کے فضائل و مناقب اور آپؑ کے ایمان کی سبقت کا ذکر کرنے کے بعد کہا: مجھے عراک بن مالک غفاری نے اور اسے اُم المومنین حضرت اُمِ سلمہؓ نے یہ بتایا کہ وہ فرماتی ہیں:

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف فرما تھے کہ آپؐ کی خدمت میں حضرت جبرئیلؑ حاضر ہوئے اور ان کو ندا دی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرا دیے۔ جب حضرت جبرئیلؑ واپس چلے گئے تو مَیں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں، اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ کو کس بات پر ہنسی آئی تھی؟

آپؐ نے فرمایا: مجھے جبرئیلؑ نے یہ بتایا ہے کہ مَیں حضرت علیؑ کے پاس سے

گزرا تو وہ آرام فرما رہے تھے اور مَیں ان کی حفاظت کرنے لگا کہ اسی دوران ان کے جسدِ اطہر کا کچھ حصہ ظاہر ہوا تو مَیں نے اس پر دوبارہ کپڑا ڈال دیا۔ اس وقت سے مجھے ایسے محسوس ہو رہا ہے کہ ان کے ایمان کی ٹھنڈک میرے دل تک پہنچ گئی ہے۔

۞ (بحذفِ اسناد) حضرت عمر کے پاس دو شخص آئے اور ایک کنیز کی طلاق کے متعلق سوال کیا۔ حضرت عمر دونوں کو ساتھ لے کر مسجد میں ایک شخص کے پاس آئے جہاں پر حضرت علی علیہ السلام اپنے اصحاب کے حلقہ میں تشریف رکھتے تھے۔ اس نے پوچھا: کنیز کی طلاق کے بارے میں آپؑ کی کیا رائے ہے؟

حضرت علی علیہ السلام نے انگلیوں کے اشارے سے فرمایا: دو۔

یہ سن کر حضرت عمر نے ان دونوں آدمیوں سے کہا: دو طلاقیں۔

ان دونوں میں سے ایک نے کہا: واہ ہم تو آپ کے پاس اس لیے آئے تھے کہ آپ امیر المومنین ہیں اور فیصلہ کریں گے لیکن آپ ہم کو اس شخص کے پاس لائے جس نے صرف اشارہ ہی سے جواب دے دیا اور آپ اس فیصلہ سے راضی ہو گئے؟

حضرت عمر نے کہا: کیا تم لوگ جانتے ہو کہ وہ کون ہیں؟

انھوں نے کہا: نہیں۔

حضرت عمر نے کہا: یہ علی بن ابی طالب (علیہما السلام) ہیں جن کے متعلق میں گواہی دیتا ہوں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر ساتوں آسمان اور زمین ترازو کے ایک پلڑے میں اور علیؑ کا ایمان دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو علیؑ کے ایمان کا پلڑا بھاری ہوگا۔

۞ (بحذفِ اسناد) حضرت عمر سے مروی ہے کہ مَیں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اگر ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو ترازو کے ایک پلڑے میں اور حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کا ایمان ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے

توحضرت علیؑ کے ایمان کا پلڑا بھاری ہوگا۔

۞(بحذفِ اسناد) محمد بن کعب سے مروی ہے کہ حضرت ابوطالب علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا لُعاب حضرت علی علیہ السلام کے منہ میں ٹپکاتے ہوئے دیکھا تو استفسار کیا: اے محمدؐ! آپؐ کیا کررہے ہیں؟

نبی اکرمؐ نے جواب دیا: ایمان وحکمت کے خزانے علیؑ کو منتقل کر رہا ہوں۔ حضرت ابوطالبؑ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: اے میرے بیٹے! اپنے چچازاد کی مدد کرو اور اسے مضبوط کرو۔

✸.....❊.....✸

باب نمبر ۱۴

حضرت علی علیہ السلام سب سے زیادہ رسولِؐ خدا کے قریب ہیں اور جس جس کے رسولؐ مولا ہیں، اُس اُس کے علیؑ مولا ہیں

(بحذفِ اسناد) سعد بن ابی وقاص نے یہ روایت بیان کی ہے کہ مَیں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت علی علیہ السلام سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آپؐ فرما رہے تھے: (اے علیؑ!) تمھاری میرے نزدیک وہی قدرومنزلت ہے جو حضرت ہارونؑ کی حضرت موسیٰؑ کے نزدیک تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

سعید بن مسیب کہتا ہے: مَیں نے یہ چاہا کہ خود سعد بن ابی وقاص سے ملاقات کرکے اس بارے میں استفسار کروں۔ جب میری سعد سے ملاقات ہوئی تو مَیں نے یہ حدیث بیان کی جو سعد کے بیٹے عامر نے مجھے سنائی تھی۔

سعد نے کہا: ہاں! مَیں نے نبی اکرمؐ سے یہ سنا تھا۔

مَیں نے دوبارہ پوچھا: یہ تم نے رسولِؐ خدا سے سنا تھا؟

اس نے اپنی دو انگلیاں کان میں ڈالتے ہوئے کہا: ہاں! مَیں نے ایسے ہی سنا تھا۔ پھر اس نے اپنے کان بند کر لیے۔

(بحذفِ اسناد) حبشی بن جنادہ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ اس اُمت کے سب سے بہترین فیصلہ کرنے والے، مَیں ہوں یا علیؑ ہیں۔

❁ (بحذفِ اسناد) بریدہ اسلمی بیان کرتا ہے کہ میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ یمن گیا اور وہاں پر مَیں نے آپؑ کی طبیعت میں سختی کو ملاحظہ کیا۔ جب میں رسولِ خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت علیؑ کا ذکر کرتے ہوئے ان کی عیب گوئی کی، تو رسولِ خداؐ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپؐ نے فرمایا: اے بریدہ! کیا میں مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق نہیں رکھتا ہوں؟

مَیں نے جواب دیا: جی ہاں! آپؐ زیادہ حق رکھتے ہیں اے اللہ کے رسولؐ۔

پھر رسولِ خداؐ نے فرمایا:

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ

"جس جس کا مَیں مولا ہوں، اُس اُس کے علیؑ مولا ہیں"۔

❁ (بحذفِ اسناد) جابر بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تو انھیں پکارا۔ انھوں نے جواب دیا تو پھر ان پر میری نبوت اور حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کی ولایت کو پیش کیا۔ انھوں نے میری نبوت اور حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کو قبول کیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو پیدا کیا اور دین کے امر کو ہمارے سپرد کر دیا۔ پس! خوش بخت ہے وہ انسان، جسے ہمارے وجود کی بنا پر سعادت نصیب ہوئی اور بدبخت ہے وہ انسان، جسے ہماری تکذیب کی بنا پر بدبختی ملی۔ ہم اللہ تعالیٰ کے حلال کو حلال کرنے والے اور اس کے حرام کو حرام قرار دینے والے ہیں۔

❁ (بحذفِ اسناد) ابوسعید خدری بیان کرتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام لوگوں کو غدیرِ خم کی طرف بلایا اور درخت کے نیچے سے کانٹے اور جھاڑیاں ہٹانے کا حکم دیا اور وہ جمعرات کا دن تھا۔ پھر آپؐ نے لوگوں کو حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کی طرف دعوت دی اور حضرت علی علیہ السلام کا بازو پکڑ کر انھیں اتنا بلند کیا کہ تمام لوگوں کو آپؑ کی

بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ لوگ ابھی ایک دوسرے سے جدا بھی نہیں ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدہ: آیت ۳)

"میں نے آج تمھارے لیے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو بطورِ دین پسند کیا ہے"۔

پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دین کے مکمل ہونے اور نعمت کے تمام ہونے پر اللہ تعالیٰ کے لیے ہی بڑائی اور کبریائی ہے اور پروردگار میری رسالت اور علیؑ کی ولایت کے ذریعے راضی ہوا ہے۔

پھر آپؐ نے فرمایا: اے اللہ! تُو اس کو دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے، اور تُو اس سے دشمنی رکھ جو علیؑ سے دشمنی رکھے، اور تُو اس کی مدد فرما جو علیؑ کی مدد کرے، تُو اس کی مدد کرنا چھوڑ دے جو ان کی مدد سے اپنا ہاتھ کھینچ لے۔

پھر حسان بن ثابت نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! اگر آپؐ کی اجازت ہو تو میں چند اشعار بیان کروں؟

آپؐ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی برکت سے اشعار بیان کرو۔ حسان بن ثابت نے کہا: اے قریش کے سردارو اور لوگو! اللہ کے رسولؐ کی گواہی کو سنو۔

پھر اس نے کہا:

ینادیھم یوم الغدیر نبیھم	نجم واسمع بالرسول منادیا
بانی مولاکم نعم و ولیکم	فقالوا ولم یبدوا ھناك التعامیا
الھك وملانا وانت ولینا	ولا تجدن فی الخلق للامر عاصیا
فقال لہ قم یاعلی فاننی	رضیتك من بعدی اماما وھدیا

فمن کنت مولاہ فھذا ولیّہ فکونوا لہ انصار صدق موالیا

ھناک دعا اللھم وال ولیہ وکن للذی عادی علیاً معادیا

''مسلمانوں کے نبیؐ نے غدیر کے دن غدیرخم کے مقام پر انھیں پکارا اور میں رسولؐ خدا کی ندا کو سن رہا تھا۔ انھوں نے فرمایا: میں تمھارا مولا اور ولی ہوں اور سب لوگوں نے اس کا اقرار کیا اور وہاں کسی نے اس چیز کو نہیں چھپایا۔ انھوں نے اقرار کیا کہ آپ کا معبود ہمارا آقا و مولا ہے اور آپؐ بھی ہمارے ولی ہیں اور آپؐ کے اس حکم کی مخلوق میں کوئی بھی نافرمانی نہیں کرے گا۔ پھر نبی اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: اے علیؑ! کھڑے ہو جاؤ۔ بے شک! میں اپنے بعد تم سے امام اور ہادی کے طور پر راضی وخوش ہوں۔ پس! جس کا مَیں آقا و مولا ہوں اُس کے یہ علیؑ ولی ہیں اور تم سب مسلمان اس کے انصار و مددگار اور سچے موالی بن جاؤ۔ پھر آپؐ نے دعا کی: اے اللہ! جو علیؑ سے دوستی رکھے تُو اس کو دوست رکھ اور جو علیؑ سے دشمنی رکھے تُو اس کو دشمن رکھ''۔

✿ (بحذفِ اسناد) عبداللہ بن حنطب روایت بیان کرتا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ ثقیف کا ایک وفد حاضر ہوا تو آپؐ نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: تم لوگ اسلام قبول کرلو ورنہ میں تمھاری طرف ایک ایسے مرد کو بھیجوں گا جو مجھ سے ہوگا۔

(دوسری روایت کے مطابق) وہ مرد مجھ جیسا ہوگا اور وہ تمھاری گردنوں کو تن سے جدا کردے گا اور تمھاری اولاد کو قیدی بنا کر تمھارے اموال اپنے قبضے میں لے لے گا۔

عمر بن خطاب کہتے ہیں: خدا کی قسم! مَیں نے صرف اس دن امارت کی تمنا کی

اور اپنے سینے میں اس خواہش کو دبائے رکھا کہ نبی اکرمؐ یہ کہہ دیں کہ وہ مرد یہ عمر بن خطاب ہے۔ پھر جب میں حضرت علی بن ابی طالب (علیہما السلام) کی طرف مڑا تو مَیں نے دیکھا کہ نبی اکرمؐ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: وہ مرد یہ علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے، وہ مرد یہ ہے۔

۞ (بحذفِ اسناد) سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کو یہ پتا چلا کہ کچھ لوگ حضرت علی علیہ السلام کی مخالفت میں باتیں کرتے اور انھیں بُرا بھلا کہتے ہیں۔ انھوں نے اپنے بیٹے علی بن عبداللہ سے کہا: تم میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ان لوگوں کے پاس لے چلو۔ (حضرت عبداللہ ابن عباس جو حضرت علیؑ کے شاگردِ خاص بھی ہیں ان کی آخری عمر میں بصارت جاتی رہی اس لیے کسی دوسرے کے سہارا آیا جایا کرتے تھے۔ از مترجم)

ان کا بیٹا ان کا ہاتھ تھام کر انھیں ان لوگوں کے پاس لے آیا تو انھوں نے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا: تم میں سے کون اللہ تعالیٰ کو گالی گلوچ دیتا ہے؟

ان لوگوں نے جواب دیا: سبحان اللہ! جس نے بھی اللہ تعالیٰ پر سب وشتم کیا اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔

پھر انھوں نے ان سے پوچھا: تم میں سے کون اللہ کے رسولؐ کو گالی گلوچ دیتا ہے؟

ان لوگوں نے جواب دیا: سبحان اللہ! جس نے بھی رسولؐ خدا پر سب وشتم کیا، اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔

پھر انھوں نے پوچھا: تم میں سے کون علیؑ ابن ابی طالبؑ کو گالی گلوچ دیتا ہے؟

انھوں نے بتایا: یہ شخص گالی گلوچ دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے ان لوگوں سے کہا کہ تم سب اس بات پر گواہ رہنا کہ مَیں نے رسولؐ خدا کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِيْ وَمَنْ سَبَّنِيْ فَقَدْ سَبَّ اللهَ وَمَنْ سَبَّ اللهَ كَبَّهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى وَجْهِهٖ فِي النَّارِ

''جس شخص نے علیؑ کو گالی دی، اس نے مجھے گالی دی ہے اور جس نے مجھے گالی دی، اس نے خدا کو گالی دی اور جس نے خدا کو گالی دی، اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اوندھے منہ جہنم میں ڈالے گا''۔

پھر وہ واپس مڑے تو اپنے بیٹے سے پوچھا: میری اس بات کے بعد تم نے ان لوگوں کی کیا کیفیت ملاحظہ کی تو اس نے یہ شعر بیان کیا:

نظروا الیک باعین محمرة

نظر التیوس الی شفار الجازر

''وہ سب آپ کی طرف یوں سرخ آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ جیسے بکرا قصائی کی چھری کی طرف دیکھتا ہے''۔

یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا: اے میرے بیٹے! تم پر تمھارا باپ قربان ہو، تم میری طرف سے اس بات کا اضافہ کردو۔ پھر انھوں نے یہ شعر پڑھا:

خزر الحواجب ناکسو اذقانهم

نظر الذلیل الی العزیز القاهر

''وہ کن اکھیوں، ابروؤں کے ساتھ یوں دیکھ رہے ہیں کہ ان کی ٹھوڑیاں جھکی ہوئی ہیں جیسے کوئی ذلیل و رسوا شخص عزت دار اور غالب بادشاہ کو دیکھتا ہے''۔

پھر انھوں نے کہا: تمھارا باپ تم پر قربان ہو۔ میری طرف سے اس میں مزید اضافہ کردو۔ اس کے بیٹے نے انھیں جواب دیا: میں سمجھتا ہوں کہ اب مزید کچھ کہنے کی

ضرورت نہیں ہے۔ انھوں نے کہا: میں یہ ضروری سمجھتا ہوں۔

احیاؤھم عار علی امواتھم

والمیتون فضیحة للغابر

"ان کے زندہ اشخاص ان کے مردوں کے لیے باعثِ ننگ و عار ہیں اور ان کے مُردے ان کے باقی ماندہ افراد کے لیے رسوائی کا باعث ہیں"۔

(بحذفِ اسناد) جابر بیان کرتا ہے کہ طائف کے روز رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو بلایا اور ان سے سرگوشی کرنے لگے۔ لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ رسولؐ خدا کی اپنے چچازاد کے ساتھ سرگوشی زیادہ لمبی ہوگئی ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے ان سے فرمایا: یہ میں علیؑ کے ساتھ سرگوشی نہیں کر رہا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ سرگوشی کر رہا تھا۔

(بحذفِ اسناد) حضرت علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حضرت) حسنؑ اور (حضرت) حسینؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: جس شخص نے بھی مجھ سے اور ان دونوں کے ساتھ، اور ان دونوں کے ماں باپ سے محبت کی تو وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ پر ہوگا۔

(بحذفِ اسناد) سعد بن ابی وقاص بیان کرتا ہے کہ رسولِؐ خدا نے حضرت علی علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: کیا آپؑ مجھ سے اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ آپؑ کی مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔

اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

(بحذفِ اسناد) حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام بیان کرتے ہیں: میں اللہ کے نبیؐ کی خدمت میں حالتِ مرض میں حاضر ہوا۔ مَیں نے دیکھا کہ آپؐ کا

سر مبارک ایک ایسے حسین مرد کی گود میں ہے۔ مَیں نے اس جیسا خُوب صورت مرد ابھی تک مخلوق میں نہیں دیکھا تھا، جب کہ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو رہے تھے۔ جب میں آپؑ کے پاس گیا تو اس مرد نے مجھ سے کہا: آپؑ اپنے چچازاد کے قریب آئیں کیونکہ آپؑ مجھ سے زیادہ اس چیز کے حق دار ہیں۔ پس! جب میں نبی اکرمؐ کے قریب گیا تو وہ مرد اُٹھ کھڑا ہوا اور اس کی جگہ پر مَیں بیٹھ گیا۔ نبی اکرمؐ کا سر اسی طرح مَیں نے اپنی گود میں رکھ لیا جس طرح اس مرد کی گود میں رکھا ہوا تھا۔ مَیں نے ایک گھنٹہ تک آپؐ کا سر اپنی گود میں رکھا اور پھر نبی اکرمؐ بیدار ہو گئے۔

آپؐ نے پوچھا: وہ مرد کہاں ہے جس کی گود میں میرا سر تھا؟

مَیں نے عرض کیا: جب میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے مجھے بلا کر کہا کہ آپؑ اپنے چچازاد کے قریب آئیں اس لیے کہ آپؑ مجھ سے زیادہ اس کے حق دار ہیں۔ پھر وہ مرد اُٹھ کھڑا ہوا اور میں اس کی جگہ پر بیٹھ گیا۔

نبی اکرمؐ نے پوچھا: کیا آپؑ جانتے ہیں کہ وہ مرد کون تھا؟

مَیں نے عرض کیا: جی نہیں! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں۔

پھر نبی اکرمؐ نے فرمایا: وہ شخص فرشتہ جبریلؑ تھا جو مجھ سے باتیں کر رہا تھا تاکہ میرا درد و غم کم ہو اور میں اسی حالت میں سو گیا کہ میرا سر اس کی گود میں تھا۔

٭ (بحذفِ اسناد) مخدوج بن زید الھانی روایت بیان کرتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگِ بدر کے دن تمام مسلمانوں میں بھائی چارہ قائم کیا اور پھر فرمایا: اے علیؑ! تم میرے بھائی ہو اور تمھیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبیؐ نہ ہو گا۔

اے علیؑ! جیسا کہ آپؑ کو معلوم ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے مجھے بلایا جائے گا تو میں عرش کے سائے تلے دائیں طرف کھڑا ہو جاؤں گا اور سبز رنگ کا جنتی

لباس زیب تن کروں گا۔ پھر نبیوں کو پکارا جائے گا تو ایک کے بعد ایک نبی جواب دے گا جبکہ وہ سب عرش کے دائیں طرف صف بستہ کھڑے ہو جائیں گے اور وہ سب سبز رنگ کے جنتی لباس میں ملبوس ہوں گے۔

جب کہ اے علیؑ! آپؑ کو میرے بعد اور باقی انبیاءؑ سے پہلے پکارا جائے گا اور آپؑ کو جنتی خلعت پہنائی جائے گی۔ آپؑ دنیا و آخرت کے ہر شرف و کرامت میں میرے ساتھ ہوں گے، اے علیؑ! میں آپؑ کو یہ بتاتا ہوں کہ قیامت کے دن تمام اُمتوں میں سب سے پہلے میری اُمت کا حساب کتاب ہوگا۔ پھر میرے ساتھ آپؑ کی رشتہ داری اور میرے نزدیک آپؑ کی قدر و منزلت کی بنا پر آپؑ کو پہلے پکارا جائے گا۔ آپؑ کو میرا پرچم عطا کیا جائے گا اور یہ پرچم "لوائے حمد" ہوگا۔

پھر آپؑ حضرت آدم علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کی دیگر تمام مخلوق کے درمیان جو صف بستہ کھڑے ہوں گے، یہ لوائے حمد لے کر چلیں گے اور یہ سب قیامت کے دن میرے پرچم کے سائے کے طلب گار ہوں گے۔

اس پرچم کی لمبائی ایک ہزار سال کی مسافت ہوگی۔ اس کا پھریرا سرخ یاقوت، اس کا بانس سفید چاندی اور اس کا پچھلا حصہ سبز موتی کا ہوگا۔ اس پرچم کے نُور کے تین حصے ہوں گے، جن میں سے ایک مشرق، دوسرا مغرب اور تیسرا دنیا کے وسط میں ہوگا اور اس پر تین سطریں تحریر ہوں گی:

پہلی سطر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ، دوسری سطر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ، اور تیسری سطر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر مشتمل ہوگی۔

ان میں سے ہر سطر کی لمبائی ایک ہزار سال اور چوڑائی ایک ہزار سال کی مسافت جتنی ہوگی۔ آپؑ میرے پرچم کو لے کر چل رہے ہوں گے جب کہ حسنؑ آپؑ کے دائیں طرف اور حسینؑ بائیں طرف ہوں گے، یہاں تک کہ آپؑ عرش کے سائے

تلے میرے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان کھڑے ہو جائیں گے۔

پھر آپؑ کو سبز رنگ کا جنتی لباس پہنایا جائے گا اور منادی عرش کے نیچے سے ندا دے گا: بہترین باپ آپؑ کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بہترین بھائی آپؐ کے بھائی حضرت علیؑ ہیں۔

اے علیؑ! مَیں تم کو یہ بشارت دیتا ہوں کہ جب مجھے جنتی خلعت پہنائی جائے گی تو اس وقت تمھیں بھی جنتی خلعت پہنائی جائے گی۔ جب مجھے پکارا جائے گا تو اس وقت تمھیں بھی پکارا جائے گا۔

❁ (بحذفِ اسناد) جابر بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی وفات سے تین دن پہلے حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام سے یہ فرماتے ہوئے سنا:

سَلَامُ اللّٰهِ عَلَيْكَ اَبَا الرَّيْحَانَتَيْنِ اُوْصِيْكَ بِرَيْحَانَتَيَّ مِنَ الدُّنْيَا

"دو پھولوں (حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام)
کے بابا تم پر میرا سلام ہو، میں تم کو اس دنیا میں اپنے ان
دو پھولوں کے بارے میں وصیت کرتا ہوں"۔

پس! بہت جلد تمھارے دو رُکن تم سے جدا ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ تمھارا حامی و ناصر ہوگا۔ جب رسولِ خدا کی وفات ہوئی تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ان دو رُکنوں میں سے ایک یہ رُکن (یعنی رسولِ خدا) ہے جس کے متعلق اللہ کے رسولؐ نے مجھے بتایا تھا۔ جب حضرت فاطمہ علیہا السلام کی وفات ہوئی تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ وہ دوسرا رُکن ہے جس کے متعلق اللہ کے رسولؐ نے مجھے بتایا تھا۔

❁ (بحذفِ اسناد) انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی نبیؑ ایسا نہیں ہے کہ جس کی مثال میری اُمت میں نہ ہو۔ میری اُمت میں حضرت علی علیہ السلام میری مثال ہیں۔ ان کے دونوں بیٹوں میں سے حسنؑ حضرت ابراہیم علیہ السلام

کی مثال ہیں۔ حسینؑ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثال ہیں اور علیؑ بن حسینؑ حضرت ہارون علیہ السلام کی مثال ہیں۔

۞ (بحذفِ اسناد) ربعی بن خراش بیان کرتا ہے کہ جب حضرت علیؑ مدائن میں تھے تو میں نے آپؑ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبی اکرمؐ کے پاس سہیل بن عمرو آیا۔ اس نے نبیؐ سے کہا کہ ہمارے کچھ غلام آپؐ کے پاس آئے ہیں جب کہ وہ دین کا جذبہ لے کر آپؐ کے پاس نہیں آئے بلکہ وہ آپؐ کی اور ہماری دشمنی کی بنا پر آپؐ کے پاس آئے ہیں لہٰذا آپؐ انھیں ہم کو واپس کر دیں؟

یہ سن کر حضرت ابوبکر و عمر نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! یہ صحیح کہتا ہے۔

رسولِؐ خدا نے فرمایا: اے گروہانِ قریش! تم اس وقت تک اپنی مذموم حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تم پر ایسے شخص کو مسلط کرے گا جس کے دل کو وہ ایمان کے ذریعے پرکھ چکا ہے اور وہ تمھاری گردنیں اُڑا دے گا جبکہ تم اس سے یوں دُور بھاگ رہے ہو گے جیسے جانور بدکتے ہیں۔

حضرت ابوبکر نے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا وہ شخص مَیں ہوں؟

آپؐ نے فرمایا: نہیں۔

پھر حضرت عمر نے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا وہ مَیں ہوں؟

آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ بلکہ وہ شخص جُوتے کو پیوند لگا رہا ہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ اس وقت حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ میں رسولِؐ خدا کا جُوتا تھا اور آپؑ اسے پیوند لگا رہے تھے۔

۞ (بحذفِ اسناد) حضرت عبداللہ ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِؐ خدا نے فرمایا: یہ علی ابن ابی طالب (علیہما السلام) ہے۔ اس کا گوشت میرا گوشت، اس کا خون میرا خون، اس کی مجھ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھی۔

آپؐ نے فرمایا: اے اُم سلمہؓ! اس بات پر گواہ رہنا۔ اسے جان لو اور سنو! یہ علیؑ مومنوں کے امیر، مسلمانوں کے سیّد و سردار، میرے علم کا خزانہ اور دروازہ ہیں۔ جسے بھی علم کی طلب ہو وہ اس دروازہ سے شہر علم میں داخل ہوتا ہے۔ یہ دین میں میرا بھائی اور آخرت میں میرا ساتھی ہے۔ اور یہ جنت الاعلیٰ میں میرے ساتھ ہوگا۔

۞ (بحذفِ اسناد) حضرت علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ میں بیمار ہوا تو رسولؐ خدا میری تیمارداری کے لیے تشریف لائے۔ جب آپؐ میرے پاس آئے تو میں پہلو کے بل لیٹا ہوا تھا۔ آپؐ میرے ایک طرف بیٹھ گئے اور اپنی چادر مجھ پر ڈال دی۔ جب آپؐ نے میری ضعیفی و ناتوانی کو دیکھا تو اُٹھ کر مسجد میں تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر نماز پڑھی اور نماز پڑھنے کے بعد میرے پاس تشریف لائے، مجھ سے چادر ہٹائی اور فرمایا: اے علیؑ! اُٹھو اب تم بالکل ٹھیک ہو۔

پس! میں یوں اُٹھ کھڑا ہوا گویا اس سے پہلے مجھے کسی قسم کی بیماری کی کوئی شکایت ہی نہ تھی۔ پھر نبی اکرمؐ نے فرمایا: (اے علیؑ!) مَیں نے جب بھی اللہ تعالیٰ جو میرا رب ہے سے جو کچھ مانگا، اس نے مجھے وہ ضرور عطا کیا، اور جو بھی مَیں نے اپنے لیے مانگا ہے وہی تمھارے لیے مانگا ہے۔

۞ (بحذفِ اسناد) جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:

اَنَا وَعَلِيٌّ مِنْ شَجَرَةٍ وَّاحِدَةٍ وَالنَّاسُ مِنْ اَشْجَارٍ شَتّٰى

"میں اور علیؑ ایک ہی شجرہ سے ہیں اور باقی تمام لوگ مختلف شجروں سے ہیں"۔

۞ (بحذفِ اسناد) حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام روایت بیان کرتے ہیں کہ جنگِ خندق کے دن اللہ کے رسولؐ نے فرمایا:

"اے میرے پروردگار! تُو نے معرکۂ بدر کے دن مجھ سے عبیدہ بن حارثؓ کو لے لیا اور معرکۂ اُحد کے دن مجھ سے حمزہ بن عبدالمطلبؓ کو لے لیا۔ اب یہ علیؑ میرے پاس ہیں، پس! تُو مجھے تنہا نہ چھوڑنا اور تُو سب وارثوں سے بہتر ہے"۔

❁ (بحذفِ اسناد) ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: "علیؑ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو میرے سر کو میرے بدن سے ہے"۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت کے دروازے پر یہ تحریر ہے:

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی بن ابی طالب اخو رسول اللہ قبل ان یخلق اللہ السماوات والارض بالفی عام

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام رسولِؐ خدا کے بھائی ہیں، جب کہ یہ اللہ تعالیٰ کا زمین و آسمان کی تخلیق کرنے سے دو ہزار سال پہلے کی بات ہے"۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت سلمان فارسیؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "میں اور علیؑ خدائے عزوجل کے حضور ایک نُور کی شکل میں تھے۔ یہ نُور اس کی تسبیح و تقدیس کرتا رہا جب کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت سے چودہ ہزار سال پہلے کی بات ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو یہ نور صلبِ آدمؑ میں ودیعت فرما دیا۔ یہ نُور ہمیشہ ایک ہی نُور رہا، یہاں تک کہ صلبِ عبدالمطلبؑ میں اس نُور کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس نُور کا ایک جزء مَیں ہوں اور دوسرا علی بن ابی طالب علیہما السلام ہے۔

* (بحذفِ اسناد) حضرت امام حسین علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار سال پہلے میں اور علیؑ خدا کے حضور ایک نُور کی شکل میں موجود تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے میرے باپ آدمؑ کو پیدا کیا تو اس نور کو حضرت آدمؑ کے صلب میں رکھا۔ پھر یہ نُور ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ اسے حضرت عبدالمطلبؑ کے صلب میں ٹھہرایا گیا تو وہاں پر اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس نُور کا ایک حصہ حضرت عبداللہؑ اور دوسرا حصہ حضرت ابوطالبؑ کے صلب میں منتقل کیا گیا۔

پس! علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ اس کا گوشت میرا گوشت اور اس کا خون میرا خون ہے۔ جو شخص بھی علیؑ سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کی بنا پر علیؑ سے بھی محبت کرتا ہے، اور جو علیؑ سے بُغض و عداوت رکھتا ہے وہ مجھ سے بُغض و عدوت کی بنا پر علیؑ سے بھی بُغض و عداوت رکھتا ہے۔

* (بحذفِ اسناد) اُم المومنین، حضرت اُم سلمہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انتہائی شفیق اور ہمدرد زوجہ تھیں۔ انھیں نبی اکرمؐ سے سب بیویوں سے زیادہ محبت تھی۔ ان کا ایک چچا تھا جس نے ان کو پالا تھا۔ وہ ہر نماز کے وقت حضرت علی علیہ السلام پر سب و شتم کرتا تھا۔ ایک دن اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ نے اپنے چچا سے پوچھا: اے چچا! آپ حضرت علیؑ کو کیوں گالیاں دیتے ہو؟

اس نے جواب دیا: کیونکہ علیؑ نے عثمان کو قتل کیا تھا اور یہ اس کے خون میں برابر کے شریک ہیں۔

حضرت اُم سلمہؓ نے کہا: اگر آپ میرے چچازاد نہ ہوتے اور آپ نے مجھے پالا نہ ہوتا جس کی وجہ سے میرے نزدیک آپ کی اپنے حقیقی باپ کی طرح عزت و عظمت ہے تو میں آپ کو ہرگز رسولِؐ خدا کے اس راز سے مطلع نہ کرتی، لیکن آپ بیٹھو تا کہ میں

آپ کو حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں صرف وہ کچھ بتاؤں جو مَیں نے آپؐ کے متعلق خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

(حضرت اُمِ سلمہؓ نے فرمایا:) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری باری کے دن میرے پاس تشریف لائے کیونکہ نو دنوں میں سے ایک دن میرے حصے میں آتا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کی انگلیوں میں اپنی انگلیاں ڈالے ہوئے اور اپنا ہاتھ ان پر رکھے ہوئے تشریف لائے۔

آپؐ نے فرمایا: اے اُمِ سلمہؓ! آپ باہر چلی جائیں اور ہم دونوں کو تنہا چھوڑیں۔

پس! میں باہر نکل گئی اور وہ دونوں آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے جب کہ میں ان کی گفتگو سن رہی تھی لیکن میں یہ نہیں سمجھ پا رہی تھی کہ آپؐ دونوں کیا گفتگو کر رہے ہیں یہاں تک کہ مَیں نے کہا: آدھا دن تو گزر چکا ہے۔

پھر میں ان کے پاس گئی اور سلام کرنے کے بعد عرض کیا: کیا میں اندر آسکتی ہوں؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں! ابھی تم اندر نہیں آسکتی ہو بلکہ اپنی جگہ پر واپس چلی جاؤ۔

آپؐ دونوں نے اتنی لمبی دیر تک سرگوشی کی کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ مَیں نے عرض کیا: آج کا دن تو جا رہا ہے اور آپؐ علیؑ کے ساتھ ہی مشغول ہیں۔ پھر میں چلتی ہوئی گئی اور دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کرنے کے بعد اندر آنے کی اجازت طلب کی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں! ابھی تم اندر نہیں آسکتی ہو۔

پھر میں واپس لوٹ آئی اور اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئی۔ مَیں اپنے آپ سے یہ کہنے لگی کہ اب زوال کا وقت ہو گیا ہے اور آپؐ نماز پڑھنے کے لیے باہر نکلیں گے۔ میرا دن گزرتا جا رہا ہے اور میں اس سے زیادہ دیر انتظار اور صبر نہیں کر سکتی۔ پس! میں چلتی

ہوئی گھر کے دروازے پر آ کر کھڑی ہوگئی اور انھیں سلام کرنے کے بعد اندر آنے کی اجازت طلب کی؟

نبی اکرمؐ نے فرمایا: ہاں! تم اندر آسکتی ہو۔ پھر میں اندر گئی تو یہ دیکھا کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ہاتھ رسولِؐ خدا کے دونوں گھٹنوں پر رکھے ہوئے ہیں اور کبھی وہ اپنا منہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کان کے قریب کرتے ہیں اور کبھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا منہ حضرت علی علیہ السلام کے کان کے قریب کرتے ہیں اور حضرت علی علیہ السلام کہہ رہے تھے: کیا میں اس طرح زندگی گزاروں اور یہ کچھ کروں؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا: ہاں!

جب مَیں کمرے میں داخل ہوئی تو حضرت علی علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کے سامنے تھے۔ میرے اندر آنے کے بعد حضرت علی علیہ السلام باہر نکل گئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے پاس بلایا۔ جس طرح کوئی شوہر اپنی بیوی سے ہمدردی کرتا ہے، اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے ہمدردی کرنے لگے۔ پھر آپؐ نے مجھ سے فرمایا: اے اُم سلمہؓ! مجھے ملامت نہ کرنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پاس حضرت جبریلؑ آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ یہ حکم دے رہا ہے کہ مَیں اپنے بعد حضرت علی علیہ السلام کو وصی قرار دوں جب کہ اس وقت میں جبرئیلؑ اور علیؑ کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ میرے دائیں طرف فرشتہ جبریلؑ اور میرے بائیں طرف حضرت علی علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ جبرئیلؑ نے مجھ سے یہ کہا کہ میرے بعد قیامت کے دن تک جو کچھ اس کائنات میں رُونما ہونے والا ہے وہ سب کچھ (حضرت) علی (علیہ السلام) کو بتاؤں۔

پس! میں تم سے معذرت خواہ ہوں اور مجھے ملامت نہ کرنا کہ مَیں نے تمھارے وقت میں ان کو وقت دیا ہے۔ بے شک! اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر اُمت سے ایک نبیؑ کو چُنا ہے اور پھر ہر نبیؑ کے وصی و جانشین کو چُنا ہے۔ پس اِس اُمت کا مَیں نبیؐ ہوں اور

میرے بعد میری اُمت میں میری عترت و اہلِ بیتؑ اور حضرت علی علیہ السلام میرے وصی و جانشین ہیں۔

حضرت اُم سلمہؓ کہتی ہیں: یہ سب وہ ہے جو مَیں نے آج تک خود حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں مشاہدہ کیا اور میں خود اس پر گواہ ہوں۔ اے چچا جان! آپؑ ان پر سب وشتم کرتے ہیں اور اس بات کو اپنے پاس راز رکھیے گا۔

پس! اس دن کے بعد ان کا چچا شب و روز مناجات کرتے ہوئے یہی کہتا: اے میرے پروردگار! میں حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کے متعلق جس امر سے جاہل تھا مجھے اس پر بخش دے۔ بے شک! حضرت علی علیہ السلام کا دوست میرا دوست اور ان کا دشمن میرا دشمن ہے۔ پھر اس نے سچی اور پختہ توبہ کی اور اپنی باقی زندگی میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت و بخشش کی دعا کرتا رہا۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک دفعہ فرشتہ جبرئیلؑ میرے پاس اس حالت میں آیا کہ اس کے دونوں پَر کھلے ہوئے تھے جب کہ اس کے ایک پَر کے اُوپر "لا الٰہ الا اللّٰہ محمد النبی" یعنی "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے نبیؐ ہیں"۔ اور اس کے دوسرے پَر کے اُوپر "لا الٰہ الا اللّٰہ علی الوصی" یعنی "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت علی علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی اور جانشین ہیں" لکھا ہوا تھا۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا: اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟

آپؐ نے جواب میں فرمایا: حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام، وہ میری جان اور میں اس کی جان ہوں۔

❁ (بحذفِ اسناد) ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عَلِیٌّ مِّنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ رَاْسِیْ مِنْ بَدَنِیْ

''علیؑ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو میرے سر کو میرے جسم سے نسبت ہے''۔

(بحذفِ اسناد) ابوعبداللہ جدلی کہتا ہے کہ مَیں اُمّ المومنین حضرت اُمِ سلمہؓ کے پاس گیا تو انھوں نے فرمایا: کیا تم لوگوں میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کسی پر سب وشتم کرتے تھے؟

مَیں نے جواب دیا: معاذاللہ! یا سبحان اللہ! یا اسی طرح کا کوئی اور کلمہ کہا۔

پھر اُم المومنینؓ نے فرمایا: جس نے علیؑ کو گالی دی، اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے عرش پر خدا کو گالی دی اور جس نے خدا کو گالی دی، اس نے کفر کیا۔

(بحذفِ اسناد) سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ مَیں دو اور مردوں کے ساتھ مسجد نبویؐ میں بیٹھا ہوا تھا اور ہم حضرت علی علیہ السلام کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے کہ رسولِ خداؐ غصے کی حالت میں تشریف لائے جب کہ آپؐ کے چہرے سے غصہ وغضب کے آثار صاف دکھائی دے رہے تھے۔ تو مَیں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے غضب سے پناہ مانگی، رسولِ خداؐ نے فرمایا: تم لوگوں کو کیا مسئلہ ہے جس نے بھی علیؑ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔

سعد کہتا ہے: پھر جب بھی میں آتا تو لوگ مجھ سے کہتے کہ حضرت علی علیہ السلام تم سے اپنا رُخِ انور موڑ لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ فریبی اور دغاباز کا فتنہ ہے۔

مَیں نے کہا: کیا حضرت علی علیہ السلام نے میرا نام لے کر ایسا کہا ہے؟

تو لوگ کہتے: نہیں۔ پھر میں جواب دیتا۔ فریبی اور دغاباز بہت سارے لوگ ہیں اور میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ مَیں بھی ان لوگوں میں سے ہو جاؤں کہ جنھوں

نے اللہ کے رسولؐ کو اذیت دی ہے۔ جب کہ مَیں نے رسولِؐ خدا سے یہ سنا تھا کہ جس نے علیؑ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔

۞ (بحذفِ اسناد) زید بن ارقم نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ، حضرت حسنؑ اور حضرت حسین علیہم السلام سے فرمایا: میری اس سے صلح ہے جو تم سے صلح رکھے اور میری اس سے جنگ ہے جو تم سے جنگ کرے۔

۞ (بحذفِ اسناد) کثیر الهجری سے مروی ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ، دیوارِ کعبہ پر اپنی پشت سے ٹیک لگائے ہوئے کھڑے تھے اور فرمایا: اے لوگو! ادھر آؤ، میں تمھیں تمھارے نبی اکرمؐ کی حدیث سناؤں۔ مَیں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت علی علیہ السلام کے متعلق تین باتیں ایسی سنیں کہ اگر ان میں سے ایک بات بھی میری شان میں بیان کی ہوتی تو یہ مجھے اس دنیا کی سب چیزوں سے زیادہ محبوب ہوتی۔

مَیں نے رسولِؐ خدا کو حضرت علیؑ کی شان میں یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

اے اللہ! علیؑ کی مدد فرما اور اس کے ذریعے اسلام و مسلمین کی مدد فرما۔ اے پروردگار! علیؑ کی نصرت فرما اور اس کے ذریعے اسلام و مسلمین کو غلبہ عطا فرما، بے شک! وہ تیرا بندہ اور تیرے رسولؐ کا بھائی ہے"۔

۞ (بحذفِ اسناد) عمران بن حصین سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کی قیادت میں فوج کا ایک دستہ مہم پر بھیجا۔ اسی فوجی دستے کی مہم کے دوران حضرت علی علیہ السلام نے ایک کنیز کو اپنی ملکیت میں لیا، جسے اس فوجی دستے کے بعض افراد نے ناپسند کیا اور اصحابِ رسولؐ میں سے چار صحابیوں نے آپس میں یہ عہد کیا کہ جب ہم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کریں۔ تو پُھٹ

حضرت علی علیہ السلام نے کیا ہے انھیں بتائیں گے۔

راوی (عمران بن حصین) کہتا ہے: جب بھی مسلمان کسی سفر سے واپس آتے تو وہ سب سے پہلے رسولِؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوکر آپؐ کی زیارت کرتے اور انھیں سلام کرتے۔ پھر وہ سب اپنی اپنی سواریوں کی طرف واپس جاتے۔ جب یہ فوجی دستہ واپس آیا تو انھوں نے رسولِؐ خدا کی خدمت میں سلام پیش کیا۔ پھر ان چار اصحاب میں سے ایک صحابی اُٹھا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا آپؐ کو یہ نہیں پتا چلا کہ علیؑ نے اس اس طرح کیا ہے؟

یہ سن کر رسولِؐ خدا نے اس سے اپنا رُخ پھیر لیا۔

پھر دوسرا اُٹھا اس نے بھی وہی کچھ کہا اور آپؐ نے اس سے بھی اپنا رُخ پھیر لیا۔ پھر تیسرا اُٹھا اور اس بھی نے وہی کچھ کہا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے بھی اپنا رُخ پھیر لیا۔

پھر چوتھا اُٹھا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا آپؐ نے یہ نہیں دیکھا کہ علیؑ نے اس اس طرح کیا ہے۔ پھر رسولِؐ خدا نے غضب ناک چہرے کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: تم لوگ علیؑ سے کیا چاہتے ہو؟! بے شک! علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور یہ ہر مومن اور مومنہ کے ولی ہیں۔

(بحذفِ اسناد) عمرو بن شاش اسلمی جو اصحابِ حدیبیہ میں سے ہیں، سے مروی ہے کہ ہم لوگ حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ یمن کے سفر پر روانہ ہوئے اور آپؑ سفر کے دوران مجھ سے سختی سے پیش آئے، جسے مَیں نے اپنے دل میں ہی مخفی رکھا اور جب میں واپس آیا تو مسجد میں لوگوں سے اس بات کا شکوہ کیا، یہاں تک کہ یہ بات رسولِؐ خدا تک پہنچ گئی اور جب میں اگلے دن صبح کے وقت مسجد میں گیا تو اللہ کے رسولؐ اپنے اصحاب کے درمیان موجود تھے۔ آپؐ نے مجھے دیکھا تو اپنی نظروں سے گھورا اور غصے

کا اظہار کیا، یہاں تک کہ میں بیٹھ گیا تو آپؐ نے فرمایا: اے عمرو! خدا کی قسم! تم نے مجھے اذیت و تکلیف میں مبتلا کیا ہے۔

مَیں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! میں اس چیز سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں آپؐ کو اذیت و تکلیف دوں۔ پھر آپؐ نے فرمایا: ہاں! جس نے بھی علیؑ کو اذیت و تکلیف دی، اُس نے مجھے اذیت و تکلیف دی۔

۞ (بحذفِ اسناد) زید بن ارقم بیان کرتا ہے کہ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس آرہے تھے اور غدیرِ خم میں پڑاؤ کیا تو وہاں پر جھاڑیوں اور بڑے درختوں سے کوڑا کرکٹ کو صاف کرنے کا حکم دیا۔ ہم نے کوڑا کرکٹ صاف کیا تو پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسے محسوس ہوا ہے کہ جیسے مجھے پکارا گیا ہو۔ مَیں نے اس پر لبیک کہا۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنِّیْ قَدْ تَرَکْتُ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ اَحَدُھُمَا اَکْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ کِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلُ بَیْتِیْ فَانْظُرُوْا کَیْفَ تُخَلِّفُوْنِیْ فِیْھِمَا فَاِنَّھُمَا لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ

"بے شک! میں تم لوگوں میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ان میں ایک چیز دوسری سے زیادہ بڑی ہے اور یہ دو چیزیں اللہ کی کتاب (قرآن مجید) اور میری عترت واہلِ بیتؑ ہیں۔ پس! تم اس بارے میں غور وفکر کرنا کہ ان دونوں سے میرے بعد کیسے برتاؤ کرتے ہو، بے شک! یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر پہنچ جائیں گے"۔

اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا:

اِنَّ اللہَ عَزَّ وَجَلَّ مَوْلَایَ وَ اَنَا وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ وَ مُؤْمِنَۃٍ

"بے شک! اللہ عزوجل میرا آقا و مولا ہے اور میں ہر مومن و مومنہ کا آقا و مولا ہوں"۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کا بازو پکڑ کر فرمایا:

مَنْ کُنْتُ وَلِیُّہٗ فَھٰذَا وَلِیُّہٗ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ

"جس جس کا میں آقا و مولا ہوں، اُس اُس کا یہ (علیؑ) آقا و مولا ہے۔ اے خدایا! جو اس سے محبت رکھے تُو اس سے محبت رکھ اور جو اس سے دشمنی رکھے تُو اس سے دشمنی رکھ"۔

ابوطفیل کہتا ہے کہ میں نے زید بن ارقم سے پوچھا: کیا تم نے رسولِ خدا سے یہ خود سنا تھا؟

تو زید بن ارقم نے جواب دیا: ہاں! وہاں جھاڑیوں اور درختوں میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا، جس نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر نہ دیکھا ہو اور اس نے نبی اکرمؐ کا یہ فرمان نہ سنا ہو۔

(بحذفِ اسناد) براء سے مروی ہے کہ ہم رسولؐ خدا کے ساتھ آخری حج سے واپس آرہے تھے یہاں تک کہ جب مکہ اور مدینہ کے درمیان (جُحفہ کے قریب) پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں پر قیام کے ارادے سے نزول کیا۔ پھر منادی نے یہ ندا دی کہ تمام لوگ جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں گے۔ نماز کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کا بازو پکڑ کر فرمایا:

اَلَسْتُ بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ

"کیا میں مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق نہیں رکھتا ہوں؟"

سب نے عرض کیا: ہاں! آپؐ زیادہ حق رکھتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلَسْتُ اَوْلٰی بِکُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَّفْسِہٖ

"کیا مجھے ہر مومن پر اس کی جان سے زیادہ حق حاصل نہیں ہے؟"

سب نے عرض کیا: جی ہاں! آپؐ کو زیادہ حق حاصل ہے۔

پھر آپؐ نے فرمایا:

فَھٰذَا وَلِیٌّ مَنْ اَنَا وَلِیُّہٗ ، اَللّٰھُمَّ وَ الِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ

"جس شخص پر میں ولایت کا حق رکھتا ہوں اُس پر یہ (علیؑ) بھی ولایت کا حق رکھتے ہیں۔ اے پروردگار! تُو اس کو دوست رکھ جو ان سے دوستی رکھے اور تُو اس کو دشمن رکھ جو ان سے دشمنی رکھے۔ جس جس کا میں آقا و مولا ہوں، اُس اُس کے علیؑ آقا و مولا ہیں"۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درج کلمات بلند آواز میں کہے۔ پھر عمر بن خطاب حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر کہنے لگے:

ھَنِیْئًا لَکَ یَا ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اَصْبَحْتَ مَوْلَایَ وَمَوْلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَۃٍ

"اے ابوطالبؑ کے بیٹے! میں آپؑ کو اس بات پر مبارک باد دیتا ہوں کہ آپؑ میرے اور ہر مومن و مومنہ کے آقا و مولا ہوگئے ہیں"۔

(بحذفِ اسناد) ابوہریرہ سے مروی ہے کہ جس شخص نے ۱۸ ذی الحجہ کے دن

روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں ۶۰ سال کے روزوں کا ثواب لکھ دے گا۔
یہ ۱۸ ذی الحجہ غدیر خم کا ایسا دن ہے، جس دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَ الِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ وَانْصُرْ مَنْ نَّصَرَہُ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَہُ

"جس کا مَیں مولا ہوں اُس کے علیؑ مولا ہیں، اے اللہ! تُو اس کو دوست رکھ جو ان کو دوست رکھے، تُو اس سے دشمنی رکھ جو ان سے دشمنی رکھے اور تُو اس کی مدد کر جو ان کی مدد کرے اور تُو اس کی مدد کرنا چھوڑ دے جو ان کی مدد کرنا چھوڑ دے"۔

اس کے بعد عمر بن خطاب نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا:

بَخٍ بَخٍ لَکَ یَا ابْنَ اَبِی طَالِبٍ اَصْبَحْتَ مَوْلَایَ وَمَوْلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ

"اے ابوطالبؑ کے بیٹے! آفرین ہے آپؑ کے لیے کہ آپؑ میرے اور ہر مسلمان کے آقا و مولا ہو گئے ہیں"۔

✿ (بحذفِ اسناد) سعید بن وہب اور عبد خیر بیان کرتے ہیں: ہم دونوں نے کوفہ میں حضرت علی علیہ السلام کو لوگوں سے مخاطب ہو کر یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم میں سے کس نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ کا فرمان ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے؟

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند اصحاب نے کھڑے ہو کر یہ گواہی دی کہ انھوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرمان ارشاد فرماتے ہوئے سنا تھا۔

✿ (بحذفِ اسناد) جابر بن عبداللہ انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے حضرت علی علیہ السلام کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا:

انا اخو المصطفٰی لاشك فی نسبی — ربیت معه وسبطاه هما ولدی

جدی وجد رسول الله منفرد — وفاطم زوجتی لا قول ذی فند

صدقته وجمیع الناس فی بهم — من الضلال والاشراك والنكد

والحمد لله شكراً لا شریك له — البر بالعبد والباقی بلاأمد

''میں محمد مصطفیٰؐ کا بھائی ہوں اور میرے نسب میں کوئی شک وشبہ نہیں جب کہ مَیں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پرورش پائی ہے اور ان کے دونوں نواسے میرے بیٹے ہیں۔ میرے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا ایک ہی ہیں اور حضرت فاطمہ علیہا السلام میری زوجہ ہیں جب کہ اس بات کو کوئی شخص جھٹلا نہیں سکتا ہے۔ مَیں نے اس وقت محمد مصطفیٰؐ (کی نبوت و رسالت اور جو کچھ آپؐ لے کر آئے) کی تصدیق کی جب باقی تمام لوگ گمراہی، شرک اور مکدر زندگی کی کیفیت میں جی رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر ہے کہ اس کی اپنے اس بندے پر عنایات و نوازشات میں کوئی شریک نہیں ہے جب کہ باقی لوگ بغیر مقصد اور مراد کے زندگی گزار رہے ہیں''۔

❁ (بحذفِ اسناد) سعد بن ابی وقاص کہتا ہے کہ مجھ سے معاویہ نے پوچھا: کیا تم علیؑ سے محبت کرتے ہو؟

مَیں نے جواب دیا: مَیں ان سے محبت کیوں نہ کروں جب کہ مَیں نے خود رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ اے علیؑ! تمھاری میرے نزدیک وہی قدر و منزلت ہے جو حضرت ہارونؑ کی حضرت موسیٰؑ کے نزدیک تھی لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

مَیں نے حضرت علی علیہ السلام کو جنگِ بدر کے دن پُرجوش کیفیت میں میدانِ جنگ میں دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے دیکھا۔ آپؑ یہ رجز پڑھ رہے تھے:

بازل عامین حدیث سن　　　　سنحنح اللیل کأنی جنی

لمثل هذا ولدتنی امی

"(ہجرت کے بعد) دو سال گزر چکے ہیں اور میں ابھی نئی عمر کا (نوجوان) ہوں۔ میں رات کو نہیں سوتا اور مَیں ہمیشہ جاگتا رہتا ہوں اور میری ماں نے اسی دن کے لیے مجھے جنا تھا"۔

جب حضرت علی علیہ السلام خیبر کو فتح کرنے کے بعد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ میری اُمت کا ایک گروہ تمھارے بارے میں وہی عقیدہ رکھ لے گا جو نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا ہے، تو آج میں تمھاری شان میں وہ کچھ بیان کرتا کہ جس کے بعد تم جہاں سے گزرتے لوگ تمھارے قدموں کی مٹی کو تبرکاً لیتے اور تمھارے قدموں کی مٹی کے فضل سے شفاء طلب کرتے۔ لیکن تمھاری شان کے لیے یہی کافی ہے کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔

تم میرے وارث ہو اور میں تمھارا وارث ہوں، تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھی مگر میرے بعد نبوت کا سلسلہ جاری نہیں رہے گا۔ اور میرے قرض کو تم ادا کرو گے۔ تم میری سنت کو قائم کرنے کی خاطر جنگ کرو گے، کل روزِ آخرت لوگوں میں سب سے زیادہ تم میرے قریب ہو گے، آپؑ سب سے پہلے میرے پاس حوضِ کوثر پر آپ وارد ہوں گے۔

آپ سب سے پہلے میرے ساتھ جنتی خلعت پہنیں گے، میری اُمت میں سب سے پہلے آپؑ جنت میں داخل ہوں گے اور آپؑ کے شیعہ نُور کے منابر پر تشریف فرما

ہوں گے۔ آپؑ کی زبان، دل مطہر اور دونوں آنکھوں کے درمیان حق جاری و ساری رہے گا۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، حسن، شعبی اور سدی واقعۂ مباہلہ کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ نصاریٰ نجران کا وفد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان میں سے اسقف آگے بڑھ کر نبی اکرمؐ سے پوچھتا ہے: اے اباالقاسم! حضرت موسیٰؑ کے والد کون ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: عمران علیہ السلام۔

اس نے عرض کیا: حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کون ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: حضرت یعقوب علیہ السلام۔

اس نے عرض کیا: آپؐ کے والد کون ہیں؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عبداللہ بن عبدالمطلب علیہما السلام۔

اس نے عرض کیا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے والد کون ہیں؟

یہ سن کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکوت اختیار کیا اور وحی کا انتظار کرنے لگے پھر حضرت جبریلؑ سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۵۹ اور ۶۰ لے کر نازل ہوئے جس میں ارشادِ پروردگار ہوتا ہے:

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۭ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝

"بے شک! خدا کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ کی حالت حضرت آدمؑ جیسی ہے کہ ان کا مٹی سے پتلا بنا کر پھر فرمایا: ہوجا، پس وہ فوراً ہی (انسان) ہوگیا یہی وہ حق بات ہے جو تمھارے پروردگار کی طرف سے بتائی جاتی ہے اور تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہوجانا"۔

یہ سن کر اسقف نے کہا: جو کچھ ہماری طرف وحی کیا گیا ہے، اس میں یہ بات موجود نہیں ہے۔

پھر حضرت جبرئیلؑ سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۶۱ لے کر نازل ہوئے، جس میں ارشادِ پروردگار ہوتا ہے:

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۞

''پھر جب تمھارے پاس علم (قرآن) آچکا اس کے بعد بھی اگر تم سے کوئی (نصرانی حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں) حجت کرے تو کہو کہ (اچھا میدان میں) آؤ، ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو، اور ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو، اور ہم اپنی جانوں کو بلائیں اور تم اپنی جانوں کو، اس کے بعد ہم سب مل کر مباہلہ کرتے ہیں (خدا کی بارگاہ میں گڑگڑائیں) اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں''۔

اسقف نے کہا: اب آپؐ نے انصاف کی بات ہے، آپؐ بتائیں کہ ہم کب آپؐ سے مباہلہ کریں؟

نبی اکرمؐ نے فرمایا: کل ان شاء اللہ۔

پھر وہ عیسائی واپس چلے گئے۔ انھوں نے آپس میں کہا: کل دیکھو کہ وہ کن لوگوں کو ساتھ لے کر آتے ہیں۔ اگر وہ اپنے چند اصحاب کے ساتھ آئیں تو ان سے مقابلہ کرو کیونکہ وہ جھوٹے ہیں، اور اگر وہ اپنے اہلِ بیتؑ اور خواص کے ساتھ میدانِ مباہلہ میں آئیں تو ان سے ہرگز مباہلہ نہ کرنا، بلکہ وہ سچے نبیؐ ہیں۔ اگر ہم نے

اس صورت میں ان سے مباہلہ کیا تو ہم سب ہلاک ہو جائیں گے۔

نصاریٰ نے کہا: خدا کی قسم! پھر یہ وہی نبیؐ ہے جس کے ہم منتظر تھے۔ اگر ہم نے اِن سے مباہلہ کیا تو سب ہلاک ہو جائیں گے اور ہم میں سے کوئی بھی اپنے مال اور اولاد کے پاس واپس نہیں جاسکے گا۔

یہود اور نصاریٰ نے ایک دوسرے سے پوچھا: پھر ہم اس صورت میں کیا کریں؟

ابوالحرث الاسقف نے جواب دیا: ہم نے محمدؐ کو ایک کریم شخص پایا ہے، ہم ان کے سامنے یہ مطالبہ رکھیں گے کہ وہ ہم سے درگزر کریں۔

جب اگلے دن صبح ہوئی تو نبی اکرمؐ صبح سویرے سورج کے بلند ہونے سے پہلے مدینہ سے نکل پڑے، جب کہ رسولِؐ خدا کے آگے حضرت علی علیہ السلام اور آپؐ کے دائیں طرف حضرت حسن اور بائیں طرف حضرت حسین علیہم السلام تھے۔ رسولِؐ خدا نے ان کی انگلی پکڑ رکھی تھی اور رسولِؐ خدا کے پیچھے حضرت فاطمہ علیہا السلام تھیں۔ پھر میدانِ مباہلہ میں پہنچ کر نبی اکرمؐ نے فرمایا: آؤ نصاریٰ اور دیکھو! یہ میرے بیٹوں کی جگہ حسنؑ و حسینؑ ہیں اور انفسنا کی جگہ علیؑ ہیں جو میری جان ہیں اور نساءَنا کی جگہ فاطمہؑ تشریف لائی ہیں۔

یہ دیکھ کر نصاریٰ نے ایک دوسرے کے پیچھے خود کو چھپانا شروع کر دیا کہ کہیں یہ ہستیاں ان پر لعنت کی ابتدا نہ کر دیں۔ پھر وہ ان ہستیوں کے سامنے عاجزی سے بیٹھ گئے اور التجا کرنے لگے: ہم آپؐ سے عفو و درگزر کے طلب گار ہیں۔ اے ابا القاسم! خدا آپؐ سے درگزر فرمائے۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا: جاؤ! میں نے تم کو معاف کیا۔

آپؐ نے ان سے دو ہزار کپڑوں کے جوڑوں پر مصالحت کر لی۔

❁ (بحذفِ اسناد) سالم کہتا ہے: عمر بن خطاب سے پوچھا گیا کہ آپ کا جو برتاؤ اور طور طریقہ حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ ہوتا ہے ویسا طور طریقہ کسی اور صحابی کے

ساتھ دیکھنے میں کیوں نہیں آتا؟

انھوں نے جواب دیا: حضرت علی علیہ السلام میرے آقا و مولا ہیں۔

(بحذفِ اسناد) ابوجعفر سے مروی ہے کہ حضرت عمر کے پاس دو بدو آئے اور وہ دونوں آپس میں جھگڑا کر رہے تھے تو خلیفہ ثانی نے کہا: اے ابوالحسنؑ! آپؑ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیجیے؟

حضرت علی علیہ السلام نے دونوں کا بیان سننے کے بعد اپنا فیصلہ صادر فرمایا۔ جس اعرابی کے خلاف فیصلہ کیا گیا وہ کہنے لگا: اے امیرالمومنین! کیا اس شخص نے ہمارے درمیان فیصلہ کرنا تھا۔

یہ سن کر حضرت عمر اس کی طرف لپکے اور اس کو گریبان سے پکڑ کر کہا: تجھ پر ہلاکت ہو کیا تُو جانتا ہے کہ یہ شخص کون ہے؟ یہ شخص میرا اور ہر مومن و مومنہ کا آقا و مولا ہے۔ جس کے یہ آقا و مولا نہیں ہیں وہ شخص مومن نہیں ہے۔

(بحذفِ اسناد) ابواسرائیل سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب کا ایک شخص سے کسی مسئلے پر نزاع ہوا تو حضرت عمر نے اسے کہا: میرے اور تمھارے درمیان یہ شخص جو بیٹھا ہے فیصلہ کرے گا جب کہ انھوں نے حضرت علیؑ کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔

یہ سن کر اس شخص نے کہا: یہ حقیر و خستہ حال شخص کون ہے؟

یہ سن کر حضرت عمر اپنی جگہ سے فوراً اُٹھے اور اسے دونوں کانوں سے پکڑ کر زمین پر لٹا دیا اور اس سے کہا: تجھ پر افسوس اور ہلاکت ہے! کیا تُو جانتا ہے کہ تُو کس ہستی کی توہین اور تصغیر کر رہا ہے۔ یہ علی بن ابی طالب علیہما السلام ہیں جو میرے اور ہر مسلم کے آقا و مولا ہیں۔

(بحذفِ اسناد) شعبی سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر نے حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کو آتے ہوئے دیکھا تو کہا: جو شخص بھی ایسے بندۂ خدا کو دیکھنا چاہتا ہے

جو لوگوں میں رسولِ خدا کے سب سے زیادہ قریب ہو اور لوگوں میں رسولِ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ قدر و منزلت رکھتا ہو اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے پاس اس کی سب سے زیادہ عزت و عظمت ہو تو (حضرت علی علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ) وہ اس بندۂ خدا کی طرف دیکھے کیونکہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت علی علیہ السلام لوگوں پر مہربان اور ان کے لیے ہمدرد و بردبار ہیں۔

❁ (بحذفِ اسناد) عبد خیر سے مروی ہے کہ حضرت عمر کے پاس قریش کا ایک گروہ بیٹھا ہوا تھا، ان میں حضرت علی علیہ السلام بھی موجود تھے۔ وہ سب لوگ آپس میں اپنی اپنی بزرگی اور شرف بیان کر رہے تھے جب کہ حضرت علی علیہ السلام خاموش بیٹھے تھے۔ پھر حضرت عمر نے امیر المومنین علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہا: اے ابوالحسنؑ! کیا وجہ ہے آپؑ خاموش کیوں ہیں؟

یہ سن کر بھی آپؑ پر سکوت طاری رہا، گویا آپؑ اس ساری گفتگو کو ناپسند کر رہے تھے۔

حضرت عمر نے کہا: اے ابوالحسنؑ! آپؑ کو ضرور اپنے شرف اور بزرگی کے بارے میں کچھ کہنا ہوگا۔

یہ سن کر حضرت علی علیہ السلام نے یہ اشعار ارشاد فرمائے:

الله اکرمنا بنصر نبیه	وبنا اعز شرائع الاسلام
فی کل معترك تزيل سيوفنا	فيها الجماجم عن فراخ الهام
ويزورنا جبريل فی ابياتنا	بفرائض الاسلام والاحكام
فتكون اول مستحل حله	ومحرم لله كل حرام
نحن الخيار من البرية كلها	ونظامها وزمام كل زمام
انا لنمنع من اردنا منعه	ونقيم راس الاصيد القمقام
وترد عادية الخميس سيوفنا	فالحمد للرحمٰن ذی الانعام

"اللہ تعالیٰ نے ہمارے گھرانے پر اس چیز کے ذریعے کرم نوازی کی ہے کہ ہمیں اس کے نبی اکرمؐ کی نصرت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور اس نے ہمارے ذریعے شریعت اسلام کو عزت و شرف عطا کیا۔ ہر جنگ و معرکے میں ہماری تلواریں نیام سے باہر نکلی ہیں اور ان معرکوں میں ہم نے نیزوں کے سروں سے نبی اکرمؐ اور اسلام کے دشمن کی کھوپڑیاں اُڑائی ہیں۔

فرشتہ جبریلؑ اسلام کے فرائض اور احکام کو لا کر ہمارے گھروں میں ہماری زیارت سے شرف یاب ہوتا رہتا ہے۔ یہی وہ گھرانہ ہے جس نے سب سے پہلے اللہ کے حلال کو حلال اور اس کی حرام کردہ اشیاء و احکام کو حرام قرار دیا۔

ہم اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سب سے بہترین افراد ہیں اور تمام مخلوق کا نظام اور ان کے تمام اُمور کی باگ ڈور ہمارے ہاتھوں میں ہے۔

بے شک! ہم جسے روکنا چاہیں اسے روک سکتے ہیں جب کہ ہر بڑے معاملے کے روحِ رواں ہم لوگ ہی ہیں۔ اور دشمن کے لشکر کے لیے ہماری تلواریں نکل آتی ہیں جب کہ تمام تعریفیں اس خدائے رحمٰن کے لیے ہیں جو ہم پر انعام و اکرام کرتا ہے"۔

سیّد حمیریؒ نے اپنے اشعار میں بیان کیا ہے:

یا بایع الدین بدنیاہ	لیس بھذا امر اللہ
من این ابغضت علی الرضا	واحمد قد کان یرضاہ

من ذا الذی احمد من بینهم — یوم غدیر الخم ناداہ

اقامه من بین اصحابه — وهم حوالیه وسماہ

هذا علی بن ابی طالب — مولی لمن قد کنت مولاہ

فوال من والاہ یاذا العلی — وعاد من قد کان عاداہ

"اے دنیا کے عوض دین کو بیچ دینے والو! اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے دین کو بیچ دینے کا حکم نہیں دیا ہے۔ تم نے حضرت علی علیہ السلام سے کینہ و عداوت رکھنا کس سے سیکھا ہے حالانکہ احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ان سے راضی اور خوش رہتے تھے۔

وہ ہستی کون ہے جسے نبی احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم کے دن لوگوں کے درمیان پکارا تھا؟ اور اصحاب کے درمیان سے اس ہستی کو کھڑا کیا جب کہ تمام اصحاب ان کے اردگرد تھے اور نبی اکرمؐ نے ان کا نام لے کر فرمایا: جس کا بھی مَیں مولا ہوں اُس کے یہ علی بن ابی طالب علیہما السلام آقا و مولا ہیں۔ اے خدائے بزرگ و برتر تُو اس کو اپنا دوست رکھ جو ان سے دوستی رکھے اور تُو اس کو اپنا دشمن رکھ جو ان سے دشمنی رکھے"۔

بدیع الزمان ابوالفضل احمد بن حسین ہمدانیؒ نے اس گھرانے کی مدح کرتے ہوئے کہا ہے:

یادار منتجع الرسالة — وبیت مختلف الملائك

یابن الفواطم والعواتك — والترایك والارائك

انا حایك ان لم اكن — مولی ولائك وابن حائك

"اے وہ گھرانہ جہاں سے رسالت سے واسطہ پڑتا ہے اور جس

گھر میں فرشتوں کی آمد ورفت رہتی ہے۔ اے ان لوگوں کے بیٹے! جن کی جانیں جہنّم سے آزاد کی گئی ہیں اور جن کا کردار بے داغ، صاف اور تمام خوبیوں سے آراستہ و مزین ہے۔ اگر میں آپؑ (مولا علیؑ) کی ولایت کا دم بھرتے ہوئے موالی نہ بنوں تو میں متکبر ابن متکبر ہوں گا"۔

✱...... ✿ ......✱

باب نمبر ﴿۱۵﴾

حضرت علی علیہ السلام کا سورۂ برأت کی تبلیغ کے لیے اللہ تعالیٰ کا خصوصی انتخاب

❁ (بحذفِ اسناد) ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو سورۂ برأت کی آیات دے کر مکہ معظمہ روانہ کیا کہ وہ وہاں پر کفار و مشرکین کے سامنے ان آیات کی تلاوت کریں۔ جب وہ کچھ راستہ طے کر چکے تو ان کے پیچھے حضرت علی علیہ السلام کو روانہ کیا اور جب حضرت ابوبکر نے رسولؐ خدا کے ناقہ عضباء کی آواز سنی تو گھبرا گئے اور یہ سمجھا کہ رسولؐ خدا تشریف لائے ہیں لیکن وہ حضرت علی علیہ السلام تھے۔

حضرت علی علیہ السلام نے اللہ کے رسولؐ کا خط حضرت ابوبکر کو دیا، جس میں تحریر تھا کہ وہ یہ آیات حضرت علی علیہ السلام کے حوالے کردیں اور وہی ان آیات کو کفار و مشرکین کے سامنے بلند آواز میں پڑھ کر سنائیں گے۔

پس! پھر وہ دونوں روانہ ہوئے اور حضرت ابوبکر وہاں پہنچ کر ٹھہر گئے جب کہ حضرت علی علیہ السلام نے حج کے ایام کے دوران ان آیات و احکام کو بلند آواز سے پڑھ کر سنایا۔ آپؑ نے فرمایا:

أن اللہ ورسولہ بریئان من کل مشرك فسیحوا فی الارض اربعة اشھر ولا یحجج بعد العام مشرك ولا یطوفن بالبیت عریان ولا یدخل الجنة الا مؤمن۔

"بے شک! اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ ہر مشرک سے بیزار ہیں اور
چار ماہ تک روئے زمین پر چلو پھرو۔ اس سال کے بعد کوئی
مشرک حج نہیں کرے گا۔ کوئی بھی شخص عریاں ہو کر خانہ کعبہ کا
طواف نہیں کرے گا اور جنت میں صرف مومن جائے گا"۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں: حضرت علی علیہ السلام اس موسمِ حج میں یہی ندا دیتے رہے۔
جب ابن عباسؓ نے اس بات پر بہت زیادہ اصرار کیا تو ابوہریرہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

مؤلف کا بیان ہے: یہ روایت اس بات کو واضح کرتی ہے کہ حاجیوں کے سالار حضرت ابوبکر ہی تھے لیکن حضرت علی علیہ السلام صرف حج کے ایام میں سورۂ برأت کی آیات کی تبلیغ اور درجہ بالا احکامات کو سنانے کے لیے متعین کیے گئے تھے۔ [1]

❁ (بحذفِ اسناد) زید بن یثیع سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو سورۂ برأت کی آیات دے کر مکہ والوں کی طرف بھیجا کہ ان سے جا کر کہیں: "اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ ہی کوئی عریاں ہو کر طوافِ کعبہ کرے گا اور جنت میں صرف مسلمان جائے گا۔ جس شخص کا رسولؐ خدا کے ساتھ ایک مخصوص مدت تک کا معاہدہ ہے تو وہ اس مدت تک نافذ العمل ہوگا، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ مشرکوں سے بیزار ہیں۔ پس! ان آیات و احکامات کے ساتھ حضرت ابوبکر روانہ ہوئے۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو حضرت ابوبکر کے پیچھے روانہ کیا کہ

---

[1] لیکن مَیں کہتا ہوں: مؤلف کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو اس منصب سے معزول کر کے حضرت علی علیہ السلام کو مکمل طور پر اختیارات تفویض کرتے ہوئے ان کے پیچھے روانہ کیا تھا اور حضرت ابوبکر راستے سے ہی واپس مدینہ لوٹ گئے جیسا کہ یہ دوسری روایت میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ (از مترجم)

آپ انھیں واپس بھیج دیں اور خود جا کر ان آیات کی تبلیغ کریں۔ جب حضرت علی علیہ السلام ان سے جا کر ملے تو وہ کچھ راستہ طے کر چکے تھے۔ انھوں نے دُور سے رسولِ خدا کے ناقہ کی آواز سنی تو وہ گھبرا گئے کہ رسولِ خدا تشریف لا رہے ہیں لیکن وہ تو حضرت علی علیہ السلام تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے رسولِ خدا کا خط ان کے حوالے کرتے ہوئے سورۂ برأت کی آیات ان سے لے کر مکہ معظمہ کی طرف عازمِ سفر ہوئے اور حضرت ابوبکر وہیں سے واپس مدینہ لوٹ آئے۔

جب وہ نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رونے لگے اور کہا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا کوئی واقعہ رُونما ہوا ہے؟

نبی اکرمؐ نے فرمایا: نہیں! لیکن مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان آیات کو یا تو میں خود تبلیغ کروں یا وہ شخص ان آیات کی تبلیغ کرے جو مجھ سے ہو۔

(بحذفِ اسناد) انس بن مالک کہتا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو سورۂ برأت کی تبلیغ کے لیے مکہ روانہ کیا۔ پھر ان کے پیچھے حضرت علی علیہ السلام کو یہ کہہ کر بھیجا کہ ان سے وہ آیات لے کر وہ خود ان آیات کو مشرکین کے سامنے تلاوت کریں۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا: مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان آیات کی میں خود تبلیغ کروں یا وہ شخص جو میرے اہلِ بیتؑ سے ہو۔

باب نمبر ﴿۱۶﴾

حضرت علیؑ کا کفار، مشرکین، ناکثین، قاسطین اور مارقین کے بڑے بڑے بہادروں سے مقابلہ کرنا

اس باب کو چار ضمنی ابواب میں ذکر کیا گیا ہے۔ نیز جو کچھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ کی فضیلت کے متعلق ارشاد فرمایا ہے، بیان کیا جائے گا۔

آپؑ کا کفار اور مشرکین سے جنگ کرنا

❁ (بحذفِ اسناد) حارثہ سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے جنگِ بدر کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: کفار کی طرف سے عتبہ پھر اس کا بھائی شیبہ بن ربیعہ اور (اس کا بیٹا) ولید بن عتبہ میدانِ جنگ میں مقابلے کے لیے نکلے۔ عتبہ نے صدا دی: ہمارے مدِّ مقابل لڑنے کے لیے کون ہے؟

انصار میں سے ایک شخص نے اس کے بلاوے پر جواب دیا تو اس نے کہا: ہم تم سے جنگ نہیں کرنا چاہتے بلکہ ہم اپنے چچازادوں سے لڑنا چاہتے ہیں۔

رسولِ خدا نے حکم دیا: اے علیؑ! اے حمزہؓ! اے عبیدہؓ! تم لوگ ان کے مقابلہ کے لیے میدان میں نکلو۔ حضرت حمزہؓ نے عتبہ اور میں نے شیبہ کے مدِّ مقابل جا کر انھیں قتل کر دیا، جب کہ ولید اور عبیدہ ایک دوسرے پر وار کرتے ہوئے دونوں نڈھال ہوگئے۔ پھر ہم ولید کی طرف بڑھے اور اسے فی النار کیا۔ ہم نے کفار کے ستر لوگ قید

کر لیے اور ستر ہی قتل کیے تھے۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں: رسولِؐ خدا نے جنگِ بدر کے دن لشکرِ اسلام کا علَم حضرت علی علیہ السلام کو دیا، اس وقت آپؑ بیس سال کے تھے۔

❁ (بحذفِ اسناد) جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے مروی ہے کہ رسولِؐ خدا نے فرمایا: جنگِ بدر کے دن اللہ تعالیٰ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ یہ پکار رہا تھا:

لاسیف الاذو الفقار ولافتٰی الاعلی

"یعنی ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں اور علیؑ کے سوا کوئی جوان نہیں"۔

❁ (بحذفِ اسناد) بریدہ سے مروی ہے کہ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر کی طرف جانے لگے، اس وقت آپؐ کو دردِ سر تھا لہٰذا آپؐ نے ایک دو دن تک آرام کیا اور جب آپؐ خیبر میں پہنچے تو آپؐ کو دوبارہ دردِ سر ہونے لگا لہٰذا آپ لوگوں کی طرف خود نہ نکلے بلکہ حضرت ابوبکر رسولِؐ خدا کا علَم اُٹھا کر میدان کی طرف نکلے۔ دونوں لشکروں میں زبردست لڑائی ہوئی۔ بالآخر حضرت ابوبکر میدانِ جنگ سے واپس لوٹ آئے۔

اس سے اگلے دن حضرت عمر علَم لے کر میدان میں گئے اور دونوں لشکروں میں پہلے دن سے زیادہ سخت لڑائی ہوئی، بالآخر حضرت عمر نے بھی میدانِ جنگ سے پسپائی اختیار کی۔ جب رسولِؐ خدا کو اس کے متعلق بتایا گیا تو اللہ کے رسولؐ نے فرمایا:

لا عطین الرایة غداً رجلًا یحب الله ورسوله ویحبه الله ورسوله کرارًا غیر فرار یاخذها عنوة

"یعنی کل مَیں علَم اس مرد کو دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہوگا اللہ اور اس کا رسولؐ اس سے محبت کرتے ہوں گے، وہ کرّار (دشمن کے لشکر پر بار بار حملہ کرنے والا) ہوگا جب

کہ وہ میدانِ جنگ سے فرار نہیں ہوگا اور (یہودیوں سے)
زبردستی خیبر چھین لے گا"۔
یہ سُن کر قریش کا ہر فرد اس اُمید کے ساتھ اپنی گردنیں اُونچی کر کے دیکھنے لگا کہ
شاید وہ ہی ان اوصاف کا مالک ہے۔
جب اگلے دن صبح کا وقت ہوا تو حضرت علیؑ خچر پر سوار ہوکر رسولِؐ خدا کی
خدمت میں حاضر ہوئے اور وہیں پر قریب ہی اپنا خچر باندھ دیا۔ آپؑ کو آشوبِ چشم تھا
اس لیے آپؑ نے ایک قطری چادر کے ساتھ اپنی دونوں آنکھوں کو زور سے باندھ رکھا
تھا۔ جب رسولِؐ خدا نے آپؑ کو اس حالت میں دیکھا تو فرمایا: آپؑ کو کیا ہوا ہے، اور
آپؑ نے اپنی آنکھوں کو کیوں باندھ رکھا ہے؟
حضرت علیؑ نے عرض کیا: آپؐ کے بعد مجھے آشوبِ چشم ہو گیا تھا۔
نبی اکرمؐ نے فرمایا: میرے قریب آؤ! پھر آپؐ نے حضرت علیؑ کی آنکھوں میں
اپنا لعابِ دہن لگایا اور آپؑ کا آشوبِ چشم جاتا رہا۔
پھر ان کو علَم دیا اور آپؑ علَم لے کر میدان کی طرف نکلے، اس وقت غالباً آپؑ
نے سرخ رنگ کا جبہ زیب تن کر رکھا تھا اور اس کی روئیں باہر نکلی ہوئی تھیں۔ جب آپؑ
خیبر میں آئے تو اس قلعہ کا بہادر مرحب آپؑ کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ اس نے اپنے
سر پر خود پہن رکھی تھی جو بیضوی شکل کی تھی اور وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا:

قد علمت خیبر انی مرحب　　　شاکی السلاح بطل مجرّب
اذا للیوث اقبلت تلتھب

"خیبر جانتا ہے کہ میرا نام مرحب ہے، مَیں ہتھیار بند، آزمایا ہوا
بہادر ہوں، میں غضب ناک شیر کی طرح بڑھ بڑھ کر حملہ کرتا ہوں"۔
تو حضرت علی علیہ السلام نے اس کے جواب میں یہ رجز پڑھا:

انا الذی سمتنی امی حیدرة ضرغام آجام ولیث قسورة

اکیلکم بالسیف کیل السندرة

"میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔ بہادری کے پیشہ کا درندہ شیر ہوں اور میں تمھیں ایک ایسی ضرب لگاؤں گا جس سے تمھاری پشت کا ایک ایک مہرہ جدا ہوجائے گا"۔

پھر دونوں میں کافی دیر تک جنگ ہوتی رہی۔ مسلمان سب سے زیادہ مرحب سے خوف زدہ تھے اور اس کے سامنے عاجز نظر آرہے تھے، لیکن حضرت امام علی علیہ السلام نے ایک ایسا وار کیا کہ اس کی خود کو کاٹ دیا۔

بریدہ کہتا ہے: دونوں نے ایک دوسرے پر وار کیے لیکن حضرت علی علیہ السلام نے ایک ایسا وار کیا جو اس کی خود اور سر کو چیرتا ہوا اس کی داڑھوں تک پہنچ گیا۔ پھر حضرت علیؑ کے ہاتھوں خیبر شہر فتح ہوگیا۔

❁ (بحذفِ اسناد) ابن اسحاق سے مروی ہے کہ جنگِ خندق کے دن عمرو بن عبدود خندق پار کرکے مسلمانوں کے مقابلے کے لیے آنکلا اور پکارا: میرا مقابلہ کون کرے گا؟

حضرت علی علیہ السلام نے کھڑے ہوکر عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! میں اس کے مقابلہ کے لیے جاتا ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آپ بیٹھ جایئے، یہ عمرو ہے۔

اس نے پھر مسلمانوں کو ملامت کرتے ہوئے یہ صدا دی: کیا تم میں کوئی مرد نہیں ہے؟ جس جنت کا تمھیں وہم وگمان ہے تمھاری وہ جنت کہاں ہے کیوں کہ تم میں سے جو بھی میرے ہاتھ سے مارا جائے گا وہ اس جنت میں چلا جائے گا۔ تو اے مُردو! کیا تم میرے مدِ مقابل نہیں آؤ گے؟

یہ سُن کر حضرت علی علیہ السلام نے کھڑے ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! میں اس کے مدِمقابل جاتا ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ عمرو ہے۔

پھر حضرت علیؑ نے عرض کیا: اگرچہ یہ عمرو ہے، مَیں اس کے مدِ مقابل جاتا ہوں۔

نبی اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو اس کے مدِ مقابل جانے کی اجازت دی اور امیرالمومنینؑ اس کی جانب پیدل چلے، یہاں تک کہ اس کے سامنے آ کر یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

لا تعجلن قد اتاك مجيب	صوتك غير عاجز
ذو نية و بصيرة	والصدق منجى كل فائز
انى لارجو ان اقيم عليك	نائحة الجنائز
من ضربة نجلاء يبقى	ذكرها عند الهزائز

"تو اتنی جلدی نہ کر، تیری آواز کا تجھے جواب دینے والا تیرے پاس آ گیا ہے اور میں عاجز و کمزور نہیں ہوں۔ ہر کامیابی کے لیے اچھی نیت، بصیرت اور حق سچ کا ہونا ضروری ہے کیوں کہ یہی کامیابی اور نجات کے اسباب ہوتے ہیں۔

آج میں تم کو اس طرح عبرت کا نشان بناؤں گا کہ جنازوں پر نوحہ پڑھنے والی عورتیں تم پر نوحہ پڑھیں گی۔ میں تم کو ایسی کاری ضربت لگاؤں گا کہ سختیوں میں اس ضربت کی یاد باقی رہے گی"۔

عمرو بن عبدود نے حضرت علیؑ سے پوچھا: تم کون ہو؟

آپؑ نے فرمایا: میں علیؑ ہوں۔

اس نے پوچھا: تم عبد مناف کے بیٹے ہو؟

آپؑ نے فرمایا: میں ابوطالبؑ کا بیٹا علیؑ ہوں۔

اس نے کہا: اے میرے بھائی کے بیٹے تم اپنے علاوہ کسی اور شخص کو بھیجو کیوں کہ میں تم کو خون میں نہلانا پسند نہیں کرتا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: لیکن خدا کی قسم! میں تم کو خون میں نہلانا ہرگز ناپسند نہیں کرتا۔

یہ سُن کر عمرو کو غصہ آ گیا۔ وہ اپنے گھوڑے سے نیچے اُتر آیا اور تلوار کھینچ لی۔ وہ اس وقت آگ کے شعلے کی طرح بھڑک رہا تھا اور وہ غضب ناک حالت میں حضرت علیؑ کی طرف بڑھا اور حضرت علیؑ نے اپنی ڈھال کے ساتھ اس کا سامنا کیا۔ اس نے اپنی تلوار کے ساتھ ڈھال پر وار کیا، جس نے ڈھال کو چیرتے ہوئے حضرت علیؑ کے سر کو زخمی کیا۔

پھر حضرت علیؑ نے اس کے کندھے پر ضربت لگائی جس سے وہ گر گیا اور آپؑ نے اسے دو برابر حصوں میں چیر کر رکھ دیا۔ اس وقت ہر طرف غبار اُڑ رہا تھا کہ رسولِ خدا نے اللہ اکبر کی صدا سنی تو آپؐ کو معلوم ہو گیا کہ حضرت علیؑ نے عمرو بن عبدود کو قتل کر دیا ہے۔

پھر حضرت علیؑ رسولِ خدا کی طرف اس حالت میں چلتے ہوئے آ رہے تھے کہ آپؑ کا چہرۂ اقدس نُور سے جگمگا رہا تھا۔

❁ (بحذفِ اسناد) عمر بن خطاب سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگِ خیبر کے دن ارشاد فرمایا: میں کُل لشکر کا علَم اسے دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسولؐ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ وہ کرّار اور غیر فرار ہوگا، اور اللہ تعالیٰ اسی کے ہاتھ پر مسلمانوں کو فتح و کامیابی نصیب فرمائے گا۔

جب کہ جبرئیلؑ اس کے دائیں طرف اور میکائیلؑ اس کے بائیں طرف ہوں گے۔

یہ سُن کر ہر مسلمان یہ عزت و شرف حاصل کرنا چاہ رہا تھا۔ جب اگلے دن صبح ہوئی تو نبی اکرمؐ نے فرمایا: علیؑ کہاں ہیں؟

لوگوں نے جواب دیا: انھیں آشوبِ چشم ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علیؑ کو لے کر میرے پاس آؤ۔ جب آپؑ آ گئے تو اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: میرے قریب آؤ۔ پس وہ ان کے قریب ہوئے تو نبیؐ نے ان کی آنکھوں پر اپنا لعابِ دہن لگایا اور ان کی آنکھوں پر اپنا ہاتھ پھیرا، اور حضرت علیؑ یوں آپؐ کے سامنے کھڑے ہو گئے کہ جیسے انھیں کبھی آشوبِ چشم نہ رہا ہو۔ پھر نبی اکرمؐ نے آپؑ کو عَلَم دے کر میدان میں بھیجا اور آپؑ نے مرحب کو قتل کر کے خیبر شہر کو اپنے زیرِ تسلط کر لیا۔

❁ (بحذفِ اسناد) عبداللہ ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں: حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام عمرو بن عبدود کو قتل کرنے کے بعد جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؑ کی تلوار سے خون ٹپک رہا تھا۔

جب نبی اکرمؐ نے انھیں دیکھا تو تین دفعہ اللہ اکبر کہا اور آپؐ اسی وقت نمازِ ظہر سے فارغ ہوئے تھے۔ پھر تمام مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور نبی اکرمؐ نے یہ دعا کی: اے پروردگار! آج (حضرت) علیؑ کو ایسی فضیلت عطا کرنا جو تُو نے آج سے پہلے کسی کو عطا نہ کی ہو اور نہ ہی آج کے بعد کسی کو ایسی فضیلت عطا کرنا۔

اس کے بعد حضرت جبریلؑ زمین پر اُترے، ان کے ہاتھ میں جنت کا لیموں تھا اور نبی اکرمؐ سے عرض کیا: اللہ عزوجل آپؐ کو سلام کے بعد یہ فرما رہا ہے کہ یہ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کو بطورِ تحفہ دیں۔

پس! نبی اکرمؐ نے حضرت علیؑ کے حوالے کیا تو یہ آپؑ کے ہاتھ پر دو حصوں

میں شگافتہ ہو گیا۔ اس میں ایک سبز رنگ کا حریر (ریشم) کا ٹکڑا تھا، جس پر سبز رنگ میں دو سطریں تحریر تھیں:

تحیة من الطالب الغالب الی علی بن ابی طالب

''یہ طالب و غالب خدا کی طرف سے علی بن ابی طالب (علیہما السلام) کی خدمت میں ایک تحفہ ہے''۔

۞ (بحذفِ اسناد) یحییٰ بن آدم کہتا ہے کہ حضرت علیؑ کا عمرو بن عبدود کو قتل کرنا خدا کے اس فرمان سے مشابہ ہے جس میں ارشاد ہوتا ہے کہ ''حضرت داؤدؑ نے جالوت کو قتل کیا اور پھر تو ان لوگوں نے خدا کے حکم سے دشمنوں کو شکست دی''۔ (حضرت داؤدؑ اسی صلہ میں طالوت کے داماد بنے جب کہ طالوت اور جالوت کا قصہ اور حضرت داؤدؑ کا جالوت کو قتل کرنا قرآنِ مجید کے پارہ نمبر ۲، سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۴۶ تا ۲۵۱ میں تفصیل کے ساتھ ذکر ہوا ہے۔ از مترجم)

۞ (بحذفِ اسناد) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ابورافع سے مروی ہے کہ جب رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کو لشکر کا علَم دے کر قلعۂ خیبر کی طرف بھیجا تو میں بھی ان کے ساتھ لشکر میں تھا۔ جب حضرت علیؑ قلعہ کے قریب پہنچے تو وہاں کے لوگ آپؑ کے مقابلہ میں لڑنے کے لیے نکلے اور آپؑ بھی ان کے ساتھ لڑائی کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک یہودی نے ایسا وار کیا کہ آپؑ کے ہاتھ سے ڈھال چھوٹ کر گر گئی تو حضرت علیؑ نے قلعہ کے دروازہ کو ڈھال بنا لیا۔ آپؑ اس دروازہ کو ڈھال بنا کر لڑتے رہے، اور جب تک جنگ ہوتی رہی، وہ دروازہ آپؑ کے ہاتھ پر رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپؑ کے ہاتھوں فتح نصیب کی تو پھر آپؑ نے وہ دروازہ پھینک دیا۔ جب کہ میں نے یہ دیکھا کہ ہم سات لوگ تھے (دوسرے نسخہ کے مطابق ہم ستر لوگ تھے) ہم سب نے مل کر اس دروازے کو اُلٹنا چاہا تو ہم اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔

❁ (بحذفِ اسناد) جابر بن عبداللہ انصاری بیان کرتے ہیں: جنگِ خیبر کے دن حضرت علیؑ نے خیبر کے دروازے کو اپنے ہاتھوں پر اُٹھا لیا تھا اور جنگ کے بعد اسے اُٹھانے کا تجربہ کیا گیا تو اسے چالیس مرد مل کر اُٹھا سکے تھے۔ (نسخہ عتیقہ میں ہے کہ حضرت علیؑ نے خیبر کا دروازہ اُکھاڑا تھا، جسے چالیس مرد کھولتے اور چالیس مرد ہی بند کرتے تھے اور حضرت علیؑ نے فرمایا: مَیں نے بابِ خیبر جسمانی قوت سے نہیں بلکہ ربانی قوت سے اُٹھایا تھا۔)

❁ (بحذفِ اسناد) اسحاق بن یسار سے مروی ہے کہ جب حضرت علیؑ نے اپنی تلوار حضرت فاطمہ زہراؑ کو دی تو یہ اشعار پڑھے:

أفاطم هاك السيف غير ذميم فلست برعديد ولا بلئيم

لعمري لقد اعذرت في نصر احمد ومرضاة رب بالعباد رحيم

"اے فاطمہؑ! یہ لو وہ تلوار جس کی طرف کوئی انگلی نہیں اُٹھا سکتا (کہ یہ بُری تلوار ہے جو بے گناہوں کا خون کرتی ہو) اور نہ تو میں بزدل ہوں اور نہ ہی کم ظرف ہوں۔

مجھے میری زندگی کی قسم! میں اس تلوار کو اُٹھانے کا یہ عذر رکھتا ہوں کہ میں اس سے احمد مرسل کی نصرت و مدد کرتا ہوں اور مہربان پروردگار کے بندوں کی نصرت کے ذریعے اس کی رضا کا طلب گار ہوتا ہوں"۔

ابن اسحاق کہتا ہے کہ اس دن ہواؤں کے شور میں منادی کی یہ ندا سنائی دے رہی تھی:

لا سيف الا ذوالفقار ولا فتىٰ إلّا علی

فاذا ندبتم هالكا فابكوا الوفی واخا الوفی

"ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں اور علیؑ کے سوا کوئی جوان نہیں۔
اگر تم مرنے والے کو رونا چاہتے ہو تو اس پر گریہ وزاری کرو جو خود
بھی وفادار ہو اور اس کا بھائی بھی وفادار ہو"۔

۞ (بحذفِ اسناد) ابوقیس بن عباد قیسی سے مروی ہے کہ مَیں نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا:

هَٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ

"یہ مومن و کافر دو باہمی دشمن ہیں جنھوں نے پروردگار کے بارے میں آپس میں اختلاف کیا ہے"۔ (سورۂ حج: آیت ۱۹)

یہ آیت ان لوگوں کی شان میں نازل ہوئی جو جنگِ بدر کے دن پہلے تین مشرکین کے مقابلہ میں آئے اور وہ تین حضرت علیؑ، حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہ بن حارثؓ تھے جو کہ عتبہ، شیبہ اور ولید تین مشرکوں کے مدِّ مقابل آئے۔ اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں ابوہاشم کی حدیث کے تحت نقل کیا ہے۔

۞ (بحذفِ اسناد) مازن العابدی سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: مَیں نے جس قوم سے بھی جنگ کی ہے وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کردہ دین اور ایمان کے منکر تھے یا اس کے بارے میں شکوک وشبہات کا اظہار کرتے تھے۔

سید حمیریؒ نے امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں یہ اشعار بیان کیے ہیں:

وعلی یوم بدر عممت کفه السیف ولیداً فانعفر
ذاك یرویه سلیمان لنا صدق الاعمش فی ذلك وبر
وحد الله ولم یشرك به وقریش اهل عود و حجر

"جنگ بدر کے دن حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ نے ولید کو تلوار کے سپرد کردیا اور ولید کو خاک میں سُلا دیا۔ یہ واقعہ سلیمان نے

ہمارے سامنے بیان کیا ہے جب کہ اس واقعہ کو اعمش نے بھی سچائی سے ذکر کیا ہے اور وہ اپنے قول میں سچا ہے"۔

حضرت علی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل تھے۔ آپؑ نے کبھی خدا کی ذات کے بارے میں شرک نہیں کیا جب کہ قریش لکڑی اور پتھر کے تراشے ہوئے بتوں کے پجاری ہیں۔ صاحب ابن عباد کافی الکفاۃ نے اس مناسبت سے امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں یہ اشعار کہے ہیں:

من کمولانا علی — والوغی تحمی لظاها
من یصید الصید فیها — بالضباحین انتضاها
یوم امضاها علیهم — ثم امضاها علیهم فارتضاها
من له فی کل یوم — وقعارت لا تضاها
کم وکم حرب عقام — سد بالصمصام ماها
اذکروا افعال بدر — لست ابغی ما سواها
اذکروا غزوة احد — انه شمس ضحاها
اذکروا حرب حنین — انه بدر دجاها
اذکروا الاحزاب یعلم — انه لیث شراها
اذکروا امر براة — واصدقانی من تلاها
اذکروا مهجة عمرو — کیف اقناها تجاها
اذکروا من زوجه — الزهراء کیما یتباها
اذکروا بکرة طیر — فلقد طار ثناها
اذکروا لی قلل العلم — ومن حل ذراها
حاله حالة هارون — لموسیٰ فافهماها

اعلیٰ حب علی لا منی القوم سفاھا
اھملوا قرباہ جھلا وتخطوا مقتضاھا
ردت الشمس علیہ بعد ما غاب سناھا
اول الناس صلاۃ جعل التقویٰ حلاھا
حجۃ اللہ علی الخلق شقی من قد قلاھا

''ہمارے آقا و مولا حضرت علی علیہ السلام جیسا کون ہے کہ جو جنگ کے دوران (اسلام و رسولؐ اسلام کی) محافظت کرتا ہو۔ جب میرے آقا و مولا حضرت علیؑ تلوار نکال لیتے تھے تو آپؑ کے سامنے کس شکاری میں تلوار نکال کر شکار کرنے کی جرأت ہوتی۔ جس دن لوگوں کے سامنے اوامر کو نافذ کیا گیا اور ان کے اصدار کا حکم جاری ہوا تو اس کے لیے آپ کو ہی منتخب کیا گیا۔
میرے آقا و مولا کے سوا کون ہے کہ جو ہر روز تلوار کے وار سے دشمن کو صدمہ پہنچاتا ہے اور اس میں کوئی ان کا ثانی نہیں ہے۔ کتنی ہی ایسی گھمسان کی لڑائیاں ہیں جن کا آپؑ نے اپنی نہ مڑنے والی تلوار سے خاتمہ کر دیا۔
ہر دن میں کتنے ہی ایسے حوادث تھے جن کا آپؑ کے سوا اور کوئی سامنا نہیں کر سکتا تھا۔ اگر آپؑ کی جنگِ بدر کا تذکرہ کروں تو میں یہی کہوں گا کہ امیر المومنینؑ کی شان و بہادری دیکھنے کے لیے اس کے علاوہ کسی اور کارنامے کا ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔
اگر آپ کی جنگِ اُحد کا تذکرہ کروں تو یہ اس میں روشن آفتاب کے مانند تھے۔ اگر آپؑ کی جنگِ حنین کا تذکرہ کروں تو یہ اس

میں چودھویں کے چاند کے مانند ہیں کہ جس نے تاریکی کو دُور کر دیا ہو۔

اگر آپؑ کی جنگِ احزاب (خندق) کا تذکرہ کروں تو یہی پتا چلے گا کہ یہ ایک غضب ناک شیر کے مانند تھے۔

اگر آپؑ کی سورۂ برأت کی تبلیغ کا تذکرہ کروں تو وہ بھی یہی صدا دے گی کہ جس نے (مکہ میں مشرکوں کے سامنے) میری تلاوت کی وہ میرے مضمون کی تصدیق بھی کر رہا تھا۔

اس بات کو یاد کرو کہ انھوں نے کیسے عمرو بن عبدود کا کام تمام کیا تھا۔ اس بات کو یاد کرو کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے شوہر ہونے کا شرف کسے حاصل ہے تا کہ اس پر فخر و مباہات کیا جاسکے۔

اگر تم حدیثِ طیر کا تذکرہ کرو تو وہ پرندہ بھی آپؑ کی توصیف و تعریف کر رہا ہے۔ تم مجھے علم کی بلندیوں پر فائز ہستی کے بارے میں بتاؤ اور وہ کون ہے جس نے علم کی روشنی کو چار سُو پھیلایا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی پس اسی نسبت میں غور کرو۔

کیا لوگ محبتِ علیؑ پر مجھے ملامت کرتے ہیں جب کہ وہ اس بارے میں احمق ہیں۔ لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں کو جہالت کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے اور نبیؐ کے اقربا سے مودت جس چیز کا تقاضا کرتی تھی انھوں نے اس سے تجاوز کیا۔

سورج کی روشنی غائب ہوجانے کے بعد یہ آپ سے ہی پلٹ آیا۔ لوگوں میں سب سے پہلے تقویٰ کے زیور سے آراستہ حضرت

علیؑ نے نماز پڑھی۔ آپؑ مخلوقِ خدا پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجت ہیں اور جو شخص آپؑ کے متعلق بغض و کینہ دکھائے وہ بدبخت ہے"۔

جمل والوں سے آپؑ کا جنگ کرنا اور یہ ناکثون ہیں

(بحذفِ اسناد) ابوسعید سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو ان تمام حوادث و واقعات کے بارے میں آگاہ فرمایا جو آپؐ کے دنیا سے جانے کے بعد رُونما ہوں گے۔

یہ سُن کر حضرت علی علیہ السلام گریہ کرنے لگے اور عرض کیا: میں آپؐ سے اس رشتہ داری کے صدقہ جو میری آپؐ کے ساتھ ہے اور آپؐ کے ساتھ اپنی صحبت کے صدقہ میں سوال کرتا ہوں، آپؐ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا کریں کہ وہ مجھے اپنے پاس بلالے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ! تم مجھ سے اس چیز کا سوال کررہے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس بارے میں دعا کروں جس کا فیصلہ پہلے سے ہوچکا ہے۔

پھر حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! میں اس قوم سے کیوں جنگ کروں گا؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم دین میں بدعات اور خلافِ سنت نئی چیزوں کے ایجاد ہونے پر جنگ کرو گے۔

(بحذفِ اسناد) ابوسعید تمیمی نے حضرت علی علیہ السلام سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یہ ذمہ داری سونپی کہ میں ناکثین، قاسطین اور مارقین سے جنگ کروں۔ حضرت علی علیہ السلام سے یہ سوال کیا گیا: اے امیرالمومنینؑ! یہ ناکثین، قاسطین اور مارقین کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جمل والے ناکثون، شام والے قاسطون اور خوارج مارقون ہیں۔

۞ (بحذفِ اسناد) سالم بن ابوالجعد سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیویوں میں سے کسی بیوی کے بارے میں حق کے خلاف خروج کرنے سے آگاہ کیا تو حضرت عائشہ مسکرانے لگیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے حمیرا! غور سے سنو، کہیں وہ بیوی تم نہ ہونا۔

پھر حضرت علی علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر آپؐ نے فرمایا: اے ابوالحسنؑ! اگر یہ اپنے کیے ہوئے عہد سے پھر جائے تو تم اس سے نرمی کے ساتھ پیش آنا۔

۞ (بحذفِ اسناد) شہر بن حوشب بیان کرتا ہے کہ میں اُمّ المومنین حضرت اُمِ سلمہؓ کے پاس تھا۔ ایک مرد نے ان کو سلام کیا تو بی بیؓ نے پوچھا: اے شخص! تو کون ہے؟

اس نے جواب دیا: میں ابوذر غفاری کا غلام ابوثابت ہوں۔

اُم المومنینؓ نے فرمایا: مرحبا ابوثابت! اندر آجاؤ۔

پس! جب وہ اندر آیا تو بی بیؓ نے اس کا استقبال کیا اور اس سے پوچھا: جب تمام لوگوں کے دل منتشر ہو کر پرواز کر رہے تھے تو اس وقت تمھارا دل کہاں پرواز کر گیا تھا؟

اس نے جواب دیا: میرا دل حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کے ساتھ تھا۔

بی بیؓ نے فرمایا: پھر تو تمھیں ہدایت کی توفیق میسر ہوئی۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں اُم سلمہؓ کی جان ہے، میں نے اللہ کے رسولؐ سے یہ حدیث سنی تھی:

عَلِیٌّ مَعَ الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ مَعَ عَلِیٍّ لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضِ

''علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے، یہ دونوں
ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے
پاس حوضِ کوثر پر پہنچ جائیں گے''۔

وہ بیان کرتی ہیں: مَیں نے اپنے بیٹے عمر اور اپنے بھتیجے عبداللہ ابوامیہ کو یہ حکم دے کر بھیجا ہے کہ جو بھی حضرت علی علیہ السلام کے خلاف میدانِ جنگ میں آئے تو تم حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ اس کے خلاف جنگ کرنا۔ اگر اللہ کے رسولؐ نے ہمیں اپنے گھروں میں بیٹھے رہنے کا حکم نہ دیا ہوتا تو میں بھی باہر نکلتی اور حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کی صف میں کھڑی ہوتی۔

۞ (بحذفِ اسناد) اصبغ بن نباتہ بیان کرتے ہیں: جب جنگِ جمل کے دوران زید بن صوحان زخمی ہو گئے تو حضرت علی علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے۔ اس وقت وہ آخری سانسیں لے رہے تھے۔ آپؑ ان کے پاس کھڑے ہو گئے اور ان کے قریب جا کر فرمایا:

رَحِمَكَ اللهُ يَا زَيْدُ، فَوَاللهِ مَا عَرَفْنَاكَ إِلَّا خَفِيفَ الْمَؤُنَةِ كَثِيرَ الْمَعُونَةِ

''اے زید! اللہ تم پر رحم فرمائے، خدا کی قسم! ہم تمھیں اس چیز سے جانتے تھے کہ تمھاری خوراک کم تھی لیکن تم حق کی نصرت کثرت سے کرتے تھے''۔

یہ سُن کر زید بن صوحان نے اپنا سر اُٹھا کر امیرالمومنین علیہ السلام کی طرف دیکھ کر عرض کیا: آپؑ میرے آقا و مولا ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپؑ پر رحمتیں نازل فرمائے۔ خدا کی قسم! ہم آپؑ کے متعلق صرف یہی جانتے ہیں کہ آپؑ عالم باللہ اور اس کی آیات کی معرفت رکھنے والے ہیں۔ قسم بخدا! مَیں نے آپؑ کی طرف سے جنگ لاعلمی کی بنا پر نہیں کی ہے

بلکہ میں نے اس لیے آپؑ کی طرف سے یہ جنگ لڑی ہے کہ میں نے حذیفہ بن یمان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ وہ کہتا تھا: میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے۔

عَلِیٌّ اَمِیْرُ الْبَرَرَۃِ وَقَاتِلُ الْفَجَرَۃِ مَنْصُوْرٌ مَّنْ نَّصَرَہٗ، مَخْذُوْلٌ مَنْ خَذَلَہٗ اَلَا وَاِنَّ الْحَقَّ مَعَہٗ وَیَتَّبِعُہٗ اَلَا فَمِیْلُوْا مَعَہٗ

''علیؑ نیکوکار لوگوں کے امیر اور فاسق و فاجر لوگوں کو قتل کرنے والے ہیں، جو ان کی نصرت کرے گا، یہ ان کی نصرت کریں گے اور جو ان کو ذلیل و رسوا کرنے کی کوشش کرے گا یہ اسے ذلیل و رُسوا کردیں گے۔ آگاہ رہو! حق علیؑ کے ساتھ ہے اور حق ان کی پیروی کرتا ہے۔ خبردار ہوجاؤ! تم سب اس طرف مائل ہونا جہاں علیؑ ہوں''۔

☼ (بحذفِ اسناد) ابوبشیر شیبانی کہتا ہے: قتلِ عثمان کے بعد لوگ بار بار حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر کہتے کہ ہم آپؑ کی بیعت کرتے ہیں۔ ان لوگوں میں طلحہ، زبیر، مہاجرین اور انصار بھی شامل تھے۔

حضرت علی علیہ السلام نے انھیں جواب دیا: مجھے اس حکومت کی کوئی ضرورت نہیں، تم جس شخص کا بھی انتخاب کرو گے میں تمھارا ساتھ دوں گا۔ یہاں تک کہ چالیس دنوں تک وہ لوگ بار بار آتے رہے۔ انھوں نے کہا: جب تک آپؑ اس امر کو قبول نہیں کرتے ہم یہاں سے نہیں جائیں گے۔ بالآخر حضرت علیؑ نے فرمایا: میں تمھارے ساتھ نماز پڑھتا ہوں جب کہ بیت المال کی چابیاں میرے پاس ہوں گی اور میں تمھارے بغیر اپنا فیصلہ نہیں کروں گا، کیا تمھیں یہ بات قبول ہے؟

سب نے جواب دیا: جی ہاں! قبول ہے۔

پھر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ ہرگز میرے لیے جائز نہیں ہوگا کہ میں تم میں

سے ایک شخص کو درہم دوں اور باقیوں کو نہ دوں۔

انھوں نے جواب دیا: جی ہاں! قبول ہے۔

حضرت علی علیہ السلام تین دن تک ان لوگوں سے یہی کہتے رہے اور وہ لوگ "ٹھیک ہے، ٹھیک ہے" کہتے رہے۔ پھر حضرت علی علیہ السلام منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں نے آپؑ کی بیعت کی۔ پھر آپؑ منبر سے نیچے اُتر آئے اور آپؑ نے ہر حق دار کو اس کا حق دیا جب کہ باقی تمام خاموشی سے وہیں بیٹھے رہے۔

ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ طلحہ اور زبیر حضرت علی علیہ السلام کے پاس آ کر کہنے لگے: اے امیر المومنینؑ! ہمارے اقتصادی حالات بہت کمزور ہیں کیوں کہ ہمارا کنبہ بہت بڑا ہے اور نان ونفقہ کم ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: کیا مَیں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا کہ ایک شخص کو دوں اور دوسروں کو محروم رکھوں؟

انھوں نے جواب دیا: جی ہاں! آپؑ نے ایسا ہی کہا تھا۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: تم اپنے باقی ساتھیوں کو بھی ساتھ لے کر میرے پاس آؤ۔ اگر وہ اس بات پر راضی ہوں کہ صرف تمھیں بیت المال سے پیسہ دے دیا جائے تو میں تمھیں رقم دے دوں گا اور اگر وہ راضی نہ ہوئے تو پھر میں ان کو چھوڑ کر صرف تمھیں کچھ نہیں دے سکتا۔ ہاں! اگر میرے پاس کوئی چیز ہوئی تو میں تم کو اپنے پاس سے دے دوں گا اور اگر تم انتظار کرو یہاں تک کہ میرا مال الگ کر لیا جائے تو میں تم کو اپنے مال سے رقم دوں گا۔

یہ سُن کر ان دونوں نے کہا: نہیں! ہمیں آپؑ کے مال سے کچھ نہیں چاہیے۔ وہ یہ کہہ کر آپؑ کے پاس سے اُٹھ کر باہر گئے اور تھوڑی دیر کے بعد دوبارہ اندر آ کر کہتے ہیں: کیا آپؑ ہمیں عمرہ کرنے کی اجازت دیتے ہیں؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تم دونوں عمرہ کرنے کے ارادے سے نہیں جانا چاہتے بلکہ تم شورش برپا کرنا چاہتے ہو۔

طلحہ وزبیر نے کہا: نہیں! ہمارا ایسا ہرگز ارادہ نہیں ہے۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: جاؤ! مَیں نے تمھیں جانے کی اجازت دی۔

پس! یہ دونوں مدینہ سے مکہ آئے جب کہ اُمّ المومنین حضرت اُمِ سلمہؓ اور عائشہؓ مکہ میں ہی تھیں۔ یہ دونوں سیدھے اُم سلمہؓ کے پاس گئے اور ان سے حضرت علی علیہ السلام کی شکایات کیں تو وہ ان کی نیتیں سمجھ گئیں اور ان سے فرمایا: تم دونوں فتنہ کھڑا کرنا چاہتے ہو، اور انھیں فتنہ کھڑا کرنے سے سختی سے روکا۔

پھر یہ دونوں حضرت اُمِ سلمہؓ کے پاس سے نکل کر حضرت عائشہ کے پاس گئے اور ان سے بھی وہی گفتگو کی جو حضرت اُم سلمہؓ سے کی تھی اور کہا: آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں تاکہ ہم اس شخص سے جنگ کریں تو حضرت عائشہ نے ان کی ہاں میں ہاں ملا دی اور اپنی آمادگی ظاہر کردی۔

مکہ کے گورنر نے حضرت علی علیہ السلام کو خط لکھا کہ طلحہ اور زبیر یہاں پر آئے تھے اور وہ دونوں حضرت عائشہ کو ساتھ لے کر یہاں سے نکل گئے ہیں اور ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ ان کو لے کر کس طرف گئے ہیں۔ جب حضرت علی علیہ السلام کو یہ خط ملا تو آپؑ منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں کو بلا کر فرمایا: میں تم لوگوں کو جانتا ہوں لیکن تم نے میری بات ماننے سے انکار کردیا۔

انھوں نے عرض کیا: کیا ماجرا ہے؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: طلحہ اور زبیر میرے پاس آئے تھے اور مجھ سے یہ مطالبہ کررہے تھے۔ پھر ان دونوں کا حال لوگوں کو سنایا اور بتایا کہ مَیں نے ان دونوں کو یہ جواب دیا کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر وہ دونوں مجھ سے عمرہ کی اجازت

لے کر عمرہ کے لیے چلے گئے اور وہاں سے عائشہ کو ساتھ لے کر دونوں بصرہ کی طرف چلے گئے ہیں تا کہ حضرت عائشہ تم سے جنگ کرے۔

سب لوگوں نے عرض کیا: ہم آپؑ کے ساتھ ہیں اور آپؑ کے حکم کے مطابق چلیں گے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: وہ سب لوگ تمھارے خلاف جمع ہو رہے ہیں تا کہ تمھارے لیے تمھاری ہی سرزمین پر رہنا مشکل ہو جائے۔ پس تم بھی ان لوگوں کی طرف نکل پڑو۔

پھر حضرت علی علیہ السلام نے کوفہ کے گورنر کو خط لکھا کہ لوگوں کو مدد اور جنگ کے لیے جمع کرو اور بالآخر دونوں گروہ بصرہ میں جمع ہوئے۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تم میں سے کون سا شخص قرآن مجید لے کر ان کے پاس جائے گا اور ان سے جا کر کہے کہ تم لوگ کس بات کا انتقام لینا چاہتے ہو اور کیوں ہمارا اور اپنا خون بہانا چاہتے ہو؟!

ایک شخص نے عرض کیا: اے امیر المومنینؑ! میں ان لوگوں کے پاس جاتا ہوں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تم قتل کر دیے جاؤ گے۔

اس نے عرض کیا: مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: پھر یہ قرآنِ مجید لو اور ان کے پاس جاؤ۔

جب وہ ان کی طرف گیا تو جمل والوں نے اسے قتل کر دیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے پھر اگلے دن وہی کچھ کہا جو گذشتہ روز فرمایا تھا تو ایک شخص نے عرض کیا: میں ان کی طرف جاتا ہوں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: تجھے بھی تیرے کل والے ساتھی کی طرح قتل کر دیا جائے گا۔

اس نے عرض کیا: مجھے اس چیز کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

پھر وہ جمل والوں کی طرف گیا تو اسے بھی قتل کر دیا گیا اور اسی طرح ہر دن میں ایک شخص قتل ہوتا رہا تو پھر امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اب تمھارے لیے ان لوگوں سے جنگ کرنا جائز ہو گیا ہے۔

پھر دونوں اطراف سے لوگ نکلنے لگے اور زبردست لڑائی ہوئی۔ جب طلحہ قتل ہوا تو جمل والوں نے پسپائی اختیار کرتے ہوئے شکست تسلیم کر لی۔ جب کہ اُم المومنین عائشہ کی یہ حالت تھی کہ وہ تنہا اپنے اُونٹ پر سوار تھی اور اس کے آس پاس کوئی نہ تھا۔

حضرت علی علیہ السلام نے محمد بن ابی بکر سے فرمایا: جاؤ اور جا کر اپنی بہن کے اُونٹ کی مہار پکڑو۔

جب محمد بن ابی بکر حضرت عائشہ کے قریب آیا تو اس نے پوچھا: تُو کون ہے؟

محمد بن ابی بکر نے کہا: میں باپ کی طرف تیرا بھائی (پدری بھائی) ہوں۔

اُم المومنین نے کہا: ایسا ہرگز نہیں ہے۔

اس نے کہا: ہاں! میں تیرا بھائی ہوں اگرچہ کہ تجھے یہ ناگوار گزرے۔

اس سے پہلے حضرت علی علیہ السلام نے ابن زبیر کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ فلاں جگہ پر کھڑا ہے تو آپؑ نے اس کی طرف ایک قاصد بھیجا کہ میرے پاس آؤ تاکہ تمھیں ایک بات بتاؤں۔

راوی کہتا ہے: اس وقت زبیر مسلح تھا اور حضرت علی علیہ السلام نے صرف صدرِ اسلام میں پہنی جانے والی ٹوپی سر پر پہن رکھی تھی اور تلوار حمائل کیے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر امام حسن علیہ السلام نے عرض کیا: اے امیر المومنینؑ! وہ مسلح ہے اور آپؑ نے صرف وہی کچھ پہن رکھا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: بیٹا! تمھیں میرے متعلق فکر لاحق نہ ہو، مجھے کچھ نہیں

ہوتا۔

پھر حضرت علی علیہ السلام اور زبیر ایک دوسرے کے اتنے قریب ہوئے کہ دونوں کے جانوروں کے سر آپس میں ٹکرا رہے تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے اس سے فرمایا: کیا تجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ تم اور میں فلاں فلاں جگہ پر موجود تھے تو وہاں سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے تو آپؐ نے تم سے فرمایا تھا کہ اے زبیر! تم علیؑ سے جنگ کرو گے جب کہ اس وقت تم اس پر ظلم کر رہے ہو گے۔

زبیر نے حضرت علی علیہ السلام کو جواب دیا: ہاں! یہ سب کچھ ہوا تھا، آپؑ نے مجھے وہ بات یاد دلا دی جو میں بھول چکا تھا۔ اب میں ہرگز آپؑ کے خلاف اپنی تلوار نہیں اُٹھاؤں گا۔

یہ کہہ کر وہ واپس چلا گیا۔ جب وہ واپس گیا تو اس سے اس کے بیٹے عبداللہ نے پوچھا: یہ علیؑ تم سے کس بات کا ذکر کر رہے تھے؟

اس نے جواب دیا: انھوں نے مجھے وہ بات یاد دلا دی ہے جو میں بھول چکا تھا۔

یہ سُن کر عبداللہ نے کہا: تو لوگوں کو میدانِ جنگ کی طرف دھکیلنے کے بعد انھیں چھوڑ کر جا رہا ہے اور اس کی سرزنش کرنے لگا کہ شاید تجھے ابوطالبؑ کے بیٹے کے پرچموں تلے قتل کی صورت میں اپنی موت نظر آ رہی ہے۔ تم نے یہ ایسی ذلت و رُسوائی دکھائی ہے کہ جس کی وجہ سے ہمارے سر کبھی بلند نہیں ہو سکیں گے۔ یہ سُن کر زبیر کو غصہ آ گیا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اصحابِ علیؑ پر حملہ کر دیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اسے جانے دو۔ اس بوڑھے کی سرزنش کی گئی ہے یہ اس لیے حملہ آور ہوا ہے۔ پس! تم اس کے لیے راستہ صاف کر دو۔ پھر فوج کی صفیں جدا جدا ہو گئیں تاکہ یہ صفوں سے باہر نکل سکے اور وہ پھر دوبارہ حملہ آور

ہوا تو پھر فوج کی صفوں نے اس کے لیے راستہ صاف کر دیا اور اسے کسی نے نیزہ تک نہ مارا اور نہ ہی کسی نے کوئی اور ضرب لگائی۔

پھر وہ اپنے بیٹے کے پاس پلٹ کر پوچھنے لگا: کیا بزدل اس طرح حملہ کرتا ہے؟

اس کے بیٹے عبداللہ نے اس سے پوچھا: پھر تم اس وقت ہم سے کیوں رُوگردانی کر رہے ہو جب کہ حالات سنگین ہو چکے ہیں؟

زبیر نے جواب دیا: خدا کی قسم! میں اس خبر کی بنا پر رُوگردانی کر رہا ہوں کہ جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے عہد لیا تھا اور میں اس عہد کو بھول گیا تھا، یہاں تک کہ اب علیؑ نے مجھے وہ عہد دوبارہ یاد دلایا تو مجھے وہ یاد آ گیا۔ پھر زبیر توبہ کرتے ہوئے جمل والوں کے لشکر سے نکل گیا اور اس وقت وہ یہ ابیات پڑھتے ہوئے لشکر سے نکل رہا تھا:

ترك الامور التی نخشی عواقبها	لله اجمل فی الدنیا والدین
نادی علی بامر لست اذکره	قد کان عمر ابیك الحق مذحین
فاخترت عاراً علی نار مؤججة	انی بقوم لها خلق من الطین
اخال طلحة وسط قوم منجدلاً	رکن الضعیف وماوی کل مسکین
قد کنت انصره حیناً وینصرنی	فی النائبات ویرمی من یرامینی
حتی ابتلینا بامر ضاق مصدره	اصبح الیوم ما یعنیه یعنینی

"جن کاموں کے بُرے انجام سے ہم ڈرتے ہیں انھیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے چھوڑ دینا چاہیے کیوں کہ اسی میں دین و دنیا کی بھلائی و خوب صورتی ہے۔ حضرت علیؑ نے مجھ سے اس بات کا ذکر کیا جو مجھے یاد نہیں تھا اور جب سے علیؑ نے مجھے وہ بات یاد دلائی ہے اس وقت سے تمھارے باپ کی عمر حق کے راستے پر

چلنے کے لیے پُرامید ہے۔
مَیں نے بھڑکتی ہوئی جہنم کی آگ کے مقابلے میں دنیا میں شرمندگی کو منتخب کیا ہے کیوں کہ مٹی کی بنی ہوئی مخلوق نے ہی اس بھڑکتی ہوئی جہنم کی آگ میں جانا ہے۔
طلحہ کو لوگوں کے درمیان پچھاڑ دیا گیا کہ جو کمزوروں کا ساتھی اور ہر تنگدست کا پناہ گاہ تھا۔ مشکلات کے اوقات میں طلحہ میری اور میں اس کی نصرت کیا کرتا تھا اور جو مجھے زیر کرتا وہ اسے زیر کردیتا تھا۔ یہاں تک کہ ہم دونوں کی ایک ایسے امر کے ذریعے آزمائش ہوئی کہ جس کی وجہ تنگ نظری تھی اور آج وہی مشقت و تکلیف میں برداشت کر رہا ہوں جو اس نے کی تھی"۔

پھر زبیر تنہا نکل پڑا اور اس کے پیچھے پانچ گھڑسوار تعاقب کرنے لگے تو اس نے ان گھڑسواروں پر حملہ کر کے انھیں منتشر کر دیا۔ جب وہ وادالسباع میں پہنچا تو قبیلہ بنی تمیم کے پاس قیام کیا اور عمرو بن جرموز المجاشعی اس کے پاس گیا تو اُس نے پوچھا: اے عبداللہ کے باپ! تم لوگوں کو کس حالت میں چھوڑ کر لشکر سے نکلے ہو؟

زبیر نے بتایا: خدا کی قسم! میں لوگوں کو اس حالت میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ وہ جنگ کے لیے آمادہ تھے اور بے شک اس وقت دونوں لشکر آپس میں نبردآزما ہوں گے۔

پھر اس نے کھانا اور دودھ اور دیگر کھانے پینے کی لوازمات لانے کو کہا۔ زبیر کھا پی کر نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو گیا اور نماز پڑھنے کے بعد وہ آرام کی غرض سے لیٹ گیا۔ جب ابن جرموز کو یقین ہو گیا کہ اَب زبیر سو چکا ہے تو وہ اس کی طرف بڑھا اور تلوار سے اس کے سر پر وار کر کے اسے قتل کر دیا۔

۞ (بحذفِ اسناد) حسن بن حسین بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالب علیہم السلام سے مروی ہے کہ تاریخِ اسلام میں سب سے پہلی جھوٹی گواہی جس پر رشوت دی گئی تھی، ان لوگوں کی گواہی ہے جنھوں نے حضرت عائشہ کے سامنے اس وقت گواہی دی کہ جب وہ "ماء الحواب" کے پاس سے گزر رہی تھیں۔ حضرت عائشہ نے دو دفعہ کہا کہ مجھے واپس چھوڑ آؤ تو وہ ستر بوڑھوں کو جھوٹی گواہی کے لیے لے آئے، جنھوں نے یہ گواہی دی کہ یہ "ماء الحواب" نہیں ہے۔

۞ (بحذفِ اسناد) ابوعتیق بیان کرتا ہے کہ حضرت عائشہ نے کہا: جب ابن عمر گزرے تو اُسے مجھے دکھانا۔ جب وہ گزر رہا تھا تو ان کو بتایا گیا کہ یہ ابن عمر ہے تو انھوں نے کہا: اے ابا عبدالرحمٰن! تم نے مجھے (جنگِ جمل کے وقت) میرے سفر سے باز کیوں نہیں رکھا؟

ابن عمر نے جواب دیا: کیوں کہ اس وقت آپ پر ایک مرد غلبہ پا چکا تھا اور میرا خیال تھا کہ آپ اس مرد کی مخالفت نہیں کریں گی بلکہ جو وہ کہے گا وہی کچھ کریں گی۔
یہ سُن کر حضرت عائشہ نے کہا: اگر تم مجھے سفر سے منع کرتے تو میں جنگِ جمل کے لیے نہ نکلتی۔

۞ (بحذفِ اسناد) ابوعتیق کہتا ہے: حضرت عائشہ نے یہ بیان کیا ہے کہ میں جب بھی جمل کے دن کو یاد کرتی ہوں تو خود کو یہاں سے پکڑ لیتی ہوں۔ اس وقت وہ اپنے ہاتھ کے ساتھ اپنی گردن کی طرف اشارہ کر رہی تھیں۔

۞ (بحذفِ اسناد) عروہ سے مروی ہے کہ جب بھی حضرت عائشہ جنگِ جمل کے دن کا تذکرہ کرتیں تو اس قدر گریہ کرتیں کہ ان کی چادر آنسوؤں سے تر ہو جاتی اور وہ کہتیں:

یَا فَضِیْحَتَاهُ یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ نَسْیًا مَنْسِیًّا،

"یعنی ہائے ذلت و رُسوائی، اے کاش! مَیں یہ سب کچھ بھول چکی ہوتی اور مجھے بھی بھلا دیا گیا ہوتا"۔

۞ (بحذفِ اسناد) رفاعہ بن ایاس الضبی اپنے باپ اور اس کا باپ اس کے دادا سے نقل کرتا ہے: جنگِ جمل کے دن ہم حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ آپؑ نے ابن التی کو طلحہ بن عبداللہ کو بلانے کے لیے بھیجا۔ جب طلحہ حضرت علی علیہ السلام کے پاس آیا تو آپؑ نے فرمایا: میں تجھے اللہ کی قسم دے کر یہ پوچھتا ہوں کہ کیا تُو نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ "جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے، اے پروردگار! جو علیؑ سے محبت کرے تُو اس سے محبت رکھ اور جو اس سے دشمنی رکھے تُو اس سے دشمنی رکھ، جو اس کی مدد سے اپنا ہاتھ روک لے تُو اس کی مدد نہ کر اور جو اس کی مدد کرے تُو اس کی مدد کر"۔

طلحہ نے جواب دیا: ہاں! مَیں نے آپؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: پھر مجھ سے کیوں جنگ کر رہے ہو؟

یہ سُن کر وہ واپس چلا گیا اور کوئی جواب نہ دیا۔

۞ (بحذفِ اسناد) قیس سے مروی ہے کہ مروان جنگِ جمل کے دن طلحہ اور زبیر کے ساتھ تھا۔ جب گھمسان کی لڑائی ہوئی تو اس نے کہا: میں آج کے بعد خونِ عثمان کا بدلہ لینے کا مطالبہ نہیں کروں گا اور یہ کہہ کر ایک تیر چھوڑا۔

۞ (بحذفِ اسناد) مجزاۃ الدوسی کا باپ روایت بیان کرتا ہے: میں جنگِ جمل کے دوران طلحہ کے قریب سے گزرا جہاں وہ آخری سانسیں لے رہا تھا۔ اس نے کہا: اے شخص! تُو کون ہے؟ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمھارا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہے؟

مَیں نے جواب دیا: میں امیرالمومنینؑ کے اصحاب میں سے ہوں۔

اس نے کہا: اپنا ہاتھ آگے بڑھاؤ تاکہ میں تمھارے ہاتھ پر امیرالمومنینؑ کی بیعت کروں۔

پس! میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو اس نے میری بیعت کی اور پھر اس کی روح پرواز کر گئی۔ میں حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور طلحہ نے جو کچھ کہا تھا، آپؑ کو اس کے بارے میں بتایا۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ اکبر! بے شک! اللہ تعالیٰ کے رسولؐ نے حق سچ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ وہ ایسے شخص کو جنت میں داخل کرے جس نے میری بیعت توڑی ہو۔

زبیر بن عوام نے بھی خونِ عثمان کے مطالبہ کے ساتھ خروج کیا تھا، جب اس کو فتنہ وفساد کا احساس ہوا تو اس پر افسوس کا اظہار کیا۔

اخطب خوارزم کہتے ہیں: ابن اعثم نے اپنی کتاب ''الفتوح'' میں یہ بیان کیا ہے کہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے جنگِ جمل سے پہلے طلحہ اور زبیر پر اتمامِ حجت کے لیے ان دونوں کو درج ذیل خط لکھا:

أما بعد! فقد علمتما أني لم أرد الناس حتّٰی ارادوني ولم ابايعهم حتّٰی اكرهوني، وانتما ممّن اراد بيعتي ونكثتما وبايعا ولم تبايعا لسلطان غاصب ولا لعرض حاضر، فان كنتما بايعتماني طائعين فتوبا الى الله وارجعا عما انتم عليه۔ وان كنتما بايعتما مكرهين فقد جعلتما لي السبيل عليكما باظهار كما لي الطاعة وكتمانكما المعصية وانت يازبير فارس قريش وانت ياطلحة شيخ المهاجرين ورفعكما هذا الامر قبل أن تلاخلا فيه كان اوسع لكما من

خبر وحكم بعد اقرار كما وقد عرفتما منزلتي من رسول الله۔

"امابعد! تم دونوں اس بات کو جانتے ہو کہ مَیں نے لوگوں کو اپنی طرف نہیں بلایا تھا بلکہ انھوں نے مجھ سے خلافت کی خواہش کی اور مَیں نے ان سے اپنی بیعت کا مطالبہ نہیں کیا بلکہ لوگوں نے مجھے خلافت پر مسند نشین ہونے کے لیے مجبور کیا۔ تم دونوں بھی ان لوگوں میں سے ہو جو میری بیعت کرنا چاہتے تھے اور تم نے بیعت کرنے کے بعد توڑ دی۔ تم دونوں نے میری بیعت نہ تو کسی سلطنت کے رعب و دبدبہ اور نہ کسی مالِ دنیا کے لالچ میں کی تھی۔ اگر تم دونوں نے اطاعت کرتے ہوئے میری بیعت کی تھی تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو اور دوبارہ پہلے راستے پر لوٹ آؤ اور اگر تم نے ناپسندیدگی اور مجبوراً میری بیعت کی تھی تو تم نے اپنے اُوپر میرے حق کو ثابت کر دیا ہے کہ تم خود کو فرماں بردار ظاہر کرتے تھے اور نافرمانی و معصیت کو چھپاتے تھے۔

اے زبیر! تم تو قریش کے بہادر ہو اور اے طلحہ! تم تو مہاجرین کے بزرگ ہو اور تمھارے لیے بیعت سے نکلنے اور اس کے اقرار کے بعد انکار کر دینے سے زیادہ آسان روزِ اوّل ہی اس کا انکار کر دینا تھا حالانکہ تم دونوں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک میری قدر و منزلت کو خوب جانتے ہو"۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے حضرت عائشہ کو خط تحریر کیا۔ امابعد!

تم اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کرتے ہوئے نکلی ہو، کیا تم ایسی چیز کو طلب کر رہی ہو جس کا بوجھ تم سے اُٹھا لیا

گیا ہے اور تم یہ گمان کرتی ہو کہ تم مسلمانوں کے درمیان اصلاح چاہتی ہو۔ پس تم مجھے یہ بتاؤ کہ عورتوں کو لشکروں کا ایندھن بننے اور لوگوں کے درمیان اصلاح سے کیا سروکار ہے؟ تم یہ گمان کرتی ہوئی نکلی ہو کہ تم خونِ عثمان کے قصاص کا مطالبہ کر رہی ہو، جب کہ تمھارا عثمان کے قصاص سے کیا واسطہ ہے۔ وہ خاندان بنی اُمیہ سے تھا اور تم خاندانِ بنی تمیم بن مرہ سے ہو۔ کل تم ہی نے یہ کہا تھا:

اُقْتُلُوْ نَعْثَلًا قَتَلَ اللهُ نَعْثَلًا فَقَدْ كَفَرَ۔

"اس نعثل [1] کو قتل کرو، اللہ تعالیٰ اس نعثل کو قتل کرے کیوں کہ یہ کافر ہو گیا ہے"۔

مجھے اپنی زندگی کی قسم! جس مصیبت، فتنہ اور معصیت پر تم نے کمر باندھ لی ہے یہ قتل عثمان سے زیادہ سنگین ہے۔ تمھارے غضب ناک کرنے پر مجھے غصہ آیا اور تمھارا لوگوں کو فتنہ وفساد کے لیے برانگیختہ کرنے پر مَیں اسے روکنے کے لیے آمادہ ہوا۔ اے عائشہ! تم اللہ سے ڈرو اور اپنے گھر واپس چلی جاؤ اور اپنے پردے کی حفاظت کرو۔ والسلام!

حضرت علی علیہ السلام نے یکے بعد دیگرے ان کی طرف کئی خطوط روانہ کیے تاکہ ان کو جنگ سے باز رکھا جائے۔ زید ابن صوحان اور عبداللہ ابن عباس ان کی طرف خط لے کر گئے لیکن ان لوگوں نے کوئی جواب نہ دیا تو امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے ان لوگوں کو جمع کیا جنھوں نے آپؑ کی بیعت کی تھی۔ آپؑ نے ان کے سامنے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے کہا:

اے لوگو! مَیں نے اس قوم کا مسلسل انتظار کیا اور ان کی نگرانی کرتا

---

[1] نعثل مدینے کا ایک یہودی تھا اور حضرت عثمان کی داڑھی اس یہودی سے ملتی جلتی تھی اس لیے حضرت عائشہ انھیں نعثل کہتی تھیں۔ (از مترجم)

رہا اور انھیں قسمیں دیتا رہا تاکہ یہ اپنے اس راستے سے واپس لوٹ جائیں اور جنگ سے باز رہیں لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا اور میری باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ انھوں نے مجھے یہ پیغام بجھوایا کہ میں نیزہ برداروں کے آگے صبر کا مظاہرہ کروں اور ان کے تلوار برداروں کے آگے استقامت دکھاؤں۔ مَیں نے نہ تو لڑائیوں کی دھمکیاں دی ہیں اور نہ ہی جنگ کی دعوت دی ہے جو بھی پہلے جنگ کے لیے حملہ کرے گا معلوم ہوجائے گا کہ وہی جنگ کا ارادہ رکھتا ہے۔

مجھے میری زندگی کی قسم! اگر انھوں نے میرے سامنے تلواروں کو چمکایا اور مسلح ہوکر میرے سامنے آئے تو یہ بھی مجھے پہچان لیں گے اور میرے غلبہ کو بھی دیکھ لیں گے کہ میں کیسے انھیں قتل سے دوچار کرتا ہوں۔

میں ابوالحسنؑ ہوں جس نے ان کی تلواروں کی دھاروں کو کاٹ دیا اور ان کی جماعت کو پراگندہ کردیا اور میرا رعب و دبدبہ میرے دشمن کے دل میں ہے اور اس پر میرے پاس میرے رب کی طرف سے دلیل ہے جو اس نے مجھ سے نصرت اور کامیابی کا وعدہ کیا ہے۔ میں اپنے فعل کے بارے میں کسی شک و شبہ میں مبتلا نہیں ہوں۔

آگاہ رہو! موت سے کسی کو چھٹکارا نہیں ہے۔ طولانی عمر بسر کرنے والے کو بھی ایک دن موت آئے گی اور اس سے بھاگنے والا اسے عاجز نہیں کرسکتا اور جو شخص قتل نہ ہو، اسے بھی موت

آئے گی اور سب سے بہترین موت شہادت کی موت ہے۔
اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں مجھ علیؑ کی جان ہے، بستر پر موت سے زیادہ مجھے تلوار سے ایک ہزار ضربت لگا کر شہادت کی موت زیادہ آسان اور عزیز ہے۔ پھر امیر المومنینؑ نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کرتے ہوئے دعا کی:
اے پروردگار! طلحہ بن عبیداللہ نے اپنی خوشی کے ساتھ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے کر میری بیعت کی اور پھر اس نے میری بیعت توڑ دی۔ اے خدایا! تُو اس سے جلد اس کا مواخذہ فرما اور اسے ہرگز مہلت نہ دے۔
اے پروردگار! زبیر بن عوام نے مجھ سے قطع رحمی کی اور مجھ سے کیے ہوئے عہد کو توڑا اور مجھ سے دشمنی وعداوت کا اظہار کیا اور میرے ساتھ لڑائی کی بنیاد رکھی حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ مجھ پر ظلم کر رہا ہے۔ پس! تُو اسے جیسے اور جہاں چاہے انجام سے دوچار فرما"۔
جب امیر المومنین علیہ السلام کا لشکر اور جمل والوں کا لشکر دونوں آمنے سامنے ہوئے تو بصرہ والوں نے حضرت علیؑ کے ساتھیوں پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی یہاں تک کہ ان میں سے کچھ لوگ زخمی بھی ہوئے۔
پھر لوگوں نے عرض کیا: اے امیر المومنینؑ! ان لوگوں نے ہمیں زخمی کیا ہے۔ اب آپؑ ان کو جواب دیں اور اب آپؑ اس قوم کی طرف سے کس بات کا انتظار کر رہے ہیں۔
حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ے پروردگا ، میں تجھے گواہ بنا رہا ہوں کہ مَیں نے ان کو تنبیہ کی اور اس کے انجام سے ڈرایا، تُو ان کے خلاف میرا گواہ رہنا۔

پھر آپؑ نے تلوار لٹکائی، سر پر عمامہ باندھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خچر پر سوار ہونے کے بعد قرآنِ مجید کو منگوایا اور اسے اپنے ہاتھوں میں اُٹھا کر فرمایا: اے لوگو! تم میں سے کون اس مصحف کو لے کر جمل والوں کے پاس جائے گا تاکہ وہ انھیں احکاماتِ قرآنِ پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دے۔

اتنے میں خاندانِ مجاشع کا ایک فرد اُٹھا جس نے سفید قبا پہن رکھی تھی، اس نے عرض کیا: اے مومنوں کے امیر! اس مصحف کو میں لے کر جاتا ہوں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے نوجوان! تمھارا دایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور پھر تلوار سے اس قدر ضربتیں لگائی جائیں گی کہ تم شہید ہو جاؤ گے۔

نوجوان نے عرض کیا: اے مومنوں کے امیر! میں اس جفا پر صبر کروں گا۔

راوی کہتا ہے: حضرت علی علیہ السلام نے دوبارہ صدا دی جب کہ قرآنِ مجید آپؑ کے ہاتھوں میں تھا۔ دوبارہ وہی شخص اُٹھ کر عرض کرتا ہے: اے مومنو کے امیر! اس مصحف کو مَیں لے کر جاتا ہوں اور حضرت علی علیہ السلام نے دوبارہ پہلے والی بات کو دہرایا۔

اس نے عرض کیا: اے امیر المومنینؑ! اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں ہوگا اور ذاتِ خدا کی خاطر یہ سب کچھ برداشت کرنا کم ہے۔

وہ قرآنِ مجید لے کر جمل والوں کی طرف نکل پڑا اور ان سے جا کر کہا: اے لوگو! میرے اور تمھارے درمیان یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اتنے میں جمل والوں میں سے ایک شخص نے اس کے دائیں ہاتھ پر وار کر کے اسے قطع کر دیا اور اس نے قرآنِ مجید کو بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ پھر اس کے بائیں ہاتھ کو بھی قطع کر دیا گیا تو اس نے قرآن مجید کو اپنے سینے سے لگا لیا، یہاں تک کہ اس پر اُوپر سے وار کر کے اسے شہید کر دیا گیا اور وہ اللہ کی رحمت میں داخل ہو گیا۔ جب اس کی ماں نے اس کو دیکھا تو اس پر مرثیہ کہا۔

پھر حضرت علی علیہ السلام نے اپنے لشکر کا علَم حضرت محمد بن حنفیہ کو دیتے ہوئے فرمایا:

اے میرے بیٹے! جنگ کے لیے آگے بڑھو، وہ تھوڑا سا بڑھنے کے بعد کھڑے ہو گئے اور اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔ حضرت علی علیہ السلام نے زور سے چیختے ہوئے فرمایا: تیری ماں تجھے نہ دیکھے! ان پر حملہ کرو۔

حضرت محمد بن حنفیہ نے علَم کو اُٹھایا اور اصحابِ جمل پر زبردست حملہ کیا۔ حضرت علی علیہ السلام نے جب انھیں حملہ کرتے ہوئے دیکھا تو ان کی شجاعت پر حیرت زدہ رہ گئے۔

آپؑ اس وقت یہ شعر پڑھ رہے تھے:

اطعن بها طعن ابيك تحمد لاخير فى الحرب اذا لم توقد

"تم ان پر اپنے باپ کی طرز کا ایسا حملہ کرو کہ لوگ تمھاری تعریف کرنے لگیں جب تک گھمسان کی جنگ نہ ہو اس میں بہتری نہیں ہوتی"۔

حضرت محمد حنفیہ ایک گھنٹہ تک علَم کے ساتھ جنگ کرنے کے بعد واپس تشریف لائے۔ حضرت علی علیہ السلام نے ان کے ہاتھ سے تلوار کو لے کر سونتنے کے بعد جمل والوں پر ایسا حملہ کیا کہ دائیں اور بائیں طرف سے ان پر وَار کیے۔ پھر واپس تشریف لے آئے جب کہ آپؑ کی تلوار ٹیڑھی ہو چکی تھی۔ آپؑ نے اپنے گھٹنے کی مدد سے تلوار کو سیدھا کیا۔

آپؑ کے اصحاب نے عرض کیا: اے امیرالمومنین! ہم آپؑ کی طرف سے جنگ لڑتے ہیں۔

آپؑ نے کوئی جواب نہ دیا اور پھر دوسری بار یوں حملہ کیا کہ جمل والوں کے لشکر کے اندر مخلوط ہو گئے اور ان کو چپے چپے پر مارا، یہاں تک کہ آپؑ کی تلوار ٹیڑھی ہو گئی۔ پھر آپؑ دوبارہ اپنے اصحاب کے پاس واپس تشریف لائے اور اپنے گھٹنے کی مدد سے تلوار کو سیدھا کیا۔ اس وقت آپؑ یہ کہہ رہے تھے: خدا کی قسم! میں یہ جنگ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور آخرت کے گھر کی خاطر لڑ رہا ہوں۔

پھر آپؑ نے اپنے بیٹے حضرت محمد بن حنفیہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے میرے بیٹے! اس طرح جنگ کرو۔

اتنے میں جمل والوں کے لشکر سے ایک مرد آگے بڑھا جس کا نام عبداللہ بن بری تھا اور وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا:

یارب انی طالب ابا الحسن ، ذاك الذی یعرف حقًا بالفتن

ذاك الذی نطلبه علی الاحن ونقضه شریعة من السنن

"اے پروردگار! میں ابوالحسنؑ کو (اپنے مقابلے میں) طلب کر رہا ہوں کہ جو صحیح معنوں میں فتنوں کو پہچانتا ہے اور یہ وہ شخص ہے جسے ہم کینہ و دشمنی کی بنا پر طلب کر رہے ہیں تاکہ ہم شریعت اور سنتوں کے مطابق اس کا فیصلہ کر سکیں"۔

حضرت علی علیہ السلام اس کے مقابلے میں یہ شعر پڑھتے ہوئے نکلے:

ان کنت تبغی أن تری ابا الحسن وکنت ترمیه بایثار الفتن

فالیوم تلقاه علیاً فاعلمن بالضرب والطعن عنیاً بالسنن

"اگر تُو ابوالحسنؑ کو دیکھنا چاہتا ہے اور اس کے ذریعے لوگوں کے درمیان فتنے کو اُبھار رہے ہو تو آج کے دن تم علیؑ سے ملاقات کر لو گے اور اے سنتوں کے زیادہ جاننے والے آج تجھے ضرب اور نیزے کی چوٹ کا پتا چل جائے گا"۔

پھر حضرت علی علیہ السلام نے اس کے خلاف اپنی تلوار نکالی اور اس پر ایک ایسا وار کیا کہ اس کا کندھا چیر کر رکھ دیا۔ پھر وہ یوں مُردہ ہو کر گر پڑا کہ خون میں لت پت ہو گیا۔ حضرت علی علیہ السلام اس کے سرہانے آ کر کھڑے ہوئے اور فرمایا: تُو نے ابوالحسنؑ کو دیکھ لیا ہے اور یہ بتا کہ تُو نے انھیں کیسا پایا ہے؟

اتنے میں عبداللہ بن بری کا بھائی یہ رجز پڑھتا ہوا لشکر سے نکلا:

اضربکم ولو اریٰ علیاً عمتہ ابیض مشرفیاً

واسمراً عنطنطا خطیا ابکی علیہ الولد والولیا

"میں تم لوگوں کو ضرب لگاؤں گا اور اگر مَیں نے علیؑ کو دیکھا تو اسے سفید عمامہ باندھ کر شرف یاب کروں گا اور اسے نیزے کے ذریعے اس کے اعمال کا ایسا صلہ دوں گا کہ اولاد اور دوست اس پر گریہ وزاری کریں گے"۔

حضرت علی علیہ السلام بھیس بدل کر اپنے لشکر سے یہ فرماتے ہوئے نکلے:

یاطالباً فی حربہ علیاً یمنحہ ابیض مشرفیا

اثبت لتلقاہ بھا علیا مھذباً سمیدعا کمیا

"اے جنگ میں علیؑ کو طلب کرنے والے تاکہ انھیں سفید عمامہ سے شرف یاب کرسکو۔ تم ثابت قدم رہنا تاکہ اس کام کے لیے علیؑ کا سامنا کرسکو اور وہ ایک مہذب، فیاض اور بہادر ہتھیار بند انسان ہیں"۔

پھر حضرت علی علیہ السلام اس پر حملہ آور ہوئے اور اس کے چہرے پر ایک ایسی کاری ضرب لگائی کہ اس کے سر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے فی النار کر دیا۔ پھر آپؑ اپنے اصحاب کی طرف مڑے ہی تھے کہ پیچھے سے کسی کے چیخنے چلّانے کی آواز سنائی دی۔ آپؑ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ عبداللہ بن خلف الخزاعی تھا، جس نے حضرت عائشہ کو بصرہ میں اپنے گھر ٹھہرایا تھا۔

جب حضرت علی علیہ السلام نے اسے دیکھا تو پہچان لیا کیوں کہ وہ بصرہ کے سرداروں میں سے تھا۔ آپؑ نے اس سے پوچھا: اے ابن خلف! تُو کیا چاہتا ہے؟

اس نے کہا: کیا میرا مقابلہ کرو گے؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: مجھے اس میں کچھ کراہت نہیں ہے۔ اے ابن خلف! تُو ہلاک ہو، تجھے قتل ہونے میں کیا خوشی ملے گی جب کہ تُو یہ جانتا ہے کہ میں کون ہوں؟

اس نے جواب دیا: تم میرا مقابلہ کرو اور مجھ پر غالب آؤ، تمھیں کس نے اتنا متکبر بنادیا ہے۔ اے ابوطالبؑ کے بیٹے! تُو میرے قریب آ تاکہ تُو دیکھ لے کہ ہم دونوں میں سے کون اپنے مدِ مقابل کو قتل کرتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے گھوڑے کی لگام سے اپنا گھوڑا اس کی طرف موڑا اور دونوں لڑائی کرنے کے لیے آمنے سامنے آ گئے جبکہ عبداللہ بن خلف نے وار کرنے میں پہل کی اور حضرت علی علیہ السلام نے اپنی ڈھال کے ذریعے اس کے وار کو روکا۔ پھر آپؑ نے اس پر ایسا وار کیا کہ وہ دائیں طرف گر گیا۔ پھر آپؑ نے دوسرا وار کیا جس سے اس کے سر کی کھوپڑی اُڑ گئی اور وہ وہیں پر ڈھیر ہو گیا۔

حضرت مالک اشترؓ دونوں لشکروں کے درمیان آئے اور ایک کے بعد ایک بہادر کا مقابلہ کرتے ہوئے جمل والوں کے کئی بہادروں کو قتل کر دیا۔ اسی طرح حضرت عمار بن یاسرؓ اور حضرت محمد بن ابی بکر نے بھی کئی بہادروں کو ابدی نیند سلا دیا۔ دونوں لشکروں کے درمیان جنگی معرکے ہوتے رہے اور انھوں نے ایسی زبردست لڑائی لڑی کہ اس جیسی لڑائی کبھی نہیں سنی گئی۔ اس اُونٹ کی مہار پکڑنے والے اٹھانوے ہاتھوں کو قطع کیا گیا، تیروں اور نیزوں کے پیوست ہونے کی وجہ سے کجاوہ قنفذ [1] کی طرح ہو گیا تھا اور وہ سرزمین خون کی وجہ سے سرخ ہو گئی تھی۔ پھر اُونٹ کی پیچھے سے کونچیں کاٹ دی گئیں اور اسے ہانکا گیا جب کہ اس کے منہ سے جھاگ نکل رہی تھی۔

---

[1] قنفذ ایک بلی کے برابر خاردار جانور ہے جس کے جسم پر تنکلا (یعنی چرخے کی آہنی سلاخ) کی طرح کانٹے ہوتے ہیں اور وہ خطرے کے وقت ان کو پھیلا کر ان میں چھپ جاتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اس کی کونچیں کاٹ دو کیوں کہ یہ شیطان ہے۔ پھر حضرت محمد بن ابی بکرؓ سے فرمایا: دیکھو! جب اُونٹ کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو اپنی بہن کے پاس جا کر اسے پردہ کروانا۔ پس! اس کی کونچیں کاٹی گئیں تو وہ ایک طرف گر گیا، اس کی گردن کا سامنے والا حصہ زمین پر آلگا اور اس کے منہ سے بہت زیادہ جھاگ نکلنے لگی۔ پھر حضرت عمار یاسرؓ آگے بڑھے اور کجاوہ کے تسموں کو اپنی تلوار سے کاٹ دیا۔

حضرت علیؑ رسولؐ خدا کے خچر پر سوار ہو کر کجاوہ کے پاس آئے اور اس میں ایک نیزہ مار کر فرمایا: اے عائشہ! کیا اللہ کے رسولؐ نے تمھیں اسی چیز کا حکم دیا تھا؟

حضرت عائشہ نے کہا: اے ابوالحسنؑ! آپؑ نے کامیابی حاصل کی ہے، پس! آپؑ اچھا برتاؤ کریں اور آپؑ کو تسلط حاصل ہو گیا ہے لہٰذا آپؑ عفو و درگزر سے کام لیں۔

حضرت علیؑ نے حضرت محمد بن ابی بکرؓ سے فرمایا: تمھاری بہن کی یہ شان ہے کہ تمھارے سوا اس کے قریب کوئی شخص نہ جائے۔

حضرت محمد بن ابی بکرؓ نے اپنا ہاتھ حضرت عائشہ کی طرف بڑھایا تو اس نے الگ کر دیا۔

پھر حضرت محمد بن ابی بکرؓ نے پوچھا: آپ کو کچھ ہوا تو نہیں ہے؟

حضرت عائشہ نے کہا: نہیں! لیکن تم کون ہو، تم پر افسوس ہے کہ تم نے مجھے چھوا ہے جو کہ تمھارے لیے حلال نہیں ہے۔

حضرت محمد بن ابی بکر نے فرمایا: خاموش رہو! میں تمھارا بھائی محمد ہوں اور جو کچھ بھی کیا ہے تم نے خود اپنے ساتھ کیا ہے، مَیں نے کچھ نہیں کیا۔ تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اپنے پردہ کی محافظت نہ کی اور اپنی حرمت کو مباح قرار دیا اور تم خود اپنے ہی قتل کے درپے ہو گئی۔

پھر وہ حضرت عائشہ کو بصرہ لے گیا اور انھیں عبداللہ بن خلف الخزاعی کے گھر

ٹھہرایا۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے بصرہ والوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

کنتم جند المراة واتباع البهيمة ، رغى فاجبتم ، وعقر فهربتم ، احلامكم رقاق وعهدكم شقاق ودينكم نفاق وماؤكم زعاق المقيم بين اظهركم مرتهن بذنبه والشاخص عنكم متدارك برحمة من ربه كانى بمسجدكم كجوجوء سفينة قد بعث الله عليها العذاب من فوقها ومن تحتها وغرق من فى ضمنها

”تم ایک عورت کی فوج اور ایک جانور کے تابع تھے۔ وہ بلبلایا تو تم لبیک کہتے ہوئے بڑھے اور وہ زخمی ہوا تو تم بھاگ کھڑے ہوئے۔ تم پست اخلاق اور عہد شکن ہو۔ تمھارے دین کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ۔ تمھاری سرزمین کا پانی تک شور ہے۔ تم میں اقامت کرنے والا گناہوں کے جال میں جکڑا ہوا ہے اور تم میں سے نکل جانے والا اپنے پروردگار کی رحمت کو پالینے والا ہے۔ وہ (آنے والا) منظر میری آنکھوں میں پھر رہا ہے جب کہ تمھاری مسجدیں یوں نمایاں ہوں گی جس طرح کشتی کا سینہ جب کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے تمھارے شہر پر اس کے اُوپر اور اس کے نیچے سے عذاب بھیج دیا ہوگا اور وہ اپنے رہنے والوں سمیت ڈوب چکا ہوگا“۔

جنگِ صفین کے دنوں میں شام والوں سے جنگ کرنا اور یہ قاسطون ہیں

(بحذفِ اسناد) ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ہمیں ناکثین، قاسطین اور مارقین سے جنگ کرنے کا حکم دیا تو ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے ہمیں ان لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے تو اس وقت ہم کس کے لشکر میں شامل ہو کر جنگ کریں؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ خاص طور پر حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کے لشکر میں شامل ہو کر جنگ کرنا اور ان کی ہمراہی میں حضرت عمار یاسر کو شہید کر دیا جائے گا۔

۞ (بحذفِ اسناد) علقمہ نے عبداللہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اُمِ سلمہؓ کے گھر تشریف لائے تو اتنے میں حضرت علی علیہ السلام بھی تشریف لے آئے تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم! یہ میرے بعد قاسطین، مارقین اور ناکثین کو قتل کرے گا۔

۞ (بحذفِ اسناد) ثعلبہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر کے زمانۂ خلافت میں حضرت ابوایوب انصاری نے یہ بات بتائی کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کے ساتھ مل کر ناکثین، قاسطین اور مارقین سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔

۞ (بحذفِ اسناد) حضرت اُمِ سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسولؐ خدا نے حضرت عمار یاسرؓ سے فرمایا: تمھیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان لوگوں کو میری شفاعت نصیب نہیں کرے گا۔

۞ (بحذفِ اسناد) حضرت اُمِ سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے حضرت عمار یاسرؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

تَقْتُلُکَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ

"تمھیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا"۔

امام مسلم نے بھی اپنی صحیح میں اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

❁ (بحذفِ اسناد) عمارہ بن خزیمہ بن ثابت سے مروی ہے کہ خزیمہ بن ثابت نے جنگِ جمل کو درک کیا لیکن اس نے کہا: میں اپنی تلوار جنگ کے لیے نہیں نکالوں گا۔ اسی طرح اس نے جنگِ صفین کو درک کیا اور کہا: مَیں اس وقت تک کسی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا جب تک حق کے امام کی واضح پہچان نہ ہو جائے اور یہ پہچان عمارؓ کی شہادت سے ہوگی۔ پس! یہ انتظار کرو اور دیکھو کہ کون عمار کو شہید کرتا ہے کیوں کہ مَیں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا کہ عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

جب حضرت عمار یاسرؓ شہید ہو گئے تو خزیمہ نے کہا: اب میرے لیے باجماعت نماز پڑھنا جائز ہے اور پھر حضرت علی علیہ السلام کے قرب میں لڑتے ہوئے شہادت پائی۔

حضرت عمار یاسرؓ کو ابوعادیہ مزنی نے نیزہ مار کر شہید کیا، اس وقت آپؓ کی عمر مبارک چورانوے سال تھی۔ جب آپ ابوعادیہ مزنی کا نیزہ لگنے سے زمین پر گرے تو ایک اور شخص آگے بڑھا اور اس نے آپ کا سر کاٹ دیا۔ پھر وہ دونوں آپس میں اس بات پر جھگڑنے لگے کہ عمار کا قاتل میں ہوں۔

یہ سُن کر عمرو بن عاص نے کہا: خدا کی قسم! یہ دونوں شخص جہنم کے بارے میں جھگڑا کر رہے ہیں۔

جب معاویہ نے اس کی یہ بات سنی تو ان دونوں کے واپس جانے کے بعد معاویہ نے عمرو سے کہا: جیسا تُو نے ان لوگوں سے کیا ہے، مَیں نے ایسا بُرا برتاؤ کبھی نہیں دیکھا کہ وہ لوگ اپنی جانوں کو ہم پر نچھاور کر رہے ہیں اور تم انھیں کہہ رہے ہو کہ تم دونوں جہنم میں جانے کے بارے میں جھگڑا کر رہے ہو؟

عمرو نے کہا: خدا کی قسم! وہ جہنمی ہی ہیں۔ قسم بخدا تُو بھی یہ جانتا ہے اور میری بھی یہی تمنا ہے کہ کاش! میں آج سے بیس سال پہلے مر چکا ہوتا۔

❁ (بحذفِ اسناد) عکرمہ سے مروی ہے کہ ابن عباسؓ نے مجھے اور علی بن عبداللہ بن عباس سے کہا: ابن سعید کے پاس جاؤ اور ان کی کان لگا کر گفتگو سنو۔

ہم ان کے پاس گئے تو وہ باغ میں تھے۔ جب انھوں نے ہمیں دیکھا تو اپنی ردا اُوڑھ کر بیٹھ گئے اور ہمیں احادیث سنانے لگے۔ جب مسجد کو تعمیر کرنے کا ذکر آیا تو انھوں نے بیان کیا کہ مسجد نبویؐ کی تعمیر کے وقت ہم سب ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے جب کہ حضرت عمار یاسرؓ دو دو اینٹیں اُٹھا کر لا رہے تھے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دیکھا تو عمارؓ کے سر سے مٹی جھاڑتے ہوئے فرمایا: اے عمار! تم اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرح ایک ایک اینٹ کیوں نہیں اُٹھا رہے ہو؟

انھوں نے عرض کیا: میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ اجر و ثواب کا متمنی ہوں۔

یہ سُن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے گرد جھاڑتے ہوئے فرمایا:

وَيْحَكَ تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ وَيَدْعُونَكَ إِلَى النَّارِ

"تجھ پر افسوس ہے کہ تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا جب کہ اس وقت تم انھیں جنت کی طرف بلا رہے ہو گے اور وہ تمھیں جہنم کی طرف بلا رہے ہوں گے"۔

یہ سُن کر حضرت عمار بن یاسر نے کہا: أَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ "میں ربِ رحمٰن کی پناہ مانگتا ہوں"۔ (مؤلف کہتے ہیں: میرے خیال کے مطابق حضرت عمارؓ نے فتنوں سے پناہ مانگی تھی)۔

احمد بن حسین بیہقی نے کہا ہے: یہ حدیث بخاری کی شرط کی رُو سے صحیح ہے۔

❁ (بحذفِ اسناد) محمد بن کعب بیان کرتا ہے کہ صلح حدیبیہ کو لکھنے کے لیے حضرت علیؑ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کاتب تھے۔ رسولِ خدا نے حضرت علیؑ

سے فرمایا: لکھو! یہ وہ شرائط ہیں جن پر محمد بن عبداللہ اور سہیل بن عمرو کے درمیان صلح ہوئی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے اس بارے میں عذر پیش کرتے ہوئے عرض کیا: وہ صرف "محمد رسول اللہ" تحریر کریں گے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آپؑ محمد بن عبداللہ ہی لکھ دیں جب کہ تمھیں اسی کا اجر ملے گا کیوں کہ آپؑ یہ اپنی رضا و رغبت کے بغیر لکھ رہے ہیں۔

پھر آپؑ نے یہ تحریر کیا کہ یہ وہ شرائط ہیں جن پر محمد بن عبداللہ اور سہیل بن عمرو کے درمیان صلح ہوئی ہے۔

❁ (بحذفِ اسناد) علقمہ اور اسود بیان کرتے ہیں: ہم دونوں حضرت ابوایوب انصاریؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: اے ابوایوبؓ! بے شک! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کے وجودِ مبارک کے ذریعے آپ کو عزت بخشی ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی سواری کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ آپ کے دروازے پر بیٹھ جائے تو وہ بیٹھ گئی اور رسولِؐ خدا آپ کے پاس مہمان بنے۔ یہ ایسی فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہے۔ آپ ہمیں یہ بتائیں کہ آپ علی بن ابی طالب علیہما السلام کی ہمراہی میں جنگ کے لیے کیوں نکلے تھے؟

ابو ایوب انصاریؓ نے جواب دیا: میں تم کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی گھر میں تشریف فرما تھے، جس گھر میں اس وقت تم موجود ہو، اُس وقت گھر میں رسولِؐ خدا کے ساتھ دو اشخاص کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ آپؐ کے دائیں طرف حضرت علی علیہ السلام تشریف فرما تھے اور آپؐ کے بائیں طرف مَیں بیٹھا ہوا تھا اور آپؐ کے سامنے انس بن مالک تھا کہ اچانک دروازہ کھٹکھٹایا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: باہر جا کر دیکھو دروازہ پر کون ہے؟

انس باہر گیا تو اس نے دیکھ کر عرض کیا: باہر عمار آئے ہیں۔
نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عمار کے لیے دروازے کھول دو کیوں کہ یہ طیب ابن طیب ہے۔

پس! انس نے دروازہ کھولا تو حضرت عمار یاسرؓ اندر داخل ہوئے اور رسولؐ خدا کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے انھیں مرحبا کہا اور اس کے بعد انھیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے عمارؓ! میرے بعد میری اُمت پر ایک ایسا بُرا وقت آئے گا کہ یہ ایک دوسرے کے خلاف تلواریں نکال لیں گے، یہاں تک کہ ایک دوسرے کو قتل کریں گے اور ایک دوسرے سے بیزاری کا اعلان کریں گے۔ جب تم ایسے حالات دیکھو تو تمھارے لیے ضروری ہے کہ تم اس علی بن ابی طالب (علیہما السلام) کا دامن تھامے رکھنا جو میرے دائیں طرف بیٹھا ہے۔ اگر تمام لوگ ایک دوسرے راستہ پر چل رہے ہوں اور (حضرت) علیؑ تنہا دوسرے راستے پر چل رہے ہوں تو تم اس راستے پر چلنا جہاں علیؑ چل رہے ہوں اور باقی تمام لوگوں کو چھوڑ دینا۔

اے عمارؓ! یاد رکھو، علیؑ تمھیں ہدایت سے دُور نہیں کریں گے اور یہ تمھاری باطل کی طرف رہنمائی نہیں کریں گے۔

اے عمارؓ! علیؑ کی اطاعت میری اطاعت ہے اور میری اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

✲ (بحذفِ اسناد) سعد بن عبادہ نے حضرت علی علیہ السلام سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: مجھے تین گروہوں کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ تین گروہ ناکثین، قاسطین اور مارقین ہیں۔ جب کہ شام والے قاسطون، جمل والے ناکثون اور نہروان یعنی حروریہ والے مارقون ہیں۔ (قاسطون اور قاسطین اس کلمہ کی رفعی، نصبی اور جرّی حالتیں ہیں کہ اسے حالتِ رفع میں قاسطون اور حالتِ نصب

وجر میں قاسطین پڑھا جاتا ہے جب کہ اسی طرح ناکثون اور مارقون ہے۔ از مترجم)

۞ (بحذفِ اسناد) عبداللہ بن مسلم کہتا ہے: مَیں نے صفین کے دن حضرت عمار بن یاسرؓ کو دیکھا تھا وہ گندم گوں اور طویل تھے۔ انھوں نے اپنے ہاتھ میں برچھی پکڑی ہوئی تھی اور ان کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ وہ یہ کہہ رہے تھے: اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اس پرچم والوں (یعنی ابن العاص وغیرہ) کے خلاف مَیں نے رسولِؐ خدا کی ہمراہی میں تین دفعہ جنگ کی تھی اور آج چوتھی دفعہ ان کے خلاف لڑ رہا ہوں۔ اگر انھوں نے ہمیں ضرب لگائی تو وہ جان لیں کہ ہمارے آقا و بزرگ حضرت علی علیہ السلام ہیں جو حق پر ہیں اور وہ لوگ باطل پر ہیں۔

۞ (بحذفِ اسناد) صعصعہ بن صوحان بیان کرتے ہیں: جب حضرت علیؑ بن ابی طالب علیہما السلام نے جنگِ صفین کے لیے علَم لہرانے کا ارادہ کیا تو آپؑ نے رسولِؐ خدا کا پرچم نکالا اور جب سے رسولِؐ خدا نے انتقال فرمایا یہ پرچم نہیں دیکھا گیا لیکن اس دن حضرت علی علیہ السلام نے یہ پرچم لہراتے ہوئے قیس بن سعد بن عبادہ کو بلا کر ان کے حوالے کیا۔ اس وقت تمام انصار اور اہلِ بدر جمع ہو گئے۔ جب انھوں نے رسولِؐ خدا کا پرچم دیکھا تو گریہ کرنے لگے۔ اس وقت قیس بن سعد بن عبادہ یہ شعر پڑھ رہے تھے:

هذا اللواء الذی کنا نحف به   مع النبی وجبریل لنا مدد

ما ضر من کانت الانصار عیبته   ان لا یکون لهم من غیرهم عضد

"یہ وہی پرچم جس کے گرد ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جمع تھے اور جبرئیلؑ ہماری مدد کے لیے نازل ہوئے تھے۔ جس کے انصار مددگار ہوں، اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اگرچہ ان کا انصار کے علاوہ کوئی دستِ بازو نہ ہو"۔

۞ (بحذفِ اسناد) ابن عمارہ سے مروی ہے کہ جب تک حضرت عمار بن یاسرؓ

جنگِ صفین میں شہید نہ ہوگئے، میرے دادا خزیمہ بن ثابت نے اپنا اسلحہ نہیں اُٹھایا۔ جب حضرت عمار یاسرؓ شہید ہوگئے تو انھوں نے اپنی تلوار نکال کر جنگ کرنا شروع کردی۔ یہاں تک کہ اسی معرکے میں شہید ہوئے۔

۞ (بحذفِ اسناد) احمد بن حسین بیہقی کہتا ہے: جب حضرت عمار یاسرؓ جنگِ صفین کے میدان میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے تو امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے ایسی زبردست جنگ کی جس کا تذکرہ مورخین نے اپنی کتب میں کیا ہے۔ آپؑ نے لیلۃ الھریر [1] میں اپنے بہت زیادہ دشمنوں کو قتل کیا۔ آپؑ اس قدر جنگ کرتے ہوئے آگے بڑھے کہ دشمن کے سر تک پہنچ گئے اور اکثر شامی اُلٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہوئے۔

پھر معاویہ اور اس کے باقی بچ جانے والے ساتھیوں نے یہ ڈراما رچایا کہ مصاحف کو نیزوں کی نوکوں پر سوار کیا اور کہا کہ ہم تم لوگوں کو کتابِ خدا کی طرف دعوت دیتے ہیں کہ یہ ہمارے درمیان فیصلہ کرے۔ یہ صرف اور صرف اصحابِ علیؑ کو اپنے خلاف جنگ سے روکنے کے لیے ایک مکروحیلہ تھا۔ پھر وہی کچھ ہوا جو شامیوں نے سوچ رکھا تھا اور حضرت علی علیہ السلام کے ساتھیوں میں سے ہی لوگوں نے جنگ کو ختم کرنے کی طرف اشارہ دے دیا۔

۞ (بحذفِ اسناد) اعمش سے مروی ہے کہ مجھے ایک شخص نے یہ خبر دی ہے جس نے حضرت علی علیہ السلام کو جنگِ صفین میں دیکھا تھا۔ وہ کہتا ہے: جنگِ صفین کے روز حضرت علی علیہ السلام اپنے ہاتھوں کو ایک دوسرے پر مار رہے تھے اور نہایت ہی رنج وغم کا اِظہار کرتے ہوئے فرما رہے تھے: ہائے افسوس! لوگ میری نافرمانی کر رہے ہیں اور

---

[1] سردی کی وجہ سے کتے جو آواز نکالتے ہیں اسے "ھریر" کہتے ہیں۔ اس رات لشکرِ شام بھی ویسی ہی آوازیں نکال رہا تھا اور ہتھیاروں کی کھڑکھڑاہٹ، گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں اور شامیوں کی چیخ وپکار کی وجہ سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ (از مترجم)

معاویہ کی فرمان برداری کررہے ہیں۔

(بحذف اسناد) ابن ابی سنان العجلی سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام سے عرض کیا: آپؑ مجھے معاویہ بن ابی سفیان کی طرف بھیجیں تاکہ میں آپؑ اور اس کے درمیان فیصلہ کردوں۔ خدا کی قسم! میں اس پر گھڑسواروں کے ساتھ ایسا زبردست حملہ کروں گا کہ اس کے لیے لشکر کے درمیان یا اطراف سے بچ کر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں رہے گا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تم معاویہ کے مکروفریب کے آگے کچھ نہیں ہو۔ خدا کی قسم! میں اسے صرف تلوار سے سبق سکھاؤں گا، یہاں تک کہ حق باطل پر غالب آجائے۔

ابن عباسؓ نے عرض کیا: اس کے علاوہ بھی ایک بات ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: وہ کیا ہے؟

ابن عباسؓ نے عرض کیا: آپؑ کی اطاعت و فرماں برداری کی جاتی ہے، نافرمانی نہیں کی جاتی جب کہ آپؑ کے کچھ ساتھی آپؑ کی نافرمانی کرتے ہیں اور وہ آپؑ کی بات نہیں مانتے۔ جب عراقی لوگ حضرت علی علیہ السلام سے اختلاف کرنے لگے تو آپؑ نے فرمایا: ابن عباسؓ! خوبی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ہے لیکن میں باریک پردے کے پیچھے سے ان نازک اور اہم اُمور کو دیکھ رہا ہوں جو ان کی نظروں سے اوجھل ہیں۔

(بحذف اسناد) حمزہ بن شوذب کہتا ہے: صفین کے دن چالیس ہزار کی تعداد میں بید کی چھڑیوں کو کاٹا گیا۔ پھر جنگِ صفین میں شہدا کی تعداد کو شمار کرنے کے لیے ان میں سے ایک بید کی چھڑی کو ایک شہید پر رکھا گیا، یہاں تک کہ بید کی چھڑیاں ختم ہوگئیں لیکن شہدا کی تعداد کا شمار نہ ہوسکا۔

۞ (بحذفِ اسناد) ابن سیرین کہتا ہے: صفین کے دن جب مارے جانے والوں کی تعداد ستر ہزار ہوگئی تو پھر بید کی چھڑی رکھے بغیر شمار کرنا ممکن نہ رہا۔ ہر انسان پر بید کی ایک چھڑی رکھی گئی اور پھر شمار کیا گیا۔

۞ (بحذفِ اسناد) بنی سعد کا ایک شخص روایت بیان کرتا ہے کہ میں صفین کے میدان میں احنف بن قیس کے ساتھ کھڑا تھا اور وہ عمار بن یاسرؓ کے ساتھ کھڑا تھا کہ اتنے میں عمارؓ نے کہا: مجھ سے میرے خلیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اس دنیا میں میری آخری غذا پانی ملا دودھ ہوگا۔

ابھی ہم کھڑے ہی تھے کہ ایک طرف سے غبار اُٹھا اور لوگوں نے کہنا شروع کر دیا: شامی آ گئے۔ پھر پانی پلانے والے، لوگوں کو پانی پلانے لگے کہ اتنے میں ایک خاتون ایک پیالہ لے کر آئی۔ اس میں سے کچھ عمارؓ نے پیا، پھر وہ احنف کو دے دیا اور احنف نے بچ جانے والا مجھے دے دیا۔

جب مَیں نے دیکھا تو وہ دودھ تھا، جب کہ مَیں نے اس بات کا اظہار احنف سے نہیں کیا اور دل ہی دل میں کہا: اگر تمھارا خلیل سچا ہے تو اب تم ضرور قتل کر دیے جاؤ گے۔

پھر انھوں نے حملہ کیا اور مَیں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا: جنت نیزوں تلے ہے، میری یہ بات حضرت محمدؐ اور ان کی آلؑ پاک سے محبت کے دعوے داروں تک پہنچا دو۔ میرا یہی حضرت محمدؐ اور ان کے گروہ سے آخری عہد تھا۔

۞ (بحذفِ اسناد) یہ بھی روایت بیان کی گئی ہے کہ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام نے صفین کی طرف کوچ کرنے سے پہلے اپنے قاصد طرماح اور جریر بن عبداللہ بجلی وغیرہ کو معاویہ کی طرف بھیجا۔ آپؑ نے اسے ہر خط میں یہ تحریر کرتے ہوئے اتمامِ حجت کی کہ مکہ و مدینہ کے لوگوں نے میری بیعت کر لی ہے اور مَیں

نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ آپؑ یہ چاہتے تھے کہ عراق اور شام والوں کے درمیان جنگ نہ ہو۔

جب کہ معاویہ جواب میں خونِ عثمان کا بہانہ کرتا اور اس کے ذریعے شام کے جہلاء اور عرب کے اکھڑ و بیوقوف لوگوں کو گمراہ کرتا۔ لوگوں کو مالِ دنیا اور حکومتی عہدوں کے ذریعے اپنی طرف مائل کرتا۔ معاویہ نے اس دوران حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے اپنے قابلِ اعتماد ساتھیوں اور خاندان والوں سے بھی مشاورت کی تو اس کے بھائی عتبہ نے کہا: علیؑ سے جنگ کرنا ایک عظیم اور دشوار امر ہے اور یہ کام عمرو بن عاص کے بغیر پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا کیوں کہ وہ اپنے دور میں ہوشیاری اور مکروحیلہ میں ثانی نہیں رکھتا۔ وہ ہر ایک کو دھوکا دے سکتا ہے لیکن اسے کوئی نہیں دھوکا دے سکتا، اور شام کے لوگوں کے دل بھی اِسی کی طرف مائل ہیں۔

معاویہ نے کہا: خدا کی قسم! تو سچ کہتا ہے لیکن وہ علیؑ کو چاہتا ہے اس لیے مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ مجھے جواب نہیں دے گا۔

عتبہ نے کہا: اسے اموال اور حکومتی اعلیٰ عہدوں کے ذریعے اپنے جال میں اُتارو۔

پھر معاویہ نے عمرو بن عاص کو یوں خط لکھا:

امام المسلمین، ذوالنورین، دامادِ مصطفیٰ، صاحبِ جیش العسکر و بئر دومہ، جس کے اعوان و انصار ختم ہوگئے اور مدد سے ہاتھ کھینچنے والے زیادہ ہوگئے، جسے اپنے گھر میں محصور کر کے پیاسا اور ظلم کے ساتھ ان کے محراب میں فاسق لوگوں کی تلواروں کے ساتھ اذیت ناک انداز میں قتل کیا گیا۔ عثمان بن عفان کے خلیفہ معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے صحابیٔ رسولؐ، ثقۃ الرسولؐ، رسولؐ کے لشکر کا امیر، عظیم رائے کا مالک، بہترین مدبر عمرو بن

عاص کے نام!

امابعد! مومنوں کے دلوں کا جلنا تم سے ہرگز مخفی نہیں ہے کہ ان کے دلوں پر عظیم مصیبت خونِ عثمان کی صورت میں وارد ہوئی اور جو کچھ ان کے پڑوسی نے ان کے ساتھ حسد اور بغاوت کرتے ہوئے کیا ہے کہ ان سے اپنی مدد کو روک دو اور انھیں دھوکا میں رکھ کر عام لوگوں کو ان کے خلاف اُکسایا گیا یہاں تک کہ ان لوگوں نے حضرت عثمان کو ان کے محراب میں قتل کر دیا۔ ہائے افسوس کہ یہ ایسی مصیبت ہے جس کا تمام مسلمانوں کو صدمہ ہوا ہے اور اس مصیبت نے حضرت عثمان کے قاتلوں سے ان کے خون کا بدلہ لینا تمام مسلمانوں پر فرض قرار دیا ہے۔ مَیں تم کو اس کی دعوت دیتا ہوں کہ آؤ اس شخص سے جنگ کر کے بہترین اجروثواب اور آخرت میں بہترین ٹھکانہ حاصل کر سکو۔

پھر عمرو بن عاص نے معاویہ کے خط کا جواب تحریر کرتے ہوئے لکھا:

رسولؐ خدا کے صحابی عمرو بن عاص کی طرف سے معاویہ بن ابوسفیان کے نام!

امابعد! میرے پاس تیرا خط پہنچا اور مَیں نے اسے بغور پڑھا۔ تو نے مجھے جس بات کی طرف دعوت دی ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ میں اپنی گردن سے اسلام کا طوق اُتار کر تمھارے ساتھ گمراہی میں گر پڑوں اور تمھاری باطل میں مدد کروں اور علیؑ کے مقابلے میں اپنی تلوار نکال لوں جو رسولؐ خدا کے بھائی، آپؐ کے وصی اور وارث، آپؐ کے دین کے قاضی، آپؐ کے وعدے کو پورا کرنے

والے، آپؐ کی بیٹی جو جنت کی عورتوں کی سردار ہیں، ان کے شوہر، جوانانِ جنت کے سردار حسنؑ و حسینؑ کے والد بزرگوار اور ابوالسبطین ہیں۔ ہرگز ایسا نہیں ہوگا کہ میں ان کے مقابلے میں تمھارا ساتھ دوں۔ ہاں! جو تم نے یہ کہا ہے کہ مَیں عثمان کا جانشین ہوں۔ یہ تم نے درست کہا لیکن آج تمھیں اس کی جانشینی سے معزول کیا جاچکا ہے اور آج حضرت عثمان کے علاوہ کسی اور (حضرت علیؑ) کی بیعت کی جاچکی ہے تو پس تمھاری جانشینی ختم ہوگئی۔

جو تم نے مجھے باعظمت ٹھہرایا ہے اور مجھے صحابیِ رسولؐ کہا ہے اور یہ کہ میں ان کے لشکر کا امیر رہا ہوں تو میں اس پر ہرگز غرور اور تکبر کا شکار نہیں ہوں اور نہ ہی ان اوصاف کی بنا پر ملت اسلام سے کنارہ کشی اختیار کرسکتا ہوں۔

جو تم نے رسولِؐ خدا کے بھائی اور آپؐ کے وصی ابوالحسنؑ کو عثمان کے خلاف باغی اور حاسد کہا ہے اور صحابہ کو فاسق کہا ہے کیا تُو یہ گمان کرتا ہے کہ ابوالحسنؑ نے صحابہ کو حضرت عثمان کے قتل پر اُکسایا تھا تو یہ سب جھوٹ اور گمراہ کن بات ہے۔

اے معاویہ! تجھ پر افسوس ہے کیا تُو یہ نہیں جانتا کہ ابوالحسنؑ اپنی جان کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان کرنے کے لیے آپؐ کے بستر پر سوئے۔ انھوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور ہجرت کی۔ رسولِؐ خدا نے حضرت علیؑ کی شان میں فرمایا: "وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، اور اس کی میرے نزدیک وہی

قدر ومنزلت ہے جو حضرت ہارونؑ کی حضرت موسیٰؑ کے نزدیک تھی لیکن میرے بعد سلسلہ نبوت جاری نہیں رہے گا"۔

رسولؐ خدا نے غدیرِ خُم کے دن حضرت علیؑ کے بارے میں فرمایا: "جس جس کا میں مولا ہوں اُس اُس کا یہ علیؑ مولا ہے۔ اے پروردگار! تُو اسے دوست رکھ جو علیؑ سے دوستی رکھے اور تُو اسے دشمن رکھ جو اس سے دشمنی رکھے۔ تُو اس کی مدد کر جو اس کی نصرت و مدد کرے اور تُو اس کی مدد نہ کر جو اس کی نصرت و مدد نہ کرے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگِ خیبر کے دن حضرت علیؑ کے بارے میں فرمایا: میں کل علَم اس کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسولؐ اس سے محبت کرتے ہوں گے"۔ آپؐ نے حدیث طیر میں ان کے متعلق فرمایا: "اے اللہ! تُو میرے پاس اپنی مخلوق میں سے پسندیدہ ترین فرد کو بھیج۔ جب حضرت علیؑ تشریف لائے تو نبی اکرمؐ نے فرمایا: آؤ! آؤ! میرے پاس آؤ"۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنونضیر کے ساتھ جنگ کے وقت فرمایا: "علیؑ فاسق و فاجر لوگوں کو قتل کرنے والے اور نیکوکار لوگوں کے امام ہیں۔ جو ان کی مدد کرے، یہ ان کے مددگار ہیں اور جو ان کی نصرت و مدد سے پیچھے ہٹے، یہ اس کی نصرت و مدد سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں"۔

رسولؐ خدا نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا: "میرے بعد علیؑ تمھارا پیشوا اور امام ہے"۔

نبی کریمؐ نے مجھے اور تمھیں اور اپنے خواص کو تاکید کرتے ہوئے فرمایا: ''میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان میں سے ایک کتابِ خدا ہے اور دوسری میری عترت و اہلِ بیتؑ ہیں''۔

اور نبی کریمؐ نے ان کی شان میں فرمایا: ''میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں''۔

اے معاویہ! تُو جانتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتابِ مقدس میں کتنی ہی ایسی آیات نازل کی ہیں جو ان کے فضائل سے بھری پڑی ہیں۔

جیسا کہ ارشاد پروردگار ہوتا ہے:

يُوفُونَ بِالنَّذْرِ

''وہ لوگ اپنی نذر کو پورا کرتے ہیں''۔ (سورۂ دھر: آیت ۷)

اور ارشادِ ربانی ہوتا ہے:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَ رَسُولُهُ وَ الَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ۝ (المائدہ: آیت ۵۵)

''بے شک تمھارا ولی اللہ، اس کا رسولؐ اور وہ مومن ہے جو نماز قائم کرتا اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتا ہے''۔

اور ارشادِ ربانی ہوتا ہے:

أَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ

''تو کیا جو شخص اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل روشن پر ہو اور اس کے پیچھے ہی پیچھے انھی کا ایک گواہ ہو''۔ (ہود: آیت ۱۷)

اور ارشادِ ربانی ہوتا ہے:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ

''ایمان داروں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ خدا سے انھوں نے جو عہد کیا تھا اسے پورا کر دکھایا''۔(احزاب: آیت ۲۳)

اور ارشادِ ربانی ہوتا ہے:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

''(اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ میں اس (تبلیغ رسالت) کا اپنے قرابت داروں (اہلِ بیتؑ) کی محبت کے سوا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا''۔(الشوریٰ: آیت ۲۳)

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: (اے علیؑ!) کیا آپؑ اس بات پر راضی ہیں کہ آپؑ کی صلح میری صلح اور آپؑ کی جنگ میری جنگ ہے۔ آپؑ دنیا و آخرت میں میرے بھائی اور دوست ہو۔

اے ابوالحسنؑ! جس نے آپؑ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے آپؑ سے کینہ و عداوت رکھی، اس نے مجھ سے کینہ و عداوت رکھی، اور جس نے آپؑ سے محبت کی اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا اور جس نے آپؑ سے دشمنی کی اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں بھیجے گا۔

اے معاویہ! تمھارے خط کا یہی جواب ہے اور جس کے پاس عقل وخرد اور دین ہے، وہ تمھاری ان باتوں سے ہرگز دھوکا نہیں کھا سکتا ہے۔

اس کے بعد معاویہ نے دوبارہ عمرو بن عاص کو خط لکھا جس میں اسے مال اور حکومتی عہدوں کا لالچ دیا اور اس خط کے آخر میں یہ شعر تحریر کیا:

جهلت ولم تعلم محلك عندنا وارسلت شيئاً من عتاب وما تدري

فثق بالذي عندي لك اليوم آنفاً من العز والاكرام والجاه والقدر

فاكتب عهداً ترتضيه مؤكداً واشفعه بالبذل مني والبر

"تم نا آشنا ہو اور تمھیں یہ نہیں معلوم کہ تمھارا ہمارے نزدیک کیا مقام ہے؟ تم نے خط کے جواب میں سرزنش اور توبیخ لکھ بھیجی ہے۔ اس وقت میرے پاس تمھاری جو عزت و اکرام اور قدر و منزلت اور جاہ و حشم ہے تم اس پر بھروسا کرو۔ تم خود ہی عہد و پیمان لکھ دو کہ جس سے تم خوش ہو اور میں بخشش و عطیات اور اچھائی کے ذریعے اس کی تکمیل کی سفارش کروں گا"۔

پھر عمرو بن عاص نے یہ ابیات جواباً تحریر کیے:

ابى القلب مني ان اخادع بالمكر بقتل ابن عفان اجر الى الكفر

واني لعمرو وذودهاء وفطنة ولست ابيع الدين بالربح والوفر

فلو كنت ذا رأى وعقل وحيلة لقلت لهذا الشيخ ان خاض في الامر

تحية منشور جليس مكرم بخبط صحيح ذي بيان على مصر

اليس صغيراً ملك مصر ببيعة هي العار في الدنيا على العقب من عمرو

فان كنت ذا ميل شديد الى العلى و إمرة اهل الدين مثل ابي بكر

فاشرك اخا رأى وحزم وحيلة معادي في امر جليل لذي الذكر

فان رواء الليث صعب على الورى وان غاب عمرو زيد شر الى شر

"میرے دل نے اس کا انکار کیا ہے کہ میں لوگوں کو دھوکا و فریب

سے اس بات پر برانگیختہ کروں کہ ابن عفان کا قتل کفر کا موجب ہے۔ بے شک! میں عمرو ہوں جو کہ ہوشیار اور ذہین ہے اور میں اپنے دین کو مال و اسباب اور دنیوی منافع کے عوض نہیں بیچتا۔ اگر تم صاحبِ رائے، عاقل اور حیلہ سازی سے واقف ہو تو میں نے اس بوڑھے سے یہ کہا: وہ اس کام کے بارے میں غور کرے کہ وہ ایک پروانے کے ساتھ مجھے باعزت ساتھی ہونے کا شرف عطا کرے اور مصر کی حکومت میرے نام لکھ کر مجھے صلہ دے۔

کیا تمھاری بیعت کے عوض ملکِ مصر کی حکومت حاصل کرنا کم نہیں ہے کیوں کہ یہ عمرو کی آنے والی نسلوں کے لیے باعثِ ذلت ورُسوائی ہوگا۔ اگر تمھیں اس چیز کی شدید خواہش ہے کہ بلند مقام و مرتبہ تک پہنچو اور ابوبکر کی طرح دین دار لوگوں پر حکومت کرو تو تم اپنی حکومت میں اسے شریک کرو جو مضبوط رائے، پکا ارادہ اور حیلہ سازی میں ماہر ہے اور اہلِ علم کو ایک باعظمت کام کی طرف بلانے والا ہے۔ بے شک! شیر کا پیاسا ہونا مخلوق کے لیے دشوار ہوتا ہے اور اگر عمرو اس امر میں موجود نہ رہا تو شر کے ساتھ مزید شر کا اضافہ ہو جائے گا"۔

عمرو بن عاص کے اس خط کے بعد معاویہ نے عمرو کو مصر کی حکومت کا پروانہ لکھ بھیجا۔ جب عمرو کو یہ شاہی فرمان ملا تو سوچ میں پڑ گیا۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے، یہاں تک کہ اس کی نیند اُڑ گئی۔ اس نے کہا:

تطاول لیلی للهموم الطوارق   وصافحت من دهری وجوه البوائق

اخدعه والخدع فیه سجیة   ام اعطیه من نفسی نصیحة وامق

أُم اقعد عنه انِ ذا فیه راحة لشیخ یخاف الموت فی کل شارق

"غم ومصائب کی وجہ سے میری رات بڑھتی جارہی ہے اور مَیں نے اپنے زمانے کے شراور برائیوں سے ہاتھ ملالیا ہے۔
کیا میں اسے دھوکا دے دوں جب کہ اس کی خصلت ہی دھوکا دینا ہے، یا میں اسے اپنی طرف سے ایک پیار ومحبت کرنے والے انسان کی طرح نصیحت کروں۔
کیا میں اس کا ساتھ دینے سے خود کو روک لوں اور اسی میں راحت ہے تاکہ یہ بوڑھا ہر نئے دن کو موت سے خوف زدہ ہوتا رہے"۔

جب صبح ہوئی تو عمرو نے اپنے غلام وردان کو بلایا جو ایک دانا شخص تھا، اس سے مشورہ کیا۔ تو وردان نے کہا: بے شک! علیؑ کے پاس آخرت ہے اور دنیا نہیں جب کہ آخرت تیرے لیے ہمیشہ باقی رہے گی اور تم اس میں ہمیشہ کے لیے رہو گے لیکن معاویہ کے پاس دنیا ہے آخرت نہیں اور یہ دنیا تمھارے لیے ہمیشہ باقی نہیں رہے گی۔ اب ان دونوں میں تم جو چاہتے ہو اختیار کرلو۔

یہ سُن کر عمرو مسکرایا اور یہ اشعار پڑھنے لگا:

یاقاتل الله ورداناً وفطنته لقد اصاب الذی فی القلب وردان

لما تعرضت الدنیا عرضت لها بحرص نفسی وفی الاطباع اذهان

نفس تعف وأخری الحرص یغلبها والمرء یاکل تیسا وهو غرثان

اما علی فدین لیس یشرکه دنیا و ذاك له دنیا و سلطان

فاخترت من طمعی دنیا علی بصری وما معی بالذی اختار برهان

انی لأعرف ما فیها وابصره وفی ایضاً لما اهواه الوان

لکن نفسی تحب العیش فی شرف   ولیس یرضی بذل النفس انسان

"اے وردان! اللہ تجھ پر رحمت کرے کہ جو کچھ وردان کے دل میں ہے وہ درست ہے جبکہ دنیا نے مجھے طلب کیا ہے اور مَیں نے اس سے منہ موڑا تھا۔ میرا نفس لالچ پر اُکسا رہا ہے اور ذہن اسی سے بھرے پڑے ہیں۔ ایک لحاظ سے میرا نفس مجھے اس سے روکتا ہے اور دوسری طرف اس نفس پر لالچ وحرص غالب ہے اور جب انسان بہت زیادہ بھوکا ہو تو بکرا بھی کھا جاتا ہے۔

حضرت علیؑ کے پاس دین کے ساتھ دنیا نہیں ہے جب کہ معاویہ کے پاس دنیا اور سلطنت ہے۔ مَیں نے اپنے لالچ کی بنا پر اور اپنی نظر کے مطابق دنیا کو چنا ہے جب کہ جو کچھ مَیں نے چنا ہے اس کے بارے میں میرے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ میں بخوبی جانتا ہوں کہ اس دنیا میں کیا ہے اور میں اس کو دیکھ رہا ہوں کہ اس کے زرق برق سے محبت کرتے ہوئے انسان دنیا سے لیتا ہے لیکن میری روح عزت وعظمت کے ساتھ زندگی گزارنا پسند کرتی ہے اور انسان اپنی جان کو فدا کرنے پر راضی نہیں ہوتا ہے"۔

پھر عمرو ابن عاص معاویہ کی طرف روانہ ہو گیا حالانکہ اس کا بیٹا عبداللہ اور اس کا غلام وردان اسے روکتے رہے لیکن وہ معاویہ کے پاس جانے سے باز نہ آیا۔ جب وہ اس جگہ پر پہنچا جہاں شام کا راستہ اور عراق کا راستہ ایک دوسرے سے جدا ہوتا تھا تو اسے وردان نے کہا: عراق کا راستہ آخرت کا راستہ ہے اور شام کا راستہ دنیا کا راستہ ہے، تم ان دونوں راستوں میں سے کس راستے پر چلو گے؟ عمرو نے جواب دیا: میں شام کے راستے پر چلوں گا۔

(مؤلف بیان کرتے ہیں:) امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے صفین کی طرف روانگی اور معاویہ پر یلغار سے پہلے اس پر حجت تمام کرنے کے لیے جو خطوط تحریر کیے ان میں سے ایک خط میں لکھا:

امابعد! تیرے لیے مدینہ میں میری بیعت کرنا ضروری ہے جب کہ تم شام میں ہو کیوں کہ ان لوگوں نے میری بیعت کی ہے جنھوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان کی بیعت کی اور جس بات پر انھوں نے ان تین کی بیعت کی تھی، اسی بات پر میری بھی بیعت کی ہے۔ کسی حاضر شخص کے لیے اختیار اور کسی غائب کے لیے رد کرنا ممکن نہیں تھا کیوں کہ وہاں پر ایک شوریٰ تھی، جس میں مہاجرین و انصار کے نمایندے موجود تھے۔ جس شخص پر ان کا اتفاق ہوجاتا ہے یہ اسے امام بنادیتے ہیں اور اسی میں اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے۔ اگر کوئی شخص ان کے کیے ہوئے فیصلے کو نہ مانے تو یہ اس کے پیروکاروں سے جنگ کرتے ہیں اور اس وقت انھیں حالتِ ایمان میں خیال نہیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی ایسے لوگوں سے منہ موڑ لیتا ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے جو بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔
طلحہ اور زبیر نے میری بیعت کرنے کے بعد توڑ دی اور ان کا بیعت توڑنا ان کا بیعت کے انکار کے مترادف تھا۔ مَیں نے مہلت اور عذر بیان کرنے کا موقع دینے کے بعد ان سے جہاد کیا یہاں تک کہ حق کا بول بالا ہوا اور خدا کا امر ظاہر ہوا اور وہ ذلیل و رُسوا ہوئے۔
اے معاویہ! تم بھی اس دائرے میں آجاؤ جس میں تمام مسلمان

داخل ہیں۔ اسی میں تیرا بھلا ہے اور خود کو مصیبت و آزمائش میں نہ ڈال۔ اگر تُو نے خود کو آزمائش میں ڈالا تو میں خدائے تعالیٰ کی مدد سے تم سے جنگ کروں گا۔ عثمان کے قاتلوں کے بارے میں کتنی لڑائیاں ہوئیں۔ پس! تُو بھی باقی لوگوں کی طرح میری بیعت کر لے۔ پھر قوم تمھارے بارے میں فیصلہ کرے گی اور وہ کتابِ خدا کے مطابق ہوگا اور جو کچھ تم چاہتے ہو یہ بچے کو دودھ کے بارے میں دھوکا دینے کی طرح ہے۔ مجھے میری زندگی کی قسم! اگر تم اپنی خواہشات کے بجائے اپنی عقل کی بات مانو تو یہ دیکھو گے کہ قریش کے نزدیک میرا خونِ عثمان سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ تم یہ بات یاد رکھو کہ تم آزاد کردہ غلاموں میں سے ہو جن کے لیے خلافت حلال نہیں ہے اور نہ ہی ان کی شوریٰ میں کوئی جگہ ہے۔ مَیں نے تمھاری طرف اور تجھ سے پہلے والے لوگوں (اہلِ جمل) کی طرف جریر بن عبداللہ البجلی کو بھیجا ہے کیوں کہ یہ اہلِ ایمان اور مہاجرین میں سے ہے۔ پس تم ان کے ہاتھ پر بیعت کرلو۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

یہ بھی مروی ہے کہ شام والوں نے فرات کے پانی کے گھاٹ کی طرف پیش قدمی کی اور حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب کو پانی پینے سے روک دیا۔ اس وقت حضرت علی علیہ السلام اور آپؑ کے اصحاب آلودہ پانی پیتے رہے، یہاں تک کہ ان میں سے کئی لوگ بیمار ہو گئے لیکن حضرت علی علیہ السلام شام والوں سے نرمی برت رہے تھے اور ان سے جنگ کی شروعات نہیں کر رہے تھے بلکہ ان کو ایک کے بعد ایک دلیل کے ذریعے قائل کرنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن شام والے ان پر پانی بند رکھنے کے لیے بضد تھے۔

معاویہ نے حضرت علی علیہ السلام کی طرف خط تحریر کیا:

امابعد! اگر تمھاری ان لوگوں نے بیعت کی ہے کہ جنھوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان کی بیعت کی تھی اور تمھارا خونِ عثمان سے کوئی واسطہ نہیں تو تم بھی ان تینوں کی طرح ہوتے لیکن تم نے مہاجرین و انصار کو عثمان کے قتل پر اُکسایا اور تم نے انصار کے ذریعے اسے دھوکا دیا یہاں تک کہ جاہل نے تمھاری اطاعت کی اور کمزور کو تم نے طاقتور بنا دیا۔ بلاشک وشبہ شام کے لوگ تم سے جنگ کرنے کے لیے پُرعزم ہیں۔ یہ جنگ اس صورت میں ٹل سکتی ہے کہ تم عثمان کے قاتلوں کو ان کے حوالے کردو تو یہ تم کو کچھ نہیں کہیں گے۔ اور تم امرِ خلافت مسلمانوں کے درمیان شوریٰ کے سپرد کردو اور یہ شوریٰ اہلِ شام کی ہوگی، اہلِ حجاز کی نہیں۔ ہاں! اسلام میں تمھاری فضیلت اور سبقت اور رسولِ خدا کے ساتھ رشتہ داری اور قریش کے نزدیک تمھاری قدرومنزلت سے مجھے ہرگز انکار نہیں ہے۔

اس خط کے آخر میں یہ اشعار تحریر کیے:

أری الشام تکرہ اهل العراق ۔۔۔ واهل العراق لهم کارهونا

وکل لصاحبه مبغض ۔۔۔ یری کل ما کان من ذاك دینا

اذا ما رمونا رمیناهم ۔۔۔ ودناهم مثل یقرضونا

وقالوا علی امام لنا ۔۔۔ فقلنا رضینا ابن هند رضینا

وقالوا نریٰ أن تدینوا له ۔۔۔ فقلنا لهم لا نریٰ أن ندینا

وکل یسر بما عنده ۔۔۔ یریٰ غث ما فی یده سمینًا

"میں دیکھ رہا ہوں کہ شامی عراقیوں کو اور عراقی شامیوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنے مدِ مقابل سے نفرت و کینہ رکھتا ہے اور وہ اسی کو دین سمجھتے ہیں۔ اگر عراقیوں نے ہمیں پٹخا تو ہم بھی انھیں پٹخ دیں گے۔ جیسے وہ ہمیں کاٹیں گے ویسے ہی ہم انھیں ماریں گے۔

اہلِ عراق کہتے ہیں: علیؑ ہمارے امام ہیں تو (اہلِ شام کہتے ہیں:) ہم ہند کے بیٹے سے راضی وخوش ہیں۔ عراقی کہتے ہیں: تم لوگ علیؑ کی اطاعت کرو۔ تو ہم نے انھیں جواب دیا: ہم ان کی اطاعت نہیں کریں گے۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس جو کچھ ہے وہ اس پر خوش ہے۔ دُبلا یہی سمجھتا ہے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے وہ فربہ ہے"۔

جب یہ خط امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے پڑھا تو عبداللہ بن ابی رافع کو اس خط کا جواب لکھنے کا حکم دیا، جس میں اس نے تحریر کیا:

عبدِ خدا امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کی طرف معاویہ بن ابوسفیان کے نام!

امابعد! میرے پاس تمھارا خط پہنچا جس میں کوئی نُور نہیں تھا جو ہدایت کرتا اور نہ ہی کوئی قائد ہے جو سیدھا راستہ دکھاتا۔ اس میں خواہشات کی پکار ہے جس کا جواب دے چکا ہوں اور یہ گمراہ لوگوں کی قیادت ہے۔ پس! تم اسی کی پیروی کرو۔ تم یہ گمان کرتے ہو کہ مَیں نے عثمان کے بارے میں خطا کا ارتکاب کیا ہے جس کی وجہ سے تم میری بیعت نہیں کر رہے ہو۔ مجھے میری زندگی

کی قسم! میں بھی مہاجرین و انصار کی طرح ایک فرد تھا جو کچھ انھوں نے کیا، مَیں نے بھی وہی کچھ کیا۔ جس کا انھوں نے حکم صادر کیا مَیں نے بھی وہی حکم دیا۔ مَیں نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا جس سے یہ لازم آتا کہ مَیں نے خطا کا ارتکاب کیا ہے اور نہ ہی میں عثمان کو قتل کرنے والے لوگوں کے ساتھ تھا۔ تم نے جو یہ بات کہی ہے کہ اہلِ شام شوریٰ کا فیصلہ کریں گے۔ مجھے یہ تو بتاؤ کہ شام میں کون سا ایسا شخص ہے جس کے لیے خلافت کرنا جائز و حلال ہو۔ مسلمانوں پر افسوس ہے! اگر تم نے ان میں سے کسی ایک کو خلافت کا اہل سمجھا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم مہاجرین و انصار کو جھٹلا رہے ہو اور تمھارا یہ کہنا کہ مجھے اسلام میں فضیلت، سبقت اور رسولؐ خدا سے رشتہ داری کا اعزاز حاصل ہے جس کا تم انکار نہیں کرتے ہو۔ اگر تم میں اس کا انکار کرنے کی قدرت و طاقت ہوتی تو تم اس کا بھی ضرور انکار کرتے"۔

عبداللہ بن ابی رافع نے اپنے اشعار کے ذریعے اسے جواب دیا:

دعن یامعاوی مالن یکونا — وقتلة عثمان اذ تدعونا

اتاکم علی باهل الحجاز — واهل العراق فما تصنعونا

علی کل جرداء خیفانة — واجود شهب نقر العیونا

علیها فوارس من شیعة — کاسد العرین تحامی الغرینا

یرون الطعان خلال العجاج — وضرب الفوارس فی النقع دینا

هم هزموا الجمع جمع زبیر — وطلح وغیرهم الناکثینا

فان تکرهوا الملك ملك العراق — فقد کره القوم ما تکرهونا

فقل للمضلّل من وائل ومن جعل الغیث یوماً سمیناً

جعلت ابن هند واشیاعه نظیر علی اما تستحونا

علی ولی الحبیب المجید وصی النبی من العالمین

"اے معاویہ جو کام کبھی نہیں ہوسکتا اسے رہنے دو کہ تم ہم سے عثمان کے قاتلوں کا مطالبہ کر رہے ہو۔ حضرت علیؑ تمھارے مقابلے میں حجاز اور عراق کے لوگوں کو لے کر آتے ہیں تم ان کا کیا بگاڑ لوگے۔ اس بغیر نباتات والی زمین پر لوگوں کی کثرت ہے اور ان کے ساتھ تیز رفتار گھوڑے ہیں جن سے آنکھوں کو ٹھنڈک و قرار ملتا ہے۔ ان گھوڑوں پر بہادر شیعہ سوار ہیں جو جھاڑیوں کے شیر کی طرح جھاڑیوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ معرکہ میں اُڑتے ہوئے غبار کے دوران نیزہ مارنا اور ان بہادر شہ سواروں کا ضرب لگانا ان کا عین دین ہے۔ انھوں نے طلحہ و زبیر وغیرہ اور دیگر بیعت توڑنے والوں کو شکست دی تھی۔

اگر تم عراق کی بادشاہت کو ناپسند کرتے ہو تو عراقی بھی اس کو پسند نہیں کرتے کہ تم ان پر حکمرانی کرو۔

آلِ وائل کے گمراہ شخص سے یہ کہو اور جس نے کم تر کو برتر قرار دیا ہے اس سے کہو کہ تم نے ہند کے بیٹے اور اس کے پیروکاروں کو علیؑ کے مقابل لا کھڑا کیا ہے اور اس سے جوڑ رہے ہو۔ کیا تمھیں ایسا کرتے ہوئے شرم نہیں آرہی ہے۔ حضرت علیؑ تو حبیبِؐ خدا کے ولی اور عالمین کے نبیؐ کے وصی و جانشین ہیں"۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے یہ خط اصبغ بن نباتہ کو دیا تا کہ وہ اسے معاویہ

تک پہنچائے۔ اصبغ کا بیان ہے: مَیں جب معاویہ کے پاس گیا تو وہ چمڑے کے قالین پر دو سبز رنگ کے تکیوں پر ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ اس کے دائیں طرف عمرو بن عاص، حوشب، ذوالکلاع اور بائیں طرف اس کا بھائی عتبہ، ابن عامر بن کرین، ولید بن عقبہ، عبدالرحمن بن خالد، شرجیل بن سمط اور اس کے سامنے ابوہریرہ، ابودرداء، نعمان بن بشیر اور امامہ الباہلی بیٹھے تھے۔ جب اس نے یہ خط پڑھ لیا تو کہنے لگا کہ علیؑ عثمان کے قاتلوں کو ہمارے حوالے نہیں کرے گا۔

یہ سُن کر مَیں نے کہا: اے معاویہ! خونِ عثمان کا بہانہ مت کرو بلکہ تم بادشاہت اور سلطنت کے طلب گار ہو۔ اگر تم چاہتے تو عثمان کی زندگی میں اس کی مدد کر سکتے تھے لیکن تم نے اس کے قتل ہونے کا انتظار کیا تا کہ تم اسے بادشاہت تک پہنچنے کے لیے ایک وسیلہ بناؤ۔

اصبغ کہتا ہے: میری یہ گفتگو سُن کر معاویہ کو غصہ آ گیا اور مَیں نے یہ چاہا کہ اسے اور غصہ دلاؤں۔ اس لیے مَیں نے ابوہریرہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: اے رسولؐ خدا کے صحابی! میں تجھے اس خدا کی قسم دیتا ہوں جو غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے اور تجھے اس کے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کا واسطہ دے کر یہ پوچھتا ہوں کہ مجھے یہ بتاؤ کیا تم واقعہ غدیرخم کی گواہی دیتے ہو؟

ابوہریرہ نے جواب دیا: ہاں! میں غدیرخم کے دن وہاں پر موجود تھا۔

مَیں نے پوچھا: تم نے میدانِ غدیرخم میں رسولؐ خدا کو حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں کیا فرماتے ہوئے سنا تھا؟

ابوہریرہ نے جواب دیا: مَیں نے اللہ کے رسولؐ کو غدیرخم کے روز یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں۔ اے پروردگار! تُو اس کو دوست رکھ جو علیؑ سے دوستی رکھے اور تُو اس کو دشمن رکھ جو علیؑ سے دشمنی رکھے۔ تُو اس کی نصرت فرما جو

علیؑ کی نصرت کرے اور تُو اس کی مدد سے ہاتھ کھینچ لے جو علیؑ کی مدد سے پیچھے ہٹے۔

پھر مَیں نے ابوہریرہ سے کہا: جب کہ تم حضرت علی علیہ السلام کے دشمن سے دوستی رکھتے ہو اور ان کے دوست سے دشمنی رکھتے ہو؟

یہ سُن کر ابوہریرہ نے ایک لمبی سانس کھینچ کر کہا: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

پس! پھر معاویہ کی رنگت بدل گئی اور غصہ میں آکر کہنے لگا: اپنے اس کلام سے باز آجاؤ۔ تم اس کے ذریعے شامیوں کو خونِ عثمان کے مطالبہ سے روکنے کا دھوکا نہیں دے سکتے۔ عثمان رسولؐ خدا کے حرم میں مظلوم مارا گیا تھا اور تمھارے آقا و صاحب (حضرت علیؑ) کے پاس اس کے قاتل ہیں۔ اسی نے ان لوگوں کو عثمان کے قتل پر اُکسایا، یہاں تک کہ انھوں نے عثمان کا خون کر دیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو علیؑ کے انصار و مددگار اور قوتِ بازو اور طاقت ہیں۔ اگر علیؑ نہ ہوتا تو عثمان کا خون نہ بہایا جاتا۔

یہ سُن کر معاویہ بن خدیج الکندی، ذوالکلاع، حوشب اور اس کے ساتھ دیگر افراد نے کہا: خدا کی قسم! اے معاویہ! ہم اس وقت تک خونِ عثمان کے لیے تمھاری ضرور مدد کرتے رہیں گے جب تک ہمیں ہماری مراد حاصل نہیں ہوتی ہے یا ہمیں دوسرے لشکر والے قتل نہ کر دیں۔

پھر مَیں نے معاویہ کو متوجہ کرتے ہوئے کہا:

معاوی للہ من خلقه عباد قلوبهم قاسية
وقلبك شر من تلك القلوب وليس المطيعة كالعاصية
دع ابن خديج ودع حوشباً وذا كلع واقبل العافية

"اے معاویہ! اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اس کے ایسے بندے بھی ہیں جن کے دل سخت ہیں اور تمھارا دل ان سنگ دلوں کے قلوب سے زیادہ بُرا ہے اور اطاعت گزار دل نافرمان دل جیسا نہیں ہوسکتا۔

تم ابن خدیج، حوشب اور ذوالکلاع کو چھوڑو بلکہ اپنی خیر مانگو"۔

اصبغ کہتے ہیں: معاویہ شعر کو پورا ہونے تک صبر نہ کرسکا اور غضب ناک ہوگیا اور مجھ پر چلاتے ہوئے کہا کہ تم ہمارے پاس قاصد بن کر آئے ہو یا ہمیں طعن و تشنیع کرنے آئے ہو۔ پھر میں واپس حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اصبغ بن نباتہ تمیمی کے واپس آجانے کے بعد امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے عبداللہ بن بدیل الخزاعی کو معاویہ کی طرف روانہ کیا جنھوں نے عمر کے زمانہ خلافت میں اصبہان اور عثمان کے زمانہ خلافت میں ری کو فتح کیا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ معاویہ سے جا کر کہو: علیؑ کہہ رہے ہیں کہ اگر میں تم سے پہلے پانی کے گھاٹ پر قبضہ کرلیتا تو میں تمھارے لشکر کو پانی پینے سے نہ روکتا اور تمھارا یہ پانی بند کرنا حرام ہے۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو پانی پینے دو اور وہ اس سے سیراب ہوتے رہیں یہاں تک کہ ہم انتظار کریں گے کہ ہمارا امر لوٹ آئے۔ بے شک! جنگ کرنا ایک سخت مرحلہ ہے جس کی ابتدا ہم حُرمت کے مہینے میں نہیں کریں گے۔

جب عبداللہ حضرت علی علیہ السلام کا خط لے کر اس کے پاس آئے تو وہ اپنی گمراہی اور باطل پر بضد رہا اور عبداللہ سے کہا: علیؑ سے جا کر کہو کہ عثمان کے قاتل میرے حوالے کرو تا کہ میں انھیں قتل کرسکوں؟

یہ سُن کر عبداللہ نے اس سے کہا: اے معاویہ! کیا تُو یہ گمان کرتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام تم لوگوں سے پانی پر سے قبضہ نہیں چھڑوا سکتے ہیں؟ نہیں! بلکہ وہ تو خود تمھیں مہلت دے رہے ہیں اور عنقریب تم یہ دیکھو گے کہ حضرت علی علیہ السلام تمھارے اور شامیوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔

عبداللہ بن بدیل الخزاعی حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں واپس تشریف لائے

اور انھیں سارا ماجرا سنا دیا جب کہ لوگ حضرت علی علیہ السلام سے پیاس کا شکوہ کر رہے تھے۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا:

اہلِ شام پر بار بار حجت تمام کرنے سے پہلے ان کا خون بہانا گراں ہے اس لیے انھوں نے پھر انصار وغیرہ کا ایک گروہ معاویہ کے پاس بھیجا تاکہ وہ اس سے گفت و شنید کریں۔ انھوں نے اس سے کافی دیر تک گفتگو کی اور کہا: اس سے پہلے کہ حضرت علی علیہ السلام اپنی طاقت وقوت کے بل بوتے پر تم سے گھاٹ کا قبضہ لیں تمھیں چاہیے کہ خود ہی ان کے لشکر کو پانی پینے کی اجازت دے دو کیوں کہ تم حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کو اچھی طرح جانتے ہو کہ جب انھوں نے جنگ کا نقارہ بجا دیا تو تمھیں کہیں جائے پناہ نہیں ملے گی۔ جب کہ تجھے تیرے ساتھیوں نے حضرت علی علیہ السلام کے خلاف بھڑکا رکھا ہے اور تم عنقریب سب کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھو گے۔

اس نے جواب دیا: کل میرا قاصد تمھارے پاس آکر تمھیں میرے قصد سے آگاہ کرے گا۔

امیرالمومنینؑ کے لشکر کے لوگ سخت پیاس کی حالت میں دوبارہ حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر پیاس کی شکایت کرنے لگے۔ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے اصحاب میں سے دس افراد کو معاویہ کے پاس بھیجا تاکہ وہ اس سے پانی کے بارے میں گفتگو کریں۔ جب یہ دس افراد اس کے پاس گئے تو معاویہ نے اپنے افراد سے پوچھا: تم لوگ اس بارے میں کیا کہتے ہو؟

سب سے پہلے ولید بن ابی معیط نے جواب دیتے ہوئے معاویہ سے کہا: انھیں پیاسا قتل کرو اور ان پر کسی قسم کا ترس نہ کھاؤ جیسے انھوں نے عثمان پر ترس نہیں کھایا تھا۔ پھر ابوالاعور، حبیب بن مسلمہ اور بسر بن ارطاہ نے بھی اسی طرح کی گفتگو کی۔

پھر سلیل شاعر نے کہا:

اسمع الیوم ما یقول سلیل ان قولی قول له تاویل

امنع الماء من صحاب علی لا یذوقوه والذلیل ذلیل

"آج جو کچھ سلیل کہہ رہا ہے وہ سنو اور میری بات کی تاویل ہے۔ علیؑ کے اصحاب پر پانی بند کردو۔ انھیں پانی چکھنے تک کو نہ دینا اور ان ذلیل لوگوں کو مزید ذلت و رُسوائی سے دوچار کرنا"۔

یہ سُن کر عمرو بن عاص نے کہا: تم لوگوں پر افسوس و ہلاکت ہے۔ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ علیؑ پیاسا مرے گا جب کہ اس کے اردگرد تیرانداز اور نیزہ بردار، عراق کے بہادر اور مہاجرین و انصار موجود ہیں۔ خدا کی قسم! اس سے پہلے ہی وہ تمھارے سروں سے کھوپڑیوں کو اُڑا دے گا۔ اس لیے تم ان لوگوں اور پانی کے درمیان رکاوٹ مت بنو اور محرم الحرام کا مہینہ گزرنے تک زمین پر صلح و صفائی سے رہو۔ بُرائی و شرانگیزی کے لیے ہرگز جلدی نہ کرو کیوں کہ اس کا ذوق و طبیعت لذت بخش نہیں ہوتا۔ اس لیے اس کو ناپسند کرتے ہوئے اس سے باز رہو۔

پھر معاویہ کے سامنے قبیلہ اَزد کے سرداروں میں سے ایک سردار جس کا تعلق شام سے تھا، کھڑا ہوا، اس کا نام فیاض بن حارث بن عمرو بن قرۃ الازدی بتایا گیا۔ اس نے کہا: اے معاویہ! خدا کی قسم! تم نے ان لوگوں سے انصاف نہیں کیا۔ اگر ان لوگوں کا تعلق روم یا ترک سے بھی ہوتا اور وہ تم سے پانی مانگتے تو تم پر انھیں پانی سے سیراب کرنا واجب تھا۔ اس کے بعد تم ان سے جنگ کرتے تو پھر تم ان سے یہ سلوک کیوں کر رہے ہو؟ جب کہ یہ تو رسولؐ خدا کے اصحاب ہیں جن میں بدری اصحاب اور مہاجرین و انصار اور ان کی اولادیں شامل ہیں۔ ان لوگوں میں نبیؐ کے چچازاد، نبیؐ کے بھائی اور آپؐ کے رازدان شامل ہیں۔

اے معاویہ! کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے، آگاہ رہو! اگر وہ تم سے پہلے پانی پر

پہنچتے تو تمھیں اس سے سیراب ہونے دیتے۔ قسم بخدا یہ تمھاری طرف سے ان پر پہلا ظلم ہے۔

یہ شخص عمرو بن عاص کا دوست تھا۔ معاویہ نے اس سے سخت لہجے میں بات کی تو اس نے عمرو سے کہا کہ تمھارے دوست نے میری عزت خاک میں ملا دی ہے۔ تو عمرو نے بھی اس سے سخت کلامی کی۔

پھر وہ شخص یہ کہتا ہوا واپس پلٹ گیا:

لعمر ابی معاویه بن حرب   وعمر مالدائهما داء

سوی طعن یحار العقل منه   وضرب حین تختلط الدماء

فلست بتابع دین ابن هند   طوال الدهر ما اوفی جزاء

فقد ذهب العتاب فلا عتاب   وقد ذهب الولاء فلاولاء

وقولی فی حوادث کل امر   علی عمر وصاحبه العفاء

اتحمون الفرات علی اناس   وفی ایدیهم الأسل انطماء

وفی الاعناق اسیاف حداد   کان القوم عندکم نساء

فلا لله درك یابن هند   لقد ذهب الحیاء فلاحیاء

اترجو أن یجاورکم علی   بلاماء وللاحزاب ماء

دعاهم دعوة فاجاب قوم   کجراب الابل خالطة الهناء

"مجھے میری زندگی کی قسم، معاویہ بن حرب اور عمرو نے حق سننے سے انکار کر دیا اور ان دونوں کی بیماری کا اس کے علاوہ کوئی علاج نہیں ہے کہ ان کو ایسا نیزہ مارا جائے جس پر عقل حیران و ششدر رہ جائے اور انھیں وہاں مارا جائے جہاں خون آپس میں ملتا ہے۔

میں ہند کے بیٹے کے دین کے تابع نہیں ہوں اور یہ ساری زندگی

میرا بدلہ و جزاء نہیں دے سکتا ہے۔ اب اس کو سرزنش و ملامت
کرنا ختم کردیا ہے، اب کوئی ملامت نہیں ہے، اب اس سے دوستی
ختم کرلی ہے اور اب کوئی دوستی نہیں ہے۔ میں یہی کہتا ہوں کہ
ان تمام حادثات و واقعات کا ذمہ دار عمرو ہے جب کہ اس کا
ساتھی سزاوار نہیں ہے۔
کیا تم ان لوگوں سے فرات (کے پانی) کو روکو گے جن کے
ہاتھوں میں پیاسی تلواریں اور ان کی گردنوں میں تیز کاٹنے والی
تلواریں ہیں جب کہ تم ان لوگوں کو عورتوں کی طرح (کمزور و
ناتواں) سمجھ رہے ہو۔
اے ہند کے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے پاس تیری کوئی خوبی و بھلائی
نہیں ہے۔ تم میں حیا ختم ہوگئی ہے اور اب تم کو کسی کا حیا نہیں
ہے۔ کیا تم یہ اُمید رکھتے ہو کہ علیؑ تمھارے پڑوس میں پانی کے
بغیر پیاسے رہیں جبکہ باقی گروہ پانی سے سیراب ہوتے رہیں۔
انھوں نے ان لوگوں کو بلایا اور انھوں نے کھجلی زدہ اُونٹ کی طرح
جواب دیا: جیسے قطران مل گیا ہو"۔

پھر یہ شخص رات کی تاریکی میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ جاملا۔ پھر تمام قاصد بھی حضرت علی علیہ السلام کے پاس واپس لوٹ آئے اور معاویہ نے انھیں جو کچھ کہا تھا، وہ سب کچھ حضرت علی علیہ السلام کو بتایا۔

پھر مالک اشترؓ نے عرض کیا: اے امیرالمومنینؑ! آپؑ نے ان لوگوں کو مہلت دی اور جنگ کے انجام سے ڈرایا لیکن یہ ٹس سے مَس نہ ہوئے جبکہ فرات سے نکلنے والے پانی کی چھوٹی نالیوں کو تین درہم میں بیچا جارہا ہے، اس لیے آپؑ ہمیں جنگ

کرنے اور لڑائی کی اجازت دیں؟

حضرت علی علیہ السلام نے انھیں لڑنے کی اجازت دے دی۔ پھر وہ تھوڑی دیر وہاں پر رُکنے کے بعد رات کی تاریکی میں وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور نجاشی کہتا ہے: مَیں نے ان کو درج ذیل اشعار پڑھتے ہوئے سنا جن میں وہ اپنے ساتھیوں کو لشکرِ شام کا مقابلہ کرنے اور دریائے فرات کے پانی سے سیراب ہونے پر اُکسا رہے تھے۔

وہ اشعار یہ ہیں:

ایمنعنا القوم ماء الفرات وفینا الرماح وفینا الجحف
وفینا علی له صولة اذا خوفوه الردی لم یخف
ونحن الذین غداة الزبیر وطلحة خضنا غما التلف
فما للحجاز وما للعراق سوی الیوم یوم فصکوا الهدف
فاما نحل بشط الفرات ومنا ومنهم علیه الجیف
و اِما نموت علی طاعة نحل الجنان ونعلوا الشرف

”کیا یہ قوم ہمیں دریائے فرات کے پانی سے روکے گی جب کہ ہمارے لشکر میں نیزہ بردار اور تلواروں اور لاٹھیوں سے لڑنے والے موجود ہیں اور ہم میں حضرت علی علیہ السلام (جیسے بہادر و شجاع) موجود ہیں جن کا حملہ اپنی مثال آپ ہے۔ اگر یہ قوم انھیں موت سے ڈرائے گی تو یہ موت سے ڈرنے والے نہیں ہیں۔

اور ہم ہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے طلحہ اور زبیر کو موت و ہلاکت کی سختیوں اور مصیبتوں سے دوچار کر دیا۔ حجاز اور عراق والوں کے لیے صرف ایک دن رہ گیا ہے کہ جس دن وہ اپنے ہدف سے ٹکرا جائیں گے اور دونوں طرف سے فرات کے کنارے پر لاشیں

کریں گی۔ اگر ہم حضرت علی علیہ السلام کی اطاعت و فرمانبرداری
کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمائیں گے تو ہمیں جنت کا تحفہ
اور عزت و شرف کا بلند مقام حاصل ہوگا"۔

جب اشعث بن قیس اس بات سے آگاہ ہوا تو فوراً حضرت علی علیہ السلام کے پاس آ کر کہنے لگا: اے امیر المومنینؑ! کیا ہم پیاسے مر جائیں حالانکہ ہمارے پاس تلواریں اور نیزے ہیں۔ قسم بخدا میں اس وقت تک واپس نہیں آؤں گا جب تک فرات سے ہو کر نہ آؤں، مالک اشترؒ نے گزرتے ہوئے ہم سے کل صبح کا وعدہ کیا ہے۔ وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

میعادنا الیوم بیاض الصبح　　هل یصلح الزاد بغیر ملح

لا لا ولا امر بغیر نصح　　دنوا الی القوم بطعن سمح

مثل العزالی وضراب کفح　　حسبی من الاقدام قاب رمحی

"ہمارے وعدے کا وقت صبح کی سفیدی کا ظاہر ہونا ہے۔ کیا نمک
کے بغیر کھانا صحیح ہو سکتا ہے۔ نہیں! نہیں! اور اسی طرح کوئی بھی کام
اخلاص کے بغیر درست نہیں ہو سکتا ہے۔ نرم نیزوں کے ساتھ ان
کے قریب ہو کر اپنے ہتھیاروں کے منہ کھول دو اور انھیں روبرو
ہو کر کاری ضرب لگاؤ۔ میرے لیے یہی نیکی اور عملی اقدام کافی
ہیں کہ میرا نیزہ ان کے قریب ہو گیا ہے"۔

پس! اگلے دن صبح کے وقت پورا لشکر آمادۂ جنگ ہوا۔

حضرت مالک اشترؒ نے محمد بن حنفیہؒ سے کہا: آگے بڑھ کر عراق اور شام کی صفوں کے درمیان کھڑے ہو کر خطبہ پڑھو اور امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی مدحت بیان کرو۔

حضرت محمد بن حنفیہؓ آگے بڑھے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام پڑھنے کے بعد شامیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے منافقوں کی دھتکاری ہوئی اولاد! جہنم کے مکینو! روشن مہتاب وثریا، چمکتے ہوئے ستاروں اور صراطِ مستقیم سے منحرف ہوکر جہنم کا ایندھن بننے والو!

مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝

"قبل اس کے کہ ہم ان کے چہرے بگاڑ کر پیچھے کی طرف پھیر دیں، یا جس طرح ہم نے اصحابِ سبت (ہفتہ والوں) پر پھٹکار برسائی۔ ویسے ہی پھٹکار ان پر بھی کریں اور خدا کا حکم کیا کرایا ہوا کام سمجھو"۔ (سورۂ نساء: آیت ۴۷)

کیا تم یہ نہیں دیکھ رہے کہ تم کس ذُریت پر ہجوم کر رہے ہو اور کس پر سوار ہو رہے ہو اور تم کس پر الزام وجھوٹ تراشی کر رہے ہو بلکہ وہ تمھاری طرف دیکھ رہے ہیں جب کہ تم بصیرت سے قاصر ہو۔ تم رسولِ خدا کے رشتہ داروں کو نشانہ بنا رہے ہو اور یعسوب الدین (حضرت علیؑ کا لقب) کی عیب جوئی کر رہے ہو۔ اس کے بعد تم ہدایت کے کس راستے پر چل رہے ہو اور کس کی پیوندکاری کر رہے ہو۔

خدا کی قسم! جس کے مقابلے میں تم آئے ہو، اسے اسلام قبول کرنے میں سب پر سبقت حاصل ہے۔ بہترین اوصاف کا مالک ہے اور اپنے مقصد پر غلبہ پاتا ہے۔ اس اُمت کی پیشوائی اور رہبری کا حق دار ہے جب کہ اس کے سامنے بینائی کمزور پڑ جاتی ہے اور اس کے سامنے گردنیں کٹنے لگتی ہیں۔ یہ اس بلند و برتر مقام پر فائز ہیں جہاں تک عقل کی رسائی نہیں ہے اور اس اہم مقصد تک پہنچ چکے ہیں جس کا اِدراک نہیں ہوسکتا۔ اس نے اپنی کوشش کو ہمیشہ جاری وساری رکھا اور اپنے مطلب کو پالیا اور یہ لوگ

صرف دُور سے ہی چیختے چلاتے ہیں۔

تم لوگ رسولِ خدا کے کس بھائی کے لیے ملامت کر رہے ہو اور رسولِ خدا کے قرابت داروں میں سے کس کو سب وشتم کر رہے ہو۔ یہ اور رسولِ اکرمؐ ایک ہی نُور سے ہیں، ان کا اور رسولِ اکرمؐ کا نسب ایک ہے۔ رسولِ خدا نے انھیں حضرت ہارونؑ کی مثل فرمایا ہے۔ رسولِ خدا کے ان قرابت داروں میں سے ایک ہیں جن کی آزمائش کی گئی ہے۔ انھوں نے اس وقت دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے، جب باقی لوگ حق سے منحرف تھے۔

جب سب لوگوں نے رسولِ خدا کو جھٹلایا، اس وقت انھوں نے رسولِ خدا پر ایمان لاکر آپؑ کی گواہی دی۔ جب تمام لوگ پیچھے ہٹ گئے، اس وقت نبی اکرمؐ نے خیبر میں انھیں پکارا۔ خطروں کے وقت رسولِ خدا آپؑ کو اپنا نائب بنا کر جاتے۔ رسولِ خدا نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت آپؑ کو اسرار ودیعت فرمائے۔

آپؑ ہر قسم کی تعریف و ستائش سے دُور رہتے ہیں جبکہ آپؑ کے والد نے آپؑ اور رسولِ خدا پر نوازشات کیں۔ دونوں کے لیے عظیم مقام و منزلت کو پسند کیا، دونوں کی ایک طرح سے پرورش کی، دونوں کو ایک ہی گود میں پالا اور ایک ہی سائے تلے رہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ انعام و اکرام کیا کہ رسولِ خدا کے لیے رسالت اور امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے لیے خلافت کو پسند کیا۔ ان کے ذریعے اسلام کو سربلندی عطا کی یہاں تک کہ شک کرنے والوں اور منافقین کی سرکوبی کی۔ ان کے لشکر کے ساتھ باطل کا قلع قمع کرتے ہوئے انسانیت کی گردن سے ذلت و حقارت کے طوق کو اُتارا اور خیانت کرنے والوں کے ہاتھوں کو کاٹا......

تم لوگ کس بات پر امیر المومنینؑ کے خلاف بغاوت کر رہے ہو اور تم معاویہ کی کس بات پر امیر المومنینؑ سے خون کا بدلہ لینا چاہتے ہو اور تمھاری توصیف کے مطابق

ہمارا پروردگار رحمٰن ہے جو سب سے اعلیٰ و برتر ہے۔

پھر مالک اشترؓ اور اشعث بارہ ہزار کا لشکر لے کر آگے بڑھے یہاں تک کہ شامیوں کے قریب پہنچ گئے۔ شامی گھبرا گئے اور ان کے دلوں میں ان کا رُعب بیٹھ گیا۔

اس وقت ہاشم بن حرث نے کہا:

یا اشتر الخیرات یا خیر النخع — وصاحب الامر اذا عم الفزع

وکاشف الامر اذا الامر وقع — ما انت فی الحرب العوان بالجزع

"اے بھلائیاں کرنے والے مالک اشترؓ! اے قبیلہ نخع کے بہترین فرد اور صاحبِ قدرت! جس وقت ہر طرف گھبراہٹ اور خوف ہو، اور اے جنگ کی مہارت رکھنے والے! جب دونوں لشکروں میں مڈبھیڑ ہو جائے اور تم سخت لڑائی میں ہو تو تمھیں کسی قسم کی گھبراہٹ نہیں ہوتی ہے"۔

حضرت مالک اشترؓ نے اپنے عَلَم بردار سے کہا: تم اپنا عَلَم نصب کرنے کی کوشش کرنا اور اگر تم اس میں کامیاب ہو گئے تو میں تمھیں ایک ہزار درہم اور ایک گھوڑا بطور تحفہ دوں گا۔

جب اشعث کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے اپنے عَلَم بردار سے کہا: تم اپنا عَلَم نصب کرنے کی کوشش کرنا اور اگر تم اس میں کامیاب ہو گئے تو میں تمھیں دو ہزار درہم اور دو گھوڑے بطور تحفہ دوں گا۔

اس وقت مالک اشترؓ یہ اشعار پڑھتے ہوئے پیش قدمی کر رہے تھے:

نسیر الیکم بالقنابل والقنا — وان کان فیما بیننا صرف القتال

فلا یرجع الله الذی کان بیننا — ولا زال بالبغضا مراجلکم تغلی

فدونکم حربا عوانا ملحة — عزیزکم عندی اذل من البغل

"ہم گھوڑوں کے گروہ اور نیزوں کے ساتھ تمھاری طرف
آ رہے ہیں۔ اگر ہمارے درمیان قتل و غارت گری حد سے
بڑھ جائے تو اللہ تعالیٰ پہلے (صلح) والی حالت کو ہمارے
درمیان نہ لوٹائے۔ ابھی تک تمھارے بُغض و کینہ کی دیگچیاں
جوش کھا رہی ہیں اس لیے تمھارے ساتھ سخت لڑائی کا خوب مزہ
آئے گا، تمھارا عزت دار میرے نزدیک اس خچر سے بھی زیادہ
ذلیل و حقیر ہے"۔

ابو ہانی بن معمر السدوسی کہتا ہے: میں مالک اشترؓ کے ساتھ تھا اور وہ پیاسے لگ رہے تھے۔ مَیں نے اپنے چچازاد بھائیوں میں سے ایک سے کہا کہ امیر (سردار) پیاسے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ یہ سب پیاسے ہیں۔ میرے پاس پانی کا ایک برتن تھا جسے مَیں نے اپنے لیے رکھا ہوا تھا لیکن میں اپنی ذات پر جناب مالک اشترؓ کو فوقیت دیتے ہوئے ان کی طرف بڑھا اور ان کی خدمت میں پانی پیش کیا۔ انھوں نے کہا: جب تک یہ تمام لشکر والے لوگ سیراب نہیں ہوجاتے میں پانی نہیں پیوں گا۔

پھر ابوالاعور نے اپنے ساتھیوں کو قریب کیا اور تیر برسانے شروع کر دیے۔ مالک اشترؓ نے اپنے ساتھیوں کو پکار کر کہا: اے لوگو! صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا۔ پھر انھوں نے ابوالاعور کے ساتھیوں پر تیراندازوں کی طرز کا حملہ کیا اور ان کے سات مردوں کو قتل کر دیا۔ ان میں سے پہلا شخص صالح بن نیرود تھا جو بہادری میں مشہور تھا۔ وہ یہ اشعار پڑھتا ہوا جناب مالک اشترؓ کی طرف بڑھا:

یا صاحب الطرف الحصان الادھم اقدم اذا شئت علینا اقدم
انا ابن ذی العز وذی التکرم سیدعک کل عک فاعلم

"اے کالے گھوڑے والے! اگر تم ہمارے مقابلے میں پیش قدمی

کرنا چاہتے ہو تو آگے بڑھو میں عزت دار اور کریم لوگوں کا بیٹا
ہوں جو تمھیں عنقریب گرم جوشی سے ضرب لگائے گا۔ پس تم
یہ جان لو"۔

جناب مالک اشترؓ یہ کہتے ہوئے اس کی طرف بڑھے:

آلیت لا ارجع حتی اضربا　　　بسیفی المصقول ضربا معجبا
انا ابن خیر مذحج مرکباً　　　من خیرها نفسا واماً واب

"میں نے یہ قسم کھائی ہے کہ میں اس وقت تک واپس نہیں جاؤں
گا جب تک اپنی تیز تلوار سے حیران کن ضرب نہ لگا لوں اور میں
ماں اور باپ دونوں طرف سے نیکوکار کا بیٹا ہوں"۔

پھر آپؑ نے نیزے کے ساتھ اس شامی پر حملہ کیا جس نے اس کی کمر کو چیر کر رکھ دیا اور وہ وہیں پر ڈھیر ہو گیا۔ پھر آپؑ کی طرف مالک بن ادھم السلامی بڑھا جو شام کے مشہور پہلوانوں میں سے تھا اور وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا:

انی منحت صالحا سنانیا　　　اجبته بالرمح اذا دعانیا
لفارس امنحه طعانیا

"جب صالح سنانی نے مجھے پکارا تھا تو میں نے اسے نیزے سے
جواب دیا تھا کیوں کہ میں گھڑسوار کو نیزے کا تحفہ دیتا ہوں"۔

پھر اس نے جناب مالک اشترؓ پر نیزے سے حملہ کیا۔ جب اس نے نیزہ چھوڑا تو وہ گھوڑے کی پشت پر ہی ایک طرف کو مڑ گئے۔ ابھی آپ گھوڑے کی پشت پر ہی تھے کہ اس نے نیزے کے پھل کو آپؑ کی طرف پھینکا اور اس کا نشانہ خطا ہو گیا۔ پھر آپؑ نے گھوڑے پر صحیح طرح سے بیٹھ کر اس پر نیزے سے یہ اشعار پڑھتے ہوئے حملہ کیا:

خانك رمح لم يكن خوانا   وكان قدماً يقتل الفرسانا

بواته لخير ذي قطانا   لفارس يخترم الا قرانا

اشترلا ذهلا ولا جبانا

"نیزے نے تمھیں دھوکا دیا ہے حالانکہ یہ دھوکا باز تو نہ تھا اور شروع سے گھڑسواروں کو قتل کر رہا ہے۔ مَیں نے اپنے نیزے کو اس ماتحت (اور امیر شام کے) خدام کی بہتری کے لیے سیدھا کیا ہے اور اس گھڑسوار کے لیے جو سر پر سینگ والی جگہ پر وار کر کے اسے شگافتہ کرتا ہے، جبکہ مالک اشترؓ غافل اور بزدل نہیں ہے"۔

پھر آپؓ نے اس شامی پر وار کر کے اسے قتل کر دیا اور اس کے بعد ریاح بن عبیدہ غسانی یہ رجز پڑھتے ہوئے آپ کی طرف بڑھا:

انی زعیم مالك بضرب   بذی عرانین جمیع القلب

عبل الذراعین شدید الصلب

"میں ایسا رہبر و سردار ہوں کہ جس کی مثال دی جاتی ہے اور یہ تمام دلوں پر راج کرتا ہے۔ میرے بازو موٹے تازے اور بے پناہ طاقت والے ہیں"۔

تو حضرت مالک اشترؓ نے جواب میں کہا:

روید لا تجزع من الجلاد   جلاد شخص جامع الفؤاد

یجیب فی الروع دعا المنادی   یشد بالسیف علی الاعادی

"صبر کرو اور سزا دینے والے سے گھبرا کر چیخ پکار نہ کرو اور یہ سزا دینے والا ایسا شخص ہے جو تمام دلوں کو یکجا کرتا اور جب کوئی اسے پکارے تو یہ اسے اطمینان و سکونِ قلب سے جواب دیتا ہے اور یہ

اپنے دشمنوں پر تلوار سے حملہ آور ہوتا ہے"۔

پھر آپؑ نے اس شامی پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ پھر آپؑ کے مقابلے میں ابراہیم بن وضاح عجمی یہ اشعار پڑھتے ہوئے نکلا:

هل لک یا اشتر فی برازی　　براز ذی غشم و ذی اعتزاز

مقاوم لقرنه لزاز

"اے اشترؓ! کیا تم میں میرا مقابلہ کرنے کی ہمت ہے کہ ایسے شخص کا مقابلہ جو بڑا دلیر و شجاع اور عزت کا مالک ہے اور جو تمھیں اپنے مدِ مقابل سے ملا کر رکھ دے"۔

جنابِ مالک اشترؓ یہ اشعار پڑھتے ہوئے اس کی جانب بڑھے:

نعم نعم اطلبه شدیداً　　معی حسام یقصم الحدیدا

یترک هامات العدی حصیدا

"ہاں ہاں میں تو اس کا انتہائی خواہش مند ہوں جبکہ میرے پاس وہ تیز تلوار ہے جو لوہے کو بھی کاٹ دیتی ہے اور یہ دشمنوں کی کھوپڑیوں کو کاٹ کر رکھ دیتی ہے"۔

پھر آپؑ نے اس شامی کو قتل کیا۔ اس کے بعد زامل بن عتیک الحزامی جو لشکرِ شام کے پرچم برداروں میں سے تھا، یہ شعر پڑھتے ہوئے حضرت مالک اشترؓ کی جانب بڑھا:

هل لک فی طعان لیث محرب　　یحمل رمحاً مستقیم الثعلب

لیس بختار و لا مغلب

"کیا تمھارے پاس اس جنگ جو اور بہادر کے لیے کوئی نیزہ و ہتھیار ہے جو ایسا نیزہ اُٹھائے ہوئے ہے جس کے پھل والا سرا

بالکل سیدھا ہے اور یہ نہ تو بے وفائی کرنے والا ہے اور نہ ہی اس
پر کوئی غلبہ پا سکتا ہے"۔

پھر حضرت مالک اشترؒ نے اس کے سینے کے مقام پر بالوں کا نشانہ لیتے ہوئے نیزہ مارا اور اسے کوئی گزند نہ پہنچا بلکہ وہ اس سے زمین پر گر پڑا۔ جناب مالک اشترؒ نے اس پر حملہ کر کے اس کے گھوڑے کی ٹانگوں کو کاٹ دیا اور اس وقت وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

لابد من قتلی أو من قتلکا　　قتلت منکم خمسة من قبلکا
وکلهم کانوا حماة مثلکا

"تم میں سے یا مجھ میں سے کسی ایک کو ضرور مارا جانا ہے۔ میں
نے تم سے پہلے تمھارے لشکر کے پانچ افراد کو قتل کیا ہے اور وہ
سب بھی شروع میں تمھاری طرح پُرجوش تھے"۔

پھر آپؑ نے اس شامی کو بھی قتل سے دوچار کر دیا۔ اس کے بعد اجلح بن منصور الکندی آپؑ کے مقابلے کے لیے نکلا۔ یہ عرب کے نامور اشخاص اور بہادروں میں سے تھا۔ جب حضرت مالک اشترؒ نے اس کا سامنا کیا تو انھوں نے اس کے رُوبرو ہونے کو ناپسند کیا اور یہی چاہا کہ یہ واپس اپنے لشکر میں لوٹ جائے لیکن اس پر اجلح یہ رجز پڑھنے لگا:

اذا دعانی القرن نه اعول　　امشی الیه بحسام مصقل
مشیاً رویداً غیر ما مستعجل　　یخترم الآخر بعد الاوّل

"جب مجھے میرا مدِ مقابل بلاتا ہے تو میں مضطرب نہیں ہوتا اور
میں تیز کاٹنے والی تلوار لے کر آہستہ آہستہ اس کی جانب چلتا
ہوں جبکہ میں جلدی نہیں کرتا اور یکے بعد دیگرے ہر ایک کو
ہلاک کرتا ہوں"۔

یہ سُن کر حضرت مالک اشترؒ نے اس پر ایک ہی وار کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔
پھر محمد بن روضہ الجمحی آپؒ کی طرف بڑھا جو اہلِ عراق کے بارے میں شدید کینہ وعداوت رکھتا تھا اور اس وقت وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا:

یاساکنی الکوفة یا اهل الفتن یاقاتلی عثمان ذات المؤتمن

ورث قلبی قتله طول الحزن

"اے کوفہ کے رہنے والو! اے فتنہ پرور لوگو! اے عثمان کے قاتلو!
وہ تو اس وقت امن و اطمینان میں ہیں لیکن اس کے قتل نے
میرے دل کو ہمیشہ کے لیے رنج وغم عطا کر دیا ہے"۔

حضرت مالک اشترؒ اس کی طرف بڑھے اور اسے قتل کر دیا۔ پھر اشعث نے حملہ کر کے پانچ شامیوں کا کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد اشعث نے حملہ کرتے ہوئے مالک اشترؒ سے کہا کہ آپ اپنا گھوڑا فرات میں اُتار دیں۔

پھر کہا: اے شامیو! پانی کا گھاٹ خالی کر دو تو ابوالاعور نے جواب دیا: نہیں! خدا کی قسم! تم اس وقت تک ہم سے یہ قبضہ نہیں چھڑوا سکتے جب تک ہمارے ہاتھوں میں یہ تمہارے لیے تلواریں موجود ہیں۔ اشعث نے کہا: خدا کی قسم! مجھے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ اجل تمہارے قریب آ چکی ہے اور موت نے تمھیں گھیر لیا ہے۔

پھر مالک اشترؒ نے کہا:

خلوا لنا عن الفرات الجاری او اثبتو للجفل الجرار

بکل قرن مستمیت شاری مطاعن برمحه کرار

ضراب هامات العدی مغوار

"ہمارے لیے اس بہنے والی فرات کو خالی چھوڑ دو یا اس لشکرِ جرّار
کے آگے ثابت قدمی کا مظاہرہ کرو اور تم ہر نیزہ و تلوار کے آگے

موت کے طلب گار ہو۔ یہ نیزہ باز اپنے نیزوں کے ساتھ میدان میں ڈٹ جانے والے ہیں اور یہ اپنے دشمنوں کے سر اور ان کی کھوپڑیوں پر وار کر کے ہجوم کرتے ہیں"۔

جناب مالک اشترؒ نے اپنے رہوار کو فرات میں اُتار دیا اور خود فرات کے کنارے پر کھڑے ہو کر اپنے لشکر کے جوانوں سے کہہ رہے تھے کہ مشکیزوں کو بھر لو اور وہ مشکیزوں کو بھر کر واپس چلے گئے۔ آپ اپنی جگہ پر ہی کھڑے ہو کر یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

لا تذکروا ما قد مضی وفاتا　　الله ربی یبعث الله امواتا

من بعد ما صاروا کذا رفاتا　　لأوردن خیلی الفراتا

شعث النواصی أو یقال ماتا

"جو لوگ پہلے مُردہ ہو چکے ہیں تم انھیں نہیں جانتے ہو، اللہ تعالیٰ جو میرا پروردگار ہے وہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا جب کہ یہ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے۔ میں اپنے گھوڑے کو دریائے فرات میں ضرور اُتاروں گا۔ ان بکھرے ہوئے غبار آلود پیشانی کے بالوں کے ساتھ یا یہی کہا جائے گا کہ وہ انتقال کر گیا ہے"۔

ابوالاعور نے معاویہ کے پاس قاصد بھیج کر بتایا کہ لشکرِ عراق نے پانی پر قبضہ کر لیا ہے، تم ہماری مدد کی خاطر مزید سپاہ بھیجو۔

یہ سننا معاویہ پر شاق گزرا اور اس نے عمرو بن عاص سے کہا: تم اس کی مدد کے لیے جاؤ۔

عمرو نے جواب دیا: اب میری مدد انھیں کیا فائدہ دے گی، لشکرِ عراق پانی پر تو قبضہ کر چکا ہے۔

لیکن معاویہ تو اسے مکروفریب کے لیے بھیج رہا تھا اور جب معاویہ نے اصرار کیا تو عمرو تین ہزار کی سپاہ لے کر ابوالاعور کی جانب چل پڑا۔ جب یہ ان سے جاملا تو حضرت مالک اشترؒ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ان کی مدد کے لیے مزید فوج آ گئی ہے لیکن میرے ساتھیو! میں تم کو یہ خوشخبری سنا تا ہوں کہ ہم حق پر ہیں اور باطل نابود ہونے والا ہے۔ اتنے میں لشکرِ شام کے ایک شخص نے مالک اشترؒ سے امان طلب کی تو آپ نے اس سے پوچھا: مدد کے لیے مزید فوج لانے والا کون ہے؟

اس نے بتایا: وہ عمرو ہے۔

حضرت مالک اشترؒ نے اس کی طرف دیکھا تو عمرو نے زِرَہ کے اُوپر سرخ رنگ کا زنانہ قباء کی طرح کا لباس پہن رکھا تھا اور وہ اپنی تلوار کو لہرا رہا تھا۔

حضرت مالک اشترؒ نے اس سے کہا: اے عاص کے بیٹے! تم پر ہلاکت ہو، تم قلعہ کی طرف بھاگنے والوں کے مانند ہو۔ یہ کہہ کر اس پر حملہ آور ہوئے تو اس نے خود کو ایک گڑھے میں گرا کر پسپائی اختیار کی۔ ابوالاعور کے تمام ساتھی خوفزدہ کیفیت میں مسکرانے لگے۔

پھر اشعث بن قیس نے چھے ہزار تازم دم فوج کے ساتھ ابوالاعور اور اس کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ دونوں لشکروں کے درمیان سخت لڑائی اور مقابلہ ہوا۔ حضرت مالک اشترؒ نے ابوالاعور کو یہ پیغام بھیجا کہ تُو خود میرے مقابلے کے لیے نکل تو وہ ان کے بار بار بلانے پر مقابلے کے لیے نکل آیا۔ اس نے وہ زِرَہ پہن رکھی تھی جس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا تھا اور سر پر عام سی خود پہن رکھی تھی۔

جب وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے ہوئے اور ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے تو آوازیں بلند ہونے لگیں۔ حضرت مالک اشترؒ نے اس سے کہا: اے ابوالاعور! کیا تُو جانتا ہے کہ مَیں نے تجھے کتنی بار مقابلے کی دعوت دی، بالآخر آج تم میرے مقابلے

میں آہی گئے۔ آج میں تمھیں موت کے خون میں نہلا دوں گا اور تمھیں اس موت کا مزہ چکھا دوں گا جس سے تم دُور بھاگتے ہو۔

یہ سُن کر ابوالاعور نے کہا: تم مجھے دھمکی دیتے ہو جبکہ مَیں نے کئی بہادروں کو قتل کیا اور کئی پہلوؤں کو صفحۂ ہستی سے نابود کیا ہے۔ پس تم بھی آگے بڑھو تا کہ مردوں کا حملہ دیکھو۔

پھر وہ دونوں تھوڑا پیچھے کو ہٹے تا کہ اپنے مدِمقابل پر حملہ کر سکیں۔ عمرو ان دونوں کو دیکھ رہا تھا. پھر مالک اشترؓ نے اس پر حملہ کر کے اس کی خود پر تلوار سے وَار کیا جو خُود کے اُوپر والے حصے کو کاٹتے ہوئے اس کے رخسار پر لگی اور اس کا چہرہ لہولہان ہوگیا۔ یہ دیکھ کر ابوالاعور بھاگ کھڑا ہوا۔ اشعث کے حملے سے ابوالاعور کا لشکر اور عمرو بن عاص شکست سے دوچار ہو کر پسپا ہوئے۔

مؤلف کہتے ہیں: حضرت مالک اشترؓ صفوں کو ترتیب دے رہے تھے اور انھیں نصیحت کر رہے تھے کہ تم لوگ اپنی اپنی جگہ پر ثابت قدم رہنا اور اپنی صفوں کو قائم رکھنا۔ وہ سپاہ کے گروہوں کو منظم کرنے اور صفوں کو ترتیب دینے کے بعد اپنے لشکر والوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور نبی اکرمؐ پر درود و سلام کے بعد کہا: اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے سے ہمارا اس زمین کے اس ٹکڑے پر جمع ہونا موجود تھا۔ موت قریب آ چکی ہے، تمام اُمور میں تصرف کیا جا چکا ہے اور تمام اُمیدیں ختم ہو چکی ہیں۔ ہمارے اُمور کی تدبیر سیدالاوصیاء کر رہے ہیں اور ہمارے لشکر کی سربراہی سیّدالانبیاء کے چچازاد بھائی کر رہے ہیں۔

ہمارے امامؑ وہ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ آسمان سے نصرت کے ذریعے تائید فرماتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی وہ تلوار ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے دین کے روشن راستے کو جگمگایا ہے۔ انھوں نے جنگِ بدر کے دن رسولِؐ خدا خیرالمرسلین کی طرف سے لڑتے

ہوئے بڑے بڑے سرکشوں اور مشرکوں کے غرور کو خاک میں ملایا ہے اور لشکرِ شام کا سردار سیدالشہداء حضرت حمزہؓ کا جگر چبانے والی ہندہ کا بیٹا معاویہ ہے، جو انھیں جہنّم اور شقاوت و بدبختی کی طرف ہانک رہا ہے۔

ہم ثواب کے اُمیدوار اور وہ عذاب کے منتظر ہیں۔ جب گھمسان کی جنگ ہو رہی ہو اور لشکر کا سردار ایک بزدل انسان ہو، لڑائی میں ہر طرف سیاہ غبار اُڑ رہا ہو اور سختی بڑھتی جا رہی ہو۔ جب دونوں لشکر آپس میں آمنے سامنے ہوں، تیر و نیزے برس رہے ہوں، بھاگتے ہوئے گھوڑے بہادروں پر حملہ کر رہے ہوں اور جان پر بنی ہو تو میں اس وقت بہادروں اور پہلوانوں کی بھاری آوازیں نہیں سنتا ہوں کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا ولی و سرپرست، حضرت علی علیہ السلام ہمارے امام اور نصرت و مدد ہمارا پرچم ہے۔

اے لوگو! اپنی نظروں کو جھکا کر اور دانتوں کو بھینچ کر رکھو کیوں کہ یہ تمھارے سر کے جوڑ کے لیے بہتر ہے۔ اپنے مدمقابل کا اس طرح سامنا کرو کہ سردھڑ کی بازی لگا دو اور خدائے تعالیٰ کی وحی پر دل و جان سے ایمان لاتے ہوئے اپنی تلواروں کو اپنی گرفت میں لو اور ان کے پیٹ میں پسلیوں کی بائیں جانب نیزہ مارو، یہ وہیں پر ڈھیر ہو جائیں گے۔ تم ان لوگوں پر اس قدر سختی کرو کہ انھیں احساس ہو جائے وہ تم سے اس ڈرامے میں کامیاب نہیں ہو سکتے کہ وہ تم سے اپنے بھائیوں کے خون کا بدلہ لے سکیں جب کہ انھوں نے اپنے نفسوں کو خود موت کے لیے پیش کر دیا ہے تا کہ تم ان سے کسی کے خون کا پہلے مطالبہ نہ کرو۔ تم آخرت میں جہنّم میں جانے سے بچو، اور یہ جان لو کہ جنگ سے پیٹھ پھیر کر فرار ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک گناہ اور قیامت کے دن ذلت و رُسوائی اور ندامت کا باعث ہے۔

جب لشکر پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے تو اس وقت سب سے زیادہ جانی نقصان ہوتا ہے۔ میدانِ جنگ میں ثابت قدمی دکھانا اور ڈٹے رہنا تعریف و ستائش کا باعث ہے

اور تعریف مذمت سے زیادہ افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور تمھاری اپنی اطاعت و فرمانبرداری، اس کی رضاؤں کی اتباع، اس کے دوستان کی مدد کرنے پر اور اس کے دشمنوں پر قہر وعذاب مسلط کرنے پر ہماری اعانت فرمائے اور وہ بہترین مددگار ہے۔

یہ بھی مروی ہے کہ جب ابوالاعور اور اس کے ساتھیوں کو شکست ہوئی اور حضرت علی علیہ السلام کے ہراوّل دستے نے فرات کے گھاٹ پر قبضہ کرلیا تو اشعث نے اس واقعہ کی خبر حضرت علی علیہ السلام کو دی تو آپؑ اپنے لشکر کے ساتھ گھاٹ کی جانب نکلے اور اپنی فوج کے ہراوّل دستے کے پاس جا کر قیام کیا۔

معاویہ نے عمرو بن عاص سے پوچھا: تمھارا کیا خیال ہے کہ علیؑ بھی ہم پر پانی بند کردے گا؟

عمرو نے کہا: وہ تمھارے ساتھ ویسا نہیں کریں گے جیسا تم نے ان کے ساتھ کیا ہے۔

پھر معاویہ نے اس سے ایک ایسی بات کہی جس سے وہ غضب ناک ہوگیا اور اس نے اس وقت ان اشعار کو پڑھا:

امرتك امراً فسخفته ۔۔۔ وخالفني ابن ابی سرحه

فكيف رايت كباش العراق ۔۔۔ الم ينطحوا جمعنا نطحه

اظن لها اليوم ما بعدها ۔۔۔ وميعاد ما بيننا صبحه

فان ينضحونا غداً مثلها ۔۔۔ نكن كالزبير او طلحه

وان اخروها الى مثلها ۔۔۔ فقد قدموا الخبط والنفحه

وقد شرب القوم ماء الفرات ۔۔۔ وقلدك الاشعث الفضحه

"مَیں نے تجھے جو کچھ کہا تھا تُو نے اسے کمزور رائے اور کم عقل کہہ کر ٹال دیا اور ابن ابی سرح نے بھی اس میں میری مخالفت کی۔ تم نے عراق کے بہادر لوگوں کو کیسا پایا۔ کیا انھوں نے ہم

سب کو فرات سے ہٹا کر دُور نہیں کر دیا اور اب میں اس کے بعد
(آنے والے وقت) کے بارے میں سوچ رہا ہوں اور کل صبح ہم
دونوں لشکروں کے آپس میں آمنے سامنے ہونے کا وقت ہے۔
اگر انھوں نے ہمیں آج کی طرح کل بھی پیچھے دھکیل دیا تو ہمارا
حال بھی طلحہ اور زبیر کی طرح ہوگا اور انھوں نے ہمیں پیچھے دھکیل
دیا تو یہ سب کچھ روندتے ہوئے اور خون کا فوارہ چلاتے ہوئے
پیش قدمی کریں گے۔ وہ لوگ فرات کے پانی سے سیراب ہو چکے
ہیں اور اب اشعث تمھیں رُسوا کرے گا''۔

معاویہ نے بارہ اشخاص کو پانی طلب کرنے کے لیے حضرت علی بن ابی طالب علیہم السلام کی خدمت میں بھیجا اور آپؑ کے پاس آئے تو حضرت علی علیہ السلام ان کی طرف اس حالت میں نکلے کہ آپؑ کے دوشِ مبارک پر رسولؐ خدا کی عباء تھی۔ آپؑ کے لیے کرسی رکھی گئی جس پر آپؑ تشریف فرما ہوئے۔ شامیوں کی طرف سے حوشب نے گفتگو کا آغاز کیا اور کہا: آپؑ نے ہم پر غلبہ پالیا ہے، اور آپؑ ہم پر یہ عنایت کریں کہ ہمیں بھی پانی سے سیراب ہونے دیں اور جو کچھ معاویہ نے آپؑ کے ساتھ کیا ہے، اس سے درگزر فرمائیں۔ پھر شامیوں کی طرف سے ایک دوسرا شخص جس کا نام مقاتل بن زید عکی تھا، نے کہا: اے امیر المومنین، امام المسلمین، رب العالمین کے رسولؐ کے چچازاد بھائی! بے شک معاویہ نے صرف خونِ عثمان کا ڈراما رچا رہا ہے۔ خدا کی قسم! وہ اس کے ذریعے بادشاہت اور سلطنت کا خواہش مند ہے۔ خدا جانتا ہے کہ اگرچہ میں شامی ہوں لیکن آپؑ کا چاہنے والا ہوں۔ خدا کی قسم! اب میں واپس معاویہ کے پاس نہیں جاؤں گا بلکہ آپؑ کی خدمت کروں گا اور سب سے پہلے میدانِ جنگ میں جا کر آپؑ کے قدموں میں شہادت کا رُتبہ حاصل کروں گا کیوں کہ آپؑ کی اطاعت میں مارا جانا ہی

شہادت ہے۔

اس کے بعد امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی جس کا وہ اہل ہے، رسولِ خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کی طیب و طاہر آل پر درود وسلام بھیجنے کے بعد فرمایا:

اے لوگو! میں اللہ کے رسولؐ کا بھائی، آپؐ کا وصی اور آپؐ کے علم کا وارث ہوں۔ انھوں نے مجھے اپنے جانشین کے طور پر منتخب کیا، کئی اصحاب نے آپؐ کو ان کی بیٹی کے لیے پیغامِ عقد دیا لیکن آپؐ نے ان تمام صحابیوں میں سے میرا انتخاب کیا اور ان میں سے کسی کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی نہیں کی۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مجھ سے اپنی بیٹی کی شادی کی اور مجھے ان سے طیب و طاہر ذُریت عطا کی کہ اس جیسی ذُریت کسی کو عطا نہیں کی۔

میں وہ ہوں، جس کے چچا تمام شہداء کے سردار ہیں۔ میرا بھائی جنت میں ملائکہ کے ساتھ محوِ پرواز ہے اور وہ موتی و یاقوت سے جڑے ہوئے دو پَروں کے ساتھ جہاں چاہتا ہے جنت میں پرواز کرتا ہے۔ میں لوگوں کو حق کی طرف بلانے والا ہوں۔ میں مصائب کو برداشت کرنے والا ہوں۔ میں خدا کی چھپی ہوئی نشانیوں کو ظاہر کرنے والا ہوں اور میں مضبوط اعصاب کا مالک شجاع ہوں۔

میں یتیموں اور بیواؤں کا خیال رکھنے والا ہوں۔ میں سرکشوں کو تہِ تیغ کرنے والا ہوں۔ میں متقیوں کے لیے پناہ گاہ، سید الوصیین، امیر المومنین، حبل اللہ المتقین، محفوظ قلعہ اور نہ ٹوٹنے والا بہترین سہارا ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر سننے والا اور جاننے والا ہے۔ تم معاویہ سے کہو کہ وہ اس بہتے ہوئے دریا سے خود بھی سیراب ہو اور اپنے جانوروں کو بھی سیراب کرے۔ اسے کوئی پانی پینے سے منع نہیں کرے گا اور نہ ہی پانی اور اس کے درمیان کوئی چیز حائل ہوگی۔

معاویہ کا ایک غلام جس کا نام حریث تھا، وہ شجاع اور بہادر انسان تھا۔ معاویہ ہر مشکل وقت میں اسی کو یاد کرتا تھا۔ اس نے عسقلان کی فتح کے موقع پر اپنی بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے کئی بہادروں کو قتل کیا تھا۔ یہ معاویہ کے گھوڑے پر سوار ہوتا اور اسی کا لباس اور ہتھیار پہنتا تھا تو لوگ یہ گمان کرتے کہ یہ معاویہ ہے۔ یہ بدبخت امیر المومنین حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کے مدِ مقابل لڑنے کا خواہش مند تھا اور معاویہ اس کی حفاظت کی خاطر اسے اس حرکت سے باز رکھتا تھا۔ اس نے جنگِ صفین کے تیسرے دن معاویہ سے کہا: اگر مَیں نے علیؑ کو قتل کر دیا تو مجھے طبریہ کی گورنری کا عہدہ دینا۔

یہ سُن کر معاویہ نے اس سے کہا: تم علیؑ کے مقابلے میں نہ آؤ بلکہ تمھیں مالک اشترؒ کے مقابلے کے لیے جانا چاہیے۔ اگر تم اسے قتل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو تمھارے لیے یہی کافی ہے، پھر تمھیں علیؑ کے مقابلے میں لڑنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ تم علیؑ کے مدِ مقابل ہرگز نہ جاؤ کیوں کہ میرے دو ہی مخلص ساتھی ہیں۔ ان میں سے ایک تم اور دوسرا عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید ہے۔ اگر مجھے تمھارا صدمہ پہنچا تو مجھے تم جیسا کوئی ساتھی نہیں ملے گا اس لیے تم علیؑ سے دُور رہو۔

عمرو بن عاص نے یہ ساری گفتگو سننے کے بعد حریث سے تنہائی میں کہا: اگر تم قریش سے ہوتے تو معاویہ تمھیں علیؑ کے مدمقابل لڑنے سے نہ روکتا اور وہ یہی چاہتا کہ تم علیؑ کو قتل کر کے معاویہ کو اس سے پُرسکون کر دو لیکن اسے یہ بات ناپسند ہے کہ اس کے خاندانِ قریش کے فرد کو اس کا ایک غلام قتل کرے۔ اگر تم کو یہ موقع میسر ہو تو علیؑ پر حملہ کر دو اور اب یہ تمھارے نصیب کی بات ہے۔

جب حضرت علی علیہ السلام سواروں کے آگے سے نکل کر میدانِ جنگ میں گئے تو حریث نے آپؑ کو مقابلے کے لیے للکارا۔

حضرت علیؑ ان اشعار کی تلاوت کرتے ہوئے اس کی جانب بڑھے:

انا علی و ابن عبدالمطلب نحن وبیت اللہ اولی بالکتب
منا النبی المصطفٰی غیر الکذب اهل اللواء والمقام والحجب
نحن نصرناہ علی جل العرب یاایها العبد الزنیم المنتدب

اثبت لنا یا ایها الکلب الکلب

''میں علیؑ ہوں اور عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ ہم اور خانۂ خدا الہامی کتابوں میں اطاعت کے زیادہ حق دار ہیں۔ ہم میں سے ہی نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں اور یہ جھوٹ نہیں ہے جب کہ ہم ہی لواء الحمد اور مقامِ ابراہیمؑ کے مالک و وارث اور دین اسلام کے محافظ ہیں۔ ہم نے ہی اکثر عرب کے خلاف اس نبیؐ کی نصرت کی ہے۔ اے لئیم و پست، ہوشیار غلام، اے کتّے کے رکھوالے کتّے! تُو ہمیں اپنا دعویٰ سچا ثابت کر کے دکھا''۔

حضرت علی علیہ السلام سے عرض کیا گیا: اے امیرالمومنینؑ! کیا آپؑ اس کتّے کے مدِ مقابل جائیں گے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ میرے نزدیک معاویہ سے زیادہ تکلیف دہ ہے اور یہ کہہ کر اس کے سر پر وار کر کے اسے وہیں پر ڈھیر کر دیا۔

معاویہ نے اس کی موت پر بہت واویلا کیا اور عمرو سے کہا: اے عمرو! تُو نے یہ انصاف نہیں کیا۔ تُو نے یہ سب کچھ اس لیے کیا ہے کہ تُو اسے ناپسند کرتا تھا۔ پھر معاویہ یہ اشعار پڑھنے لگا:

حریث الم تعلم وعلمك ضائر بان علیًا للفوارس قاهر
امرتك امراً حازمًا فعصیتنی فجدك اذا لم تقبل النصح عاثر
وان علیًا لا یبارز فارسًا من الناس الا احرزته الاظافر

ودلاك عمرو والحوادث جمة فللّٰه ما جرت عليك المقادر

فظن حريث أن عمراً نصيحه وقد يدرك الانسان قدما يحاذر

"حریث تمھیں تمھارے علم نے نقصان پہنچایا ہے۔ کیا تمھیں یہ علم نہیں تھا کہ علیؑ بہادر جنگجو لوگوں کے لیے ایک قہر کے مانند ہیں اور وہ جب بھی کسی پہلوان کے مقابلے میں آتے ہیں تو اس پر غلبہ پاتے ہیں۔ تم نے میرے یقینی حکم کی مخالفت کی اور میری نصیحتوں کو جھوٹا سمجھ کر قبول نہ کیا اور پھر اس کا نتیجہ تم نے پالیا ہے۔ خدا کی قسم! عمرو نے تمھاری جس طرف رہنمائی کی اور مختلف واقعات تم پر حاوی ہو گئے اور حریث نے یہ گمان کیا کہ عمرو اس کا خیرخواہ ہے، محتاط اور چوکنا ہونے کے بعد انسان کو حقائق سے آگاہی حاصل ہوتی ہے"۔

جنگِ صفین کے چھٹے دن حضرت مالک اشترؒ نے یہ اشعار پڑھتے ہوئے میدان کی جانب بڑھ رہے تھے:

فی كل يوم هامتی موقرة يارب جنبی سبيل الفجرة

واجعل وفاتی باكف الكفرة لا تعدل الدنيا جميعا وبرة

ولا تعوضن ثواب البررة

"ہر روز میری قوم و لشکر کی عزت و تعظیم ہوتی ہے۔ اے میرے پروردگار! مجھے فاسق و فاجر لوگوں کو نابود کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ان ناشکرے لوگوں کے ہاتھوں موت نصیب فرما۔ ساری دنیا اس کے برابر نہیں ہو سکتی اور نہ ہی یہ نیکوکار لوگوں کے ثواب کا بدلہ ہو سکتا ہے"۔

اتنے میں عبیداللہ بن عمر بن خطاب یہ شعر پڑھتے ہوئے آپؑ کے مقابلے میں نکل آیا:

انعی ابن عفان وارجو ربی ذاك الذی یخرجنی من ذنبی
قتل ابن عفان عظیم الخطب

"میں ابن عفان کا قصاص طلب کر رہا ہوں اور میں اپنے پروردگار سے یہ اُمید کرتا ہوں کہ وہ میرے گناہوں کو معاف فرمائے۔ عفان کے بیٹے کو سخت مصیبت کی حالت میں قتل کیا گیا"۔

حضرت مالک اشترؓ کو معلوم نہیں تھا کہ یہ شخص کون ہے اس لیے انھوں نے پوچھا کہ تُو کون ہے؟

اس نے جواب دیا: میں عبیداللہ بن عمر ہوں۔

مالک اشتر نے کہا: اے عمر کے بیٹے! تم نے اپنے لیے کتنا ہی بُرا راستہ منتخب کیا ہے تُو اپنے بھائی اور سعید بن مالک کی طرح ان لوگوں سے جدا کیوں نہیں ہو گیا؟ اگر تمھیں ابن عفان کے خون کے قصاص کی اتنی ہی فکر ہے تو اس وقت مکہ کیوں نہیں بھاگ گیا؟

اس نے کہا: اس خطاب اور عتاب کو چھوڑو۔ پھر دونوں نے ایک دوسرے پر حملہ کر دیا اور آمنے سامنے مقابلہ کرتے ہوئے ایک دوسرے پر وار کرنے لگے۔ بالآخر ابن عمر بھاگ کھڑا ہوا جس پر عمرو بن تمیم بن وہب تمیمی نے اسے لعن طعن اور ملامت کی۔ پھر وہ خود مالک اشترؓ کے مقابلے میں یہ گمان کرتے ہوئے نکل آیا کہ میں مالک اشترؓ کو قتل کر لوں گا۔ پھر دونوں نے ایک دوسرے کی طرف نیزہ پھینکا جبکہ حضرت مالک اشترؓ نے اسے ایسا نیزہ مارا کہ نیزے کی نوک اس کی کمر سے باہر نکل آئی۔ اس دن ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ ایسے لگ رہا تھا جیسے یہ ایک دوسرے کو ذبح کر ڈالیں گے اور

دانتوں سے کاٹ ڈالیں گے۔ یہ دن شامیوں کے لیے ہلاکت کا دن تھا۔

جنگ کے ساتویں روز وہ لوگ لڑنے کے لیے نکلے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقیب ابوالہیثم بن تیہان اہلِ عراق کی صفیں درست کر رہے تھے کہ عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید یہ رجز پڑھتا ہوا عراقیوں کی جانب بڑھا:

انا ابن سیف الله ذاکم خالد   اضرب کل قدم وساعد

بابیض مثل الشهاب واقد   بالجهد لابل فوق جهد الجاهد

ما انا فیانا بنی بر اقد   انصر عمی ان عمی والدی

"میں خدا کی تلوار خالد کا بیٹا ہوں اور میں ہر ہاتھ پاؤں پر وار کرتا ہوں۔ میں بھڑکتے ہوئے شعلے کے مانند سفید ہوں اور لڑائی میں حد سے زیادہ جہاد کرتا ہوں۔ مجھے جس امر کی ذمہ داری سونپی گئی ہے میں اس میں کوتاہی و سستی برتنے والا نہیں ہوں۔ میں اپنے چچا کی مدد کر رہا ہوں اور یہی میرا والد ہے"۔

پھر حارثہ بن قدامہ سعدی نے یہ اشعار پڑھتے ہوئے اس پر حملہ کیا:

اصبر لصدر الرمح یابن خالد   اصبر للیث مثل مجاهد

من اسد خفان شدید الساعد   انصر خیر راکع وساجد

من حقه عندی کحق والدی   ذاك علی کاشف الاوابد

"اے خالد کے بیٹے! تم نیزوں کا سامنا کرنے کے لیے صبر کرو اور تم شیروں، بہادروں اور مجاہدوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تحمل سے کام لو۔ ہم سخت گرفت رکھنے والے شیر ہیں۔ تم اس شخص کی مدد کرو جو بہترین رکوع اور سجدہ کرنے والا ہے اور میرے نزدیک اس کا حق میرے والد کے حق کی طرح ہے اور یہ ہستی حضرت علی علیہ السلام

کی ذات ہے جو وحشیوں کا پردہ چاک کرنے والے ہیں"۔

پھر دونوں نے ایک گھنٹے تک ایک دوسرے کا آمنے سامنے مقابلہ کیا۔ پھر حارثہ واپس لشکر میں لوٹ آئے اور ابن خالد کا سینہ تن گیا۔ اس کے لشکر والوں نے اپنے جھنڈوں کو مزید لہرانا شروع کر دیا اور کچھ لوگ اس سے پرہیز کر رہے تھے کہ عمرو بن عاص چیخا: اے سیف اللہ کے بیٹے! یہی کامیابی ہے، پھر تم آج زور سے تلوار چلاؤ۔ یہ حضرت علی علیہ السلام کو ناگوار گزرا۔ اہلِ عراق نے حضرت مالک اشترؓ سے کہا: آج یہ پہلا دن ہے کہ معاویہ کے لشکر کے جھنڈے آپؑ کے اتنے قریب آ گئے ہیں کہ آپ آسانی سے دیکھ سکتے ہیں۔

پھر حضرت مالک اشترؓ نے اپنا پرچم اُٹھایا اور یہ اشعار پڑھتے ہوئے حملہ کر دیا:

انی انا الاشتر معروف الشتر　　　انی انا الافعی العراقی الذکر

ولست من حی ربیع أو مضر　　　لکننی من مذحج الحجی الغرر

"میں اشتر ہوں کہ جس کا کاٹا مشہور ہے اور میں وہ عراقی سانپ ہوں جو ہر ایک کے ذہن پر یاد چھوڑ جاتا ہے۔ میں قبیلہ ربیع یا مضر سے نہیں ہوں بلکہ میرا تعلق اس قبیلہ سے ہے جو بہادری اور دشمن کی ہلاکت کے درپے ہونے میں اپنی مثال آپ ہے"۔

پھر آپؑ نے ایسا حملہ کیا کہ کوئی آپؑ کے آگے ٹھہر نہ سکا اور سب تتر بتر ہو کر معاویہ کے لشکر میں پہنچ گئے۔

عبیداللہ بن بدیل الخزاعی جو حضرت علی علیہ السلام کے پُرجوش اور مشہور بہادروں میں سے تھے۔ انھوں نے اس دن اپنی تلوار سے بہادری کے ایسے جوہر دکھائے کہ گیارہ مردوں کو موت کے گھاٹ اُتارا۔ اس دن معاویہ نے ابوسفیان کے غلام احمر کو بلایا جو ایک بہادر پہلوان تھا۔ اس نے اسے مالک اشترؓ یا عبداللہ بن بدیل الخزاعی کو قتل کرنے پر اُکسایا تو احمر نے کہا: علیؑ کو میرے علاوہ کوئی اور شخص قتل نہیں کرے گا۔

معاویہ نے کہا: اے احمر! تحمل کرو اور علیؑ کے مقابلے میں ہرگز نہ جانا۔ جب احمر جنگ کے لیے میدان میں گیا تو اس نے آواز دی: ابوطالبؑ کا بیٹا کہاں ہے؟ یہ سُن کر صعصعہ بن صوحان نے اس پر برہم ہوتے ہوئے چلّا کر کہا: اس جگر خورہ کے بیٹے پر اللہ لعنت کرے جس نے تمھیں اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے بہترین بندے کے مقابلے کا حکم دیا ہے تو احمر نے کہا: یہ تم کہتے ہو ورنہ وہ بزدل ہے۔ پھر اس کے مقابلے کے لیے رسولؐ خدا کے غلام شقران نکلے تو احمر نے ان سے پوچھا: تُو کون ہے؟ میں صرف تم میں سے بہادر ترین شخص کا مقابلہ کروں گا اور اسی سے لڑوں گا۔

شقران نے اسے اپنا تعارف کروایا اور احمر نے ان پر حملہ کر کے انھیں شہید کر دیا۔ وہ اپنی جگہ پر ہی کھڑا رہا اور یہ کہنے لگا: علیؑ خود میرے مقابلے کے لیے آئے تا کہ وہ میرے حملے اور وار کو اپنی نظروں سے دیکھ لے۔

یہ سُن کر امیرالمومنینؑ کے اصحاب نے اس سے کہا: اے کتے! یہاں سے دُور ہو جا، تم ہرگز امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے ہم پلّہ نہیں ہو۔

احمر نے کہا: خدا کی قسم! مَیں اس وقت تک واپس نہیں جاؤں گا، جب تک علیؑ کا سر کاٹ نہ لوں یا اس کے ہاتھوں مارا نہ جاؤں۔

پھر اس کے مقابلے کے لیے امیرالمومنینؑ خود میدان کی طرف نکلے اور اس پر یوں حملہ آور ہوئے کہ اس کو بازو سے پکڑ کر کھینچا اور پھر ہاتھ سے پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا اور وہ چکنا چور ہو گیا۔

یہ دیکھ کر لوگ چیخ و پکار کرنے لگے۔ معاویہ اور شامیوں کو بُرا بھلا کہنے لگے تو امیرالمومنینؑ نے فرمایا: لشکرِ شام میں اچھے لوگ بھی موجود ہیں اور وہ سب معاویہ کے اس فعل پر راضی بھی نہیں ہیں، اس لیے تم اپنی زبانوں پر دوبارہ ذکرِ خدا جاری کرو اور کثرت سے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کا ورد کرو۔

پھر معاویہ کے لشکر سے کریب بن اَبرہہ نکلا جس کا تعلق آل ابن ذی یزن سے تھا اور وہ مضبوط الجثہ طاقتور انسان تھا۔ وہ درہم کو نے کر اپنے انگوٹھے کے ذریعے مَسل دیتا اور اس کی لکھائی جاتی رہتی۔ معاویہ نے اس سے کہا: علیؑ خود میدانِ جنگ میں لڑ رہا ہے اور ہر ایک میں علیؑ کے ساتھ لڑنے اور اس کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں ہے۔

کریب نے کہا: میں علیؑ کے مقابلے کے لیے جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر لشکرِ عراق کی صفوں کی جانب نکل پڑا اور کہا: علیؑ میرے مقابلے کے لیے نکلو۔

اس کے مقابلے کے لیے مرتفع بن وضاح الزبیدی نکلے تو اس نے پوچھا: تم کون ہو؟ انھوں نے اپنا تعارف کروایا تو کریب نے کہا: میرا مدمقابل ایک کریم شخص ہے۔ پھر دونوں میں آمنے سامنے مقابلہ ہونے لگا۔ بالآخر کریب کی ضربت سے مرتفع بن وضاح شہید ہو گئے۔

اس کے بعد کریب نے صدا دی: تم میں سے کوئی بہادر ترین شخص یا علیؑ خود میرے مقابلے میں آئے۔

یہ سن کر شرجیل بن بکر اس کے مقابلے کے لیے نکلے اور کریب سے کہا: اے بدبخت! کیا تم اس بارے میں نہیں سوچتے ہو کہ اس طرح حرام خون بہا کر قیامت کے دن خدا اور رسولؐ کا سامنا کیسے کرو گے؟!

کریب نے جواب دیا: تمھارا امیر باطل پر ہے۔

پھر دونوں میں دوبدو مقابلہ ہوا جس میں شرجیل نے جامِ شہادت نوش کیا۔ پھر حراث بن جلاح شیبانی جو ایک زاہد، قائم اللیل، صائم النہار شخص تھے، کریب کے مقابلے کے لیے یہ کہتے ہوئے نکلے:

هذا عليّ والهدىٰ حقًّا معه

نحن نصرناه على من نازعه

"یہ حضرت علی علیہ السلام ہیں اور حقیقت میں ہدایت ان کے ساتھ
ہے۔ جو بھی ان سے لڑائی جھگڑا کرے گا ہم اس کے خلاف ان
کی مدد کریں گے"۔

پھر دونوں میں آمنے سامنے مقابلہ ہوا اور وہ بھی کریب کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت عباس علیہ السلام کو بلایا جو اس وقت ایک مکمل مرد تھے، انھیں حکم دیا کہ اپنے گھوڑے سے اُتریں۔ حضرت علی علیہ السلام نے ان کا لباس خود پہنا اور ان کے گھوڑے پر خود سوار ہوئے۔ اپنے بیٹے حضرت عباس علیہ السلام کو اپنا لباس زیب تن کروایا اور انھیں اپنے گھوڑے پر سوار کروایا تاکہ کریب کو ان کا مقابلہ کرنے میں ہچکچاہٹ نہ ہو۔

جب حضرت علی علیہ السلام نے ان کو روانہ کرنے کا ارادہ فرمایا تو عبداللہ بن عدی الحارثی نے آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: اے امیرالمومنینؑ! آپؑ کو اپنی امامت کا واسطہ کہ مجھے اس کے مقابلے میں جانے کی اجازت دیں یا تو میں اسے قتل کردوں گا یا آپؑ کے قدموں میں شہادت کا مرتبہ حاصل کروں گا۔

حضرت علی علیہ السلام نے انھیں کریب کے مقابلے میں جانے کی اجازت دے دی اور وہ یہ اشعار پڑھتے ہوئے کریب کی جانب بڑھے:

هذا علی والهدیٰ یقوده ... من خیر عیدان قریش عوده

لا یسأم الدهر ولا یروده ... وحلمه مفاخر وجوده

"یہ حضرت علی علیہ السلام ہیں جو ہمیشہ راہِ راست پر چلتے ہیں اور یہ
قریش کی بہترین لڑی میں سے ہیں۔ یہ زمانے سے مایوس نہیں
ہیں اور نہ ہی انھیں اس کی طلب ہے جب کہ حلم و بُردباری ان کی
صفاتِ حمیدہ میں سے ہیں"۔

پھر وہ دونوں ایک گھنٹہ تک آپس میں گتھم گتھا رہنے کے بعد کریب نے انھیں پچھاڑ دیا۔

اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام بھیس بدل کر اس کے مقابلے میں گئے اور اسے خدا کے عذاب اور سختی سے ڈرایا تو اس نے جواب دیا: کیا تم میری یہ تلوار دیکھ رہے ہو جس نے تم جیسے کئی لوگوں کو تہِ تیغ کیا ہے۔ پھر اس نے اپنی تلوار سے حضرت علی علیہ السلام پر وار کیا جسے آپؑ نے اپنی ڈھال پر روکا۔ پھر حضرت علی علیہ السلام نے اس کے سر پر ایسا وار کیا کہ اسے پھاڑ کر رکھ دیا اور وہ دو برابر حصوں میں تقسیم ہو کر گر پڑا۔ حضرت علیؑ اس کی لاش کے ان دو حصوں پر چکر لگاتے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

النفس بالنفس والجروح قصاص ‏ ‏ ‏ ‏ ليس للقرن بالضراب خلاص
بيدی عند ملتقى الحرب سيف ‏ ‏ ‏ ‏ هاشمى يزينه الاخلاص
مرهف الشفرتين أبيض كالملح ‏ ‏ ‏ ‏ ودرعى من الحديد دلاص
ان تمطيت فى الركاب ينادى ‏ ‏ ‏ ‏ حد سيفى ولات حين مناص
ما اختصامى بدو قدمة حرب ‏ ‏ ‏ ‏ الا اختلاسى فحولها واقتناصى

"جان کے بدلے جان ہے اور زخم کے بدلے ویسا زخم ہے۔ کسی پہلوان کو اس وار سے چھٹکارا نہیں ہے۔ جنگ کے دوران میرے ہاتھ میں ہاشمی تلوار ہوتی ہے جسے خلوصِ نیت چار چاند لگا دیتی ہے اور اس تلوار کی دو دھاریں تیز اور باریک ہیں جو کہ نمک کی طرح سفید ہیں اور میں لوہے کی نرم و ملائم زِرہ زیب تن کرتا ہوں۔ جب میں رکاب میں پاؤں رکھتا ہوں تو میری تلوار کی دھار پکار اُٹھتی ہے کہ اب چھٹکارے کا وقت نہیں رہا اور جب بھی میرا دشمن جنگ کے دوران اگلی صفوں میں مجھے نظر آتا ہے میں

اس پر جھپٹ کر اسے شکار کر لیتا ہوں"۔

اس کے بعد امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت محمد حنفیہ سے یہ کہہ کر واپس لوٹ گئے کہ تم میری جگہ پر آ کر کھڑے ہو جاؤ۔ اگر کوئی مقابلے کا طلب گار ہو تو اسے خود ہی دیکھ لینا۔ پس! وہ کریب کی لاش پر کھڑے تھے کہ اس کے چچازاد رشتہ داروں میں سے ایک شخص نے آ کر کہا: وہ بہادر کہاں ہے جس نے میرے چچازاد بھائی کو قتل کیا ہے؟

جناب محمد حنفیہ نے جواب دیا: تمھارا اس بہادر سے کیا مطلب ہے۔ اس کی طرف سے تمھارے لیے میں کھڑا ہوں۔

یہ سُن کر اس شامی کو غصہ آ گیا اور اس نے محمد حنفیہ پر حملہ کر دیا اور جوابی حملے میں حضرت محمد حنفیہ نے اسے پٹخ دیا۔

پھر ایک اور شخص آپ کے مقابلے کے لیے نکلا تو آپ نے اسے بھی قتل کر دیا یہاں تک کہ آپ نے سات شامیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا تو ایک جوان نے جناب محمد حنفیہ کے پاس آ کر کہا: تُو نے میرے چچا اور میرے بھائیوں کو قتل کیا ہے۔ اس لیے میں تمھارے مدِ مقابل آیا ہوں تا کہ تمھیں قتل کر کے اپنے سینے میں ٹھنڈک پیدا کر سکوں یا میں بھی ان لوگوں کے پاس چلا جاؤں۔

پھر تھوڑی دیر تک دونوں میں آمنے سامنے مقابلہ ہوتا رہا۔ بالآخر جناب محمد حنفیہ نے ایسا وَار کیا کہ وہ بھی موت کے منہ میں چلا گیا۔

یہ بھی مروی ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے مالک اشترؓ سے فرمایا: میرے اور تمھارے خلاف مقابلے کے لیے کوئی شخص نہیں آئے گا لہٰذا میں میمنہ پر حملہ کرتا ہوں اور تم میسرہ پر حملہ کرو۔ جب کہ میمنہ کی جانب معاویہ اپنے دس ہزار لشکر کے ساتھ موجود تھا۔ جب حضرت علی علیہ السلام نے حملہ کیا تو ان سب نے شکست خوردہ حالت

میں پسپائی اختیار کی۔

اس وقت حضرت علی علیہ السلام یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

الم ترانی فی الحروب مظفر هزبر الوغی فی حومة الحرب حیدر

اقیم علی الابطال فی الحرب مأتما واقتل الفاثم الفا واخطر

ادیر رحی منصوبة فی ثفالها رؤس غطاه الشعر فیها معصفر

"کیا تمھیں یہ معلوم نہیں کہ میں ہمیشہ جنگ میں کامیاب و کامران ہوتا ہوں اور جنگ کے دوران زیادہ تر (لوگ) حیدر کا شور کر رہے ہوتے ہیں۔ میں جنگ کے دوران بڑے بڑے بہادروں پر سوگ اور ماتم برپا کروا دیتا ہوں اور میں ہزاروں لوگوں کو قتل کرنے کے بعد تلوار کو فخریہ ہلاتا ہوں۔ میں چکی کو اس کے نچلے پاٹ کے گرد تدبیر سے گھماتا ہوں جبکہ میرے سامنے ایسے سر بھی ہوتے ہیں جو زرد رنگ کے بالوں سے ڈھکے ہوتے ہیں"۔

حضرت مالک اشترؒ نے میسرہ پر ایسے حملہ کیا جیسے بھیڑیا بھیڑوں پر حملہ آور ہوتا ہے اور تمام لوگ آپ سے پیچھے ہٹ گئے۔ ایک شامی شخص نے آپ پر وار کیا جسے آپ نے اپنی ڈھال پر روکا اور جواب میں اس پر ایک ایسا وار کیا کہ وہ وہیں پر ڈھیر ہو گیا۔ پھر آپ نے یہ شعر پڑھا:

الم ترانی فی المعارك اشتر افلق هامات اللیوث وانفر

امثلی ینادی فی القتال جهالة لقیت حمام الموت والموت احمر

ضربتك ضرباً مثل ضرب امامنا علی امیرالمومنین واعذر

"کیا تمھیں پتا نہیں تھا کہ میں جنگی معرکوں میں اشتر ہوں اور

بڑے بڑے بہادروں کی کھوپڑیوں کو چیرنے کے بعد واپس پلٹتا ہوں۔ کیا لاعلمی کی بنا پر جنگ میں مجھ جیسوں کو پکارا جاتا ہے جب کہ میں قتل وخونریزی اور سخت موت کا سامنا کر چکا ہوں۔ مَیں نے تم کو اپنے امام امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی ضربت کے مانند ضربت لگائی ہے اور میں اس جسارت پر اپنے امامؑ سے معذرت خواہ ہوں"۔

جنگِ صفین کے انیسویں دن معاویہ کے ساتھیوں کی طرف سے عثمان بن وائل حمیری مقابلے کے لیے نکلا۔ یہ ایک سو بہادروں کے برابر شمار کیا جاتا تھا۔ اس کا ایک اور بھائی جس کا نام حمزہ تھا، معاویہ ان دونوں کو مشکلات اور مصائب کا ساتھی شمار کرتا تھا۔ عثمان اپنے نیزہ اور تلوار کے ساتھ کھیل رہا تھا جب کہ عباس بن حرث بن عبدالمطلب اور سلیمان بن صرد خزاعی ایک ساتھ کھڑے ہوکر اسے ایسا کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ عباس نے سلیمان سے کہا: میں اس کے مدِّ مقابل جاتا ہوں اگرچہ امیرالمومنین نے مجھے اس سے روک رکھا ہے لیکن میری یہ دلی حسرت ہے کہ میں اسے قتل کروں۔ پھر عباسؓ یہ رجز پڑھتے ہوئے اس کے مقابلے کے لیے نکلے۔

بطل اذا غشی الحروب بنفسه کانت وحادته کجملة عسکر
بطل اذا اقتربت نواجذ وقعه حصد الرؤس کحصد زرع مثمر

"جب بھی کوئی بہادر معرکوں اور جنگوں میں جاتا ہے تو وہ بھی لشکر کے باقی افراد کی طرح گرم جوشی سے لڑتا ہے۔ جب بھی کوئی بہادر سخت لڑائی کے معرکے میں قدم رکھتا ہے تو اس وقت پکے ہوئے پھل کی طرح لوگوں کے سر کٹ کٹ کر گر رہے ہوتے ہیں"۔

وہ دونوں آپس میں مسلسل دوبدو مقابلہ کرتے رہے اور کوئی بھی غلبہ نہیں پا رہا تھا

تو سلیمان نے عباس سے کہا: کیا تجھے اسے پٹخنے کا موقع نہیں مل رہا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: اس میں بھی شجاعت ہے۔ پھر جنابِ عباسؒ نے اس پر دوبارہ ایک ایسا وار کیا کہ اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

پھر اس کا بھائی حمزہ مقابلے کے لیے نکلا جب کہ عباس اسے قتل کرنے کے بعد پنی جگہ پر ہی کھڑے رہے۔ پھر حضرت علی علیہ السلام ان کے پاس گئے اور انھیں حمزہ کا سامنا کرنے سے روکا اور فرمایا: آپ اپنا لباس اور اسلحہ اُتار کر مجھے دو، اور تم میری جگہ پر آ کر کھڑے ہو جاؤ جب کہ میں اس کا مقابلہ کرنے کے لیے نکلتا ہوں۔

حضرت علی علیہ السلام بھیس بدل کر حمزہ کے سامنے گئے تو اس نے یہ سمجھا کہ یہی عباس ہے جس نے میرے بھائی کو مارا ہے۔ پھر حضرت علی علیہ السلام نے اس پر ایک ایسا وار کیا کہ اس کے شانوں کو قطع کرتے ہوئے اس کے چہرے اور سر کو دو برابر حصوں میں کاٹ دیا۔ یمنی اس وار پر حیرت زدہ رہ گئے اور عباسؒ سے خوفزدہ ہو گئے۔

حضرت علی علیہ السلام سے مقابلے کے لیے عمرو بن عبس الجمحی آگے بڑھا۔ یہ ایک بہادر شخص تھا، اپنے نیزے اور تلوار کے ساتھ کھیل رہا تھا تو حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: مقابلے کے لیے آگے بڑھو یہ کھیل کا وقت نہیں ہے۔

پھر عمرو نے حضرت علی علیہ السلام پر حملہ کر دیا جسے آپؑ نے اپنی ڈھال کے ذریعے روکا۔ پھر حضرت علی علیہ السلام نے اس کے درمیانی حصہ پر وار کر کے اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور ان میں سے آدھا حصہ گھوڑے پر ہی رہا۔

یہ دیکھ کر عمرو بن عاص نے معاویہ سے کہا: یہ علیؑ کا وار ہے تو معاویہ نے اسے جھٹلا دیا۔

عمرو نے کہا: گھڑ سواروں سے کہو کہ اس پر مل کر حملہ کرو۔ اگر یہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو سمجھ لینا کہ یہ علیؑ ہے۔

پس! جب انھوں نے حملہ کیا تو آپؑ ثابت قدم رہے اورآپؑ کے پاؤں لڑکھڑائے نہیں، یہاں تک کہ ان میں سے ۲۳ افراد کو قتل کردیا۔

حضرت مالک اشترؒ نے عرض کیا: اے امیرالمومنینؑ! آپؑ خود کو نہ تھکائیں۔

آپؑ نے فرمایا: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ کریم تھے۔ آپؐ نے اُحد، حنین اور خیبر کے دن خود جنگ کی تھی۔ اگر معاویہ اور عمرو خود میرے مدِّ مقابل لڑنے کے لیے نکل آئیں تو میرے شیعہ اس سے نجات پالیں جس سے یہ موازنہ کیا کرتے ہیں۔

مالک اشترؒ نے عرض کیا: آپؑ کو رسولِ خدا کے ساتھ قرابت داری کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ آپؑ واپس چلے جائیں اور میں ان لوگوں سے جنگ کرتا ہوں۔

حضرت علی علیہ السلام نے انھیں لڑنے کی اجازت دے دی تو مالک اشترؒ یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

بقیت وفری وانصرفت عن العلی ولقیت اضیا فی بوجه عبوس

ان لم اشن علی ابن هند غارة لم تخل یوماً من نهاب نفوس

خیلًا کامثال السعالی شزبا تغدو ببیض فی الکریهة شوس

حمی الحدید علیهم فکانه ومضان برق أو شعاع شموس

"میں چیر پھاڑ کے لیے میدانِ جنگ میں موجود ہوں جب کہ میں شریف و نجیب لوگوں سے باز رہتا ہوں۔ میں جنگ کے دوران اپنے میزبانوں کا سامنا پُرشکن چہرے سے کرتا ہوں۔ اگر میں ہند کے بیٹے پر چاروں طرف سے حملہ آور نہ ہوا تو کوئی دن ایسا نہیں گزرے گا کہ جس دن اس کی طرف سے لوگوں کی جان و مال نہ لوٹا جائے اور بھوت کے مانند گھوڑے لاغر ہوجائیں گے۔

سخت لڑائی میں سر کو خود کے ساتھ غصے میں کن اکھیوں سے دیکھا
جاتا ہے اور لوہے کے جنگی آلات کی ان پر اس قدر تپش ہوتی ہے
جیسے بجلی کی چمک یا سورج کی کرن ہو"۔

اس کے بعد حضرت مالک اشترؒ نے معاویہ کو پکار کر کہا: آؤ میرے مقابلے میں خود آ کر مجھ سے لڑو۔

اس نے جواب دیا: تم میرے ہم پلّہ نہیں ہو۔

جنابِ مالک اشترؒ نے کہا: میرے آقا کے مقابلے میں آ جاؤ وہ تو تمام قریش اور عرب کے سیّد و سردار ہیں اور یہ بہانہ بازی و حیلہ سازی چھوڑ دو۔

اس کے بعد معاویہ نے جندب بن ربیعہ کو بلایا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے اس سے پہلے معاویہ سے اس کی بیٹی کا رشتہ مانگا تھا اور معاویہ نے اسے رشتہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ عمرو بن عاص نے اس سے کہا: اے جندب! اگر تم نے مالک اشترؒ کو قتل کر دیا تو معاویہ تمھاری شادی اپنی بیٹی رملہ سے کر دے گا۔

یہ سُن کر جندب حضرت مالک اشترؒ کے خلاف لڑنے کے لیے نکل پڑا۔ حضرت مالک اشترؒ نے اس سے پوچھا: تُو کون ہے اور معاویہ نے تمھیں میرے مقابلے میں لڑنے کے لیے کس چیز کا لالچ دے کر راضی کیا ہے؟

اس نے جواب دیا: اگر مَیں نے تمھیں قتل کر دیا تو وہ اپنی بیٹی رملہ کی شادی مجھ سے کرے گا اور اب میں تمھارا سر لے کر ہی اس کے پاس جاؤں گا۔

یہ سُن کر حضرت مالک اشترؒ مسکرانے لگے۔ پھر جندب نے ان پر نیزے سے حملہ کر دیا جسے انھوں نے اپنی بغل کے نیچے لے لیا۔ جندب نے اسے کھینچنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ ناکام رہا۔ یہاں تک کہ انھوں نے اس نیزے کو نصفا نصف کر دیا اور جندب بھاگ کھڑا ہوا لیکن مالک اشترؒ نے تلوار کے وار سے اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر

انھوں نے شامیوں پر حملہ کر کے ان سے لڑائی شروع کردی یہاں تک کہ عمرو بن عاص کو اپنی جگہ سے ایک طرف کر دیا اور اہلِ شام سامنے تھے۔

آپؑ نے معاویہ پر حملہ کیا تو بنی جمح کا ایک فرد اسے بچانے کے لیے آگے بڑھا اور معاویہ کی طرف سے لڑنے لگا۔ یہاں تک کہ اسے بچانے میں کامیاب ہوگیا اور حضرت مالک اشترؒ اس کے قریب پہنچنے ہی والے تھے۔ آپؑ مسلسل لڑائی جاری رکھے ہوئے تھے یہاں تک کہ رات کی تاریکی چھا گئی اور معاویہ بھاگ کھڑا ہوا اور رات کی تاریکی میں غائب ہوگیا۔

جنگِ صفین کے ۲۶ویں دن ابوالیقظان، عمار بن یاسر اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقیب ابوالہیثم بن تیہان شہید ہوئے۔ ذوالکلاع کا بھائی حرث بن یاقوت حضرت عمار بن یاسرؓ کے مقابلے کے لیے نکلا تو انھوں نے اسے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اس کے بعد جو بھی آپ کے مدِ مقابل آتا آپ اسے قتل کر دیتے اور آپ اس وقت یہ شعر پڑھ رہے تھے:

نحن ضربناکم علی تنزیله   فالیوم نضربکم علی تاویله

ضربا یزیل الهام عن مقیله   ویذهل الخلیل عن خلیله

أو یرجع الحق علی سبیله

"ہم نے قرآن کے نزول پر تم سے جنگ کی تھی اور آج تم سے قرآنِ مجید کی تاویل پر جنگ کر رہے ہیں اور ہم تم کو ایسی مار ماریں گے کہ سر اپنی جگہ سے اُڑ جائیں گے اور دوست اپنے دوست کو بھول جائے گا یا حق اپنی جگہ پر لوٹ آئے گا"۔

حضرت عمار یاسرؓ نے پانی طلب کیا تو آپ کی خدمت میں دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا جسے دیکھ کر آپ نے اللہ اکبر کہا اور پھر اسے نوش فرمانے کے بعد یہ بیان کیا کہ نبی

اکرمؐ نے مجھ سے فرمایا: اے عمار! اس دنیا میں تمھاری آخری غذا پانی ملا دودھ ہوگا اور تمھیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا اور یہ میرے دنیا میں آخری ایام ہیں۔

پھر آپ نے بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے شامیوں پر حملہ کیا اور انھوں نے آپ کا گھیراؤ کر لیا اور ابوالعادیہ الفزازی اور ابن جونی السلسکی آپ کی راہ میں حائل ہوئے۔ ابوالعادیہ نے آپ کو نیزہ مارا اور ابن جونی نے آپ کے سر کو کاٹا۔ ذوالکلاع نے عمرو بن عاص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمار کے بارے میں فرمایا:

تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ

"تمھیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا"۔

جبکہ ذوالکلاع کے ماتحت ساٹھ ہزار گھڑسوار تھے، اس نے عمرو بن عاص سے کہا: تم پر ہلاکت ہو، کیا ہم باغی گروہ ہیں۔ وہ اس بارے میں شک میں پڑ گیا۔ عمرو نے کہا: یہ بات عنقریب ہماری طرف ہی لوٹے گی اور اس نے اس سے اتفاق کیا۔

جس دن حضرت عمار یاسرؓ کی شہادت ہوئی تو ذوالکلاع بھی اس واقعہ سے متاثر ہوا۔ عمرو نے کہا: اگر ذوالکلاع اسی حالت پر باقی رہا تو اس کے ساتھ دیگر افراد بھی اسی طرف مائل ہوجائیں گے اور ہماری فوج ہمارے ہی خلاف ہوجائے گی۔

اس کے بعد رسولؐ خدا کے نقیب ابوالہیثم اور کچھ دوسرے اصحاب شہید ہوئے۔ جب عبداللہ بن عمرو بن عاص نے یہ دیکھا تو اس نے اپنے بیٹے سے کہا: تم گواہ رہنا کہ مَیں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عمارؓ کے بارے میں یہ فرماتے ہوئے سنا تھا:

تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ لَا اَنَالَهَا اللّٰهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

"(اے عمار!) تم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس گروہ کو قیامت کے دن میری شفاعت نصیب نہیں کرے گا"۔

یہ سُن کر عمرو نے معاویہ سے کہا: کیا تم اپنے بھانجے کی بات سن رہے ہو؟

پھر اسے ساری بات بتائی تو معاویہ نے کہا: اللہ کے رسولؐ نے سچ کہا تھا۔ کیا ہم عمار کے قاتل ہیں؟ نہیں! بلکہ اس کا وہی قاتل ہے جو اسے میدانِ جنگ میں لے کر آیا ہے اور اسے ہماری تلوار اور نیزہ تلے پھینک دیا۔

جب حضرت علی علیہ السلام کو اس کے بارے میں پتا چلا تو آپؑ نے فرمایا: پھر تم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کیا کہتے ہو کہ وہ حضرت حمزہؓ کے قاتل ہیں جو ان کو اُحد کے میدان میں لے کر گئے تھے یا رسولؐ خدا ان تمام مومنین کے قاتل ہیں جو آپؐ کی ہم رکابی میں لڑتے رہے؟ (معاذ اللہ)

حضرت عمار بن یاسرؓ کی شہادت سے شامیوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ جب معاویہ نے یہ بتایا کہ ہم نے عبداللہ بن بدیل، ہاشم بن عتبہ اور عمار بن یاسرؓ کو قتل کر دیا ہے تو نعمان بن بشیر نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھنے کے بعد کہا: خدا کی قسم! جب ہم لات وعزیٰ کی پرستش کرتے تھے اور عمار اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو مشرکوں نے عمار کو سخت گرمی میں تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر اور دیگر طرح طرح کی اذیتیں دیں لیکن وہ پھر بھی خدائے واحد اور احد کی عبادت کرتا رہا اور ان کی اذیتوں اور تکالیف پر صبر کیا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

صبرًا یَا آلَ یَاسِر مَوْعِدُکُمُ الْجَنَّةُ

"اے خاندانِ یاسر! تم صبر کرو کیوں کہ تمھاری وعدہ گاہ جنت ہے"۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے حضرت عمارؓ کے متعلق فرمایا:

اِنَّ عَمَّارًا یَدْعُوا النَّاسَ اِلَی الْجَنَّةِ وَیَدْعُوْنَهٗ اِلَی النَّارِ

"بے شک! عمارؓ لوگوں کو جنت کی طرف بلا رہے ہوں گے اور وہ سب عمار کو جہنم کی طرف بلا رہے ہوں گے"۔

ابن جونی جس کا تعلق شام سے تھا وہ کہتا ہے کہ جب میں نے عمار کو قتل کیا تو

عمرو بن عاص نے مجھ سے پوچھا: جب تم نے عمار کو قتل کیا تو اس وقت عمار کیا کہہ رہا تھا؟ ابن جونی نے بتایا: وہ کہہ رہا تھا آج محمدؐ و آلِ محمدؐ کے حُب داروں نے حضرت محمدؐ اور ان کی جماعت کے ساتھ محبت و عقیدت کا ثبوت دیا ہے۔ عمرو نے کہا: عمار نے صحیح کہا تھا۔ تمھارے یہ دونوں ہاتھ سلامت نہ رہیں۔ تم نے دنیا و آخرت میں اپنے رب کے عذاب کو دعوت دی ہے۔

یعقوب بن واسط سے مروی ہے کہ صفین کے میدان میں دو مرد آپس میں حضرت عمار یاسرؓ کے قتل و سلب کے بارے میں جھگڑا کر رہے تھے۔ وہ دونوں فیصلہ کروانے کے لیے عبداللہ بن عمرو بن عاص کے پاس آئے تو اس نے کہا: تم دونوں پر ہلاکت ہو اور میرے پاس سے دفع ہو جاؤ۔ بے شک! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قریش عمارؓ کی حق تلفی کریں گے حالانکہ عمارؓ انھیں جنت کی طرف بلا رہے ہوں گے اور وہ عمارؓ کو جہنم کی دعوت دے رہے ہوں گے۔ اس کا قاتل اور سالب دونوں جہنمی ہیں۔

جنگِ صفین کے ۲۶ ویں دن معاویہ کے پاس اس کی قوم کے چند سردار جمع ہو کر آپس میں حضرت علی علیہ السلام اور مالک اشترؓ کی بہادری کا تذکرہ کر رہے تھے تو عتبہ بن ابی سفیان نے کہا: اگرچہ مالک اشترؓ بہادر ہیں لیکن علیؑ کی بہادری، حملہ اور گھڑسواروں کو گھوڑوں کی زین سے اُچک لینے کی قوت بے نظیر و بے مثال ہے۔

معاویہ نے کہا: ہم میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جس کے باپ، بھائی یا بیٹے کو علیؑ نے قتل نہ کیا ہو۔ اے ولید! جنگِ بدر کے دن علیؑ نے تمھارے باپ کو قتل کیا تھا۔ اے ابوالاعور! جنگ اُحد کے دن علیؑ نے تمھارے چچا کو قتل کیا تھا۔ اے طلحہ کے بیٹے! جنگِ جمل کے دن علیؑ نے تمھارے باپ کو بھی قتل کیا تھا۔ پس! جب تم سب اس کے خلاف متحد ہو تو اس سے اپنے مقتولوں کے خُون کا بدلہ لو اور اپنے سینوں کو ٹھنڈک پہنچاؤ۔

یہ سن کر ولید بن عقبہ بن ابی معیط اس کی بات پر ہنسا اور کہا:

يخدعكم معاوية بن حرب	اما فيكم لو اتركم طلوب
يشد على ابى حسن على	باسمر لا تهجنه الكعوب
فيهتك مجمع الليات منه	ونقع القوم مطرد يثوب
فقلت له أتلعب يابن هند	كانك وسطنا رجل غريب
اتامرنا بحية بطن واد	اذ انهشت فليس لها طبيب
وما لاقاه فى الهيجاء لاق	فاخطا نفسه الاجل القريب
سوى عمرو وقته خصيتاه	نجا ولقلبه منها وجيب
وما ضبع يدب ببطن واد	اتيح لقتلها اسد مهيب
باضعف ميلة منا اذا ما	لقيناه وذا منا عجيب
كان القوم لما عاينوه	خلال النقع ليس لها قلوب
وقد نادىٰ معاويه بن حرب	فاسمعه ولكن لا يجيب

”معاویہ بن حرب تمھیں دھوکا دے رہا ہے۔ کیا تم میں کوئی بھی بار بار اس چیز کا متلاشی نہیں کہ وہ ابوالحسنؑ پر حملہ کرے جبکہ کوئی بھی شخص اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا ہے لیکن وہ تمھارے اعضاء توڑ کر تمھیں ذلیل و رُسوا کر دے گا اور ہم لوگ دھتکار دیے جائیں گے۔ مَیں نے معاویہ سے کہا: اے ہند کے بیٹے! تُو ہم سے یوں لذت و تفریح کرتا ہے جیسے تُو ہمارے درمیان انجان و اجنبی ہو۔ کیا تُو ہمیں اس سانپ سے اُلجھنے کا حکم دے رہا ہے کہ جسے وہ ڈس لے تو اس کے ڈسنے کا کسی ڈاکٹر کے پاس علاج نہیں ہے۔ جس نے بھی لڑائی میں علیؑ کا سامنا کیا ہے، اس کے نفس نے

اسے غلط راستے پر ڈال کر اسے موت کے قریب کر دیا ہے۔
سوائے عمرو بن عاص کے جسے اس کے خصیوں نے بچا لیا اور اسے
نجات دلائی اور اسی وجہ سے اس کا دل ابھی تک دھڑک رہا ہے۔
جو بجّو پیٹ کے بل رینگتا ہوا جاتا ہے، وہ اپنے آپ کو خود اپنی
موت کے لیے خوفزدہ کر دینے والے شیر کے سامنے پیش کر دیتا
ہے۔ ہم میں سے کمزور ترین رغبت رکھنے والا اگر علیؑ کا سامنا
کرے تو یہ ہمارے لیے حیرت کا باعث ہوگا جبکہ اس قوم نے
پانی پر قبضہ کے دوران علیؑ کو خود دیکھا ہے گویا جیسے ان کے دل نہ
ہوں۔ معاویہ بن حرب نے علیؑ کے مقابلے کے لیے صدا لگائی
ہے۔ پس! تم اس کی بات سنو لیکن اسے کوئی جواب نہ دو"۔

پھر ولید نے کہا: اگر تمھیں میری بات پر یقین نہیں آ رہا ہے تو عمرو بن عاص سے پوچھو تا کہ وہ تمھیں بتائے کہ وہ علیؑ سے کیسے جان بچا کر بھاگا تھا اور علیؑ کا حملہ کیسا ہوتا ہے۔

وہ اس کلام سے عمرو کی سرزنش کر رہا تھا کیوں کہ جب حضرت علی علیہ السلام نے اس پر حملہ کیا تو عمرو کو اس کا احساس بھی نہ ہوا کہ وہ اس پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ پس! انھوں نے اسے نیزہ مارا تو یہ زمین پر گر گیا اور اس نے اپنی شرم گاہ کو ظاہر کر دیا تو حضرت علی علیہ السلام نے اس سے اپنا چہرہ پھیر لیا اور وہ چپکے سے کھسک گیا۔

جب حضرت علی علیہ السلام سے اس کے بارے میں پوچھا گیا کہ آپؑ نے اسے ہاتھ سے کیوں جانے دیا تو آپؑ نے جواب دیا: ابن عاص نے اپنی شرم گاہ کو میرے سامنے ظاہر کر دیا تو مَیں نے اس سے اپنا چہرہ پھیر لیا۔

یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے یہ کہتے ہوئے اپنی تلوار سے اس پر حملہ کیا کہ اے نابغہ کے بیٹے! یہ لو اور میں علیؑ ہوں۔

قریش کے مقتل کی بات کرتے ہو تو اس سے ہمارا دل مزید غم زدہ
ہو جاتا ہے۔ علیؑ کا مقابلہ کرنے کے لیے معاویہ بن حرب اور ولید کا
علیؑ سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔ مَیں نے علیؑ کا سامنا کیا ہے اس
لیے میں اس سے کس طرح ناواقف ہو سکتا ہوں جب کہ میں
موت کے پسینے کی آزمائش سے گزر چکا ہوں۔ ہم دونوں نے
ایک دوسرے کے قتل کے درپے ہوتے ہوئے ایک دوسرے کو
نیزہ مارا اور جب مَیں نے بھی اسے نیزہ مارا تو اس کے بعد میں
اور کیا کر سکتا ہوں۔ اے ابن ابی معیط! تم کو بھی تو اس کی طرف
سے نیزے کے ذریعے عیب دار کیا گیا ہے جبکہ تم تو ایک بہادر اور
پہلوان تھے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم علیؑ کی آواز سن لو تو
تمھارا دل ڈولنے لگے گا اور سانس پھولنے لگے گا اور اگر تم نے
(جنگ میں) علیؑ کا سامنا کیا تو میں تمھارے سوگ میں اپنا
گریبان چاک کروں گا اور اپنے رخسار پر ماتم کروں گا"۔

یہ سن کر معاویہ نے کہا: اے عمرو! اگر تم علیؑ کو اچھی طرح پہچانتے ہوتے تو کبھی
بھی اس کے نزدیک نہ جاتے۔

پھر اس نے عمرو کی مذمت میں کچھ اشعار کہے جن کو سن کر عمرو کو غصہ آ گیا اور
اس نے کہا: کیا یہ وہی شخص نہیں جس کے مقابلے میں اس کا رشتہ دار آیا تو اس نے اسے
بھی پچھاڑ دیا اور کیا تُو دیکھ رہا ہے کہ آسمان سے اسی وجہ سے خون ٹپک رہا ہے۔

روایت میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اہلِ شام کی صفوں کی جانب گئے اور کمیل
ابن زیاد سے فرمایا: تم معاویہ کے پاس جاؤ اور اسے میری طرف سے یہ پیغام دو کہ ہم
نے تمھیں اطاعت و فرماں برداری کی طرف بلایا لیکن تم لوگوں نے انکار کر کے معاندانہ

رویہ اپنایا اور اسی وجہ سے اب تک کافی مسلمانوں کا قتل ہو چکا ہے۔ لہٰذا اب تم خود میرے مقابلے میں آؤ تا کہ لوگوں کو اس مشکل سے چھٹکارا ملے۔

جب کمیل نے معاویہ کو حضرت علی علیہ السلام کا یہ پیغام پہنچایا تو معاویہ نے اپنے لوگوں سے پوچھا: تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟

انھوں نے اسے حضرت علی علیہ السلام کے مقابلے میں جانے سے منع کیا لیکن عمرو بن عاص نے اس سے کہا کہ بے شک! علیؑ نے تمھارے ساتھ انصاف کی بات کی ہے، وہ بھی تم جیسا بشر ہے اور تم اس سے زیادہ اپنی فضیلت اور برتری کے گن گاتے ہو۔

یہ سُن کر معاویہ نے اسے شرم دلائی اور کہا: اے عمرو! مجھ سے یہ عداوت و دشمنی کیوں کر رہے ہو۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اگر میں مارا گیا تو میرے بعد یہ خلافت تم کو مل جائے گی؟

عمرو نے کہا: میں تو صرف مذاق کر رہا تھا۔

پھر معاویہ نے یہ اشعار پڑھے:

یاعمرو انك قد اشرت بتهمه — ان المبارز كالجدى للنازى

ما للملوك وللبراز وانما — خطف المبارز خطفة من باز

ولقد رجعت وقلت مزحة مازح — والمزح يحمله مقال الهازى

"اے عمرو! تم نے تہمت لگائی ہے جبکہ مقابلے میں نکل کر لڑنے والا ایک سال کے بکری کے بچے کی طرح اُچھلتا کودتا ہے۔
بادشاہ اور سلطان لوگ ایسا نہیں کرتے اور آمنے سامنے لڑنے والا باز پرندے کی طرح اپنے شکار کو اُچک لیتا ہے۔ تم اپنی بات سے پلٹ گئے ہو اور اب کہتے ہو کہ میں تو مذاق کر رہا تھا جبکہ مذاق میں استہزاء ہوتا ہے"۔

عمرو بن عاص نے اسے جواب دیتے ہوئے کہا:

معاوی ان نکلت عن البراز لك الویلات فانظر فی المخازی
معاوی ما اجترمت الیك ذنباً وما انا بالذی حدثت هازی
وما ذنبی وکم نادی علی وکبش القوم یدعو للبراز
فلو بارزته بارزت لیثاً حدید القرن اشجع ذا ابتزاز
اضبع فی العجابة یاابن هند وعند الشاة کالتیس الحجازی

"اے معاویہ! اگر تم مقابلے سے پیچھے ہٹے تو تمھارے لیے افسوس اور ندامت کا باعث ہے اور یہ دیکھو کہ اس میں تمھاری کتنی ذلت و رُسوائی ہے۔ اے معاویہ! مَیں نے تمھارے حق میں گناہ کا ارتکاب نہیں کیا اور نہ ہی مَیں نے استہزاء کیا تھا اور اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے جب کہ علیؑ نے تمھیں کتنی بار مقابلے کے لیے پکارا ہے اور قوم کے سردار مقابلے کے لیے دعوت دیا کرتے ہیں۔ اگر تم علیؑ کے مدِ مقابل گئے تو گویا تم بہت بڑے دلیر، شجاع، غالب اور شیر کے مقابلے میں گئے۔ اے ہند کے بیٹے! میدانِ جنگ میں بزدل کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے بکروں میں حجازی بکرا ہوتا ہے"۔

اس کے بعد حضرت کمیلؒ واپس آ گئے اور حضرت علی علیہ السلام کو معاویہ کے ساتھ ہونے والی گفتگو سنائی، جسے سُن کر مالک اشترؒ مسکرانے لگے۔ اس وقت حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ آلِ ذی یزن کا ایک شخص بھی موجود تھا، جس کا نام سعید بن حارثہ تھا۔ وہ اصل میں شام کا رہنے والا تھا۔

جب معاویہ نے حضرت علی علیہ السلام کو کوئی جواب نہ دیا اور آپؑ کی بیعت نہ کی تو

اس نے شام کو چھوڑ دیا اور اپنے اہل وعیال اور مال کو لے کر حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ ہو گیا۔ وہ ایسا عبادت گزار تھا کہ ہر دن اور رات میں ایک سو رکعت نماز پڑھتا تھا۔ اس نے عرض کیا: اے امیر المومنینؑ! آپؑ مجھے اجازت دیں تو مَیں معاویہ کو مقابلے کے لیے للکارتا ہوں؟

اسے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے مسکراتے ہوئے اجازت دے دی اور فرمایا: خدا کی مدد سے اس کی طرف بڑھو۔

وہ میدان کی طرف نکلا اور معاویہ کو اپنے مقابلے کے لیے للکارا تو معاویہ اس کے مقابلے میں نکل آیا اور کہا: اے سعید! جو کچھ مَیں نے تمھارے حق میں کیا تھا کیا تم وہ سب کچھ بھول گئے ہو۔ کیا تم میرے احسانات وعنایات کو بھی بھول گئے ہو؟

سعید نے جواب دیا: میں یہ سمجھتا تھا کہ تم ایک ایسے مسلمان ہو جو اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار اور اس کے حکم پر عمل پیرا ہونے والا ہے۔ جب مجھے تمھاری بغاوت وسرکشی کا پتا چلا کہ تم باطل کے ذریعے بادشاہت وسلطنت چاہتے ہو تو اسی دن سے مَیں نے تم سے بُغض وعداوت رکھ لی۔

پھر سعید بن حارثہ اس پر حملہ آور ہوئے اور دونوں ایک دوسرے پر وار کرتے رہے لیکن کوئی بھی اپنے مدِ مقابل پر غلبہ نہ پاسکا اور بالآخر دونوں واپس اپنے لشکر میں لوٹ گئے۔

پھر معاویہ نے عمرو کو اس بھید سے آگاہ کیا کہ تم میری اس مصیبت پر خوش ہو۔ اس کے بعد عمرو اور قریش کے دیگر سرداروں سے مخاطب ہو کر کہا: مَیں نے تم سے انصاف کیا تھا، جب میں ہمدان میں سعید سے ملا تھا اور وہ ہمدانیوں کا سردار تھا۔ پس اب جب تمھارا اس سے آمنا سامنا ہو تو اس کی زندگی کے دن ختم کر دو۔

معاویہ ایک ٹیلے پر قریش کی نامور شخصیات کے ساتھ کھڑا ہو کر حضرت علی علیہ السلام

کی جنگ دیکھ رہا تھا کہ جو بھی آپؑ کے مقابلے میں جاتا ہے وہ اسے تہِ تیغ کر دیتے ہیں۔ اس وقت اس نے کہا: مجھے علیؑ نے مقابلے کے لیے للکارا تھا لیکن میں اس کے مقابلے میں نہیں گیا، میں اس پر قریش سے شرمندہ ہوں۔

اس کے بھائی عتبہ نے اس سے کہا: اگر اب تمھیں علیؑ مقابلے کے لیے طلب کرے تو تم یہ ظاہر کرنا گویا تم نے اس کی بات سنی ہی نہیں ہے کیوں کہ تم جانتے ہو کہ علیؑ نے حریث کو قتل کیا تھا اور عمرو نے علیؑ سے بچنے کے لیے انتہائی شرمناک حرکت کی تھی۔ جو بھی علیؑ کے مقابلے میں گیا اس نے اسے موت کے گھاٹ اُتار دیا اور علیؑ سے لڑنے کے لیے بسر بن ارطاہ تمھارا قائم مقام ہے۔

یہ سُن کر بسر نے کہا: معاویہ سے زیادہ علیؑ کا مقابلہ کرنے کا کوئی حق دار نہیں ہے لیکن اگر تم سب ان کے مقابلے میں جانے سے انکار کرتے ہو تو میں اِن کے مقابلے میں جاتا ہوں۔

اس پر بسر کے چچازاد بھائی نے اسے غور و فکر کرنے کا کہا کہ اس بارے میں اچھی طرح سوچ لو اور پھر اس نے بسر کو مخاطب کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے:

وانت له یابسر ان کنت مثله	والافان اللیث للضبع آکل
کأنك یابسر بن ارطاة جاهل	بشدّ اته فی الحرب ام متجاهل
متی تلقه فالموت فی رأس رمحه	وفی سیفه مشغل لنفسك شاغل
وما بعده فی آخر الخیل عاطف	وما قبله فی اوّل الخیل حامل

”اے بسر! اگرچہ تُو خود کو ان جیسا سمجھتا ہے لیکن یاد رکھو کہ ہمیشہ شیر بچوں کو کھا جاتا ہے۔ اے بسر بن ارطاہ ایسا لگتا ہے کہ جیسے تم جنگ میں علیؑ کے حملوں سے ناواقف ہو یا جان بوجھ کر ناواقف بن رہے ہو۔ جب تم علیؑ کا سامنا کرو گے تو اس کے نیزے کی

نوک میں تمھاری موت ہوگی یا اس کی تلوار میں تمھارے لیے یہ
شغل ہوگا۔ سواروں میں جو آخر میں ہوتا ہے علیؑ اس پر مہربان ہوتا
ہے اور جو آگے پہلا سوار ہوتا ہے وہ اس پر حملہ آور ہوتا ہے"۔

یہ سُن کر بسر نے کہا: اے میرے چچازاد! اب تُو میرے منہ سے یہ بات نکل چکی ہے اور اب میں شرمسار ہوں گا اگر اس سے پیچھے ہٹوں۔ پھر بسر معرکہ کی جانب چل پڑا۔ اس نے حضرت علی علیہ السلام کو سواروں میں سب سے آگے مالک اشترؒ کے ساتھ اپنے دوسرے سواروں سے جداگانہ طور پر دیکھا۔ آپؑ ٹیلے کی جانب سخت وار کرتے ہوئے بڑھ رہے تھے اور یہ رجز پڑھ رہے تھے:

انا علی فسلونی تخبروا	سیفی حسام وسنانی ازھر
منا النبی الطاھر المطھر	وحمزۃ الخیر وضوی جعفر
له جناح فی الجنان اخضر	ذا اسد الله وفیه مفخر
ھذا الھزبر وابن ھند محجر	مذبذب مطرد مؤخر

"میں علیؑ ہوں مجھ سے پوچھو تاکہ تمھیں بتاؤں کہ میری تلوار
تیز دھار والی اور میرا نیزہ روشن و صاف ہے۔ ہم میں سے
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو طاہر و مطہر ہیں اور ہمارے خاندان سے ہی
بہت زیادہ بھلائی کرنے والے حضرت حمزہ ہیں اور جعفر طیار میرا
بھائی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جنت میں پَر عطا کیے ہیں۔ یہ اللہ کا
شیر ہے اور اس میں افعالِ حمیدہ ہیں۔ یہ ڈیل ڈول والا شخص اور ہند
کا بیٹا متردد و حیران، دھتکارا ہوا اور حق سے پیچھے ہے"۔

حضرت علی علیہ السلام نے بسر کا سامنا ٹیلے کے قریب کیا۔ حضرت علی علیہ السلام نے اسے نیزہ مارا تو وہ کود گیا اور جب اسے یہ احساس ہوا کہ یہ علیؑ ہیں تو اس نے حضرت علی علیہ السلام

کے وار سے خوفزدہ ہوکر خود کو زمین پر گرا دیا اور اپنی شرم گاہ کھول کر ظاہر کردی۔
حضرت علی علیہ السلام نے اس سے اپنا چہرہ پھیر لیا تو حضرت مالک اشترؒ نے آپؑ سے اُونچی آواز میں عرض کیا: اے امیرالمومنینؑ! یہ بسر ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اسے دفع کرو، خدا اس پر لعنت کرے کہ اس نے بھی اپنے بزرگ عمرو کی طرح اپنی شرم گاہ کو ظاہر کردیا تھا۔

پھر بسر کے چچازاد نے یہ شعر پڑھتے ہوئے حضرت علی علیہ السلام پر حملہ کیا:

اردیت بسراً والغبار ثائرہ
اردیت شیخا غاب عنہ ناصرہ

"تم نے اس لیے بسر کو گرالیا تھا کیوں کہ اس وقت گردوغبار اُڑ رہا تھا اور اس بوڑھے (عمرو) کو اس لیے گرالیا تھا کیوں کہ اس وقت اس کا کوئی مددگار نہ تھا"۔

پھر مالک اشترؒ نے اس پر یہ کہتے ہوئے حملہ کردیا:

اکل یوم رجل شیخ شاغرہ وعورۃ وسط العجاج ظاھرۃ
تبرزھا طعنۃ کف واترۃ عمرو وبسر رمیا بالفاقرۃ

"یہ بوڑھا شخص ہر روز دست درازی کر رہا ہے اور جب وہ میدان میں آیا تو اس نے عین میدان کے درمیان اپنی شرم گاہ کو ظاہر کردیا جس کی وجہ سے اس پر مسلسل طعن ہو رہی ہے جبکہ عمرو اور بسر نے خود کو ایسی سخت مصیبت میں گرا دیا کہ گویا وہ مصیبت ریڑھ کی ہڈی کو توڑ دے"۔

پھر مالک اشترؒ نے اس کو ایک ایسا نیزہ مارا جس نے اس کی کمر کو توڑ دیا۔
بسر بن ارطاہ حضرت علی علیہ السلام کی ضربت کے بعد اُٹھ کھڑا ہوا اور واپس پلٹ گیا اور اس کے باقی سوار بھی واپس پلٹ گئے۔

جب بسر واپس فرار ہو رہا تھا تو امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے پکار کر فرمایا:
اے بسر! تم سے زیادہ اس کا معاویہ سزاوار تھا۔
جب بسر معاویہ کے پاس واپس پہنچا تو وہ شرمندہ تھا۔ معاویہ نے اس سے کہا:
اپنی نظریں اُونچی کرو تم نے بھی عمرو بن عاص کی سیرت پر عمل کیا ہے۔
اس کے بعد بسر بن ارطاہ اور عمرو کا جب بھی ان گھڑسواروں سے سامنا ہوتا جن میں حضرت علی علیہ السلام بھی ہوتے تو یہ دونوں وہاں سے کتراتے ہوئے ایک جانب کھسک جاتے۔

حبۃ العرنی سے مروی ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام نے فرات کے قریب "بلیخ" کے مقام پر قیام کیا تو ایک راہب اپنے گرجا سے نکلا۔ اس نے حضرت علی علیہ السلام سے عرض کیا: ہمارے پاس ایک ایسی کتاب ہے جو ہم نے نسل دَر نسل اپنے آباء و اجداد سے ورثے میں پائی ہے۔ اس کتاب کو حضرت عیسیٰؑ بن مریم علیہما السلام کے اصحاب نے تحریر کیا ہے۔ کیا ہم اس کو آپؑ کی خدمت میں پیش کریں؟ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! وہ کون سی کتاب ہے؟ انھوں نے اس کتاب کو نکالا تو اس میں یہ تحریر تھا:

> بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! اس نے جو فیصلہ کیا بہتر کیا اور جو کچھ فرض کیا اسے تحریر کیا۔ بے شک! وہی ذات روحوں کو دنیا میں بھیجنے والی ہے اور اسی نے مکہ والوں کی طرف ان میں سے ہی ایک رسولؐ کو مبعوث کرنا ہے جو ان لوگوں کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے گا اور ان کی خدا کے راستے کی طرف رہنمائی کرے گا۔
>
> وہ سخت کلام اور بدخلق نہیں ہوگا۔ وہ بازاروں میں شور مچانے والا نہیں ہوگا، اور وہ بُرائی کا جواب بُرائی سے نہیں دے گا بلکہ عفو و درگزر سے کام لے گا۔ اس کی اُمت خدا کی حمد بیان کرنے والی

ہوگی۔ وہ لوگ ہر حال میں اور راحت و تنگی میں خدا کی حمد وستائش بیان کریں گے۔ ان کی زبانوں پر ہمیشہ تسبیح وتہلیل و تکبیر ہوگی۔ اس وقت اس کا جو بھی اُمتی خدا کو پکارے گا اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرمائے گا۔

جب وہ رسولؐ اس دنیا سے بحکمِ خدا پردہ کرجائے گا تو اس کی اُمت میں اختلاف پڑ جائے گا لیکن اس کے بعد ان میں پھر وحدت و اجتماع ہوجائے گا اور پھر جب تک خدا چاہے گا وہ اسی طرح رہیں گے۔ اس کے بعد ان میں پھر اختلافات پھوٹ پڑیں گے اور اس وقت اس کی اُمت کا ایک شخص فرات کے کنارے سے گزرے گا جو نیکی کا حکم دیتا ہوگا اور بُرائی سے روکتا ہوگا۔ حق وسچ کا فیصلہ کرتا ہوگا۔ اس کے فیصلے میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اس کے نزدیک دنیا اس راکھ سے بھی زیادہ حقیر و کمتر ہوگی کہ جس راکھ کو دن میں ہوا اُڑاتی پھرتی ہے۔ جس طرح پیاسا پانی پینے سے مانوس ہوتا ہے، وہ موت سے اس سے بھی زیادہ مانوس ہوگا۔ وہ تنہائی میں بھی خدا سے ڈرے گا اور اعلانیہ نصیحت کو پسند کرے گا۔ وہ راہِ خدا میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرے گا۔ پس! اس شہر کے رہنے والوں میں سے جو بھی اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پائے اور وہ اس پر ایمان لے آئے تو اسے خدا کی رضا اور جنت کے ثواب سے نوازا جائے گا اور جو اس نیک وصالح بندے کو پائے اور پھر اس کی نصرت کرے تو اس کی ہم رکابی میں مارا جانا شہادت ہے"۔

اس کے بعد راہب نے عرض کیا: میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے رسولؐ ہیں اور میں آپؑ کے ساتھ ساتھ ہوں۔ اب میں آپؑ سے ہرگز جدا نہیں ہوں گا یہاں تک کہ جو کچھ آپؑ پر بیتے گی وہی کچھ مجھ پر بھی بیتے گی۔

پھر حضرت علی علیہ السلام نے گریہ کرتے ہوئے فرمایا: تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے مجھے بھلایا نہیں۔ تمام حمد وثنا اس خدا کے لیے ہے جس نے نیک و صالح لوگوں کی کتب میں میرا تذکرہ کیا ہے۔

اس کے بعد وہ راہب بھی آپؑ کے ساتھ چل پڑا اور اس نے دوپہر کا کھانا اور رات کا کھانا امیرالمومنینؑ کے ساتھ تناول کیا۔ اس کے بعد صفین کے میدان میں مولا علی علیہ السلام کی نصرت کرتے ہوئے شہادت کے مرتبے پر فائز ہوا۔

جب لوگ اپنے مقتولین کی تدفین کے لیے نکلے تو امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اس راہب کو تلاش کر کے لے آؤ۔ جب انھوں نے اس کی میت کو تلاش کرلیا تو امیرالمومنینؑ نے اس پر نمازِ جنازہ پڑھنے کے بعد اسے دفن کردیا۔ اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: یہ راہب ہم اہلِ بیتؑ میں سے ہے، مَیں اس کے لیے کئی مرتبہ بخشش کا طلب گار ہوں۔

جنگِ صفین کے ۲۷ویں دن امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے یہ صدا دی:

هَلْ مِنْ مُّعِيْنٍ

"کیا کوئی میرا مددگار ہے؟"

تو بارہ ہزار افراد نے عرض کیا: ہم آپؑ کے قدموں میں اپنی جان نچھاور کردیں گے اور انھوں نے اپنی تلواروں کی میانوں کو توڑ ڈالا۔ حضرت علی علیہ السلام یہ اشعار پڑھتے ہوئے ان کے ساتھ دشمن کی جانب بڑھنے لگے:

دبودبيب النمل لا تفوتوا   واصبحوا فی حربکم وبيتوا

حتّی تنالوا الثار أو تموتوا   أولا فانی طالما عصيت

قد قلتم لو جئتنا فجيت   ليس لکم ما شئتم وشيت

بل ما يشاء المحی المميت

"تم لوگ چیونٹی کی طرح رینگتے ہوئے آگے بڑھو اور کوئی موقع ہاتھ سے ضائع نہ ہونے دو۔ تم اپنی صبح حالتِ جنگ میں کرو اور رات بھی جنگ میں گزارو۔

تم اس وقت تک ان سے جنگ کرتے رہو جب تک خون کا بدلہ نہیں لے لیتے یا تم شہادت پاجاؤ یا جب تک وہ لوگ میری اطاعت کو قبول نہیں کرتے۔

تم نے یہ کہا تھا کہ اگر آپؑ نے ہمیں مدد کے لیے پکارا تو ہم حاضر ہیں جب کہ جو تم یا میں چاہوں وہ نہیں ہوگا بلکہ وہی کچھ ہوگا جو زندگی اور موت عطا کرنے والا چاہے گا"۔

حضرت مالک اشترؓ یہ شعر پڑھتے ہوئے حملہ آور ہوئے:

ابعد عمار وبعد هاشم   وابن بديل فارس الملاحم

نرجوا البقاء ضل حلم الحالم

"عمار یاسرؓ ان کے بعد ہاشم پھر عبداللہ ابن بدیل شہید ہوئے جبکہ یہ لوگ گھمسان کی جنگ کے بہادر تھے اور ان کی شہادت کے بعد ہم اس لیے اپنی زندگی کی بقاء کے اُمیدوار ہیں تا کہ یہ بُردبار کی بُردباری بھول جائیں"۔

اس کے بعد حضرت مالک اشترؓ نے اپنے لشکر کے دیگر افراد کے ساتھ مل کر

لشکرِ شام پر ایسا حملہ کیا کہ ان کی صفوں کو تہس نہس کر کے رکھ دیا اور ہزاروں شامیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ جب امیرِ شام نے جناب مالک اشترؓ کو دیکھا تو ذلت و رُسوائی کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا اور جب دن ڈھلنے والا تھا تو اس وقت ظاہر ہوا جب کہ اہلِ شام کے بہت سے افراد قتل ہو چکے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب اور اہلِ عراق، مالک اشترؓ، محمد بن حنیفہ، حسین محمد بن ابی بکر، علی بن ہاشم اور مہاجرین و انصار نے مل کر شامیوں پر چڑھائی کر دی اور ان کے ہر طرف لاشیں اور خون بہہ رہا تھا۔

یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ اس دن اہلِ شام کے تیس ہزار افراد قتل ہوئے اور حضرت علی علیہ السلام کے ساتھیوں میں سے بارہ سو پیادے اور سوار شہید ہوئے۔ اس دن سخت لڑائی ہوئی یہاں تک کہ خود سردار حملہ آور تھے اور لوگ مضطرب و پریشان تھے۔ اس دن صرف لوہے پر لوہے کے بجنے کی آوازیں یا گھوڑوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور رات کی تاریکی چھا جانے تک یہ گھمسان کی لڑائی جاری رہی۔

جنگِ صفین کے ۳۵ویں دن اہلِ عراق امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے خیمے کے باہر جمع ہو گئے اور آپؑ کے باہر آنے کا انتظار کرنے لگے۔ اتنے میں حضرت علی علیہ السلام اپنے خیمے سے باہر تشریف لائے اور اپنے رہوارِ بحر پر سوار ہوئے۔

اس وقت آپؑ نے رسولؐ خدا کی زِرَہ زیبِ تن کر رکھی تھی اور آپؑ کی تلوار حمائل کیے ہوئے، آپؑ کی انگوٹھی پہنے ہوئے اور آپؑ کا عمامہ سحاب سر پر سجا رکھا تھا اور آپؑ نے کسی سے کوئی بات نہ کی۔

معاویہ، حضرت علی علیہ السلام سے پہلے معرکہ کے لیے میدان میں پہنچ گیا۔ عمرو بن قیس بن عامر عکی جو قبیلہ عک کا سردار تھا، نے معاویہ سے کہا: ہم اس صورت میں جنگ کے لیے آگے بڑھیں گے، اگر لشکرِ شام کے تمام سردار اور بہادر اس وقت اہلِ عراق پر

حملہ کریں، جب میں حملہ کروں۔ اگر انھوں نے ایسا کیا تو عراقیوں کو شکست ہوگی اور میں تمھیں اس مصیبت سے راحت دلا دوں گا۔ جبکہ عک کے لوگ اہلِ شام کے بہادر ترین افراد تھے۔ یہ ان میں لڑائی کے دوران زیادہ صبر کا مظاہرہ کرنے والے اور عراقیوں کے سخت مخالف تھے۔ یہ لوگ زمین سے چمٹے رہتے اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ باہم مربوط ہو کر مضبوط ہوتے تھے۔

ربیعہ، ہمدان اور مذحج عراق کے بہادر قبائل تھے۔ یہ جنگ کی سختیوں کو برداشت کرنے پر زیادہ قادر اور امیر المومنینؑ کے سب سے زیادہ اطاعت گزار تھے۔ یہ لوگ معاویہ اور اس کی قوم کے سب سے بڑے مخالف تھے۔ معاویہ اور اس کی قوم نے ان لوگوں سے بہت نقصان اور مصائب اُٹھائے تھے۔ جب عک کے سردار نے حملہ کیا تو اس کے ساتھ تمام شامیوں نے بھی حملہ کر دیا۔ ان کے جواب میں مالک اشترؓ نے بھی عک والوں پر حملہ کر دیا اور ان کے ساتھ حضرت محمد بن حنفیہ، عباس بن ربیعہ ہاشمی اور عبداللہ بن جعفر بھی ان لوگوں پر حملہ آور ہوئے۔ ہر طرف گرد و غبار اُڑ رہا تھا، جنگ بھڑک اُٹھی تھی اور خون بہہ رہا تھا۔

جب دونوں لشکر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے تو کوئی بھی اپنے ساتھی کو پہچان نہ پاتا۔ یہ سخت مصیبت کی گھڑی تھی جبکہ مالک اشترؓ نے قومِ عک کے بہت سے افراد کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اہلِ عراق کو امیر المومنینؑ کا پتا نہیں چل رہا تھا کہ وہ کہاں ہیں اور بدگمانیاں پیدا ہو رہی تھیں۔

انھوں نے کہا: شاید وہ شہید ہو گئے ہیں تو آوازِ گریہ بلند ہونے لگی، جس پر امام حسن علیہ السلام نے انھیں ایسا کرنے سے روکا اور فرمایا: اگر تمھارے دشمنوں کو اس بات کا پتا چل جائے تو وہ تم پر اور زیادہ جری ہو جائیں گے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے مجھے خبر دی تھی کہ انھیں کوفہ میں شہید کیا جائے گا۔

لیکن وہ لوگ اسی طرح آہ و بکا کرتے رہے کہ اتنے میں ایک بوڑھا شخص روتا ہوا آیا اور کہا: امیر المومنینؑ شہید ہو گئے ہیں اور میں نے ان کا لاشہ شہدا کے لاشوں میں خود دیکھا ہے۔ اس پر گریہ وزاری اور بڑھ گئی تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

اے لوگو! یہ بوڑھا جھوٹ بول رہا ہے تم اس کی بات پر یقین نہ کرو۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے یہ بتایا ہے کہ مجھے مراد کا ایک شخص تمہارے شہر کوفہ میں شہید کرے گا۔

راوی نے رشید کے سامنے یہ نقل کیا کہ صفین کے میدان میں بہادر سپاہی سواروں پر جھپٹ رہے تھے اور سورج گہنا گیا۔ ہر طرف میدان میں گرد و غبار اُڑ رہا تھا اور دنیا میں تاریکی چھا رہی تھی۔ چھوٹے جھنڈے تلف ہو رہے تھے اور بڑے پرچم مفقود ہو رہے تھے۔ نماز کے اوقات یوں گزر رہے تھے کہ سجدے میں صرف تکبیر کہہ سکتے تھے۔ صرف تلواروں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے لوگ ایک دوسرے کو دانتوں سے کاٹ رہے ہوں۔ اتنے میں ان سختیوں میں یہ آواز گونجی:

يَا مَعَاشِرَ الْعَرَبِ اَللهَ اَللهَ فِي الْحُرُمَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنَاتِ

"اے عرب کے رہنے والو! خدارا عورتوں اور لڑکیوں کی حرمت و ناموس کا خیال کرو"۔

پھر رشید پر غشی طاری ہو گئی اور اس پر پانی کے چھینٹے مارے گئے تو اسے افاقہ ہوا جب کہ اس کا رنگ سبز پڑ چکا تھا اور اس کی داڑھی تک آنسو بہہ رہے تھے۔

اس دن حضرت مالک اشترؒ لشکر کے ایک ایک حصے، ہر چھوٹی بڑی جماعت اور جھنڈا برداروں سے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ انھوں نے اپنے غلام ہاشم سے کہا: تم وہاں جا کر دیکھو! کیا امیر المومنینؑ اپنی جگہ پر واپس آ گئے ہیں یا نہیں، اور میں آپؑ کو لشکر میں تلاش کرتا ہوں۔ اگر تم نے مجھے آپؑ

کے واپس آجانے کی خوشخبری سنائی تو تمھیں فلاں فلاں چیز بطور انعام و اِکرام دے دوں گا۔

اس وقت حضرت علی علیہ السلام کچھ سواروں کے ساتھ سعید بن قیس ہمدانی اور اس کی قوم میں سے خاص لوگوں کے ساتھ مشغول تھے، مالک اشترؓ نے امیرالمومنین علیہ السلام کو ان کے پاس موجود پایا۔ جبکہ حضرت امام علی علیہ السلام نے مالک اشترؓ کو اس حالت میں دیکھا کہ ان کا رنگ متغیر ہے اور وہ گریہ کر رہے ہیں۔

امام علیہ السلام نے ان سے پوچھا: اے مالک! مجھے بتاؤ تمھیں کیا ہوا ہے؟ کیا تم نے اپنا بیٹا ابراہیم کھو دیا ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور صدمہ لاحق ہوا ہے؟۔

آپؑ کے جواب میں مالک اشترؓ نے یہ اشعار پڑھے:

کل شئ سوى الامام صغير　　وهلاك الامام امر كبير

قد رضينا وقد اصيب لنا اليوم　　رجال هم الحماة الصقور

من رأى غرّة الامام على　　انه فى دجى الحنادس نور

''امامؑ کے آگے ہر شے حقیر اور چھوٹی ہے اور امامؑ کی شہادت و جدائی سب سے بڑی سختی ہے۔ اب آپؑ کو دیکھ کر ہم خوش ہو گئے ہیں جب کہ آج ہمیں آپؑ کے متعلق اندیشہ لاحق ہو گیا تھا۔ یہ جوان مرد شاہینوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ جس نے حضرت امام علی علیہ السلام کی نورانی پیشانی کی زیارت کر لی گویا اسے سخت اندھیری رات میں نُور میسر آ گیا''۔

حضرت علی علیہ السلام نے انھیں بتایا: میں سعید بن قیس سے ایک بات کر رہا تھا۔

اس کے بعد ہمدان اور عک والوں کے درمیان سخت لڑائی ہوئی۔ اس دن تین سو بارہ افراد ہمدان والوں کے شہید ہوئے اور تین سو ستر افراد عک والوں کے قتل

ہوئے۔ جب کہ اس دن سعید بن قیس یہ شعر پڑھتے ہوئے عک والوں پر کاری ضرب لگا رہے تھے:

لقد علمت عك لصفين اننا   اذا ما التقى الجيشان نطعنهم شزرا

ونحمل رايات الطعان بحقها   فنوردها بيضاً ونصدرها حمراً

"صفین کے میدان میں عک والوں کو ہماری بہادری کے بارے میں علم ہوگیا ہے کہ جب بھی دو لشکر آمنے سامنے ہوتے ہیں تو ہم اپنے مخالف کو دائیں بائیں سے نیزے مارتے ہیں۔ ہم ان کے لیے بڑے بڑے نیزوں والے پرچم اُٹھاتے ہیں۔ جب ہم یہ لے کر آتے ہیں تو ان کا رنگ سفید ہوتا ہے اور جب ہم واپس لے کر جاتے ہیں تو ان کا رنگ سرخ ہوتا ہے"۔

جنگِ صفین کے ۳۷ ویں دن جب امیرالمومنین علیہ السلام نے صبح کی تو آپؑ کی خدمت میں سب سے پہلے سعید بن قیس ہمدانی حاضر ہوئے اور وہ اپنے سواروں اور جھنڈوں کے ساتھ آ کر کھڑے ہوگئے۔ پھر حضرت مالک اشترؒ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے بعد حجر بن عدی الکندی، قیس بن سعد بن عبادۃ، عبداللہ بن عباس، سلیمان بن صرد خزاعی، مغیرہ بن خالد، احنف بن قیس، رفاعہ بن شداد اور جندب بن زہیر بھی آپؑ کے خیمے کے باہر آ کر کھڑے ہوگئے۔

جب امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام خیمے سے باہر تشریف لائے تو آپؑ نے رسولِ خدا کی زِرہ زیب تن کر رکھی تھی، اس کے اُوپر سبز رنگ کا چلتہ (ایک قسم کا لباس جو جنگ کے وقت پہنا جاتا ہے) پہن رکھا تھا جس کے گرد ریشمی گوٹہ تھا۔ آپؑ نے رسولِ خدا کی تلوار حمائل کر رکھی تھی اور ان کی خُود سر پر پہن رکھی تھی۔ آپؑ کے ہاتھ میں اللہ کے رسولؐ کی چھڑی ممشوق تھی۔ آپؑ کے یہ تمام جانثار ساتھی آپؑ کو سلام کرنے کے

بعد اپنے لشکر میں واپس چلے گئے۔

حضرت علی علیہ السلام نے حضرت مالک اشترؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے مالک! میرے پاس ایک پرچم ایسا ہے جسے میں رسولؐ خدا کی وفات کے بعد صرف آج نکال رہا ہوں۔ اس پرچم کو سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکالا تھا اور آپؐ نے اپنی وفات کے وقت مجھ سے فرمایا: اے ابوالحسنؑ! تم ناکثین، قاسطین اور مارقین سے جنگ کرو گے اور اگر تمھیں اہلِ شام کی طرف سے کسی قسم کی مصیبت اور سختی لاحق ہو تو تم اس پر صبر کرنا۔ بے شک! اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اس وقت تم اس پرچم کو نکالنا تو تمھاری تمام بلائیں دُور ہو جائیں گی۔

جب لوگوں نے اس پرچم کو دیکھا تو گریہ و زاری کرنے لگے اور حضرت علی علیہ السلام بھی رو دیئے۔ جس شخص کی اس پرچم تک رسائی ہوئی تو اس نے اسے بوسہ دیا۔ پھر آپؑ نے حضرت قنبرؓ سے فرمایا: جاؤ! رسولؐ خدا کے ہاتھوں سے مَس کیا ہوا نیزہ لے کر آؤ۔ یہ نیزہ میرے بعد میرے بیٹے حسنؑ کے پاس رہے گا لیکن وہ اسے استعمال نہیں کرے گا اور یہ نیزہ میرے بیٹے حسینؑ کے ہاتھوں ٹوٹے گا جبکہ اللہ کے رسولؐ نے مجھے کئی دفعہ اس کے بارے میں بتایا تھا۔

اے مالک! یہ دنیا بہت ہی حقیر و پست ہے اور یہ فنا ہو جانے کے لیے پیدا ہوئی ہے۔ بے شک! سب سے بہترین گھر اور رہنے کی جگہ آخرت ہے کیوں کہ آخرت ہمیشہ کے لیے خلق کی گئی ہے۔ پھر لوگ آپؑ کے ساتھ معرکہ کی طرف چل پڑے۔ انھوں نے اپنی صفوں کو سیدھا کیا اور جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔ اس دن شامیوں کے لشکر سے جو شخص سب سے پہلے میدان میں آیا، اس نے سونے کی زِرَہ اور پرانی خَود پہن رکھی تھی اور اس کے ہاتھ میں حمیری تلوار تھی۔ اس نے کہا: اے عراقیو! تم یہ سمجھتے ہو کہ آج زمین پر اس طرح خون بہے گا جس طرح دریا میں پانی بہتا ہے تو تم نے یہ صحیح سوچا

ہے کیوں کہ آج تمھارا اسی طرح خون بہائیں گے اور جو شخص تم میں سب سے زیادہ بہادر ہے وہ میرے مقابلے میں آئے۔ عمرو بن عدی بن وہب بن خضیب بن یعمر اس کا مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھے اور انھوں نے اس سے کہا: اے شامی! آج ہمارے ہاتھوں سب سے پہلے تمھارا قتل ہوگا۔

پھر دونوں میں مقابلہ ہوا اور عمرو نے اس شامی کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ پھر وہ اپنی جگہ پر ہی کھڑے ہو کر للکارنے لگا: اے شامیو! اب تم میرے مقابلے کے لیے کوئی دوسرا شخص بھیجو۔

ان کے مدِ مقابل بہادری میں مشہور اور سختیوں میں یاد آنے والا شخص کہ جسے معاویہ اپنی مصیبتوں اور سختیوں میں کام آنے والا ساتھی شمار کرتا تھا، باہر نکلا۔ اس کا نام ابوجندب عبید بن ذویب السکونی الیمانی تھا، اس نے عمرو کو شہید کر دیا تو اس کے مقابلے کے لیے شحر بن یحییٰ النخعی نکلے جو ایک فقیہہ صالح اور سخی انسان تھے لیکن ابوجندب نے انھیں بھی شہید کر دیا۔

اس پر حضرت مالک اشترؒ طیش میں آگئے اور انھوں نے اپنے چچازاد طرفہ بن عبیدہ سے کہا: تم اپنی زرہ اُتار کر مجھے دو، میں اس کے مقابلے میں جاتا ہوں کیوں کہ اگر میں اپنا لباس پہن کر اس کے مقابلے میں جاتا ہوں تو شاید یہ مجھے پہچان لے اور وہ مجھ سے جنگ نہ کرے۔

طرفہ نے اپنا جنگی لباس اُتار کر انھیں پیش کیا جسے زیبِ تن کرنے کے بعد مالک اشترؒ اس کے مقابلے میں آئے۔ اس وقت ابوجندب اپنے ہاتھوں سے شہید ہونے والوں کی لاشوں کو دیکھ رہا تھا، جس پر حضرت مالک اشترؒ نے اس سے چلاتے ہوئے کہا: تم نے نخعی قبیلے کے سرداروں کو شہید کیا ہے، خدا تمھیں اپنے خون میں نہلائے۔

اس نے جواب میں کہا: کیوں کہ معاویہ کے خلاف خروج کرنے پر تمھارا قتل

واجب ہو چکا تھا۔

حضرت مالک اشترؓ نے کہا: اے شامیو! تم کتنے احمق ہو کہ معاویہ نے تمھیں اس چیز کے ذریعے دھوکا دیا ہے۔ تم لوگوں میں مخلوق کے سب سے بڑے اطاعت گزار اور خالق کے سب سے بڑے نافرمان ہو۔

ابوجندب کو یہ علم نہیں تھا کہ یہ مالک اشترؓ ہیں، اس لیے اس نے فوراً حملہ کر دیا اور اپنی تلوار سے ان پر وار کیا، جسے مالک اشترؓ نے اپنی ڈھال پر روکا۔

حضرت مالک اشترؓ نے اس کے سر پر ایسا وار کیا کہ وہ وہیں پر ڈھیر ہو گیا۔ آپؓ اپنی جگہ پر کھڑے رہے اور دوسرے کو مقابلے کے لیے طلب کیا۔ آپؓ نے اسے بھی قتل کر دیا۔ پس! جو بھی آپؓ کے مدِّ مقابل آتا گیا آپؓ اسے موت سے ہمکنار کرتے گئے۔ یہاں تک کہ شامیوں کے یکے بعد دیگرے بارہ افراد کو قتل کرنے کے بعد آپؓ اپنے لشکر میں پلٹ آئے۔

اس وقت آپؓ متاثر لگ رہے تھے جس پر آپؓ کے بھائی نے آپؓ سے کہا: آپؓ کتنی دفعہ اپنی جان کو خطرے میں ڈالیں گے جیسا کہ مثال ہے:

بأجرة يستقى بهازمناً

لابد من ان تصير منكسرة

"زمانے سے اُجرت پر پانی مانگا جاتا ہے اور اب ضروری ہے کہ اس رسم کو توڑا جائے"۔

حضرت مالک اشترؓ اس وقت یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

ابعد عمار وبعد هاشم وابن بديل فارس الملاحم

نرجو البقاء ضل حلم الحالم لقد عضضنا امس باأباهم

فاليوم لانقرع سن النادم

"عمار، ہاشم اور ابن بدیل جو گھمسان کی جنگ کے بہادر تھے۔
ان کی شہادت کے بعد بھی ہم اس لیے اپنی زندگی و بقا کے
طلب گار ہیں تا کہ یہ شامی بُردبار کی بُردباری بھول جائیں جب
کہ ہم نے کل ان کے آباء و اجداد کو کاٹا تھا اور آج ہم ندامت
سے اپنے دانت نہیں پیسیں گے"۔

اس سے پہلے حضرت عمار بن یاسرؓ، ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص جو سعید بن ابی وقاص کے بھتیجے تھے اور حضرت عبداللہ بن بدیل الخزاعی شہید ہو چکے تھے۔ یہ لوگ عراق کے بہادر جنگجو، مردِ میدان، بھلائی کا منبع، مدِّ مقابل کے لیے موت، لشکر کے سردار اور امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے قوتِ بازو تھے۔ انھوں نے شامیوں کے یوں دانت کھٹے کیے تھے جو ان کی نسلیں ہمیشہ یاد رکھیں گی، یہاں تک کہ شامیوں نے ان کے قتل کی حیلہ سازی شروع کردی اور بالآخر انھیں شہید کردیا۔ حضرت مالک اشترؓ نے اپنے درج بالا اشعار میں ان پر حسرت واندوہ کا اظہار کیا۔

اس کے بعد لشکرِ شام سے ایک جنگجو نکل کر یہ پکارنے لگا: اے عراقیو! تم میں سے کس نے ہمارے گیارہ مردوں کو قتل کیا ہے۔ ان مقتولین میں میرا بھائی، چچا اور خالہ زاد بھائی بھی شامل ہیں۔

حضرت مالک اشترؓ نے کہا: ان شاء اللہ تو بھی عنقریب ان سے جا ملے گا۔

پھر اس شامی نے یہ شعر پڑھا:

انا الغلام الاریحی الکندی

اختال فی السلاح والفرند

"میں اریحی کندی لڑکا ہوں اور اسلحہ و تلواروں میں پلا بڑھا
ہوں"۔

اس کے بعد حضرت مالک اشترؓ نے اس پر وار کر کے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

پھر امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے جناب قنبرؓ کو بلا کر فرمایا: تم میمنہ کی طرف جا کر عبداللہ بن جعفر اور میرے بیٹے محمد سے کہو کہ جب میں حملہ کروں تو وہ بھی میرے ساتھ لشکرِ شام پر حملہ کر دیں اور کمیل بن زیاد سے فرمایا: تم میسرہ کے نگران سلیمان بن صرد سے جا کر کہو کہ جب مَیں لشکرِ شام پر حملہ کروں تو وہ بھی میرے ساتھ ان پر حملہ کر دیں۔

پھر حضرت علی علیہ السلام آگے بڑھے اور تمام لوگ حضرت علی علیہ السلام کے حملے کا انتظار کرنے لگے۔ اس وقت امامؑ کے ساتھ حضرت مالک اشترؓ اور محمد وغیرہ تھے۔

پھر لوگ دھیرے دھیرے ایک دوسرے کی طرف بڑھنے لگے اور انھوں نے تیروں کو سیدھا کیا، یہاں تک کہ تیر ختم ہو گئے۔ پھر نیزوں سے حملے ہونے لگے یہاں تک کہ نیزے ٹوٹ گئے۔ پھر ایک دوسرے سے تلواروں سے لڑائی کرنے لگے۔ پھر لوگ شمشیر براں کی طرف متوجہ ہوئے اور سخت لڑائی ہونے لگی۔ یہاں تک کہ خون پانی کی طرح بہنے لگا اور عرب و یمن شکست سے دوچار ہوئے۔

اس دن لوہے کا لوہے سے ٹکرانا بجلی کی گرج اور پہاڑوں کے ریزہ ریزہ ہونے سے زیادہ سخت تھا۔ گویا سورج گہنا گیا ہو۔ ہر طرف گرد و غبار اُڑ رہا تھا اور چھوٹے بڑے پرچم تلف ہو رہے تھے۔ یہاں تک کہ دن کی روشنی رات کی تاریکی سے متصل ہوئی اور یہی رات "لیلۃ الہریر"[1] تھی۔ جب اہلِ عراق نے صبح کی تو اس معرکے میں

---

[1] سردی کی وجہ سے کتے جو آواز نکالتے ہیں اسے "ہریر" کہتے ہیں اور صفین کے میدان میں لشکرِ شام بھی ویسی ہی آوازیں نکال رہا تھا اور اس رات میں ہتھیاروں کی کھڑکھڑاہٹ، گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں اور شامیوں کی چیخ و پکار کی وجہ سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ (مترجم)

دشمن پر غالب تھے اور ایک روایت کے مطابق وہ اس معرکے میں ۷۰ ہزار لوگوں کو قتل کر چکے تھے۔

ولید بن عقبہ نے ایک ہزار سواروں کے ساتھ امیر المومنین علیہ السلام پر حملہ کیا تو آپؑ نے بھی ایک ہزار سواروں کے ساتھ جوابی حملہ کیا۔ ولید اور اس کے ہمراہیوں نے پسپائی اختیار کی لیکن امیر المومنین علیہ السلام نے فرار ہوتے وقت ان لوگوں کا تعاقب نہ کیا کیوں کہ امیر المومنین علیہ السلام کی یہ سیرت تھی کہ آپؑ بھاگتے ہوئے سپاہیوں پر پیچھے سے حملہ نہیں کرتے تھے۔

یہ دیکھ کر اصبغ بن نباتہ اور صعصعہ بن صوحان نے عرض کیا: اے امیر المومنینؑ! فتح کیسے ہمارا مقدر بنے گی جبکہ لشکرِ شام شکست سے دوچار ہو کر فرار ہوتا ہے تو ہم انھیں قتل نہیں کرتے اور اگر ہم اس کیفیت سے دوچار ہوں تو وہ ہمیں قتل کر دیتے ہیں۔

اس کے جواب میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: کیوں کہ معاویہ کتابِ خدا اور سنتِ رسولؐ پر عمل پیرا نہیں ہے اور میں معاویہ جیسا نہیں ہوں۔ ہم مہاجرین و انصار اور شام کے سرکش اور عرب کے اکھڑ لوگوں جیسے نہیں ہیں۔ اگر وہ خدا کی معرفت رکھتا تو مجھ سے جنگ نہ کرتا اور اگر اس کے پاس علم یا عمل ہوتا تو بھی میرے ساتھ جنگ نہ کرتا حالانکہ میں نفسِ رسولِؐ خدا ہوں، میرے اور معاویہ کے درمیان خدا فیصلہ کرے گا۔

مؤرخین نقل کرتے ہیں: جب سے اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا خلق فرمائی ہے کسی قوم کے سردار نے حق کو قائم کرنے کے لیے اتنے لوگوں کو نہیں مارا ہوگا، جس قدر امیر المومنین علیہ السلام نے لیلۃ الہریر میں مارا تھا۔ یہاں تک کہ جنگ کرتے ہوئے دن رات سے متصل ہو گیا۔

یہ روایت بھی کی گئی ہے کہ اس رات آپؑ کے ہاتھوں پانچ سو کچھ افراد قتل

ہوئے۔ اس ایک دن اور رات میں آپؑ کے ایک ہزار ستر اصحاب شہید ہوئے، جن میں حضرت اویس قرنیؓ جیسے زاہد زمانہ اور حضرت خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین جیسے جلیل القدر صحابی بھی شامل تھے۔ جبکہ اس دن معاویہ کے ساتھیوں میں سے سات ہزار افراد قتل ہوئے اور دوسری روایت کے مطابق تینتیس ہزار ایک سو پچاس (33,150) افراد قتل ہوئے جس کی وجہ سے لشکرِ شام کی کمر ٹوٹ گئی اور بے شمار افراد ہمت ہار بیٹھے۔

جنگِ صفین کے دنوں میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان جو خط و کتابت ہوئی ان میں سے ایک خط میں حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام نے معاویہ کو یہ تحریر کیا:

"اما بعد! بے شک! اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے بھی ہیں جو اس کی نازل کی ہوئی کتاب پر ایمان لائے، اور وہ اس کی تاویل کو جانتے ہیں اور انھیں دین میں سوجھ بوجھ عطا کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں ان کی فضیلت کو بیان کیا ہے حالانکہ تم لوگ اس وقت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن تھے اور کتابِ خدا کو جھٹلاتے تھے۔ تم لوگ مسلمانوں سے جنگ کے لیے جمع ہوتے تھے اور جو بھی مسلمان تمھارے ہاتھ چڑھ جاتا تم اسے عذاب اور تکلیفیں دیتے یا اسے قتل کر دیتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو عزت بخشی، اپنے نبیؐ کو تمام لوگوں پر ظاہر کر دیا اور تمام عرب گروہ در گروہ اس دین کو قبول کرنے لگے۔ یہ اُمت بخوشی یا مجبوری سے دائرۂ اسلام میں داخل ہوگئی اور تم بھی ان لوگوں میں سے تھے جو اپنے شوق یا رُعب و دبدبے کی وجہ سے اس دین میں داخل ہو گئے تھے جب کہ جن لوگوں نے اسلام کو قبول کرنے میں

پہل کی وہ سبقت اسلام کی وجہ سے کامیاب ہوئے اور سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اپنے فضل کی بنا پر کامیاب ہوئے اور جن کے پاس اسلام میں پہل کرنے کا اعزاز نہیں ہے انھیں اس بارے میں جھگڑا نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ وہ تو پہلے انھی مسلمانوں پر ظلم و جَور کا ارتکاب کرتے رہے۔ جس کے پاس عقل اور سوجھ بوجھ ہے، وہ ان باتوں کا خود بھی گواہ ہے۔ اسے ان لوگوں کی قدر و منزلت سے ناواقف نہیں بننا چاہیے اور وہ اپنے لیے ان چیزوں کا متمنی نہ ہو جس کا وہ اہل نہیں ہے۔ اس امر کا ہر زمانے میں سب سے زیادہ حق دار وہ شخص ہوگا جو رسولِ خدا کے سب سے زیادہ قریب ہوگا اور لوگوں میں سب سے زیادہ کتابِ قرآن کے بارے میں جانتا اور اس کی تاویل پر عبور رکھتا ہوگا اور دین میں سب سے زیادہ سوجھ بوجھ رکھتا ہوگا۔ ان میں سب سے پہلے اسلام لایا ہوگا اور اسلام کی راہ میں سب سے زیادہ سعی کی ہوگی۔

پس! تم اس خدا سے ڈرو جس کی طرف تمھیں لوٹ کر جانا ہے اور حق کو باطل سے گڈمڈ نہ کرو جبکہ تمھارا ایسا کرنے کا مقصد حق کو باطل ثابت کرنا ہے حالانکہ تم اس سے خوب آگاہ ہو۔ جان لو! اللہ تعالیٰ کے بہترین بندے وہ ہیں جو اپنے علم پر عمل کرتے ہیں اور اس کے بدترین بندے وہ ہیں جو جہالت کی وجہ سے اہلِ علم سے جھگڑا کرتے ہیں۔

خبردار! میں تمھیں کتابِ خدا اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی طرف بلا رہا ہوں اور اس اُمت کا خون نہ بہاؤ۔ پس! اگر تم میری

اس بات کو قبول کرتے ہو تو تم راہِ راست پر اور ہدایت یافتہ ہو
اور اگر تم اسے ماننے سے انکار کرتے ہو تو تم اس اُمت میں فرقہ
بندیاں اور مشکلات پیدا کرنا چاہتے ہو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو خدا
سے مزید دُور ہو جاؤ گے اور خدا کا تم پر غضب بڑھ جائے گا"۔

جب یہ خط معاویہ تک پہنچا تو ابومسلم خولانی کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا: اے معاویہ! علیؑ سچ کہہ رہا ہے، ہم اس سے کیوں جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ خدا کی قسم! وہ تم سے زیادہ اس حکومت کا حق دار ہے۔

معاویہ نے کہا: ہاں! تم درست کہہ رہے ہو لیکن میں اس سے خونِ عثمان کا مطالبہ کر رہا ہوں۔

ابومسلم خولانی نے کہا: پھر تم اس کو خط میں اپنا مدعی اور دلیل لکھ کر بھیجو۔ میں تمھارا یہ خط لے کر علیؑ کے پاس جاتا ہوں اور ان سے جواب لے کر آتا ہوں۔ پس! اگر انھوں نے خونِ عثمان کا اقرار کرلیا تو میں ان سے اس کی دلیل پوچھوں گا اور اگر انھوں نے انکار کیا تو ہم اس کے بارے میں غور و فکر سے کام لیں گے۔

معاویہ نے کہا: ٹھیک ہے۔

اس کے بعد معاویہ نے حضرت علی علیہ السلام کو یہ خط تحریر کیا:

"اما بعد! بے شک! اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ذریعے حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منتخب کیا، انھیں اپنی وحی کا امین اور اپنی مخلوق کی
طرف رسولؐ بنا کر مبعوث کیا۔ مسلمانوں میں سے اس کے اعوان
و انصار چنے اور ان مسلمانوں کی اس کے نزدیک اس قدر عزت و
عظمت تھی جس قدر ان کے اسلام میں فضائل تھے۔ ان مسلمانوں
میں اسلام کے لحاظ سے سب سے زیادہ با فضیلت، اللہ تعالیٰ اور

اس کے رسولؐ سے سب سے زیادہ مخلص، رسولؐ کے خلیفہ پھر اس خلیفہ کے خلیفہ پھر تیسرے خلیفہ مظلوم عثمان تھے۔ ان سب سے حسد کیا گیا اور ان کے خلاف بغاوت و سرکشی اختیار کی گئی۔ یہ سب ہمیں تمھارے غصہ کی حالت میں ان کی طرف ترچھی نظروں سے دیکھنے، تمھاری ان کے بارے میں قبیح گفتگو کرنے اور لمبی لمبی سانسیں بھر کر ان خلفا کی بیعت کرنے میں سستی برتنے سے معلوم ہوا ہے۔ تمھیں ان کی بیعت کے لیے اس طرح لایا گیا تھا جیسے اُونٹ کی ناک میں لکڑی ڈال کر اسے لایا جاتا ہے اور تم نے مجبوراً ناپسند کرتے ہوئے ان کی بیعت کی۔ تم کو ان خلفا میں سب سے زیادہ خار اپنے چچازاد عثمان سے تھی حالانکہ وہ ان میں سب سے زیادہ اس چیز کا مستحق تھا کہ تم اس سے حسد نہ کرتے کیوں کہ اس کی رسولؐ سے رشتہ داری اور دامادی تھی۔

لیکن تم نے اس کے اچھے اوصاف کو مٹا دیا اور اس سے قطع رحمی کی اور اس کے لیے عداوت کا اظہار کیا یہاں تک کہ لوگوں کو اس کے قتل پر اُکسایا۔ لوگوں نے اللہ کے رسولؐ کے حرم میں اس پر تلوار کھینچ لی اور تم اپنے گھر میں اس کی چیخ و پکار سنتے رہے لیکن تم نے قول و فعل سے کوئی جواب نہ دیا۔

حالانکہ اگر تم ایک قدم بھی آگے بڑھاتے تو لوگ اس سے باز آجاتے اور کوئی تمھارے بارے میں بدگمانی نہ کرتا اور تم سے یہ عیب دُور ہو جاتا جبکہ تم اس امر سے واقف تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ عثمان کے ورثاء اور اعوان و انصار تمھارے

بارے میں ایسا گمان اس لیے کرتے ہیں کیوں کہ تمھارے اردگرد
موجود لوگوں نے عثمان کو قتل کیا تھا اور وہی لوگ تمھاری طاقت،
قوتِ بازو اور مددگار ہیں۔
مجھ سے یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ تم نے اس کے خون کے بہائے
جانے کو پسند کیا تھا۔ اگر ایسا نہیں ہے اور تم سچے ہو تو اس کے
قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دو۔ پھر ہم تمھیں جواب دینے میں
جلدی کریں گے ورنہ ہمارے پاس تمھارے اور تمھارے
ساتھیوں کے لیے صرف اور صرف تلوار ہے۔ اس خدا کی قسم!
جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہم بر و بحر اور سہل و جبل میں عثمان
کے قاتلوں کا اس وقت تک مطالبہ کرتے رہیں گے جب تک ہم
انھیں قتل نہ کر دیں یا ہماری روحیں بھی اللہ تعالیٰ اپنے پاس
بلا لے"۔

ابو مسلم خولانی یہ خط لے کر شام کے کچھ پڑھے لکھے افراد کے ساتھ حضرت علیؑ
کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؑ کو امیر شام کا خط پہنچایا۔ جب آپؑ نے یہ خط پڑھا
تو اس کا جواب تحریر کیا:

"اما بعد! برادرِ خولان میرے پاس تمھارا خط لے کر حاضر ہوا ہے
جس میں تم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ کیا۔ تمام حمد و ثنا اس
خدا کے لیے ہے جس نے ان سے کیے ہوئے وعدے کو پورا کیا،
انھیں مختلف شہروں اور ملکوں میں صاحبِ قدرت و اختیار بنایا،
انھیں ان سے عداوت رکھنے والوں اور ان کی قوم میں وہ افراد جو
ان سے دشمنی رکھتے تھے اور انھوں نے عربوں کو ان کے خلاف

جنگ پر کمر بستہ کیا، پھر غلبہ عطا کیا اور وہ اس کی قوم کے قریبی افراد تھے جبکہ تھوڑے سے لوگوں کو خدا نے اس سے محفوظ رکھا۔

تم نے یہ بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے ان کو نبیؐ کا اعوان و انصار چنا ہے جو اس کے افضل ترین بندے تھے اور جو خدا اور اس کے رسولؐ سے سب سے زیادہ مخلص تھے۔ رسولؐ کے خلیفہ اور خلیفہ کے خلیفہ کا اسلام میں عظیم مقام ہوگا۔ اگر ان دونوں نے مشکلات کا سامنا کیا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کے عمل و سعی پر بہترین اجر دے۔ تم نے یہ بھی بیان کیا کہ فضیلت میں عثمان کا تیسرا نمبر ہے۔ پس! اگر وہ نیکوکار تھا تو وہ اپنے رب سے اس کا اجر پالے گا اور اس کی نیکیوں کو دگنا کر دیا جائے گا اور بہت بڑا صلہ دیا جائے گا۔ اگر وہ گناہ گار و معصیت کار تھا تو وہ اپنے رب سے ویسا ہی بدلہ پائے گا کیوں کہ وہ کسی کے ان بڑے گناہوں کو نہیں بخشتا۔

مجھے میری زندگی کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اسلام میں ان کے فضائل کی وجہ سے فضل عطا کیا ہے تو ہم اہلِ بیتؑ ہی وہ افراد ہیں جو ان پر سب سے پہلے ایمان لائے اور خدا نے انھیں جو کچھ عطا کر کے مبعوث کیا ہم نے اس کی تصدیق کی۔ تمھاری قوم نے ہمارے نبیؐ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور ہماری اصل کو ختم کرنے کی کوشش کی، انھوں نے ہمیں رنج و غم دیے اور ہر آنے جانے والے کو ہم سے روک دیا۔ غذا و خوراک کا سلسلہ ہم سے منقطع کر دیا اور شیریں پانی ہمارے لیے ممنوع قرار دیا اور ہمیں پہاڑوں

میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔
انھوں نے آپس میں یہ تحریری معاہدہ کیا کہ وہ ہمیں نہ تو کھلائیں گے، نہ ہی پلائیں گے، نہ ہی ہماری بیعت کریں گے اور نہ ہی ہم سے نکاح کریں گے۔ ہم اس وقت تک ان کے درمیان امن و سکون سے نہیں رہ سکتے جب تک اپنے نبیؐ کو ان کے حوالے نہ کر دیں تاکہ وہ انھیں قتل کر دیں اور عبرت ناک سزا دیں جبکہ کفار خانۂ خدا کا حج کرتے تھے لیکن ہم نے ان سے بڑا حج کیا اور تمھارا باپ اور تم ہمیں اس سے روکتے تھے حالانکہ ہم میں سے مومن ثواب کا اُمیدوار تھا اور کافر اپنے آباء و اجداد کے دین کی حفاظت کر رہا تھا۔
مَیں اپنے خاندان میں سب سے پہلے آپؐ پر اسلام لایا اور ہمارے بعد قریش کے کچھ افراد اسلام لائے اور ہمارے خاندان کے لوگوں نے آپؐ کی حفاظت کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشرکین سے جنگ کرنے کا حکم دیا تو ان کے خاندان کے افراد نے تیروں اور تلواروں کا سامنا کرنے میں پہل کی۔ یہاں تک کہ جنگِ بدر میں عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب اور جنگِ اُحد میں حضرت حمزہؓ اور جنگِ موتہ میں حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت زید بن حارثہ شہید ہوئے۔ جنگِ حُنین کے دن لوگ آپؐ پر ایمان لے آئے لیکن آپؐ کے چچا عباس اور ابوسفیان بن حرث بن عبدالمطلب ایمان نہ لائے۔
اے معاویہ! تم نے جسے چاہا اس کا نام ان لوگوں کی طرح ذکر کیا

جنھوں نے کئی مرتبہ رسولؐ خدا کے ساتھ منصبِ شہادت پانا چاہا
لیکن ان کی اموات اور تمناؤں کو مؤخر کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے
ان کے احسان کا انھیں بدلہ دیا۔ ہم اہلِ بیتؑ کو ان کی نیکیوں کے
صلہ میں انعام و اکرام عطا کیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ مقدس
میں حنین کے دن ان کے فضل کو یوں بیان کیا:

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

"پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ اور صاحبانِ ایمان پر سکون نازل
کیا"۔ (سورۂ توبہ: آیت ۲۶)

اللہ تعالیٰ نے ہمارے غیر کو چھوڑ کر صرف ہمیں اس عنایت کا مستحق
ٹھیرایا جبکہ تم ہمارے غیر کے فضل کا تذکرہ کرتے ہو اور ہمارا ذکر
نہیں کرتے ہو۔ تم ہم میں سے اس کی فضیلت کا تذکرہ کیوں نہیں
کرتے ہو جس نے خدا و رسولؐ کی راہ میں شہادت پائی ہے۔
تم ایسا صرف اور صرف ہم سے حسد اور ہمارے خلاف سرکشی کی بنا
پر کرتے ہو، جیسا کہ ہمارے بارے میں تمھاری ہمیشہ یہی عادت
رہی ہے۔

اے معاویہ! کیا تم نے سابقہ اُمتوں میں کسی نبیؐ کے اہلِ بیت کا
مشکلات اور مصائب پر اس قدر صبر کے بارے میں سنا ہے جتنا
مصائب پر صبر میرے اہلِ بیتؑ و خاندان کے افراد نے کیا ہے
اور جتنا صبر مہاجرین و انصار نے کیا ہے جن کا میں نے ذکر کیا ہے۔
اللہ تعالیٰ انھیں ان کے اعمال کا بہترین اجر عطا فرمائے۔

اے معاویہ! تم نے میرے بارے میں ان خلفاء سے حسد کرنے

اور ان کے خلاف بغاوت و سرکشی کا تذکرہ کیا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی حسد و سرکشی سے پناہ مانگتا ہوں بلکہ مجھ سے حسد کیا گیا اور میرے خلاف بغاوت و سرکشی کی گئی۔ تمھارا یہ کہنا کہ میرا ان سے سُست روی کا مظاہرہ کرنا اور ان کی خلافت کو ناپسند کرنا تو مَیں نے اس بارے میں لوگوں کے سامنے عذر بیان نہیں کیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؑ و رسولؐ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح قبض کرلی تو لوگوں میں اختلافات پیدا ہوگئے اور قریش نے کہا کہ امیر ہماری طرف سے ہوگا اور انصار نے کہا کہ امیر ہماری طرف سے ہوگا۔

تو قریش نے کہا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے خاندان سے تھے اس لیے ہم تم سے زیادہ اس امر کے حق دار ہیں اور انصار نے یہ بات قبول کرتے ہوئے خلافت ان کے حوالے کردی۔ قریش حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رشتہ داری کی بناپر خلافت و سلطنت کے مستحق ٹھہرے۔

اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قرابت داری خلافت کا استحقاق تھی تو میں آپؐ کا سب سے قریبی رشتہ دار ہوں۔ مَیں نے یہ ملاحظہ کیا کہ انصار ان دونوں خلیفوں (اوّل و ثانی) سے اسلام کے لحاظ سے زیادہ باعظمت تھے اور اگر کوئی نبیؐ سے قربت کے لحاظ سے زیادہ حق دار تھا تو مَیں وہ مظلوم ہوں جس کا حق اس سے چھین لیا گیا۔ اگر کوئی اسلام میں زیادہ عظمت کی بناپر اس کا زیادہ حق دار تھا تو انصار تمام لوگوں سے زیادہ اس کے مستحق تھے لیکن

میں دیکھتا رہا کہ میرا حق چھین لیا گیا اور میں مجبور تھا لہٰذا صبر کیا اور مجھے اس امر خلافت کی جلدی نہ تھی کیوں کہ میں جانتا تھا کہ یہ لوگ جلد ہی دین کے مقام کو ختم کرنے کی بنا پر اسے میری طرف لوٹا دیں گے۔ میری اس خدائے علام الغیوب کے نزدیک وہ قدر و منزلت ہے، جس کی برابری زمین و آسمان میں کوئی شے نہیں کرسکتی اور وہ اچھی طرح سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

اے معاویہ! تو یہ بھی جانتا ہے کہ میرا عثمان کے قتل سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اس میں میرا وہی کردار رہا ہے جو دوسرے اصحاب نے کردار ادا کیا اور تو اس کا وارث نہیں ہے بلکہ میں تم سے زیادہ اس کے خون کے مطالبے کا حق دار ہوں لیکن تم پر دنیا اثرانداز ہوچکی ہے۔ بے شک! لوگوں میں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے زیادہ حق رکھتا تھا، وہی اس پر بھی سب سے زیادہ حق رکھتا ہے ورنہ اسلام میں سب سے زیادہ انصار کا حصہ ہے، جب کہ اصحاب بھی اس سے بَری الذمہ نہیں ہیں کہ ان کے سامنے میرا حق چھینا گیا اور انصار کے سامنے مجھ پر ظلم ہوتا رہا۔ میں جانتا تھا میرا حق چھینا گیا ہے اور مَیں نے اسے ان دونوں کے لیے چھوڑ دیا۔ مَیں نے یہ سب کچھ مجبوری کی بنا پر اور مسلمانوں میں اصلاح اور سلامتی کے لیے کیا تھا تاکہ ان کے لیے امر خلافت حرج کا باعث نہ بنے۔

تم نے حضرت عثمان کے بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے تو میں اس کے جواب میں یہی کہوں گا کہ انھوں نے جو کچھ کیا تمھیں

سب کچھ معلوم ہے۔تم نے ان حوادث کا بھی مشاہدہ کیا جس کے جواب میں لوگوں نے اس گھناؤنے فعل کا ارتکاب کیا تھا۔تم یہ بھی جانتے ہو کہ میرا عثمان کے قتل سے کوئی لین دین نہیں تھا، اس میں اصحابِ محمدؐ کی طرح میں بھی کنارہ کش رہا مگر وہ ایسے پھل کے مانند ہے جسے توڑا گیا اور وہ ٹوٹ گیا ہو جو کہ تمھارے سامنے ظاہر ہے۔
مجھے میری زندگی کی قسم ہے! تمھیں یقین ہے کہ میرا قتلِ عثمان سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی تم اس کے وارث ہو حالانکہ تمھارے علاوہ اس کے ورثاء موجود ہیں لیکن تمھارا مقصد دنیا کا حصول ہے۔تم نے اسے حاصل کرنے کے لیے بہت تگ و دو کی اور تم نے قتلِ عثمان کے ذریعے اس کا انتظار کیا حالانکہ اس نے اپنی زندگی میں تم سے مدد کی درخواست بھی کی تھی اور تم نے اس کی مدد نہیں کی۔
ہاں! تم نے جو یہ بات ذکر کی ہے اور پوچھا ہے کہ عثمان کے قاتلوں کو تمھارے حوالے کردوں تو یہ میرے لیے ممکن نہیں ہے کہ میں انھیں تمھارے یا تمھارے علاوہ کسی اور کے حوالے کروں کیوں کہ وہ قتلِ عثمان کے بارے میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ قتلِ عثمان سے پہلے اس نے ان کے اشخاص کو قتل کیا تھا۔وہ اس کے قتل میں یہی تاویل پیش کرتے ہیں اور دلیل رکھتے ہیں۔
تم نے جو یہ بات کی ہے کہ عثمان کے قاتلوں کو بر و بحر میں تلاش کروں گا تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں: اگر تم اس سے باز نہ آئے اور اپنی بے وقوفی سے پیچھے نہ ہٹے تو اے جگر خورہ کے بیٹے!

تُو انھیں دیکھے گا کہ وہ تیرے خون کے طلب گار ہوں گے اور
تمھیں اتنی مہلت ہی نہیں دیں گے کہ تُو ان کو طلب کرے۔
جب لوگوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کرلی تھی تو تمھارا باپ
میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
بعد تم تمام لوگوں سے زیادہ خلافت کے حق دار ہو اور جس کے
خلاف کہو گے میں تمھارا ساتھ دوں گا۔ لہٰذا تم اپنا ہاتھ آگے
بڑھاؤ تا کہ میں تمھاری بیعت کروں کیوں کہ تم عربوں میں سب
سے زیادہ عزت دار ہو۔ لیکن مَیں نے اس کی اس دعوت کو ناپسند
کیا کیوں کہ مجھے اُمت میں انتشار اور تفریق ناپسند تھی اور وہ ابھی
کچھ عرصہ پہلے ہی کفر سے اسلام کے دائرے میں آیا تھا۔ اگر
تمھیں میرے اس حق کی معرفت ہوتی جو تمھارے باپ نے
معرفت حاصل کی تھی تو تم سیدھے راستے پر چلتے اور اگر تم ایسا نہیں
کرو گے تو میں تمھارے خلاف اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کرتا ہوں اور
وہ بہترین مدد کرنے والا ہے اور میرا اسی پر بھروسا ہے اور ہمیں
اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے"۔

یہ بھی مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے خولانی سے فرمایا: اے ابومسلم! اگر معاویہ یہ چاہتا ہے کہ میں حضرت عثمان کے قاتلوں کو اس کے حوالے کروں تو اسے چاہیے کہ وہ میری بیعت کرے جیسے مہاجرین وانصار نے میری بیعت کی ہے۔ پھر عثمان کے ورثا جمع ہو کر یہ مطالبہ کریں تو پھر میں ان کے والد کے قاتلوں سے انھیں قصاص لے کر دوں گا۔ تم لوگوں پر ہلاکت ہو کہ تم خدا کے حکم کی نافرمانی کرتے ہو لیکن معاویہ کو لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اس کے علاوہ کوئی ہتھکنڈہ نہ ملا۔ مجھے میری زندگی کی قسم!

اگر مجھے حکمِ خدا کے تحت ان سے قصاص لینے کا کوئی راستہ نظر آتا تو میں اہلِ مصر سے اور ابن اروی سے نرمی نہ برتتا۔

جب معاویہ کے پاس یہ خط پہنچا اور ابو مسلم اس خط کو دلائل کے ساتھ لے کر آیا تو معاویہ نے کہا: علیؑ نے اپنے اور اپنے خاندان کے فضائل کے بارے میں جو کچھ کہا ہے میں اس کا منکر نہیں ہوں لیکن وہ مجھے اس وقت تک قائل نہیں کرسکتا جب تک عثمان کے قاتلوں کو میرے حوالے نہ کردے۔

امیر شام کی یہ باتیں سُن کر ابو مسلم اپنے بہت سارے ساتھیوں کے ساتھ معاویہ کو چھوڑ کر حضرت علی علیہ السلام سے جاملا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: مجھے معاویہ کے بُغض و کینہ اور حسد پر تعجب نہیں ہے بلکہ مجھے نعمان بن بشیر، عبداللہ بن عامر بن کریز، ابوہریرہ، ابودرداء اور ابوامامہ الباہلی کے حال پر تعجب ہے، جنھوں نے رسولؐ خدا کے نزدیک میری قدر ومنزلت کو خود ملاحظہ کیا ہے۔

پھر آپؑ نے یہ اشعار پڑھے:

اسات اذا احسنت ظنی بکم — والحزم سوء الظّن بالناس

من احسن الظن باعدائه — تجرع الهم بانفاس

"اگر مَیں نے تمھارے بارے میں حُسنِ ظن سے کام لیا تو یہ غلط کیا، احتیاط لوگوں کے ساتھ بدگمانی کرنا ہے۔ جس نے اپنے دشمنوں کے ساتھ حُسنِ ظن سے کام لیا، اس کی سانسوں کو غم ختم کردیتا ہے"۔

معاویہ نے مزید ایک خط لکھ کر سکاسک کے ایک مرد جس کا نام عبداللہ بن عقبہ تھا اور وہ عراق کا پیغام رساں تھا، کے ہاتھ حضرت علی علیہ السلام کی طرف بھیجا۔ امیر شام نے

اس خط میں یہ تحریر کیا:

"امابعد! مجھے تمھارے متعلق یقین ہے کہ اگر تمھیں اور ہمیں اس بات کا علم ہو جائے کہ جنگ ہمارے سروں پر آ پہنچی ہے تو ہم ایک دوسرے کے خلاف یوں دست و گریبان نہ ہوتے۔ اگرچہ اب یہ شے ہماری عقلوں پر غالب آچکی ہے اور اب اس سے ہمیں یہی سبق حاصل کرنا چاہیے کہ ہم اپنے ماضی پر نادم و پشیمان ہوکر حال اور مستقبل کی اصلاح کریں۔

مَیں نے تم سے شام کی حکومت اس شرط پر مانگی تھی کہ میرے لیے تمھاری اطاعت اور بیعت کرنا ضروری نہیں ہوگا لیکن تم نے اس سے انکار کردیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے وہی کچھ عطا کردیا جسے تم نے روکا تھا۔ آج میں تم کو اس چیز کی طرف بلا رہا ہوں کہ جس چیز کی طرف تم مجھے کل بلا رہے تھے جب کہ تم بقا کی اُمید نہیں رکھتے تو مجھے بھی یہ اُمید نہیں ہے اور میں بھی قتل سے نہیں ڈرتا جیسے تم نہیں ڈرتے ہو۔

خدا کی قسم! لشکر بدحال ہو چکے ہیں اور مرد مارے جا چکے ہیں، ہم دونوں عبد مناف کی اولاد ہیں۔ ہم میں سے کسی کو دوسرے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ اس سے کسی عزت دار کو ذلیل اور کسی آزاد کو غلام نہیں بنایا جا سکتا ہے۔ والسلام!"

جب امیر شام کا یہ خط حضرت علی علیہ السلام کو ملا تو آپؑ نے اسے پڑھنے کے بعد فرمایا: مجھے معاویہ پر حیرت ہوتی ہے کہ وہ مجھے ایسا خط لکھ رہا ہے۔ پھر آپؑ نے اپنے کاتب عبداللہ بن ابی رافع کو بلا کر فرمایا: معاویہ کو جواب میں لکھو:

"امابعد! میرے پاس تمھارا خط پہنچا ہے جس میں تم نے تحریر کیا کہ اگر تمھیں اور ہمیں اس بات کا علم ہوجائے کہ جنگ ہمارے سروں پر آپہنچی ہے تو ہم ایک دوسرے سے دست وگریبان نہ ہوں۔

تو مَیں یہ کہتا ہوں کہ مَیں اور تم جنگ کے ذریعے ہی مقصد تک رسائی حاصل کرسکتے ہیں جو کہ ابھی تک نوبت نہیں آئی اور اگر میں راہِ خدا میں مارا جاؤں، اور پھر زندہ کیا جاؤں۔ پھر مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں اور اسی طرح ستر بار ہو تو میں پھر بھی خدا کی رضا کی خاطر سختیوں اور اللہ کے دشمنوں سے جہاد کرنے سے پیچھے نہیں ہٹوں گا۔

تمھارا یہ کہنا کہ ہماری عقلوں میں وہی کچھ باقی ہے کہ جس سے ہم ماضی پر نادم و پشیمان ہوں تو میں تمھیں یہی کہوں گا کہ نہ تو میری عقل ناقص ہے اور نہ ہی میں اپنے کسی فعل پر نادم و پشیمان ہوں۔

تمھارا یہ مطالبہ کہ میں شام کا علاقہ تمھارے حوالے کردوں تو میں آج وہ چیز تمھیں دینے سے رہا کہ جس سے کل انکار کرچکا ہوں۔

تمھارا یہ دعویٰ کہ ہم خوف و رجاء میں برابر برابر ہیں تو یاد رکھو! تم شک میں اتنے سرگرم عمل نہیں ہوسکتے جتنا میں یقین پر قائم رہ سکتا ہوں۔ اہلِ شام اتنا دنیا پر مرمٹنے والے نہیں جتنا اہلِ عراق آخرت پر جان دینے والے ہیں۔ تمھارا یہ کہنا کہ ہم عبدمناف کی اولاد ہیں اور ہمیں ایک دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں تو سنو کہ مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے، بے شک! ہم ایک باپ کی اولاد ہیں لیکن اُمیہ، ہاشم کے اور حرب عبدالمطلب کے اور ابوسفیان ابوطالب

کے برابر نہیں ہیں (فتح مکہ کے بعد) آزاد کردہ غلام مہاجر کا ہم مرتبہ نہیں اور الگ سے چسپاں کیا ہوا روشن و پاکیزہ نسب والے کے مانند نہیں اور غلط کار حق کے پرستار کا ہم پلہ نہیں ۔ پھر اس کے بعد ہمیں نبوت کا بھی شرف حاصل ہے جس کے ذریعے ہم نے طاقتور کو کمزور اور پست کو بلند و بالا کر دیا"۔

جب حضرت علی علیہ السلام کا یہ خط معاویہ کے پاس پہنچا تو امیر شام نے کئی دنوں تک اس خط کو عمرو بن عاص سے مخفی رکھا۔ پھر ایک دن اس نے عمرو کو بلا کر یہ خط پڑھوایا تو عمرو یہ پڑھ کر بہت خوش ہوا کیوں کہ قریش میں حضرت علی علیہ السلام کی سب سے زیادہ تعظیم عمرو ہی کرتا تھا۔ پھر معاویہ نے ابن عباس کو خط لکھا اور وہ بھی اس کے خطوط کا نرم لہجے میں جواب دیا کرتے اور یہ سب جنگ کے بھڑکنے سے پہلے تک جاری رہا۔ جب شامیوں کے لشکر کے افراد موت کے گھاٹ اُتارے گئے تو امیر شام نے کہا: ابن عباس کا تعلق قریش سے ہے، لہٰذا میں اسے بنی ہاشم کا بنواُمیہ سے عداوت رکھنے کے بارے میں تحریر کرتا ہوں اور اسے ان اُمور کے انجام سے ڈراتا ہوں شاید کہ پھر وہ ہم سے باز رہیں۔

امیر شام نے ابن عباس کو یہ خط تحریر کیا:

"امابعد! اے گروہِ بنی ہاشم! تم لوگ ابن عفان کے انصار کے ساتھ بُرائی کرنے میں سب سے زیادہ جلد باز یہاں تک کہ تم نے طلحہ اور زبیر کو قتل کر دیا کیوں کہ وہ دونوں خونِ عثمان کا مطالبہ کر رہے تھے اور ان دونوں کو عثمان سے جو بھلائی پہنچی اس پر انھوں نے تکبر کیا۔ اگر تم بنی اُمیہ کو سلطانی کی وجہ سے ناپسند کرتے ہو تو انھوں نے یہ سلطنت و حکمرانی عدی اور تیم سے ورثہ میں پائی ہے

جبکہ تم عدی اور تیم کی اطاعت کرتے تھے۔ آج ہم امر خلافت کے بارے میں جنگ کر رہے ہیں اور اس جنگ میں دونوں اطراف کے لوگ لقمۂ اجل بنے ہیں یہاں تک کہ اس میں ہمارا حساب برابر ہو چکا ہے۔ جیسے تم ہمارے بارے میں خواہش مند ہو ویسے ہم تمھارے بارے میں خواہش مند ہیں اور جس شے نے تم کو ہم سے نا اُمید کر دیا ہے اس نے ہم کو تم سے نا اُمید کر دیا ہے لیکن اب ہم پُر امید ہیں اور یہ پہلے جیسی نہیں۔ ہم جس معرکہ میں پڑ چکے ہیں اس کے بارے میں خوف زدہ نہیں ہیں اور تم میں سے کوئی شخص ہمارے ساتھ آج گزرے ہوئے کل کی طرح نہیں ملے گا اور نہ ہی آنے والے کل میں آج کی طرح ملے گا۔ ہم نے ملکِ شام پر اور جو کچھ تمھارے پاس ہے تم نے اس پر قناعت کی لیکن یہ علاقے قریش کے پاس ہی رہیں گے۔ اس وقت ہم میں چھے اشخاص رہ گئے ہیں جن میں سے دو شام اور دو عراق اور دو حجاز میں ہیں۔ شام میں مَیں اور عمرو۔ عراق میں تم اور علیؑ۔ حجاز میں سعد اور ابن عمر ہیں۔ ان چھے افراد میں سے دو تمھارے خلاف اور دو تمھارے ساتھ ہیں اور اس پورے مجموعے کے آج اور کل آپ سردار ہو اور اگر عثمان کے بعد لوگ تمھاری بیعت کر لیتے تو ہم علیؑ سے زیادہ جلدی تمھاری بیعت کر لیتے"۔

اس کے علاوہ کافی باتیں اس خط میں تحریر کی گئیں۔ جب یہ خط ابن عباسؓ کو ملا تو وہ غضب ناک ہو گئے اور کہا: وہ کب تک میری عقل کو خطاب کرے گا اور وہ کب تک میرے مافی الضمیر کو ٹٹولے گا۔ آپؓ نے اسے جواباً خط تحریر کیا:

"اما بعد! تم نے جو ہمارے بارے میں ابن عفان کے انصار کے ساتھ بُرائی کرانے میں جلد بازی اور بنواُمیہ کی سلطنت وحکمرانی کو ناپسند کرنے کا ذکر کیا ہے تو مجھے میری عمر کی قسم! جب عثمان نے تم سے مدد کی درخواست کی تو تم اس کی ضرورت کو بھانپ گئے اور تم نے اس کی مدد نہ کی تاکہ تم اس کے بعد اس کی مسند تک رسائی حاصل کرسکو۔ اس بارے میں میرے اور تمھارے درمیان تمھارا چچازاد اور عثمان کا بھائی ولید بن عقبہ گواہ ہے۔ طلحہ و زبیر کے بارے میں سنو! وہ دونوں حکومت کے طلب گار تھے اور انھوں نے بیعت کو توڑا تو ہم نے انھیں قتل کردیا۔ تمھارا یہ کہنا کہ قریش کے صرف چھے افراد باقی بچ گئے ہیں تو یاد رکھو! قریش کے جتنے ہی افراد باقی ہیں، وہ بہترین افراد ہیں اور ان کے بہترین مردوں نے ہی تم سے جنگ کی ہے۔ جس نے تمھیں دھوکا دیا اس نے ہمارے ساتھ بھی دھوکا کیا تھا، تمھارا ہمارے سامنے عدی اور تیم کے ذریعے اطرانا تو سنو! حضرت ابوبکر وعمر حضرت عثمان سے بہتر تھے اور عثمان تم سے بہتر تھے۔ ہماری طرف سے تمھارے لیے صرف وہ دن باقی ہے جس کے ماقبل کو تم بھول چکے ہو اور اس کے مابعد سے تم خوف زدہ ہو۔

تمھارا یہ کہنا کہ اگر تمام لوگ میری بیعت کرلیتے تو تم میرے سامنے استقامت وثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے تو یاد رکھو! تمام لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کی تھی اور وہ مجھ سے بہتر ہیں لیکن تم نے ان کے سامنے استقامت کا مظاہرہ نہیں کیا اور بے شک!

یہ امر خلافت اس شخص کا حق ہے جو شوریٰ میں موجود تھا۔

اے معاویہ! یہ تمھارا اور خلافت کا کیا جوڑ ہے؟ تم طلیق ابن طلیق اور تمام باطل گروہوں کے سرغنہ کے بیٹے ہو اور تم جگر خورہ کے بیٹے ہو"۔

جب یہ خط امیر شام کو ملا تو اس نے کہا: یہ میرے عمل کا ہی ردِعمل ہے اور خدا کی قسم! اب میں ابن عباسؓ کو کوئی خط نہیں لکھوں گا۔

معاویہ نے قیس بن سعد بن عبادہ کو یہ خط تحریر کیا:

"امابعد! تم یہودی باپ کے یہودی بیٹے ہو اگر ان دونوں گروہوں میں سے تمھارا پسندیدہ گروہ فتح یاب ہوا تو تم بدلہ پالو گے اور اگر ان میں سے وہ گروہ فتح یاب ہوا جسے تم ناپسند کرتے ہو اور اس سے بُغض رکھتے ہو تو تمھیں عبرت ناک سزا دی جائے گی اور تم قتل کر دیے جاؤ گے۔ تمھارا باپ کسی دوسرے کی کمان کو مضبوط کر رہا تھا اور اس نے یہ تیر کسی نشانے کے بغیر پھینکا تھا۔ تمھارے باپ نے خلافت کے امر میں سخت کوشش کی لیکن عین موقع پر غلطی کر گیا۔ اس کی قوم نے اس کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا اور اس نے اپنی موت کو دیکھ لیا یہاں تک کہ وہ دھتکارا ہوا حوران کے علاقے میں مارا گیا"۔

قیس بن سعد بن عبادہ نے خط کے جواب میں تحریر کیا:

"امابعد! اگر میں یہودی باپ کا یہودی بیٹا ہوں تو تم بت پرست باپ اور بتوں کے پجاری کے بیٹے ہو۔ تم نے مجبوری میں اسلام قبول کیا اور اپنی مرضی سے اس سے خارج ہوئے۔ تمھارا ایمان

پرانا نہیں اور تمھارا نفاق نیا نہیں۔ میرے باپ نے اپنی کمان کو
کسا اور تیر کو نشانے پر مارا اور اسے اتنا دُور پھینکا کہ کوئی اس تک
نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی کوئی اس کی گرد و غبار کو چھو سکتا ہے۔ ہم دین
کے اعوان و انصار ہیں جن سے تم خارج ہو چکے ہو اور تم دین کے
دشمنوں میں شامل ہو چکے ہو"۔

آپؑ کا خوارج سے جنگ کرنا اور یہ لوگ مارقون ہیں

❁ (بحذفِ اسناد) ابوسعید سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
"میری اُمت میں دو گروہوں کے درمیان افتراق کے وقت ایک فتنہ انگیز جماعت نکلے گی جسے مسلمانوں کا وہ گروہ قتل کرے گا جو حق کے زیادہ قریب ہوگا"۔

اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح مسلم میں نقل کیا ہے۔

❁ (بحذفِ اسناد) ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے اور آپؐ کچھ مال تقسیم کر رہے تھے۔ آپؐ کے پاس ذوالخوبصرہ جو قبیلہ بنی تمیم کا ایک شخص تھا، حاضر ہوا۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! انصاف کیجیے۔

آپؐ نے فرمایا: تیری خرابی ہو اگر میں انصاف نہ کروں گا تو کون ہے جو انصاف کرے گا؟ اگر میں انصاف نہ کروں تو تم ناکام و نامراد رہو۔

حضرت عمر بن خطاب نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! مجھ کو اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن اُڑا دوں؟

رسولِؐ خدا نے فرمایا: اس کو رہنے دو۔ اس کے چند ساتھی ایسے ہیں جن کی نمازوں کو دیکھ کر تم اپنی نمازوں کو حقیر سمجھو گے، اور ان کے روزوں کے سامنے اپنے روزوں کو کم تر سمجھو گے۔ وہ قرآن کی تلاوت تو کریں گے مگر وہ ان کے حلق سے نیچے

نہیں اُترے گا۔ یہ دین اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح زوردار تیر جانور کے جسم سے پار ہوجاتا ہے۔ ان لوگوں کی نشانی یہ ہوگی کہ ان میں ایک شخص سیاہ فام ہوگا اور اس کا ایک بازو عورت کے پستان کی طرح یا گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہل رہا ہوگا اور یہ لوگ اس وقت ظاہر ہوں گے جب مسلمانوں میں پھوٹ پڑ جائے گی۔

ابوسعید کا بیان ہے: میں گواہی دیتا ہوں کہ مَیں نے یہ حدیث رسولؐ خدا سے سنی ہے اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی علیہ السلام نے ان لوگوں کو قتل کیا اور میں آپؑ کے ساتھ تھا۔ آپؑ نے حکم دیا کہ مقتولوں میں اس شخص کو ڈھونڈو (جس کا پتا رسولِ خدا نے دیا) تو اس شخص کو ڈھونڈ نکالا۔ مَیں نے اسے خود دیکھا کہ اس میں وہی اوصاف موجود تھے جو اللہ کے رسولؐ نے بیان فرمائے تھے۔

۞ (بحذفِ اسناد) ابوسعید روایت بیان کرتے ہیں: ہم رسولؐ خدا کے ہمراہ تھے کہ آپؐ کے نعلین ٹوٹ گئے اور حضرت علی علیہ السلام پیچھے رہ کر آپؐ کے جوتے کو پیوند لگانے لگے۔ آپؐ نے تھوڑا چلنے کے بعد فرمایا: تم میں سے ایک شخص ایسا ہے جو قرآنِ مجید کی تاویل پر اسی طرح جنگ کرے گا جیسے مَیں نے اس کی تنزیل پر جنگ کی ہے۔

یہ سُن کر تمام لوگ اس شرف کے طلب گار ہوئے اور ان میں حضرت ابوبکر وعمر بھی شامل تھے۔

حضرت ابوبکر نے پوچھا: کیا وہ شخص مَیں ہوں؟

آپؐ نے فرمایا: نہیں۔

حضرت عمر نے پوچھا: کیا وہ شخص مَیں ہوں؟

آپؐ نے فرمایا: نہیں! بلکہ وہ جُوتے کو پیوند لگانے والا، یعنی حضرت علیؑ ہیں۔

ابوسعید کہتا ہے: ہم حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؑ کو

یہ خوشخبری سنائی تو آپؑ نے اپنا سر اُونچا نہ کیا گویا آپؑ یہ خبر اس سے پہلے رسولؐ خدا سے بھی سن چکے تھے۔

۞ (بحذفِ اسناد) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب خوارج کا ٹولہ الگ ہو گیا تو ان کے چھے ہزار افراد ایک گھر میں اکٹھے ہو کر اس بات پر متفق ہوئے کہ حضرت علی علیہ السلام اور اصحابِ نبیؐ میں سے جو آپؑ کے ساتھ ہیں ان کے خلاف خروج کیا جائے۔

لوگ مسلسل حضرت علی علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر درخواست کرتے: اے امیرالمومنینؑ! یہ لوگ آپؑ کے خلاف خروج کر رہے ہیں۔

آپؑ جواب میں فرماتے: ان کو چھوڑ دو میں اس وقت تک ان سے جنگ نہیں کروں گا جب تک یہ مجھ سے لڑائی میں پہل نہیں کرتے اور یہ ضرور جنگ میں پہل کریں گے۔

پھر میں ایک دن ظہر سے پہلے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؑ سے عرض کیا: اے امیرالمومنینؑ! نماز میں تھوڑی تاخیر کیجیے اور میں ان لوگوں کے پاس جا کر ان سے بات کرتا ہوں۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: مجھے یہ اندیشہ ہے کہ وہ لوگ تمھیں کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔

مَیں نے عرض کیا: وہ مجھے کچھ نہیں کہیں گے کیوں کہ مَیں بااخلاق ہوں اور مَیں نے کبھی کسی شخص کو کوئی اذیت نہیں پہنچائی۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے مجھے اجازت دے دی اور مَیں بہترین یمنی لباس زیبِ تن کرنے کے بعد پیدل ہی ان کی طرف چل پڑا۔ میں ان کے پاس اس وقت گیا جب آدھا دن گزر چکا تھا۔ مَیں نے کبھی کوئی قوم ان سے زیادہ جدوجہد کرنے والی نہیں دیکھی۔ ان کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشانات اور ان کے ہاتھ اُونٹ کے

گھٹنوں کی طرح سخت اور انھوں نے ہلکی اور ارزاں قمیصیں پہن رکھی تھیں جبکہ ان کے چہرے راتوں کو جاگ جاگ کر لاغر کمزور ہو چکے تھے۔

مَیں نے ان کو جا کر سلام کیا تو انھوں نے جواب میں کہا: مرحبا اے ابن عباسؓ! تمھارا کیسے آنا ہوا؟

مَیں نے کہا: میں تمھارے پاس مہاجرین و انصار اور رسولِؐ خدا کے داماد حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کی طرف سے آیا ہوں۔ اسی گھرانے میں قرآن نازل ہوا جب کہ تم میں سے کسی پر وحی کا نزول نہیں ہوا اور وہ تم سے زیادہ قرآن کی تاویل کا علم رکھتے ہیں۔

یہ سُن کر خوارج کے ایک گروہ نے کہا: قریش سے بحث و تکرار نہ کرو کیوں کہ اللہ عزوجل نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ

''بلکہ یہ جھگڑالو لوگ ہیں''۔ (سورۂ زخرف، آیت ۵۸)

پھر خوارج میں سے دو یا تین افراد نے کہا: ہمیں اس سے بات کرنی چاہیے۔

مَیں نے پوچھا: تم نے رسولِؐ خدا کے داماد اور انصار اور وہ گھرانا جس میں قرآن کا نزول ہوا جب کہ تم میں کوئی اس شان کا مالک نہیں ہے اور وہ تم سے زیادہ قرآن کی تاویل کا علم بھی رکھتے ہیں، کے خلاف کیوں خروج کیا ہے؟

انھوں نے جواب دیا: تین باتوں کی وجہ سے۔

مَیں نے پوچھا: وہ تین باتیں کون سی ہیں؟

انھوں نے جواب دیا: ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ علیؑ نے خدا کے امر میں مردوں کو حَکَم تسلیم کیا ہے جب کہ ارشادِ پروردگار ہے:

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (سورۂ یوسف: آیت ۴۰)

"حکومت تو بس خدا ہی کے واسطے خاص ہے"۔

اس میں عام انسانوں کی کیا مجال ہے کہ وہ دخل اندازی کریں اور عام انسانوں کو حَکم تسلیم کرنا قولِ خدا کے خلاف ہے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں: یہ ایک بات ہے اور دوسری بات کیا ہے؟

خوارج نے جواب دیا: علیؑ نے جنگ کی لیکن کسی کو قیدی نہیں بنایا اور نہ ہی مالِ غنیمت جمع کیا۔ پس اگر وہ لوگ مسلمان تھے تو ہمارے لیے ان سے جنگ کرنا جائز نہیں تھا۔

ابن عباسؓ نے پوچھا: تیسری بات کون سی ہے؟

خوارج نے جواب دیا: علیؑ نے خود کو مومنوں کے امیر کی حیثیت سے معزول کر دیا اور جب وہ مومنوں کے امیر نہ رہے تو کافروں کے امیر قرار پائے۔

اس کے بعد ابن عباسؓ نے پوچھا: کیا ان تین باتوں کے علاوہ اور بھی کوئی وجہ ہے کہ جس کی بنا پر تم لوگوں نے ان کے خلاف خروج کیا ہے۔

خوارج نے جواب دیا: ہمارے لیے علیؑ کے خلاف خروج کے لیے یہی تین وجوہات کافی ہیں۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے ان سے کہا: تمھارا یہ کہنا کہ حضرت علی علیہ السلام نے خدا کے امر میں مردوں کو حَکم بنایا ہے تو میں اس کے بارے میں تمھیں ایسی آیات سناتا ہوں جس سے تمھارے قول کی نفی ہوتی ہے اور کیا اس کے بعد تم اس بات کو تسلیم کرلو گے؟

انھوں نے جواب دیا: جی ہاں۔

مَیں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے خرگوش کی قیمت ایک چوتھائی درہم کے بارے میں فیصلے کا اختیار لوگوں کو دیا ہے۔ پھر ابن عباسؓ نے سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۹۵ کی

تلاوت فرمائی:

لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَ مَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا

''جب تم حالتِ احرام میں ہو تو شکار نہ کرو اور تم میں سے جو کوئی جان بوجھ کر شکار کرے گا تو اس کا کفارہ انھی جانوروں کے برابر ہے جنھیں قتل کیا ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل افراد کریں''۔ (سورۂ مائدہ: آیت ۹۵)

بیوی اور شوہر کے بارے میں ارشاد پروردگار ہوتا ہے:

وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا (سورۂ نساء: آیت ۳۵)

''اگر تمھیں دونوں (میاں بیوی) کے درمیان اختلاف کا اندیشہ ہے تو ایک حَکم مرد کی طرف سے اور ایک عورت والوں کی طرف سے بھیجو''۔

پھر ابن عباسؓ نے کہا: میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تمھاری نظر میں لوگوں کے درمیان اصلاح اور انھیں خون خرابہ سے بچانے کے لیے مردوں کو حَکم بنانا زیادہ افضل ہے یا خرگوش اور ایک عورت کی خاطر حَکم معین کرنا زیادہ ترجیح رکھتا ہے؟

خوارج نے جواب دیا: لوگوں کے درمیان اصلاح اور انھیں خون خرابہ سے بچانے کی خاطر ان میں حَکم معین کرنا زیادہ افضل ہے۔

پھر ابن عباسؓ نے پوچھا: کیا اب حضرت علی علیہ السلام اور ان کے اعوان و انصار کے خلاف خروج کرنے کے لیے تمھاری یہ شق اور وجہ ختم ہوگئی ہے؟

خوارج نے جواب دیا: جی ہاں۔

پھر ابن عباسؓ نے کہا: تمھارا حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں یہ کہنا کہ انھوں نے جنگ تو کی تھی لیکن لوگوں کو اسیر نہ بنایا اور مالِ غنیمت اکٹھا نہیں کیا۔ تو میں اس کے جواب میں یہی کہوں گا کہ کیا تم نے اپنی ماں حضرت عائشہ کو قیدی بنایا تھا؟!

خدا کی قسم! اگر تم اس کے جواب میں یہ کہو کہ وہ ہماری ماں نہیں ہے تو تم دائرۂ اسلام سے خارج ہو، اور قسم بخدا! اگر تم یہ کہو کہ ہم نے اپنی ماں کو قیدی بنایا تھا اور اس سے وہی کچھ حلال سمجھا تھا جو دوسری کنیزوں سے حلال ہوتا ہے تو پھر بھی تم دائرۂ اسلام سے خارج ہو۔ اس صورت میں تم دو گمراہیوں کے درمیان ہو جبکہ ارشادِ پروردگار ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھٰتُھُمْ

"نبیؐ مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھتے ہیں اور نبیؐ کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں"۔ (سورۂ احزاب: آیت ۶)

پھر ابن عباسؓ نے خوارج سے پوچھا: کیا اب تمھارے خروج کی دوسری وجہ بھی ختم ہو گئی ہے؟

انھوں نے جواب دیا: جی ہاں۔

اس کے بعد حضرت ابن عباسؓ نے کہا: تمھارا یہ کہنا کہ حضرت علی علیہ السلام نے خود کو امیر المومنین کے منصب سے ہٹا دیا تھا۔ تو میں اس کے جواب میں تمھیں وہ واقعہ سناتا ہوں جس پر تم سب راضی ہو گے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے دن مشرکین ابوسفیان بن حرب اور سہیل بن عمرو سے صلح کی تھی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ صلح نامہ اس طرح تحریر کرو کہ اس کے اُوپر لکھو: "یہ وہ شرائط ہیں جن پر اللہ کے رسولؐ نے صلح کی ہے"۔

اس پر مشرکین بول اُٹھے کہ ہم آپؐ کو اللہ کا رسول نہیں مانتے اور اگر ہم آپؐ کو اللہ کا رسولؐ مانتے تو آپؐ سے ہرگز جنگ نہ کرتے۔

یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے خدایا! تو جانتا ہے کہ میں رسولؐ ہوں۔ اے علیؑ! تم یہ لفظ مٹا دو اور اس کی جگہ پر یہ لکھو: یہ وہ شرائط ہیں جن پر محمدؐ بن عبداللہ نے صلح کی ہے۔ قسم بخدا رسولِؐ خدا حضرت علی علیہ السلام سے افضل ہیں اور انھوں نے رسولؐ کا لفظ اپنے لیے لکھوا کر مٹا دیا تھا۔

ابن عباسؓ کی ان باتوں کو سننے کے بعد دو ہزار افراد خوارج کو چھوڑ کر واپس آ گئے اور باقی تمام افراد جنگ کے لیے نکلے اور مارے گئے۔

❁ (بحذفِ اسناد) عبیدہ سلمانی سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے کوفیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے کوفہ والو! اگر تم اتراؤ نہیں تو میں تم کو اللہ تعالیٰ کا اپنے نبیؐ کی زبانِ مبارک کے ذریعے تم سے کیے گئے وعدے کے متعلق بتاتا ہوں کہ تم جن لوگوں سے لڑ رہے ہو ان میں ناقص الید بھی ہے کہ جس کا ہاتھ عورت کی چھاتی کے مانند ہے۔ خدا کی قسم! تمھارے دس افراد بھی نہیں مارے جائیں گے اور ان کے دس افراد بھی نہیں بچیں گے۔ پس! تم اس ناقص الید شخص کو تلاش کرو۔ حضرت علی علیہ السلام کے تمام ساتھی اسے تلاش کرنے لگے لیکن وہ اسے ڈھونڈنے میں کامیاب نہ ہو سکے تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: قسم بخدا! نہ مَیں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ ہی رسولِؐ خدا نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا۔

اس کے بعد آپؑ کے اصحاب دوبارہ اس کی تلاش میں نکل پڑے تو اس کی لاش کو نہر میں اوندھے منہ پڑا ہوا دیکھا۔ اسے ٹانگ سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے امیر المومنینؑ کی خدمت میں لائے تو آپؑ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و توصیف بیان کی اور اس کے حضور سجدہ ریز ہو گئے۔ آپؑ کے ساتھ دیگر مسلمین بھی سجدہ ریز ہو گئے۔

❁......❁......❁

باب نمبر ۱۷

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہونے والی قرآنی آیات

(بحذف اسناد) ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں: عبداللہ بن سلام اپنی قوم کے ان افراد کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جنھوں نے اسلام قبول کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔ انھوں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ہمارے گھر دُور ہیں اور اس مجلس کے سوا ہمارے لیے بیٹھنے کی کوئی جگہ نہیں ہے اور نہ ہی ہمارے ساتھ کہیں اور کوئی بات کرنے والا ہے۔ کیونکہ جب ہماری قوم کو ہمارے بارے میں یقین ہوگیا کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آئے ہیں اور ہم نے آپؐ کی تصدیق کی ہے تو ہماری قوم نے ہمارا بائیکاٹ کر دیا۔ انھوں نے آپس میں یہ عہد کیا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ نہیں بیٹھیں گے اور نہ ہی ہمارے ساتھ کھانا کھائیں گے، نہ ہی شادی بیاہ کریں گے اور نہ ہی گفتگو کریں گے جب کہ ہمارے لیے یہ امر سخت گراں ہے۔

یہ سُن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا:

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ (سورہ مائدہ: آیت ۵۵)

”تمھارے مالک و سرپرست بس یہی ہیں، خدا اور اس کا رسولؐ اور وہ مومنین جو پابندی سے نماز ادا کرتے اور حالتِ رکوع میں

زکوٰۃ دیتے ہیں"۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں پر کچھ لوگوں کو قیام اور کچھ کو رجوع کرتے ہوئے دیکھا۔ آپؐ نے ایک سائل کو دیکھ کر اس سے فرمایا: کیا تمھیں کسی شخص نے کوئی چیز عطا کی ہے؟

اس نے عرض کیا: جی ہاں! ایک انگوٹھی دی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: تمھیں یہ انگوٹھی کس نے عطا کی ہے؟

سائل نے حضرت علی علیہ السلام کی طرف انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے عرض کیا: وہ شخص جو حالتِ قیام میں ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: انھوں نے تمھیں کس حالت میں انگوٹھی دی تھی؟

اس نے عرض کیا: انھوں نے مجھے حالتِ رکوع میں یہ انگوٹھی دی تھی۔

پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۵۶ کی تلاوت فرمائی۔

وَ مَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝

"اور جس شخص نے اللہ، اس کے رسولؐ اور (انھیں) مومنین کو سرپرست بنایا (تو وہ خدا کے لشکر میں داخل ہوگیا) اور اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا کا لشکر ہی غالب رہنے والا ہے"۔

اس وقت حسان بن ثابت نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی مدحت میں یہ اشعار پڑھے:

ابا حسن تفديك نفسي ومهجتي — وكل بطئ في الهدى ومسارع

ايذهب مدحي والمحبر ضايعاً — وما المدح في جنب الاله بضايع

فانت الذی اعطیت اذ کنت راکعاً　　فدتك نفوس القوم یاخیر راکع

فانزل فیك الله خیر ولایة　　وبینها فی محکمات الشرایع

"اے ابوالحسنؑ! میں اور ہر ہدایت میں تاخیر کرنے اور سبقت لے جانے والا شخص آپؑ پر اپنی ذات اور زندگی کو قربان کردے۔ کیا میری یہ مدحت وتوصیف اور روشنائی بے کار جائے گی جبکہ خدا کی بارگاہ میں یہ مدح سرائی بے کار نہیں جائے گی۔ آپؑ وہ ہستی ہیں جس نے حالتِ رکوع میں (انگوٹھی) دی، تمام قوم آپؑ پر اپنی جان قربان کردے، اے بہترین رکوع کرنے والے! اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی شان میں ولایت کا حکم نازل کیا ہے اور یہ شریعت کے محکمات میں سے ہے"۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت علی علیہ السلام کے کاتب یزید بن شراحیل انصاری سے مروی ہے کہ وہ کہتا ہے: مَیں نے حضرت علی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مَیں نے رسولِؐ خدا کے سینۂ اقدس پر اپنا سر رکھا ہوا تھا اور آپؐ مجھ سے باتیں کر رہے تھے۔

آپؐ نے فرمایا: اے علیؑ! کیا آپؑ نے یہ ارشاد باری تعالیٰ نہیں سنا؟

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ط

"بے شک! وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے اچھے عمل کیے یہی بہترین مخلوق ہیں"۔ (سورۂ بینہ: آیت ۷)

یہ تم اور تمھارے شیعہ ہیں، میری اور تمھاری وعدہ گاہ حوضِ کوثر ہے۔ جب قیامت کے دن تمام اُمتوں کو حساب کے لیے پکارا جائے گا تو آپ کو نُورانی پیشانیوں والے کہہ کر بلایا جائے گا۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر

یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَ ھُمْ رٰکِعُوْنَ (سورۂ مائدہ: آیت ۵۵)

"بے شک! تمھارے مالک و سرپرست بس یہی ہیں، خدا اور اس کا رسولؐ اور وہ مومنین جو پابندی سے نماز ادا کرتے اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں"۔

اس کے بعد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر سے نکل کر مسجد میں تشریف لائے۔ وہاں پر تمام لوگ رکوع و سجود میں مشغول تھے اور ایک سوالی سے رسولِ خدا نے فرمایا: اے سائل! کیا تمھیں کسی شخص نے کوئی چیز دی ہے؟

اس نے عرض کیا: نہیں۔ اور حضرت علی علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ صرف اس رکوع کرنے والے شخص نے مجھے انگوٹھی دی ہے۔

یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کے بعد فرمایا: تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے ابوالحسنؑ و ابوالحسینؑ کی شان میں آیاتِ بینات نازل فرمائیں۔

۞ (بحذفِ اسناد) ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس آیت میں بھی یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا "اے ایمان والو" کہہ کر مخاطب کیا ہے اس کے مصادیق میں سرفہرست حضرت علی علیہ السلام ہیں اور وہی مومنوں کے امیر ہیں۔

ارشادِ پروردگار ہے:

یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا ۞

"یہ وہ لوگ ہیں جو نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی ہر طرف پھیلی ہوگی"۔ (سورۂ دہر: آیت ۷)

۞ (بحذفِ اسناد) ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں: حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام بیمار ہو گئے تو ان کی عیادت کے لیے ان کے نانا تشریف لائے۔ آپؐ کے ہمراہ شیخین بھی آئے اور دیگر عرب کے رہنے والے بھی ان شہزادوں کی عیادت کرنے آئے۔

آپؐ نے فرمایا: اے ابوالحسنؑ! آپؑ اپنے دونوں بیٹوں کی صحت یابی کے لیے نذر کریں اوران کی صحت یابی کے بعد نذر کو پورا کیجیے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اگر میرے یہ دونوں بیٹے اس مرض سے صحت یاب ہو گئے تو میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی غرض سے تین دن روزے رکھوں گا۔ اور حضرت فاطمہ علیہا السلام نے فرمایا: اگر میرے دونوں بیٹوں کو اس مرض سے شفاء ملی تو میں خدا کا شکر ادا کرنے کی نیت سے تین دن روزے رکھوں گی۔ آپؑ کی کنیز حضرت فضہؓ نے کہا: اگر میرے یہ دونوں سردار اس مرض سے صحت یاب ہو گئے تو خدا کا شکر ادا کرنے کی نیت سے تین دن روزے رکھوں گی۔

پھر ان دونوں شہزادوں کو اللہ تعالیٰ نے صحت و عافیت عطا فرمائی۔ آلِ محمد علیہم السلام کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا، اس لیے حضرت علی علیہ السلام شمعون بن حانا الخیبری کے پاس گئے جو ایک یہودی تھا اور اس سے تین صاع جَو بطورِ قرض لیے۔

مزنی کی حدیث میں مہران الباہلی روایت نقل کرتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اپنے پڑوسی کے پاس گئے جو ایک یہودی تھا، وہ اُون کا کاروبار کرتا تھا اور اس کا نام شمعون بن حانا تھا۔ آپؑ نے اس سے فرمایا: کیا یہ ممکن ہے کہ تم مجھے کتری ہوئی اُون دو تاکہ اسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی فاطمہ (علیہا السلام) تمھیں کات کر دیں اور تم اس کے عوض تین صاع جَو دے دو۔

اس نے جواب دیا: ٹھیک ہے اور آپؑ کو جَو اور اُون دے دی۔

حضرت علی علیہ السلام جَو اور اُون لے کر گھر آئے اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کو اس بارے میں بتایا تو انھوں نے اس پر رضامندی ظاہر کرتے ہوئے فرماں برداری کا مظاہرہ کیا اور پھر اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے ایک صاع جَو کو پیس کر اس کا آٹا بنایا اور پھر اس کی پانچ روٹیاں بنائیں تا کہ ہر ایک کے لیے ایک روٹی ہو۔

حضرت علی علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نمازِ مغرب ادا کی۔ پھر گھر تشریف لائے تو ان کے سامنے کھانا رکھا گیا کیونکہ ان سب نے نذر کا روزہ رکھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک مسکین نے دروازے پر کھڑے ہو کر صدا دی: اے اہلِ بیتؑ! تم پر سلام ہو۔ میں مسلمانوں کے مسکینوں میں سے ایک مسکین ہوں، آپؑ مجھے کھانا کھلا دیں، اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ آپؑ کو جنت کے دسترخوان سے کھلائے گا۔

یہ سُن کر حضرت علی علیہ السلام رو پڑے اور آپؑ نے یہ اشعار پڑھے:

فاطم ذات المجد والیقین　　یابنت خیر الناس اجمعین

أما ترین البائس المسکین　　قد قام بالباب له حنین

یشکو الی اللہ ویستکین　　یشکوالینا جائعاً حزین

کل امرئ بکسبه رهین　　وفاعل الخیرات یستبین

موعده جنة علیین　　حرمها اللہ علی الضنین

وللنجیل موقف مهین　　تهوی به النار الی سجین

شرابه الحمیم والغسلین

''اے فاطمہؑ! کہ جو نجابت و یقین کی منزل پر فائز ہیں۔ اے تمام لوگوں میں سے بہترین فرد کی بیٹی! کیا آپؑ تنگدست و محتاج کو نہیں دیکھ رہی ہیں کہ وہ دروازے پر کھڑا ہے اور انتہائی غمزدہ آواز نکال رہا ہے۔ وہ خدا کے حضور شکوہ کر رہا ہے جبکہ وہ عاجز

ہے اور وہ ہم سے اپنی بھوک کا شکوہ دکھی کیفیت میں کر رہا ہے۔
ہر انسان کا عمل گروی ہے اور اچھے کام کرنے والا واضح ہوتا ہے۔
نیک کام کرنے والے سے اللہ تعالیٰ نے جنت میں بلند مقام کا وعدہ کیا ہے اور یہ بخل کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے حرام کر رکھی ہے۔ بخیل کے لیے انتہائی ذلت و رُسوائی ہوتی ہے اور اسے قیامت کے دن جہنم کی وادی سجین میں پھینکا جائے گا جہاں پر انھیں پینے کے لیے کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا''۔

آپؑ کے جواب میں حضرت فاطمہ علیہا السلام نے یہ اشعار پڑھے:

امراك یابن عم سمع طاعة — مابی من لؤم ولا ضراعة
غذیت من خبز له ضاعة — اطعمه ولا ابالی الساعة
ارجو اذا شبعت ذا مجاعة — ان الحق الاخیار والجماعة
وادخل الخلد ولی شفاعة

''اے میرے سرتاج! آپؑ کا حکم سر آنکھوں پر، میں اس فعل پر ملامت نہیں کروں گی اور نہ ہی مجھے کمزوری کا خوف ہے۔ گویا میں نے یہ روٹی بنانے کی محنت اس مسکین کے لیے ہی کی ہے اور آپؑ یہ اسے کھلا دیں۔ مجھے اس وقت بھوکا رہنے کی کوئی پرواہ نہیں ہے کیونکہ اگر میں نے بھوکوں کا شکم سیر کیا تو میں نیک و صالح افراد میں سے ہوں گی اور میں جنت میں داخل ہوں گی اور میرے پاس شفاعت کرنے کا حق ہے''۔

پھر انھوں نے یہ سارا کھانا اس مسکین کو دے دیا اور خود ایک دن اور ایک رات سادہ پانی پینے کے سوا کچھ نہ کھایا۔

جب دوسرا دن آیا تو حضرت فاطمہ علیہا السلام نے اُٹھ کر ایک صاع جَو کا آٹا پیس کر اس کی روٹیاں بنائیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کی اور پھر گھر تشریف لائے اور آپؑ کے سامنے کھانا رکھا گیا تو دروازے پر ایک یتیم نے کھڑے ہو کر صدا دی: ''اے آلِ محمدؐ! آپؑ پر سلام ہو، میں مہاجرین کی اولاد میں سے ایک یتیم ہوں۔ میرا باپ عقبہ کے دن شہید ہوا۔ آپؑ مجھے کھانا کھلا دیں، اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کے دسترخوان کے کھانوں سے بہرہ مند فرمائے گا''۔

یہ سُن کر حضرت علی علیہ السلام نے یہ اشعار پڑھے:

فاطم بنت السید العظیم   بنت نبی ماجد کریم

قدجاء نا الله بذا الیتیم   من یرحم الیوم فھو رحیم

موعدہ فی جنة النعیم   قد حرم الخلد علی اللئیم

ینزل فی النار الی الجحیم   شرابه الصدید والحمیم

''اے سردار و عظیم ہستی کی بیٹی فاطمہؑ! اے خوش خلق، بزرگ اور کریم نبیؐ کی بیٹی! ہمارے پاس اللہ کی طرف سے یہ یتیم آیا ہے جو آج کسی پر رحم کرے گا درحقیقت وہی نہایت رحم کرنے والا ہے اور ایسے شخص سے نعمتوں سے بھرپور جنت کا وعدہ کیا گیا ہے، کمینے اور پست انسان پر جنت کو حرام قرار دیا گیا ہے اور ایسے شخص کو جہنم کی آگ میں پھینکا جائے گا جہاں اسے خون ملی پیپ اور کھولتا ہوا پانی پینے کو دیا جائے گا''۔

آپؑ کے جواب میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے یہ اشعار پڑھے:

انی لاعطیه ولا ابالی   واوثر الله علی عیالی

امسوا جیاعاً وھم اشبالی   اصغرھما یقتل فی القتال

بکربلا یقتل باغتیال للقاتل الویل مع الوبال

تھوی بہ النار الی سفال مصفد الیدین بالاغلال

کبولہ زادت علی الاکبالی

"میں یہ کھانا اس یتیم کو دے دیتی ہوں اور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں جبکہ میں اپنے خاندان پر خدا کو ترجیح دیتی ہوں حالانکہ میرے گھر والوں نے بھوک کی حالت میں شام کی ہے اور وہ میرے شیر ہیں۔ میرے دو شیروں میں سے چھوٹے شیر (حضرت امام حسین علیہ السلام) کو لڑائی کے دوران کربلا کے میدان میں ظلم سے شہید کیا جائے گا اور اس کے قاتل کے لیے شدت و سختی کے ساتھ ہلاکت ہے اور اس کے دونوں ہاتھوں کو زنجیروں میں جکڑ کر جہنم کے نچلے درجے میں پھینکا جائے گا اور اس کی کیفیت اس شخص جیسی ہوگی جسے ہتھکڑیوں میں جکڑ دینے کے ساتھ وہ قید میں بھی ہو"۔

پھر انھوں نے سارا کھانا اس یتیم کو دے دیا اور خود دو دن اور دو راتوں سے سادہ پانی کے علاوہ کچھ کھایا پیا نہ تھا۔ جب تیسرا دن ہوا اور حضرت فاطمہ علیہا السلام نے اُٹھ کر باقی بچ جانے والے ایک صاع جَو کو پیس کر آٹا بنایا اور اس کی روٹیاں بنائیں اور حضرت علی علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نمازِ مغرب ادا کرنے کے بعد گھر تشریف لائے تو ان کے سامنے کھانا رکھا گیا کہ ایک قیدی آ گیا اور اس نے دروازے پر کھڑے ہو کر یہ صدا دی: اے محمدؐ کے اہلِ بیتؑ! تم پر سلام ہو، تم ہمیں قیدی بنا کر ہم پر تنگی کرتے ہو اور ہمیں کھانے کو کچھ نہیں دیتے ہو۔ میں حضرت محمدؐ کا قیدی ہوں اور آپؑ مجھے کھانا کھلا دیں۔ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کے دسترخوان کے کھانوں سے سیراب کرے گا۔

یہ سُن کر حضرت علی علیہ السلام رو پڑے اور آپؑ نے یہ اشعار کہے:

فاطم یابنت النبی احمد بنت نبی سید مسود
ھذا الاسیر للنبی المھتد مکبل فی غلة مقید
یشکو الینا الجوع شکوی مکمد من یطعم الیوم یجدہ فی غد
عند العلی الواحد الموحد ما یزرع الزارع سوف یحصد
فاطعمی من غیر من انکد حتّٰی تجازی بالذی لاینفد

"اے احمد نبیؐ کی بیٹی فاطمہؑ! اے سیّد و سردار نبیؐ کی بیٹی! یہ ہدایت پر قائم نبیؐ کا قیدی ہے جسے زنجیروں میں جکڑ کر قید کیا گیا تھا۔ یہ اَسیر غمزدہ دل کے ساتھ ہمارے سامنے اپنی بھوک کی شکایت کر رہا ہے جو آج کھلائے گا اسے کل (آخرت میں) اس کا اجر بزرگ و برتر اور واحد و یکتا خدا سے مل جائے گا۔ آج جو بویا جائے گا کل وہی کاٹو گے لہٰذا تم اسے پیٹ بھر کر کھانا کھلاؤ تاکہ تمھیں اس کا ختم نہ ہونے والا صلہ ملے"۔

آپؑ کے جواب میں حضرت فاطمہ علیہا السلام نے یہ اشعار پڑھے:

لم یبق مما جئت غیر صاع قد دمیت کفی مع الذراع
ابنای واللہ من الجیاع ابوھما للخیر ذو اصطناع
یصطنع المعروف بابتداع عبل الذر اعین طویل الباع
وما علی راسی من قناع الاقناع نسجته من صاع

"آپؑ کے لائے ہوئے جَو میں سے صرف یہ ایک صاع باقی ہے اور ان کو پیسنے کے لیے مَیں نے اپنے ہاتھوں اور بازوؤں کی توانائی اور خون صرف کیا تھا۔ خدا کی قسم! میرے دونوں بیٹے

بھوکے ہیں اور ان کے بابا خیرات کرنے اور اس کا حکم دینے والے ہیں۔ وہ کریم، سخی اور نیکی کرنے والے ہیں۔ میرے سر پر موجود دوپٹہ میں نے صاع کے عوض بُنا تھا"۔

پھر انھوں نے سارا کھانا اس اسیر کو دے دیا اور انھوں نے خود تین دن اور تین رات سے خالص پانی کے سوا کچھ کھایا پیا نہیں تھا۔ جب چوتھا دن ہوا اور انھوں نے اپنی نذر پوری کر لی تو حضرت علی علیہ السلام نے دائیں ہاتھ سے امام حسن علیہ السلام اور بائیں ہاتھ سے امام حسین علیہ السلام کو پکڑا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف چل پڑے۔ ان کی حالت یہ تھی کہ وہ بھوک کی شدت کی وجہ سے پرندے کے بچوں کی طرح کانپ رہے تھے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس حالت میں دیکھا تو فرمایا: اے ابوالحسنؑ! تمھاری اس حالت نے مجھے غمگین کر دیا ہے، آپ لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ میری بیٹی فاطمہ (علیہا السلام) کے پاس چلو۔

پھر وہ سب حضرت فاطمہ علیہا السلام کی طرف چل پڑے جو کہ محرابِ عبادت میں نماز میں مشغول تھیں اور بھوک کی شدت کی وجہ سے ان کا پیٹ کمر سے لگ چکا تھا اور آپؑ کی آنکھیں دھنس گئی تھیں۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بی بی کو اس حالت میں دیکھا تو پکار اُٹھے: المدد اے خدا! محمدؐ کے اہلِ بیتؑ بھوک سے تڑپ رہے ہیں۔ اتنے میں حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور عرض کیا: اے محمدؐ! اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اہلِ بیتؑ کی شان میں جو نازل کیا ہے اسے لے لیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے جبرئیلؑ! ان کی شان میں کیا نازل ہوا ہے جو میں لے لوں؟

پھر جبرئیلؑ نے سورۂ دھر کی تلاوت کی۔

ابن مہران نے اس حدیث میں اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلدی سے اُٹھ کر حضرت فاطمہ علیہا السلام کے پاس آئے اور جب ان کو اس لاغر و نحیف حالت میں دیکھا تو گریہ کرنے کے بعد فرمایا: تم لوگ تین دن سے اس حالت میں ہو اور مجھے اس کی خبر تک نہیں۔ پھر جبرئیلؑ یہ آیات لے کر نازل ہوئے:

اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ کَاْسٍ کَانَ مِزَاجُهَا کَافُوْرًا ۞ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللهِ یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا ۞

"بے شک! نیکوکار لوگ شراب کے وہ ساغر پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی۔ یہ ایک چشمہ ہے جس میں سے خدا کے خاص بندے پئیں گے اور جہاں چاہیں گے بہا لے جائیں گے"۔ (سورۂ دہر: آیت ۵-۶)

یہ چشمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں ہے اور وہاں سے پھوٹنے کے بعد دیگر انبیاؑ اور مومنوں کے گھروں کو جاتا ہے۔

مؤلف کہتے ہیں: سورۂ مطففین کی آیت نمبر ۳۴ اور ۳۵ جس میں ارشادِ پروردگار ہے:

فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْکُفَّارِ یَضْحَکُوْنَ ۞ عَلَی الْاَرَآئِكِ یَنْظُرُوْنَ ۞

"تو آج (قیامت) کے دن ایمان دار لوگ کافروں سے ہنسی کریں گے اور تختوں پر بیٹھے نظارہ کریں گے"۔

یہ آیات ابوجہل، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل اور مکہ کے دیگر ان مشرکوں کے بارے میں نازل ہوئی جو حضرت بلالؓ، حضرت عمارؓ اور دوسرے صحابہ کو دیکھ کر ہنستے تھے۔

ایک دوسرے قول کے مطابق حضرت علی علیہ السلام مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے تو منافقین نے آپ کا مذاق اُڑایا اور آپس میں ایک دوسرے کو اشارہ کر کے ہنسنے لگے۔ پھر یہ منافق جب اپنے ساتھیوں میں گئے تو ان سے کہا کہ آج ہم نے اس شخص کو دیکھا جس کے سر کے اگلے حصے کے بال گرے ہوئے ہیں اور ہم نے اس کا مذاق اُڑایا اور ہنسے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں۔ مقاتل اور کلبی سے بھی یہی منقول ہے۔

مؤلف بیان کرتے ہیں: جب سورۂ شوریٰ کی آیت نمبر ۲۳ نازل ہوئی جس میں ارشادِ پروردگار ہوتا ہے:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ط

"(اے نبیؐ) کہہ دیجیے میں تم سے اس منصب نبوت و رسالت پر کوئی اجر نہیں مانگتا مگر یہ کہ تم میرے قرابت داروں سے مودت کرو"۔

تو کچھ منافقوں نے یہ کہا: کیا تم لوگوں نے اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز کوئی اور بات دیکھی ہے کہ یہ شخص ہماری عقلوں میں فتور سمجھتا ہے، ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتا ہے، ہمیں مارنا چاہتا ہے اور پھر ہم سے یہ بھی چاہتا ہے کہ ہم اس سے یا اس کے قرابت داروں سے محبت کریں۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے درج بالا آیت کو نازل کیا اور یہ سمجھایا کہ اس میں نبیؐ کے لیے اجر نہیں ہے بلکہ اس مودت کا فائدہ تمھاری طرف ہی لوٹتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب اور اس کی رضا کا حصول ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ط سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۞

"جو لوگ بُرے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر کردیں گے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے رہے اور ان سب کا جینا مرنا یکساں ہوگا۔ یہ لوگ کتنا بُرا حکم لگاتے ہیں"۔ (سورۂ جاثیہ: آیت ۲۱)

کہا گیا ہے کہ یہ آیت جنگِ بدر کے متعلق حضرت علی علیہ السلام، حضرت حمزہؓ اور عبیدہ بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی کہ جب یہ لوگ عتبہ، شیبہ اور ولید کے مقابلے کے لیے نکلے۔ "جو لوگ ایمان لائے" اس سے مراد حضرت علی علیہ السلام، حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہؓ ہیں اور "جو لوگ بُرے کام کرتے ہیں" اس سے مراد عتبہ، شیبہ اور ولید ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ.....

"جس وقت مومنین تم سے درخت کے نیچے (لڑنے مرنے) کی بیعت کر رہے تھے تو خدا ان سے اس بات پر ضرور خوش ہوا"۔ (سورۂ فتح: آیت ۱۸)

یہ آیتِ مجیدہ صلح حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی۔ حضرت جابر کہتے ہیں: حدیبیہ کے دن ہماری تعداد چودہ سو تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے بارے میں فرمایا: آج تم لوگ روئے زمین پر سب سے بہترین افراد ہو اور ہم نے درخت کے نیچے مرنے پر بیعت کی تھی۔ اس آیت کے سب سے زیادہ حق دار حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام ہیں کیونکہ اسی آیت کے آخر میں خدا نے ارشاد فرمایا: وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا "اور انھیں اس کے عوض بہت جلد فتح نصیب ہوگی"۔ اس سے مراد خیبر کی فتح ہے جب کہ خیبر حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ پر فتح ہوا تھا۔

❁ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری نقل کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

حضرت علی علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: جو شخص بھی آپؑ سے محبت اور دوستی رکھے گا اللہ تعالیٰ اسے ہمارے ساتھ رکھے گا۔ پھر آپؐ نے درج ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۝ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ (سورۂ قمر: آیت ۵۴، ۵۵)

"بے شک! پرہیزگار لوگ بہشت کے باغوں اور نہروں میں (یعنی) پسندیدہ مقام میں اس طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کی بارگاہ میں (مقرب) ہوں گے"۔

ارشاد پروردگار ہوتا ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝

"اور جو آگے بڑھ جانے والے ہیں (ان کا کیا کہنا) کہ وہ لوگ آگے ہی بڑھ جانے والے تھے"۔ (سورۂ واقعہ: آیت ۱۰)

ایک قول کے مطابق یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنھوں نے دو قبلوں (بیت المقدس اور خانہ کعبہ) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔ اور دوسرے قول کے مطابق اس سے مراد اطاعت میں جلدی کرنے والے لوگ ہیں اور تیسرے قول کے مطابق اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہجرت میں پہل کی اور چوتھے قول کے مطابق اس سے مراد اسلام کو قبول کرنے میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہنے میں پہل کرنے والے لوگ ہیں جبکہ یہ تمام خصوصیات امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کی ذات میں موجود ہیں۔

ارشاد پروردگار ہوتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۭ (سورۂ مجادلہ: آیت ۱۲)

"اے ایمان والو! جب پیغمبرؐ سے کوئی بات کان میں کہنی چاہو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات دے دیا کرو"۔

منقول ہے کہ لوگ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت زیادہ سوالات کرنے لگے تو انھیں سرگوشی کرنے کے لیے صدقہ دینے کا حکم دیا گیا۔ اس حکم کے بعد صرف حضرت علی علیہ السلام نے ایک دینار صدقہ دے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی کی۔ پھر اس حکم سے چھوٹ مل گئی۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں: قرآنِ مجید میں ایک آیت ایسی ہے جس پر نہ کسی نے مجھ سے پہلے عمل کیا اور نہ کوئی میرے بعد عمل کرے گا اور وہ "آیت النجویٰ" ہے جس پر صرف مَیں نے عمل کیا تھا، اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہوگیا۔

❁ ابن عمر سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی تین فضیلتیں ایسی ہیں، اگر ان میں سے ایک فضیلت بھی میری شان میں ہوتی تو یہ مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہوتا اور وہ تین فضیلتیں یہ ہیں:

۱۔ ان کا حضرت فاطمہ علیہا السلام سے رشتۂ زوجیت قائم ہونا۔

۲۔ جنگِ خیبر کے دن حضرت علی علیہ السلام کو لشکر کا پرچم عطا ہونا۔

۳۔ آیت النجویٰ کا ان کی شان میں نازل ہونا۔

ارشادِ پروردگار ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ

"اے نبیؐ! جب تمھارے پاس مومن عورتیں تمھاری بیعت کرنے کے لیے آئیں"۔ (سورۂ ممتحنہ: آیت ۱۲)

❁ زبیر بن عوام سے منقول ہے: جب یہ آیت نازل ہوئی تو مَیں نے اللہ کے

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عورتوں کو بیعت کی دعوت دیتے ہوئے سنا اور جس عورت نے سب سے پہلے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کی وہ حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد علیہا السلام تھیں۔

جعفر بن محمد سے منقول ہے: حضرت فاطمہ بنت اسد علیہا السلام وہ پہلی خاتون ہیں جنھوں نے اپنے قدموں پر رسولِ خدا کی طرف مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور وہ لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ کے رسولؐ کے ساتھ نیک برتاؤ کرتی تھیں۔

جعفر بن محمد بیان کرتے ہیں: حضرت فاطمہ بنتِ اسد علیہا السلام نے یہ سنا کہ رسولِ خدا لوگوں سے یہ فرما رہے ہیں کہ قیامت کے دن تمام لوگوں کو عریاں محشور کیا جائے گا تو حضرت فاطمہ بنتِ اسد علیہا السلام نے فرمایا: ہائے عفت کی محافظت۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ سے فرمایا: میں خدا سے درخواست کروں گا کہ وہ آپؑ کو لباس میں محشور فرمائے۔

انھوں نے پیغمبر اکرمؐ کو فشارِ قبر کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے سنا تو فرمایا: ہائے! ضعیفی و ناتوانی۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: میں خدا سے یہ دعا کروں گا کہ وہ آپؑ کو اس سے محفوظ رکھے۔

۞ (بحذفِ اسناد) ابوصالح نے ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے: عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی باہر نکلے تو انھیں راستے میں رسولِ خدا کے کچھ اصحاب ملے جن میں حضرت علی علیہ السلام بھی تھے۔ عبداللہ بن ابی نے اپنے ساتھیوں سے کہا: دیکھو رسولؐ خدا کے چچازاد، بنی ہاشم کے سردار اور نفسِ رسولؐ کیسا ارادہ رکھتے ہیں؟!

یہ سُن کر حضرت علی علیہ السلام نے عبداللہ بن ابی سے فرمایا: اے عبداللہ! خدا سے ڈرو اور منافقت نہ کرو کیونکہ منافقین خدا کی شریر مخلوق ہیں۔

اس نے کہا: اے ابوالحسنؑ! ذرا ٹھہرو اور سنو کہ ہمارا ایمان بھی تمھارے ایمان کی طرح ہے۔

پھر وہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور عبداللہ بن ابی نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ جو کچھ میں نے کیا ہے تم لوگوں کو کیسا لگا ہے؟

انھوں نے اسے بہترین کہہ کر اس کی تعریف کی تو رسولؐ خدا پر سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۴ نازل ہوئی جس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ قَالُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۞

"یہ (منافقین) جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں اور جب خلوت میں اپنے شیطانوں کے پاس ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں۔ بے شک! ہم مومنوں سے صرف استہزاء کرتے ہیں"۔

یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کے ظاہری اور باطنی ایمان پر دلالت کرتی ہے اور عبداللہ بن ابی کی منافقوں سے دوستی اور مومنوں سے عداوت کو ظاہر کرتی ہے۔ اس آیت میں شیاطین سے مراد کفار کے سردار ہیں۔

ارشاد پروردگار ہے:

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَ یَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ

"تو کیا جو شخص اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل پر ہو اور اس کے پیچھے انھی کا ایک گواہ ہو"۔ (سورۂ ہود: آیت ۱۷)

ابن عباسؓ سے منقول ہے: اس سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں جنھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی دی اور وہ انھی میں سے ہیں۔

ارشادِ پروردگار ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا

"بے شک! جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کیے عنقریب خدا ان کی محبت لوگوں پر فرض کردے گا"۔ (سورۂ مریم: آیت ۹۶)

ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں: اس آیت میں جس شخص کی محبت فرض قرار دی گئی ہے وہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہم السلام ہیں۔ زیدؒ بن علیؑ نے اپنے آباء واجداد کے ذریعے حضرت علی علیہ السلام سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: مجھے ایک شخص ملا اور اس نے مجھ سے کہا کہ اے ابوالحسنؑ! قسم بخدا میں آپؑ سے خدا کی رضا کی خاطر محبت کرتا ہوں۔ حضرت علی علیہ السلام اللہ کے رسولؐ کے پاس واپس آئے اور آپؐ کو اس شخص کے قول کے بارے میں بتایا تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ! شاید تم نے اس شخص کے ساتھ کوئی بھلائی کی ہو اس لیے اس نے ایسا کہا ہو۔

امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں کہ مَیں نے عرض کیا: خدا کی قسم! مَیں نے اس کے ساتھ کوئی بھلائی نہیں کی ہے۔

اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے مومنوں کے دلوں کو تمھاری مؤدت کے ذریعے پرہیزگار بنایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے درج بالا آیت کو نازل کیا۔

ارشادِ پروردگار ہے:

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا ۝

"ایمان داروں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ خدا سے انھوں

نے کیے ہوئے عہد کو پورا کر دکھایا۔ ان میں کچھ ایسے ہیں جو اپنا وقت پورا کر گئے اور ان میں سے بعض انتظار کر رہے ہیں اور ان لوگوں نے اپنی بات نہیں بدلی"۔ (سورۂ احزاب: آیت ۲۳)

اس آیت میں "بعض لوگ اپنا وقت پورا کر گئے" سے مراد حضرت حمزہؓ اور ان کے ساتھی ہیں جنھوں نے خدا سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ جنگ کے دوران پیٹھ نہیں پھیریں گے اور وہ جنگ میں آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ جامِ شہادت نوش فرمایا اور "بعض لوگ انتظار کر رہے ہیں" سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں، جنھوں نے ہمیشہ جہاد کیا اور ان میں کبھی تغیر و تبدل رُونما نہیں ہوا۔

☼ (بحذفِ اسناد) ابن عباسؓ روایت بیان کرتے ہیں: ولید بن عقبہ نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ میں آپؑ سے عربی زبان میں زیادہ فصیح و بلیغ ہوں اور نیزہ بازی میں تم پر فوقیت رکھتا ہوں اور لشکر میں ہیر پھیر کرنے میں تم سے زیادہ ماہر ہوں۔

یہ سُن کر امیرالمومنینؑ نے فرمایا: صبر کرو، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ تم فاسق ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ

"کیا مومن اور فاسق برابر ہوسکتے ہیں"۔ (سورۂ سجدہ: آیت ۱۸)

یعنی حضرت علی علیہ السلام مومن اور ولید فاسق ہے۔

(بحذفِ اسناد) ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جس آیت میں بھی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا "اے ایمان والو" کا ذکر کیا ہے اس سے مراد مومنوں کے سردار اور امیر حضرت علی علیہ السلام ہیں"۔

ارشاد پروردگار ہے:

اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (سورۂ توبہ: آیت ۱۱۹)

"اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ"۔

(بحذفِ اسناد) ابن عباسؓ سے منقول ہے: اس آیت میں سچوں سے مراد خاص طور پر حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

ارشاد پروردگار ہے:

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ (سورۂ بقرہ: آیت ۴۳)

"اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو"۔

(بحذفِ اسناد) ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ آیت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں خاص طور پر نازل ہوئی ہے کیونکہ نبی اکرمؐ کے ساتھ سب سے پہلے حضرت علی علیہ السلام نے نماز پڑھی اور رکوع کیا۔

(بحذفِ اسناد) مجاہد نے اپنے باپ سے روایت نقل کی ہے: حضرت علی علیہ السلام کے پاس چار درہم تھے۔ آپؑ نے ان میں ایک درہم رات کے وقت، دوسرا درہم دن کے وقت، تیسرا درہم مخفی طور پر اور چوتھا درہم اعلانیہ طور پر راہِ خدا میں خرچ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی:

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۞

"جو لوگ اپنے اموال کو رات اور دن میں، مخفی طور پر اور کھلم کھلا خرچ کرتے ہیں ان کے لیے ان کے رب کے پاس اجر و ثواب ہے اور ان پر کوئی خوف اور غم کی کیفیت نہیں ہوگی"۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۲۷۴)

بعض مدح کرنے والوں نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی شان میں یہ اشعار کہے ہیں:

او فی الصلاۃ مع الزکاۃ اقامها — واللہ یرحم عندہ ابصارا
من ذا بخاتمه تصدق راکعا — واسرہ فی نفسه اسرارا
من کان بات علی فراش محمد — ومحمد یسری یؤم الغارا
من کان جبریل یقوم یمینه — فیها ومیکال بقوم یسارا
من کان فی القرآن سمی مومناً — فی تسع آیات جعلن کبارا

''حضرت علی علیہ السلام نے نماز کو قائم کیا اور زکوٰۃ کو ادا کیا۔ خدا کی قسم! وہ (بندوں پر) رحم کرتے ہیں اور ان کے پاس وافر غلہ ہے۔ کس نے رکوع کی حالت میں انگوٹھی صدقہ دی اور پھر اسے اپنے دل میں ہی راز رکھا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر (ہجرت کی شب) کون سویا تھا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار (ثور) کی طرف روانہ ہو گئے۔

ہجرت کی شب کس کے دائیں طرف جبرئیلؑ اور بائیں طرف میکائیلؑ (حفاظت کے لیے) کھڑے رہے۔

قرآنِ مجید میں کس کو صاحبِ ایمان کا نام دیا گیا ہے اور وہ نو آیتیں آپؑ کی بڑائی بیان کر رہی ہیں''۔

✱...... ✱...... ✱

باب نمبر ۱۸

امیرالمومنین حضرت علیؑ اُذُنٌ وَّاعِیَةٌ (سمجھ دار کان) ہیں

۞ (بحذفِ اسناد) حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے قریب بلاکر فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں آپؑ کو اپنے قریب کروں اور دُور نہ کروں اور یہ کہ آپؑ میری باتیں سنیں اور اس پر غور کریں۔ خدا کے لیے یہ شایانِ شان ہے کہ وہ آپؑ کو سنائے اور یاد رکھائے۔

پھر یہ آیت نازل ہوئی:

وَّتَعِیَهَاۤ اُذُنٌ وَّاعِیَةٌ (سورۂ حاقہ: آیت ۱۲)

"اور اسے یاد رکھنے والے کان محفوظ کرلیں"۔

۞ (بحذفِ اسناد) ابن عباسؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب یہ آیت (وَّتَعِیَهَاۤ اُذُنٌ وَّاعِیَةٌ) نازل ہوئی تو مَیں نے خدا سے یہ درخواست کی کہ وہ یہ سمجھ دار کان علیؑ کے کان بنادے۔ جنابِ امیر علیہ السلام نے فرمایا: مَیں نے جو چیز بھی اللہ کے رسولؐ سے سنی اسے حفظ کرلیا اور اسے غور سے سمجھا اور میں اسے کبھی نہیں بھولا۔

* ...... ✻ ...... *

باب نمبر ۱۹

حضرت علی علیہ السلام کے مختلف فضائل

(بحذفِ اسناد) سلیمان بن مہران الاعمش سے مروی ہے کہ ایک رات میں اپنے بستر پر سو رہا تھا کہ اچانک میرے گھر کے دروازے پر گھنٹی بجی تو مَیں نے بیدار ہو کر پوچھا: دروازے پر کون ہے؟

اس نے جواب دیا: میں امیر المومنین ابو جعفر منصور کا قاصد ہوں۔ اس وقت وہ خلیفہ تھا۔

سلیمان کہتا ہے: میں مرعوب ہو کر خوف زدہ کیفیت میں نیند سے بیدار ہوا اور اس قاصد سے پوچھا کہ تمھارے آنے کا کیا ماجرا ہے، کیا تم جانتے ہو کہ رات کے اس وقت امیر المومنین نے تمھیں میرے پاس کیوں بھیجا ہے؟

اس نے جواب دیا: میں نہیں جانتا۔

میں کھڑا ہو کر سوچنے لگا کہ آخر اس وقت اسے کیا کام ہو سکتا ہے۔ میں دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ مجھے اس وقت کیوں بلایا گیا ہے، جب کہ ہر آنکھ سو رہی ہے اور ہر طرف آسمان پر ستارے جگمگا رہے ہیں۔ کافی دیر تک سوچنے کے بعد مَیں نے اپنے آپ سے کہا کہ اس کا مجھے اس وقت طلب کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ مجھ سے حضرت علی ابن ابی طالب علیہم السلام کے فضائل کے بارے میں پوچھے گا اور اگر مَیں نے اسے سب کچھ حق اور سچ بتا دیا تو وہ میرے قتل اور مجھے سولی پر لٹکانے کا حکم دے گا۔ اس

لیے میں اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا۔

مَیں نے اپنی وصیت لکھی اور اپنا کفن پہنا اور حنوط کرنے کے بعد اپنے خاندان والوں کو وصیت کر کے ابوجعفر منصور کی طرف چل پڑا اور مجھ کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ جب میں دربار میں داخل ہوا تو اسے ڈرتے ہوئے سلام کیا۔ اس نے مجھے اشارہ سے بیٹھنے کو کہا تو میں مرعوب ہو کر بیٹھ گیا، جب کہ اس وقت اس کے پاس اس کا وزیر عمرو بن عبیدہ اور اس کا کاتب موجود تھے۔ اس لیے مَیں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ وہ لوگ بھی موجود ہیں۔ پھر میری عقل اور میرا ذہن واپس لوٹ آئے اور مَیں نے کھڑے ہو کر دوبارہ سلام کیا اور کہا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ

"اے مومنوں کے امیر! آپ پر سلام اور خدا کی رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہو"۔

میں سلام کرنے کے بعد بیٹھ گیا۔ اسے پتا چل گیا کہ میں اس سے دہشت زدہ اور مرعوب ہو گیا ہوں لیکن اس نے مجھے کچھ نہیں کہا۔ اس نے جو بات سب سے پہلے کہی وہ یہ تھی: اے سلیمان!

مَیں نے جواب دیا: جی امیر المومنین! میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔

اس نے کہا: اے مہران کے بیٹے! میرے قریب آؤ۔ تو میں اس کے قریب ہوا۔

اس نے مجھ سے حنوط کی خوشبو کو سونگھ کر پوچھا: اے اعمش! تم مجھے اپنے بارے میں صحیح بتانا ورنہ میں تم کو زندہ سولی پر لٹکا دوں گا۔

مَیں نے جواب دیا: اے امیر المومنین! آپ مجھ سے جو پوچھنا چاہتے ہیں، پوچھیے۔ مَیں آپ کو سب کچھ سچ سچ بتاؤں گا اور آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ کیونکہ قسم بخدا اگر مجھے جھوٹ نجات دلا سکتا ہے تو سچ بدرجہ اولیٰ نجات دلا سکتا ہے۔

اس نے مجھ سے پوچھا: ہلاکت ہو تم پر اے سلیمان! میں تم سے حنوط کی خوشبو سونگھ رہا ہوں، مجھے یہ بتا کہ تیرے دل میں کیا بات آئی تھی تُو نے یہ سب کچھ کیوں کیا ہے؟

مَیں نے جواب دیا: اے امیرالمومنین! میں آپ کو سب کچھ سچ سچ بتاتا ہوں۔ آدھی رات کو آپ کا قاصد میرے پاس آیا اور انھوں نے کہا: امیرالمومنین کے پاس آؤ تو میں ڈر اور خوف کے مارے یہ سوچنے لگا اور دل ہی دل میں کہنے لگا کہ آخر رات کے اس وقت مجھے امیرالمومنین نے کیوں بلوایا ہے، جب کہ ہر آنکھ سو رہی ہے اور ستارے جگمگا رہے ہیں۔ ضرور انھوں نے مجھے حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کے فضائل کے بارے میں پوچھنے کے لیے بلایا ہے۔ اگر مَیں نے انھیں سب کچھ سچ بتا دیا تو وہ مجھے زندہ سولی پر لٹکا دیں گے۔ لہٰذا مَیں نے دو رکعت نماز پڑھی اور اپنی وصیت لکھی جب کہ آپ کا قاصد مجھے بے قرار کر رہا تھا، لہٰذا مَیں نے کفن پہنا اور خود کو حنوط کیا۔ اے امیرالمومنین! میں اپنے گھر والوں کو الوداع کہہ کر اپنی زندگی سے مایوس ہو کر آپ کی اطاعت و فرماں برداری کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور مجھے یہ اُمید بھی ہے کہ آپ مجھ سے اپنے وسیع عفو و درگزر کی بنا پر درگزر کریں گے۔

جب اس نے میری گفتگو سنی تو اسے پتا چل گیا کہ میں سچ بول رہا ہوں۔ وہ تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے بیٹھا تھا۔ جب اس نے میری گفتگو سنی تو سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور کہا: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

جب مَیں نے اس کی زبان سے یہ جملہ سنا تو میرے دل کو اطمینان ہوا اور میرے رُعب و خوف کی کیفیت ختم ہوئی۔ اس نے پھر دوسری دفعہ کہا: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

پھر اس نے مجھ سے پوچھا: میرا کیا نام ہے؟

مَیں نے جواب دیا: عبداللہ منصور محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس۔

اس نے کہا: تُو نے درست بتایا، تجھے خدا اور رسولؐ خدا کے ساتھ میری رشتہ داری کا واسطہ مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے تمام فقہاء سے حضرت علی علیہ السلام کی شان اور فضیلت میں کتنی روایات کو نقل کیا ہے؟

مَیں نے جواب دیا: تھوڑی سی احادیث! دس ہزار یا اس سے کچھ زیادہ احادیث ہوں گی۔

اس نے کہا: اے سلیمان! میں تم کو علیؑ کی فضیلت میں دو حدیثیں سناتا ہوں، ان میں سے ہر حدیث کامل ہے اور مَیں نے تمام فقہاء سے روایت کی ہے اگر تم بھی قسم کھاؤ کہ یہ کسی شیعہ سے بیان نہیں کرو گے تو میں تم کو یہ دونوں حدیثیں سناتا ہوں۔

مَیں نے کہا: میں قسم نہیں کھاتا ہوں لیکن میں یہ دونوں احادیث کسی شیعہ کے سامنے نقل نہیں کروں گا۔

اس نے کہا: تم فرار اختیار کر رہے ہو۔

اے سلیمان! میں تم کو خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، کیا تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گے کہ تم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی، ان کے داماد اور ان کی پیاری بیٹی کے شوہر حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کی شان میں کتنی احادیث کو نقل کیا ہے؟

مَیں نے جواب دیا: اے امیر المومنین! تھوڑی سی احادیث۔ اس نے پھر پوچھا: کتنی احادیث؟

مَیں نے کہا: اے امیر المومنین! تھوڑی سی احادیث۔

اس نے کہا: اے سلیمان! تم پر افسوس ہے، مجھے یہ بتاؤ کہ یہ کتنی احادیث ہیں؟

مَیں نے جواب دیا: دس ہزار احادیث یا ایک ہزار احادیث۔

جب مَیں نے ایک ہزار احادیث کہا تو اس نے کہا: اے سلیمان! تم پر افسوس ہے، ایک ہزار نہیں بلکہ دس ہزار احادیث جیسا کہ تم نے پہلے کہا ہے۔ یا اس سے بھی زیادہ۔

اس کے بعد ابوجعفر منصور جو کہ پہلے بیٹھا ہوا تھا، اب خوشی اور مسرت سے اپنے گھٹنوں پر جھک گیا۔ پھر اس نے کہا: اے سلیمان! خدا کی قسم! آج میں تم کو حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت میں دو حدیثیں سناتا ہوں اگر تم نے یہ دونوں حدیثیں پہلے سنی ہوں تو مجھے بتانا اور اگر نہ سنی ہوں تو انھیں سنو اور غور کرو۔

مَیں نے کہا: جی ہاں امیرالمومنین! آپ مجھے یہ حدیثیں سنائیں۔

اس نے کہا: ہاں! تو مَیں تم کو سناتا ہوں۔

ابوجعفر منصور کہتا ہے: مَیں کئی دن اور رات بنومروان سے فرار اختیار کر کے شہر بہ شہر پھرتا رہا اور مجھے کسی شہر یا گھر میں سکون سے رہنے کا موقع نہ ملا۔ مَیں اس طرح مختلف ممالک میں پھرتا رہا اور مَیں جس شہر میں بھی جاتا، اس کے رہنے والوں سے گھل مل جاتا، جس کی وجہ سے وہ مجھ سے محبت کرتے تھے۔ مَیں بھی اِن کے بارے میں اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار کرتا۔ میں تمام لوگوں کا حضرت علی علیہ السلام کے فضائل کے ذریعے تقرب حاصل کرتا، وہ لوگ مجھے کھانا کھلاتے، پہننے کو لباس دیتے اور جب مَیں اس شہر سے جانے لگتا تو وہ مجھے راستے کا خرچ بھی دیتے۔

مَیں اسی طرح شہر بہ شہر پھرتا رہا، یہاں تک کہ شام کے علاقے میں پہنچا۔ میرے اُوپر ایک بوسیدہ چادر تھی جبکہ اہلِ شام ہر صبح کا آغاز اپنی مساجد میں حضرت علی علیہ السلام پر لعن طعن سے کیا کرتے تھے کیونکہ وہ سب خوارج اور امیر شام کے چاہنے والے تھے۔ میں ایک مسجد میں داخل ہوا جبکہ میرے دل میں ان لوگوں کے بارے میں شکوک و شبہات تھے۔ جب نماز کھڑی ہوئی تو مَیں نے بھی ظہر کی نماز ادا کی۔ جب امامِ جماعت نے سلام کہہ لیا تو وہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے جبکہ تمام نمازی بھی موجود تھے۔ مَیں نے کسی کو ان کے امامِ جماعت کے ساتھ اس کی عزت وتوقیر کی بنا پر کلام کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

اتنے میں مسجد میں دو چھوٹے بچے داخل ہوئے جنھیں دیکھ کر امام مسجد پکار اُٹھے: مرحبا تشریف لایئے۔ آفرین ہے ان ہستیوں پر جن کی وجہ سے مَیں نے تمھارے نام ان دو شہزادوں کے ناموں پر رکھے ہیں۔ خدا کی قسم! مَیں نے تم دونوں کے نام محمدؐ و آلِ محمدؐ کی محبت کی وجہ سے ان دونوں شہزادوں کے ناموں پر رکھے ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام حسنؑ اور دوسرے کا نام حسینؑ تھا۔

یہ دیکھ کر مَیں نے اپنے دل میں کہا کہ آج میری حاجت اور ضرورت پوری ہوگی، خدا کے سوا کوئی قوت و طاقت نہیں ہے۔ میرے دائیں طرف ایک جوان بیٹھا تھا۔ مَیں نے اس سے پوچھا: یہ بزرگ کون ہیں؟ اور یہ دو چھوٹے بچے کون ہیں؟

اس نے جواب دیا: یہ بزرگ ان بچوں کے دادا ہیں، اس شہر میں ان بزرگ کے سوا کوئی علیؑ کا چاہنے والا نہیں ہے۔ اس لیے انھوں نے ان دونوں بچوں کے نام حسنؑ اور حسینؑ رکھے ہیں۔

یہ سُن کر مَیں خوشی سے اُٹھا اور کہا: آج کے دن میں تیز تلوار کے مانند ہوں اور مجھے کسی کا خوف نہیں۔

پھر میں ان بزرگ کے قریب ہوا اور ان سے کہا: کیا آپ کی اجازت ہے کہ میں آپ کو ایک ایسی حدیث سناؤں جس سے آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچے؟

انھوں نے جواب دیا: اگر تم میری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاؤ گے تو میں تمھاری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاؤں گا۔

مَیں نے کہا: مجھے میرے باپ نے بتایا، میرے باپ کو میرے دادا اور میرے دادا کو ان کے باپ نے اور انھوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا تھا کہ اتنے میں بزرگ نے کہا: تمھارے باپ اور دادا کون ہیں؟

مَیں نے جواب دیا: محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس۔

پھر مَیں نے کہا: انھوں نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک دن ہم اللہ کے رسولؐ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام تشریف لائیں اور عرض کیا: اے بابا جان! حسنؑ اور حسینؑ صبح سے گھر سے نکلے ہوئے ہیں اور مَیں نے ان دونوں کو تلاش کیا ہے لیکن مَیں یہ نہیں جانتی کہ وہ کہاں چلے گئے ہیں جبکہ حضرت علی علیہ السلام پانچ دن سے باغ کی سینچائی میں مشغول ہیں۔ مَیں نے ان دونوں کو آپ کے تمام گھروں میں بھی دیکھا ہے لیکن وہ مجھے کہیں نہیں ملے۔ اس وقت حضرت ابوبکر وہاں پر موجود تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! اُٹھو اور جا کر میری آنکھوں کی ٹھنڈک کو تلاش کرو۔ پھر فرمایا: اے عمر! تم بھی جاؤ۔ اے سلمان، ابوذر وغیرہ تم بھی جاؤ اور ان دونوں شہزادوں کو تلاش کرو۔

راوی کا بیان ہے: ہم نے شمار کیا تو معلوم ہوا کہ اللہ کے رسولؐ نے ستر مردوں کو شہزادوں کی تلاش میں روانہ کیا۔ لیکن وہ سب خالی ہاتھ واپس لوٹ آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت غم زدہ ہوئے اور مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر یہ دعا مانگ رہے تھے:

بحق ابراهيم خليلك وبحق آدم صفيك ان كان قرتا عيني وثمرتا فؤادي اخذ ابراً أو بحراً فاحفظهما وسلمهما

"اے پروردگار! تجھے اپنے خلیل حضرت ابراہیمؑ کا واسطہ! تجھے اپنے برگزیدہ پیغمبر حضرت آدمؑ کا واسطہ، میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور میوۂ دل خشکی یا سمندر کے جس حصے میں بھی ہیں ان کی حفاظت فرما اور انھیں ہر آفت سے بچا کر گھر والوں کے سپرد فرما"۔

اتنے میں حضرت جبرئیلؑ زمین پر نازل ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! خدا آپؐ کو سلام کہتا ہے اور یہ پیغام دیا ہے کہ آپؐ اپنے دونوں بچوں کے بارے میں پریشان اور غم زدہ نہ ہوں۔ یہ دونوں دنیا میں عظیم مقام و مرتبے پر فائز ہیں

اور آخرت میں بھی بلند مقام پر فائز ہوں گے۔ یہ دونوں جنتی ہیں اور ان کی حفاظت کے لیے مَیں نے ایک فرشتہ معین کر رکھا ہے جو نیند اور بیداری میں ان کی حفاظت کرتا ہے۔

یہ سُن کر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہائی مسرور کیفیت میں چل پڑے جبکہ فرشتہ جبرئیلؑ آپؐ کے دائیں طرف اور مسلمان اردگرد تھے۔ یہاں تک کہ بنی نجار کے باڑے پہنچے۔ اس فرشتے کو سلام کیا جو ان شہزادوں کی حفاظت پر مامور تھا۔ پھر نبی اکرمؐ دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈالے سو رہے تھے اور اس فرشتے نے اپنے دو پَروں میں سے ایک پَر ان کے نیچے بچھایا ہوا تھا اور دوسرا پَر ان کے اُوپر کیے ہوئے تھا اور ان کے اُوپر اُون یا بالوں کا جبہ تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں شہزادوں کو بوسہ دیتے رہے یہاں تک کہ وہ بیدار ہو گئے تو حضرت امام حسن علیہ السلام کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو حضرت جبرئیلؑ نے اُٹھایا اور پھر وہ بنی نجار کے باڑے سے باہر نکل آئے۔

ابن عباس کہتے ہیں: ہم نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں طرف حضرت امام حسن علیہ السلام اور ان کے بائیں طرف حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں اور آپؐ ان دونوں کا بوسہ لیتے ہوئے فرما رہے ہیں:

من احبکما فقد احب رسول اللہ ومن ابغضکما فقد ابغض رسول اللہ

"جس نے بھی تم دونوں سے محبت کی، اس نے اللہ کے رسولؐ سے محبت کی اور جس نے تم دونوں سے بُغض رکھا، اُس نے اللہ کے رسولؐ سے بُغض رکھا"۔

حضرت ابوبکر نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! ان دونوں شہزادوں میں سے

ایک شہزادہ مجھے دے دیں اسے میں اُٹھا لیتا ہوں؟

رسولِ خدا نے فرمایا: بہترین افراد کو مَیں نے اُٹھا رکھا ہے اور ان دونوں کو اُٹھانے والا بھی بہترین فرد ہے۔

جب آپؐ باب الحظیرہ کے قریب پہنچے تو آپؐ کی ملاقات حضرت عمر سے ہوئی اور انھوں نے بھی حضرت ابوبکر والی بات کہی تو رسولِ خدا نے انھیں بھی وہی جواب دیا جو حضرت ابوبکر کو دیا تھا۔

راوی کہتا ہے: ہم نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ رسولِ خدا کے کپڑوں سے لپٹے ہوئے تھے اور رسولِ خدا کا دست مبارک ان کے سر پر تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو شرف اور فضیلت ان دونوں کو عطا کی ہے، وہ کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔

پھر فرمایا: اے بلالؓ! لوگوں کو میرے پاس بلاؤ تو انھوں نے لوگوں کو پکارا تو وہ سب جمع ہو گئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے میرے صحابیو! اپنے نبی محمدؐ کی طرف سے لوگوں تک یہ بات پہنچا دینا اور یہ بتانا کہ ہم نے اللہ کے رسولؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: کیا مَیں تم لوگوں کو ایسے افراد کے بارے میں بتاؤں جن کے نانا اور نانی سب سے بہتر ہیں؟

سب نے عرض کیا: جی ہاں! بتایئے اے اللہ کے رسولؐ۔

نبیؐ نے فرمایا: تمھیں حسنؑ اور حسینؑ سے متمسک رہنا چاہیے کیونکہ ان کے نانا محمدؐ اور ان کی نانی خدیجہؑ ہیں جو جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ انھوں نے سب سے پہلے اللہ کے نبیؐ پر نازل ہونے والے احکامات کی تصدیق کی اور سب سے پہلے خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائیں۔

• پھر آپؑ نے فرمایا: کیا میں تم کو ایسے افراد کی طرف رہنمائی کروں جن کے والد اور والدہ سب سے بہتر ہیں؟

سب نے عرض کیا: جی ہاں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمھیں حسنؑ اور حسینؑ کا دامن تھامے رہنا چاہیے کیونکہ ان کے والد حضرت علی علیہ السلام ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ اور اس کا رسولؐ ان سے محبت کرتے ہیں۔ ان کی والدہ حضرت فاطمہ (علیہا السلام) ہیں جو کہ (حضرت) محمدؐ کی بیٹی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں زمین و آسمان میں شرف اور بزرگی عطا کی ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: کیا مَیں تمھیں ایسے افراد کے بارے میں بتاؤں جن کے چچا اور پھوپھی بہترین چچا اور پھوپھی ہیں؟

تمام صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں! اللہ کے رسولؐ!

آپؑ نے فرمایا: پھر تمھیں حسنؑ و حسینؑ سے متمسک رہنا چاہیے کیونکہ ان کے چچا جعفر طیار ہیں جو جنت میں دو پَروں سے فرشتوں کے ساتھ محوِ پرواز رہتے ہیں اور ان کی پھوپھی اُمِ ہانی بنت ابی طالبؑ ہیں۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا مَیں تمھیں ایسے افراد کے بارے میں بتاؤں جن کے خالہ اور ماموں بہترین خالہ اور ماموں ہیں؟

تمام صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں! اللہ کے رسولؐ۔

آپؑ نے فرمایا: تمھیں حسنؑ و حسینؑ سے متمسک رہنا چاہیے کیونکہ ان کے ماموں (حضرت) محمدؐ کے بیٹے حضرت ابراہیمؑ ہیں اور ان کی خالہ زینب بنت محمدؐ ہیں۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! میں تم کو یہ بتا رہا ہوں کہ ان دونوں کا نانا جنتی ہے، ان دونوں کی نانی جنتی ہے، ان کے بابا جنتی ہیں اور ان کی والدہ جنتی

ہیں۔ ان کے چچا اور پھوپھی جنتی ہیں، ان کی خالہ اور ماموں جنتی ہیں اور یہ دونوں شہزادے جنتی ہیں۔ جس نے حضرت علی علیہ السلام کے ان دونوں بیٹوں سے محبت رکھی وہ جنتی ہے اور جس نے ان دونوں سے بُغض رکھا وہ دوزخی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ان دونوں پر انعام واکرام ہے کہ ان دونوں کے توریت میں نام شبّر اور شبیر ہیں۔ اے پروردگار! تُو جانتا ہے کہ حسنؑ اور حسینؑ جنّتی ہیں، ان کے نانا اور نانی جنّتی ہیں، ان کے بابا اور والدہ جنّتی ہیں، ان کے چچا اور پھوپھی جنّتی ہیں، ان کی خالہ اور ماموں جنّتی ہیں اور جو ان سے بُغض وعداوت رکھے وہ جہنّمی ہے۔

جب اس بزرگ امام مسجد نے مجھ سے یہ حدیث سنی تو میری گفتگو کو سمجھ گیا اور مجھ سے کہا: میں تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، مجھے یہ بتا کہ تُو کون ہے؟

مَیں نے جواب دیا: میں کوفہ کا رہنے والا ہوں۔

اس نے پوچھا: تم عربی ہو یا غلام ہو؟

مَیں نے جواب دیا: میں عربی سردار ہوں۔

اس نے کہا: تم یہ گفتگو کر رہے ہو جبکہ تم نے یہ بوسیدہ چادر اُوڑھ رکھی ہے۔

مَیں نے کہا: میرا ایک قصہ ہے جو میں کسی کے سامنے بیان کرنا پسند نہیں کرتا۔

اس نے کہا: تم میرے سامنے اپنا ماجرا بیان کرو یہ میرے پاس امانت ہوگی۔

مَیں نے بتایا: مَیں بنومروان کی وجہ سے اس حالت میں بھاگا ہوا ہوں۔ مَیں نے اپنی یہ حالت جو تم دیکھ رہے ہو اس لیے بنا رکھی ہے تا کہ کوئی مجھے پہچان نہ سکے۔ اگر مَیں نے اپنی حالت بدل دی تو پہچانا جاؤں گا۔ اگر میں چاہوں تو اپنا تعارف کروا سکتا ہوں لیکن مجھے اپنے قتل کا ڈر ہے۔

اس نے مجھ سے کہا: تمھیں کسی بات کا ڈر نہیں ہونا چاہیے، تم میرے پاس قیام کرو۔

پھر اس نے مجھے دو لباس دیئے اور ایک خچر دیا جس کی اس شہر میں اس وقت قیمت ایک سو دینار سونے کے سکے کے برابر تھی۔

اس بزرگ نے کہا: اے جوان! تُو نے میری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی۔ اللہ تعالیٰ تمھاری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائے۔ خدا کی قسم! مَیں تمھیں ایک ایسے شخص کے بارے میں بتاتا ہوں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ تمھاری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائے گا۔

مَیں نے کہا: آپ میری اس شخص کی طرف رہنمائی کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔

انھوں نے میری اس کے گھر کے دروازے کی طرف رہنمائی کی تو میں اس گھر کی طرف گیا جو انھوں نے مجھے بتایا تھا۔ میں خچر پر سوار تھا اور مَیں نے دو چادریں اُوڑھ رکھی تھیں۔ مَیں نے دروازہ کھٹکھٹایا اور خادم کو آواز دی۔ اس نے مجھے اندر جانے کی اجازت دے دی۔ میں اندر داخل ہوا۔ مَیں نے دیکھا تو وہاں ایک جوان تخت پر بیٹھا تھا، جس کا چہرہ چمک دار اور خوب صورت جسم تھا۔ مَیں نے اسے اچھے انداز میں سلام کیا، اس نے جواب اس سے بھی بہترین انداز میں دیا۔ پھر اس نے عزت و تکریم سے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے ساتھ بٹھایا۔

جب اس نے میری طرف دیکھا تو کہا: اے جوان! خدا کی قسم! تم نے جو لباس زیب تن کر رکھا ہے اور جس خچر پر سوار ہو، مَیں انھیں اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ قسم بخدا! ابومحمد جس کا نام حسن ہے، وہ تمھیں ہرگز یہ دو خلعتیں نہ دیتا جو تم نے پہن رکھی ہیں اور نہ ہی تمھیں یہ خچر دیتا اگر تم اللہ، اس کے رسولؐ اور رسولؐ کی ذُرّیت اور تمام عترت کے حُب دار نہ ہوتے۔ پس! خدا تم پر رحم کرے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ تم مجھے حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کے فضائل میں سے کوئی فضیلت سناؤ۔

مَیں نے جواب دیا: جی ضرور! میں محبت اور کرامت سے سناؤں گا۔

پھر مَیں نے کہا: مجھے میرے والد نے بتایا، انھوں نے اپنے باپ اور انھوں نے اپنے باپ سے روایت نقل کی ہے: ایک دن ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام اس حالت میں تشریف لائیں کہ انھوں نے حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو اپنے کندھوں پر بٹھا رکھا تھا اور سخت آہ و بکا کر رہی تھیں۔ رسولؐ خدا نے ان سے پوچھا: اے فاطمہؑ! تمھیں کس چیز نے رُلایا ہے؟ اللہ تعالیٰ تمھیں کبھی نہ رُلائے۔

انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! میں کیوں نہ رووں جبکہ قریش کی عورتیں مجھے طعنے دیتیں اور یہ کہتی ہیں کہ تمھارے باپ نے تمھاری شادی ایک تنگدست سے کی ہے، جس کے پاس کوئی مال نہیں ہے۔

یہ سُن کر رسولؐ خدا نے فرمایا: اے فاطمہؑ! مت رو۔ خدا کی قسم! مَیں نے تمھاری شادی اس شخص سے نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سات آسمانوں کے اُوپر تمھاری شادی اس شخص سے کی تھی، اس شادی پر حضرت جبرئیلؑ، میکائیلؑ اور اسرافیلؑ گواہ ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کی تمام مخلوق پر نظر کی تو ان میں سے تمھارے باپ کو چُنا اور انھیں نبیؐ بنا کر مبعوث کیا۔ پھر دوسری مرتبہ روئے زمین کی تمام مخلوق پر نظر کی تو تمام مخلوق سے حضرت علی (علیہ السلام) کو چُنا اور اللہ تعالیٰ نے تمھاری شادی ان سے کی اور مَیں نے انھیں اپنا وصی قرار دیا۔ پس علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں۔ یہ تمام لوگوں سے زیادہ شجاع، عالم، بُردبار اور اسلام میں سبقت رکھتے ہیں۔ یہ تمام لوگوں سے زیادہ سخی اور خوش اخلاق ہیں۔

اے فاطمہؑ! قیامت کے دن لوائے حمد اور جنت کی چابیاں میرے ہاتھ میں دی جائیں گی۔ پھر میں یہ علیؑ کے حوالے کر دوں گا۔ حضرت آدمؑ اور ان کی تمام اولاد اس پرچم کے تلے ہو گی۔

اے فاطمہؑ! میں قیامت کے دن علیؑ کو اپنے حوض پر کھڑا کروں گا۔ میری اُمت میں سے جسے اس کی معرفت ہوگی، وہ اس حوض سے سیراب ہوگا اور ان کے دونوں بیٹے حسنؑ و حسینؑ اوّلین و آخرین میں سے جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ ان دونوں کا نام توریت میں مذکور ہے۔ توریت میں ان دونوں کا نام شبّر اور شبیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کا نام حسنؑ اور حسینؑ میری بزرگی اور اللہ کے نزدیک ان کی کرامت کی بنا پر رکھا ہے۔

اے فاطمہؑ! آپؑ کے بابا کو دو جنتی لباس پہنائے جائیں گے اور حضرت علی (علیہ السلام) کو بھی دو جنتی لباس پہنائے جائیں گے۔ میرے ہاتھ میں لوائے حمد ہوگا اور میری اُمت میرے پرچم کے نیچے ہوگی۔ میں حضرت علی (علیہ السلام) کی اللہ کے نزدیک عزت و بزرگی کی بنا پر یہ پرچم ان کے حوالے کروں گا اور اس دن منادی ندا دے گا:

"اے محمدؐ! تمھارے دادا ابراہیمؑ بہترین دادا ہیں اور تمھارے بھائی علی ابن ابی طالبؑ بہترین بھائی ہیں"۔

جب عالمین کا پروردگار مجھے پکارے گا تو وہ میرے ساتھ حضرت علی (علیہ السلام) کو بھی پکارے گا جب مَیں شفاعت کروں گا تو حضرت علی (علیہ السلام) بھی میرے ساتھ شفاعت کریں گے۔ جب مَیں جواب دوں گا تو حضرت علی (علیہ السلام) بھی میرے ساتھ جواب دیں گے اور وہ مقامِ محمود پر میرے ساتھ جنت کی چابیاں لیے ہوئے ہوں گے۔ اے فاطمہؑ! بے شک! حضرت علی (علیہ السلام) اور ان کے شیعہ ہی قیامت کے دن کامیاب ہوں گے۔

راوی کہتا ہے: حضرت فاطمہ علیہا السلام تشریف فرما تھیں کہ رسولؐ خدا تشریف لائے اور ان کے پاس بیٹھ کر فرمایا: اے فاطمہؑ! تم نہ روؤ اور غم نہ کرو، ایک دن تم نے ضرور جدائی برداشت کرنی ہے تو آپؑ اور زیادہ گریہ کرنے لگیں۔

پھر سیّدہ نے پوچھا: اے بابا جان! میں آپؐ سے کہاں ملوں گی؟

آپؐ نے فرمایا: تم مجھ سے لواء الحمد کے نیچے ملاقات کرنا، جہاں پر میں اپنی اُمت کی شفاعت کر رہا ہوں گا۔

پھر انھوں نے پوچھا: اے بابا جانؐ! اگر میں آپؐ کو وہاں نہ پاؤں تو آپؐ کہاں ملیں گے؟

آپؐ نے فرمایا: تم مجھ سے پُلِ صراط پر ملاقات کرنا جہاں پر جبرئیلؑ میرے دائیں طرف ہوگا اور میکائیلؑ میرے بائیں طرف ہوگا اور اسرافیلؑ مجھ سے مربوط ہوگا۔ فرشتے میرے پیچھے ہوں گے اور میں ندا دے رہا ہوں گا: اے پروردگار! میری اُمت پر رحم فرما، میری اُمت پر رحم فرما اور ان پر حساب آسان فرما۔

پھر میں اپنی اُمت کے دائیں اور بائیں طرف نظر دوڑاؤں گا۔ اس دن ہر نبیؑ اپنی ذات کے بارے میں مشغول ہوگا اور یہ کہہ رہا ہوگا: اے پروردگار! میری ذات پر رحم فرما، میری ذات پر رحم فرما۔ قیامت کے دن میری اُمت میں سب سے پہلے علیؑ، حسنؑ اور حسینؑ مجھ سے ملیں گے۔

خدا فرماتا ہے: اے محمدؐ! اگر تمھاری اُمت میرے پاس پہاڑوں جتنے گناہوں کے ساتھ بھی آئے تو میں انھیں بخش دوں گا، اگر انھوں نے میرا کوئی شریک نہ ٹھہرایا ہو اور میرے دشمن سے دوستی نہ کی ہو۔

ابوجعفر منصور کہتا ہے: جب اس جوان نے مجھ سے یہ حدیث سنی تو اس نے مجھے دس ہزار درہم دینے کا حکم دیا اور مجھے تیس لباس عطا کیے۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا: تم کون ہو؟

مَیں نے جواب دیا: کوفہ کا رہنے والا ہوں۔

اس نے پوچھا: عربی ہو یا غلام ہو؟

مَیں نے کہا: عربی ہوں۔

اس نے کہا: جس طرح تم نے میری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی ہے اسی طرح مَیں نے بھی تمھاری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی ہے۔

اس جوان نے کہا: تم کل بنی فلاں کی مسجد میں میرے پاس آنا اور خبردار راستہ مت بھولنا۔

ابوجعفر کہتا ہے: اس کے بعد میں واپس ان بزرگ امام مسجد کے پاس آ گیا۔ وہ مسجد میں میرا انتظار کر رہے تھے۔ جب انھوں نے مجھے دیکھا تو میرا استقبال کیا اور پوچھا: ابوفلاں نے تمھارے ساتھ کیسا برتاؤ کیا؟

مَیں نے بتایا: انھوں نے ایسے ایسے کیا۔

اس بزرگ نے کہا: اللہ تعالیٰ اسے اس کا بہترین صلہ عطا کرے، ہمیں اور اسے جنت میں ایک جگہ پر رکھے۔

ابوجعفر کہتا ہے: اے سلیمان! میں خچر پر سوار ہوا اور اپنے راستے پر چل پڑا۔ ابھی مَیں زیادہ دُور نہیں گیا تھا کہ میرے لیے راستہ مشتبہ ہو گیا اور اتنے میں مجھے مسجد میں نماز کے قائم ہونے کی آواز سنائی دی تو مَیں نے کہا: میں ان لوگوں کے ساتھ ابھی نماز پڑھوں گا، اس لیے میں خچر سے نیچے اتر آیا اور مسجد میں داخل ہوا۔ مَیں نے وہاں پر ایک فرد کو دیکھا جس کی قدوقامت اس شخص کے قدوقامت کے برابر تھی جس نے مجھے بلایا تھا۔ اس لیے میں اس کے دائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ جب ہم رکوع و سجود میں گئے تو اس کا عمامہ اس کے پیچھے گر گیا، تو مَیں نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا تو اس کا چہرہ خنزیر کا چہرہ تھا اور اسی طرح اس کا سر، گردن اور دونوں ہاتھ تھے۔ مجھے کچھ پتا نہیں چل رہا تھا کہ میں کیا نماز پڑھوں اور میں اپنی نماز میں اس شخص کے بارے میں سوچتا رہا۔ جب امامِ جماعت نے سلام کہا تو اس مرد نے میرے چہرے کی طرف غور سے دیکھا اور اس نے کہا: کل تم میرے بھائی کے پاس آئے تھے اور اس نے تمھیں

اس طرح حکم دیا تھا؟

مَیں نے جواب دیا: جی ہاں۔

اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔ جب تمام مسجد والوں نے مجھے دیکھا تو وہ بھی ہمارے پیچھے چل پڑے۔ اس شخص نے اپنے غلام سے کہا: دروازہ بند کردو اور کسی کو بھی ہمارے پاس آنے کی اجازت نہ دو۔ پھر اس نے اپنے ہاتھ سے اپنی قمیص اُتاری تو اس کا جسم بھی خنزیر کا جسم تھا۔

مَیں نے پوچھا: اے میرے بھائی! یہ جو میں آپ کے بارے میں دیکھ رہا ہوں۔ یہ سب کیا ہے؟

اس نے جواب دیا: میں انھی لوگوں کا مؤذن تھا اور ہر روز جب میں صبح کرتا تو اذان اور اقامت کے درمیان ایک ہزار مرتبہ حضرت علی علیہ السلام پر لعنت کرتا تھا۔

وہ شخص کہتا ہے: ایک دن میں مسجد سے نکل کر اپنے گھر گیا۔ یہ جمعہ کا دن تھا اور اس دن مَیں نے چار ہزار مرتبہ حضرت علی علیہ السلام اور آپؑ کی اولاد پر لعنت کی۔ پھر میں اسی مکان پر آکر ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تو مجھے نیند آ گئی۔ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ جیسے میں جنت میں ہوں۔ جب میں آگے بڑھا تو میں رسولؐ خدا کے پاس گیا جو وہاں پر مسند نشین تھے۔ حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام آپؐ کے سامنے کھڑے تھے۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کے ہاتھ میں جگ اور حضرت حسینؑ کے ہاتھ میں گلاس تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے فرمایا: مجھے سیراب کرو۔ آپؑ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سیراب کیا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے بابا کو سیراب کرو۔ آپؑ نے انھیں بھی سیراب کیا۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے فرمایا: اس جماعت کو سیراب کرو۔ آپؑ نے انھیں بھی سیراب کیا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ شخص جو

ٹیک لگائے بیٹھا ہے اسے بھی سیراب کرو۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے مجھ سے چہرہ پھیر لیا اور فرمایا: اے نانا جانؐ! میں اسے کیسے سیراب کروں، یہ ہر روز ایک ہزار مرتبہ میرے باباؑ پر لعنت کرتا ہے اور اس نے آج چار ہزار مرتبہ میرے باباؑ پر لعنت کی ہے۔

یہ سُن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تمھیں کیا مسئلہ ہے؟ خدا تم پر لعنت کرے، تم علیؑ پر لعنت کرتے ہو اور میرے بھائی کو گالی گلوچ دیتے ہو۔ تمھیں کیا مسئلہ ہے؟ خدا تم پر لعنت کرے، تم میری اولاد حسنؑ و حسینؑ پر شب وستم کرتے ہو۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ پر تھوک پھینکا جس سے میرا چہرہ اور جسم بھر گیا۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو مَیں نے دیکھا کہ جن جگہوں پر آپؐ نے تھوک پھینکا تھا وہ مسخ ہو چکی ہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو اور اب مَیں پوری کائنات کے لیے ایک نشانی ہوں۔

پھر ابوجعفر کہتا ہے: اے سلیمان! کیا تم نے ان دو حدیثوں سے زیادہ حیرت انگیز حضرت علی علیہ السلام کے فضائل کبھی سنے ہیں۔ اے سلیمان! حضرت علی علیہ السلام کی محبت ایمان اور ان سے بُغض و عداوت رکھنا نفاق ہے۔ حضرت علی علیہ السلام سے صرف مومن ہی محبت کرتا ہے اور ان سے صرف کافر ہی بُغض رکھتا ہے۔

سلیمان کہتا ہے: مَیں نے کہا: اے امیرالمومنین (منصور)! کیا مجھے جان کی امان ہے؟

اس نے جواب دیا: ہاں! تجھے جان کی امان ہے۔

مَیں نے پوچھا: آپ ان لوگوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں جنھوں نے انھیں شہید کیا؟

اس نے جواب دیا: وہ لوگ اس وقت جہنم میں ہیں اور ان کے جہنمی ہونے میں مجھے کوئی شک نہیں۔

پھر مَیں نے پوچھا: آپ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں جس نے ان کی اولاد اور ان کی اولاد کی اولاد کو شہید کیا؟ اس نے اپنا سر شرمندگی سے جھکا لیا اور کہا: اے سلیمان! بادشاہت اور حکومت میں کوئی بھلائی نہیں۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: اے علیؑ! مَیں نے اللہ تعالیٰ سے آپؑ کے بارے میں پانچ چیزوں کا سوال کیا اور اس نے مجھے وہ عطا کیں:

۱ جب زمین میرے لیے شگافتہ ہو اور میرے سر سے مٹی دُور ہو تو آپؑ میرے ساتھ ہوں۔ خدا نے مجھے یہ چیز عطا کی۔

۲ مَیں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ جب مجھے حساب کتاب کے وقت میزان کے پاس کھڑا کیا جائے تو آپؑ میرے ساتھ ہوں۔ اس نے یہ بھی قبول فرمایا۔

۳ مَیں نے خدا سے سوال کیا کہ میرا سب سے بڑا پرچم جو خدا کا سب سے بڑا پرچم ہے اور اس کے سائے تلے فلاح پانے والے اور کامیاب لوگ جنت میں جائیں گے، اسے آپؑ اُٹھائیں تو خدا نے یہ بھی قبول فرمایا۔

۴ مَیں نے خدا سے یہ سوال کیا کہ میرے حوضِ کوثر سے میری اُمت کو آپ سیراب کریں تو اس نے یہ بھی قبول فرمایا۔

۵ مَیں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ آپؑ میری اُمت کو اپنی قیادت میں جنت کی طرف لے جائیں تو خدا نے یہ بھی قبول فرمایا۔ پس! میں خدا کا اس پر شکر ادا کرتا ہوں جو اس نے مجھ پر احسانات کیے ہیں۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ! آپؑ جنت اور جہنم کو تقسیم کرنے والے ہیں اور آپؑ جنت کے دروازے سے بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن عرش سے یہ ندا آئے گی،

اے محمدؐ! آپؐ کے باپ حضرت ابراہیمؑ خلیل بہترین باپ ہیں اور آپؐ کے بھائی علی ابن ابی طالب علیہما السلام بہترین بھائی ہیں۔

رسولِؐ خدا نے فرمایا: حسنؑ اور حسینؑ جوانانِ جنت کے سردار ہیں اور ان کے والدان دونوں سے بہتر ہیں۔

رسولِؐ خدا نے فرمایا: اے علیؑ! بے شک! اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو، آپؑ کے گھر والوں کو، آپؑ کے شیعوں کو اور آپؑ کے شیعوں کے چاہنے والوں کو بخش دیا ہے اور میں یہ بشارت دیتا ہوں کہ آپؑ شرک سے پاک اور علم سے لبریز ہیں۔

رسولِؐ خدا نے فرمایا: اے علیؑ! آپؑ کو تین خوبیاں عطا کی گئیں۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، مجھے کون سی خوبیاں عطا کی گئیں؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آپؑ کو میرے جیسا سُسر، فاطمہ زہراؑ جیسی زوجہ اور حسنؑ و حسینؑ جیسے بیٹے عطا کیے گئے۔

رسولِؐ خدا نے فرمایا: اے علیؑ! قیامت کے دن ہمارے سوا کوئی شخص سوار نہیں ہوگا اور وہ ہم چار اشخاص سوار ہوں گے۔ انصار کے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں آپؐ کے ساتھ اور کون اشخاص سوار ہوں گے؟

آپؐ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے چوپائے براق پر سوار ہوں گا۔ میرے بھائی حضرت صالحؑ اللہ تعالیٰ کی اُونٹنی عقرت پر سوار ہوں گے۔ میرے چچا حمزہؓ میری اُونٹنی عضباء پر سوار ہوں گے اور میرے بھائی علیؑ جنت کی ناقہ پر سوار ہوں گے۔ ان کے ہاتھ میں لوائے حمد ہوگا اور وہ ندا دے رہے ہوں گے: ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمدؐ اللہ کے رسول ہیں''۔

اس وقت تمام انسان کہیں گے: یہ کوئی مقرب فرشتہ یا نبیؑ و مرسلؑ یا عرش کو اُٹھانے

والا ہے۔ عرش سے ایک فرشتہ انھیں جواب دے گا: اے گروہانِ انسان! یہ کوئی مقرب فرشتہ یا نبی و مرسل اور عرش کو اُٹھانے والا نہیں ہے بلکہ یہ علی ابن ابی طالب علیہما السلام ہیں۔

رسولِ خدا نے فرمایا: اے علیؑ! آپؑ مسلمانوں کے سیّد و سردار، پرہیزگاروں کے امام، نورانی پیشانی والے لوگوں کے قائد و رہنما اور یعسوب الدّین ہیں۔

رسولِ خدا نے فرمایا: جب مجھے آسمان پر معراج کے لیے لے جایا گیا تو جبرئیلؑ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جنت کے قالین پر بٹھا دیا اور مجھے سفرجل (بہی) کھانے کو دی۔ میں اس کے رُخ کو پلٹ رہا تھا کہ یہ شگافتہ ہوا تو اس میں سے ایک حور نکلی۔ مَیں نے اس سے زیادہ حُسن و جمال والا کسی کو نہیں دیکھا۔

اس نے کہا: السلام علیک یا محمدؐ!

مَیں نے پوچھا: تم کون ہو؟

اس نے جواب دیا: مَیں راضیہ مرضیہ ہوں۔ خالق جبار نے مجھے تین چیزوں سے خلق فرمایا ہے۔ میرا نچلا حصہ مشک، درمیانی حصہ کافور اور اُوپر والا حصہ عنبر سے تخلیق کیا گیا۔ خالقِ جبار نے مجھے جنت کے پانی سے خمیر کیا۔ پھر مجھ سے فرمایا: ہوجا اور میں تخلیق ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپؐ کے بھائی اور چچازاد حضرت علی علیہ السلام کے لیے پیدا کیا ہے۔

۞ (بحذفِ اسناد) حبشی بن جنادہ بیان کرتا ہے: میں حضرت ابوبکر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ انھوں نے کہا جس کے ساتھ رسولؐ اللہ نے کوئی وعدہ کیا ہو تو وہ کھڑا ہوجائے؟

مَیں نے کہا: اے خلیفہ! اللہ کے رسولؐ نے مجھ سے تین مٹھی کھجوروں کا وعدہ کیا تھا۔

حضرت ابوبکر نے کہا: اسے حضرت علی علیہ السلام کے پاس لے جاؤ۔ جب مجھے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں لایا گیا تو اس لانے والے شخص نے عرض کیا: اے ابوالحسنؑ! یہ شخص کہتا ہے کہ اس سے رسولِ خدا نے تین مٹھی کھجوروں کا وعدہ کیا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام نے اسے تین مٹھی کھجوریں عطا کیں۔

جب آپؑ نے اسے تین مٹھی کھجوریں عطا کر دیں تو حضرت ابوبکر نے اس سے کہا: انھیں شمار کرو۔ جب انھوں نے ان کھجوروں کو شمار کیا تو ہر مٹھی میں ساٹھ ساٹھ کھجوریں عطا کی گئی تھیں اور کوئی ایک مٹھی بھی دوسری سے زائد نہ تھی۔

حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ فرمایا۔ ہجرت کی رات جب ہم غار سے نکل کر مدینہ جا رہے تھے تو اللہ کے رسولؐ نے مجھ سے فرمایا: اے ابوبکر! علیؑ کا اور میرا ہاتھ عدد میں (یا عدل میں) برابر ہے۔

۞ (بحذفِ اسناد) زید بن یثیع سے منقول ہے کہ مَیں نے حضرت ابوبکر سے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے: ''مَیں نے دیکھا اللہ کے رسولؐ نے ایک خیمہ نصب کیا۔ اس وقت آپؐ ایک عربی کمان پر سہارا لیے ہوئے تھے۔ جب کہ خیمے میں حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ، حضرت حسنؑ و حضرت حسینؑ تھے اور اللہ کے رسولؐ نے فرمایا:

''اے گروہانِ مسلمین! میری اس شخص سے صلح ہے جو ان خیمہ والوں سے صلح رکھے اور میری اس سے جنگ ہے جو ان سے جنگ کرے۔ مَیں اس کا دوست ہوں جو ان سے دوستی رکھے اور مَیں اس کا دشمن ہوں جو ان سے دشمنی رکھے۔ ان سے صرف وہ ہی محبت کرے گا جو خوش بخت ہوگا اور اس کی ولادت پاکیزہ طریقے سے ہوگی۔ ان سے صرف وہ ہی بُغض و عداوت رکھے گا جو بدبخت ہوگا اور اس کی ولادت میں خرابی ہوگی''۔

تو ایک شخص نے زید سے پوچھا: اے زید! کیا تُو نے خود یہ باتیں حضرت ابوبکر سے سنی تھیں؟ اس نے جواب دیا: ہاں ربِ کعبہ کی قسم! مَیں نے خود یہ باتیں ان کی زبان سے سنی تھیں۔

۞ (بحذفِ اسناد) ابن عباس سے مروی ہے کہ جب نبی اکرمؐ وفات پا گئے تو آپؐ کی وفات کے چھٹے دن بعد حضرت ابوبکر اور حضرت علی علیہ السلام ان کی قبر کی زیارت کے لیے آئے تو حضرت علی علیہ السلام نے حضرت ابوبکر سے فرمایا: آگے بڑھو۔

حضرت ابوبکر نے جواب دیا: اے علیؑ! میں اس شخص سے آگے نہیں بڑھ سکتا کہ مَیں نے جس کے بارے میں نبی اکرمؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہو کہ "علیؑ کی میرے نزدیک وہی قدر و منزلت ہے جو میری قدر و منزلت میرے پروردگار کے نزدیک ہے"۔

پھر حضرت ابوبکر حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر اندر داخل ہوئے۔

۞ (بحذفِ اسناد) انس ابن مالک سے منقول ہے: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپؐ کے اردگرد آپؐ کے اصحاب تھے کہ حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے اور انھوں نے سلام کیا۔ پھر مسجد میں نبی اکرمؐ کے قریب کھڑے ہو گئے۔ جب کہ نبی اکرمؐ صحابہ کے چہروں کو دیکھنے لگے کہ ان میں سے کون حضرت علی علیہ السلام کے لیے جگہ کشادہ کرتا ہے۔ حضرت ابوبکر رسولِؐ خدا کے دائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے اور انھوں نے ان کے لیے جگہ خالی کر دی اور کہا: اے ابوالحسنؑ! آپؑ یہاں تشریف رکھیں تو حضرت علی علیہ السلام حضرت ابوبکر اور نبیؐ کے درمیان بیٹھ گئے۔

انس کہتا ہے: مَیں نے رسولِؐ اسلام کے چہرے پر خوشی کے آثار محسوس کیے۔

آپؐ نے فرمایا: اے ابوبکر! اہلِ فضل کی فضیلت صاحبانِ فضل ہی جانتے ہیں۔

۞ (بحذفِ اسناد) عبداللہ بن ملیک سے روایت منقول ہے کہ مَیں نے حضرت علی علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسولِؐ خدا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر نبیؑ کو سات شریف اور عزت دار ساتھی عطا کیے ہیں اور مجھے چودہ ساتھی عطا کیے ہیں۔ ان میں سات قریش سے ہیں اور وہ علیؑ، حسنؑ، حسینؑ، حمزہؓ، جعفرؓ اور عباسؓ ہیں اور سات مہاجرین سے ہیں: وہ عبداللہ ابن مسعودؓ، سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ، حذیفہؓ، عمارؓ اور بلالؓ ہیں۔

۞ (بحذفِ اسناد) زید بن یثیع سے مروی ہے کہ مَیں نے رسولؐ خدا کے سامنے امراء کا تذکرہ کیا تو آپؐ نے فرمایا: تم لوگ حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کرنا۔ اگر تم لوگوں نے ایسا کیا تو انھیں ہادی اور مہدی پاؤ گے۔ وہ آپ لوگوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن رکھیں گے۔

۞ (بحذفِ اسناد) حضرت ابوذر غفاریؓ روایت بیان کرتے ہیں: جب حضرت عثمان کی بیعت کا پہلا دن تھا،

لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ؕ (سورۂ انفال: آیت ۴۲)

"تاکہ جو بات ہونی تھی وہ خدا پوری کر دکھائے تاکہ اس کے بعد جو شخص ہلاک ہو وہ حجت تمام ہونے کے بعد ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ حجت تمام ہونے کے بعد زندہ رہے"۔

تمام مہاجرین و انصار مسجد میں جمع ہو گئے۔ مَیں نے ابو محمد عبدالرحمٰن بن عوف کو دیکھا، اس نے اپنے سر پر پگڑی باندھ رکھی تھی اور لوگوں میں بہت زیادہ اختلاف پیدا ہو گیا اور تکرار بڑھتی گئی کہ اتنے میں ابوالحسن حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے۔ میرے ماں باپ ان پر قربان، جب لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کو دیکھا تو سب ایک طرف ہو گئے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: سب سے بہترین کلام جس سے ابتدا کرنے والے ابتدا کرتے ہیں، کلام کرنے والے کلام کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے جیسا کہ وہ ذاتِ حمد و توصیف کے لائق ہے اور نبی اکرمؐ اور آپؐ کی آل پر درود و سلام ہو۔ تمام تعریفیں اس یکتا خدا کے لیے ہیں جسے تنہا بقا و دوام ہے۔ اس کے پاس ایسی بادشاہت ہے جس پر فخر و مباہات اور توصیف کی جاتی ہے۔

پھر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے گروہانِ مسلمین! میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم سب یہ جانتے ہو کہ جبرئیلؑ نبی اکرمؐ کے پاس آئے اور کہا: لا سیف الا ذو الفقار ولا فتٰی الا علی؟

ان سب نے جواب دیا: جی ہاں! ہم جانتے ہیں۔

پھر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ جبرائیلؑ نبی اکرمؐ پر نازل ہوئے اور کہا: اے محمدؐ! اللہ تعالیٰ آپؐ کو یہ حکم دیتا ہے کہ آپؐ (حضرت) علیؑ سے محبت رکھیں اور جو (حضرت) علیؑ سے محبت رکھے آپؐ اس سے بھی محبت رکھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ (حضرت) علیؑ سے محبت رکھتا ہے اور جو ان سے محبت رکھے اللہ تعالیٰ اس سے بھی محبت رکھتا ہے۔

سب نے جواب دیا: جی ہاں! ہم جانتے ہیں۔

پھر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسولِ خدا نے فرمایا: جب مجھے ساتویں آسمان پر معراج کے لیے لے جایا گیا اور مجھے نوری فرش پر لے جایا گیا، پھر مجھے نُور کے حجابوں تک لے جایا گیا اور اللہ کے نبیؐ نے خدائے جبار سے یہ عہد کیا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جب آپؐ وہاں سے واپس پلٹ رہے تھے تو حجابات کے پیچھے سے منادی نے ندا دی: آپؐ کے والد حضرت ابراہیمؑ بہترین والد ہیں اور آپؐ کے بھائی حضرت علیؑ بہترین بھائی ہیں۔ آپؐ انھیں اپنا وصی بنائیں۔ اے مہاجرین و انصار! کیا تم جانتے ہو کہ ایسا ہی تھا؟

ان میں سے ابومحمد عبدالرحمٰن بن عوف نے جواب دیا: مَیں نے رسولِ خدا سے یہ سنا تھا۔

پھر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میرے سوا کوئی اور شخص حالتِ جُنب میں مسجد جاتا ہو؟

سب نے کہا: نہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ نبی اکرمؐ نے خدا کے حکم سے میرے گھر کے دروازے کے سوا باقی تمام گھروں کے دروازے جو مسجد میں کھلتے تھے بند کروا دیے؟

مہاجرین وانصار نے جواب دیا: جی ہاں، ایسا ہی ہوا تھا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ جب میں رسولِ خدا کے دائیں طرف جنگ میں مشغول تھا تو آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ تمھیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

سب نے جواب دیا: جی ہاں! ہم جانتے ہیں۔

پھر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: مَیں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ رسولِ خدا، حسنؑ اور حسینؑ کو ساتھ لیے ہوئے تھے اور رسولِ خدا نے فرمایا: اے حسنؑ! جلدی کرو تو فاطمہ (علیہا السلام) نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! حسینؑ زیادہ چھوٹے ہیں اور یہ زیادہ کمزور ہیں۔ آپؐ دونوں کو اپنے ساتھ رکھیں۔

رسولِ خدا نے فرمایا: اے فاطمہؑ! کیا آپؑ اس پر راضی نہیں ہیں کہ میں یہ کہوں: اے حسنؑ! جلدی کرو اور جبرائیلؑ یہ کہے: اے حسینؑ! جلدی کرو۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے مہاجرین و انصار کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: کیا تم لوگوں میں سے کسی ایک کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ہماری طرح قدومنزلت ہے؟

۞ (بحذفِ اسناد) ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے آسمان پر معراج کے لیے لے جایا گیا تو مَیں نے جنت کے دروازے پر یہ لکھا ہوا دیکھا:

لا الٰه الا الله محمد الرّسول علی حبیب الله الحسن والحسین صفوۃ الله فاطمۃ أمۃ الله علی مبغضهم لعنۃ الله

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسولؐ ہیں، حضرت علیؑ اللہ کے حبیب ہیں، حضرت حسنؑ و حسینؑ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور چنے ہوئے ہیں اور حضرت فاطمہؑ اللہ کی کنیز ہیں، ان سے بُغض رکھنے والے پر اللہ کی لعنت ہے"۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت عمر سے منقول ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہؑ، علیؑ، حسنؑ اور حسین علیہم السلام سفید قبّہ کے نیچے ذاتِ قدوس کے سامنے حاضر ہوں گے اور ان کے اُوپر رحمٰن کے عرش کی چھت ہوگی۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے آسمان پر معراج کے لیے لے جایا گیا اور وہاں سے میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا اور میں اپنے پروردگار کے حضور کھڑا تھا تو خداوند عالم نے مجھ سے فرمایا: اے محمدؐ!

مَیں نے عرض کیا: میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں۔

خداوند متعال نے فرمایا: تم نے میری مخلوق کی آزمائش کی تو تم نے ان میں سے کسے اپنا زیادہ اطاعت گزار پایا؟

نبی اکرمؐ نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! مَیں نے حضرت علیؑ کو زیادہ اطاعت گزار پایا۔

خداوند عالم نے فرمایا: اے محمدؐ! تم نے سچ کہا اور کیا تم نے کسی کو اپنا خلیفہ و جانشین مقرر کیا ہے جو تمھاری طرف سے میری کتاب کی تعلیم دے جو وہ نہیں جانتے۔

مَیں نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! تُو خود میرے خلیفہ کا انتخاب فرما

کیوں کہ تیرا انتخاب میرا انتخاب ہے۔

خداوند عالم نے فرمایا: مَیں نے تمھارے لیے علیؑ کو منتخب کیا۔ پس! تم بھی اسے اپنا خلیفہ اور وصی مقرر کرو، وہ میرے علم اور حلم کے مظہر ہیں اور وہ حقیقی امیرالمومنینؑ ہیں۔

اے محمدؐ! اس سے پہلے اور اس کے بعد کسی نے یہ شرف حاصل نہیں کیا۔ علیؑ ہدایت کے علَم بردار، میرے اطاعت گزاروں کے امام، اور میرے اولیاء کے نُور ہیں۔ وہ ایک ایسا کلمہ ہیں جو متقی و پرہیزگار لوگوں کے لیے ضروری ہے۔ جس نے اس سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے اس سے بُغض رکھا، اس نے مجھ سے بُغض رکھا۔ اے محمدؐ! تم اس بات کی اسے بشارت دے دو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! مَیں نے انھیں اس بات کی بشارت دے دی ہے تو (حضرت) علیؑ نے عرض کیا: میں اللہ کا بندہ ہوں، اسے یہ حق ہے کہ وہ مجھے میرے انجام سے دوچار کرے۔ اس نے میری خطاؤں کے باعث مجھ پر کسی قسم کا ظلم نہیں کیا۔ اگر وہ میرے وعدے کو پورا کرے تو وہ میرا آقا و مولا ہے۔

خداوند عالم نے فرمایا: ٹھیک ہے۔

نبی اکرمؐ نے عرض کیا: اے پروردگار! (حضرت) علیؑ کے ذریعے ایمان کو شادابی عطا فرما۔

خداوند عالم نے فرمایا: اے محمدؐ! مَیں نے علیؑ کی ولایت میں ہی ایمان کی بہار اور شادابی رکھی ہے لیکن مَیں نے ایک آزمائش اسی سے مختص کی ہے جو اس کے علاوہ میرے کسی اور ولی سے خاص نہیں ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کیا: یہ آزمائش میرے بھائی اور میرے ساتھی سے خاص ہے؟

خداوند عالم نے فرمایا: میرے علم میں یہ بات پہلے سے موجود ہے کہ علیؑ کے

ذریعے لوگوں کی آزمائش ہوگی۔اگر علیؑ نہ ہوتے تو میرے گروہ، میرے اولیاء اور میرے رسولوں کے دوستوں کی پہچان نہ ہوتی۔

۞ (بحذفِ اسناد) انس بن مالک روایت بیان کرتے ہیں: ہم نے عصر کی نماز رسولؐ خدا کے ساتھ پڑھی۔ آپؐ نے پہلی رکعت کے رکوع میں سُستی برتی تو ہمیں یہ گمان ہوا کہ شاید آپؐ بھول گئے ہوں۔ پھر آپؐ نے اپنا سر اُٹھایا اور کہا: سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ۔ پھر آپؐ نے جلدی سے سلام کہہ کر نماز کو تمام کیا اور اپنا چہرۂ انور ہماری طرف کیا تو آپؐ کا چہرہ ایسے لگ رہا تھا جیسے ستاروں کے درمیان چودھویں کا چاند ہو۔ پھر آپؐ دوزانو ہوکر بیٹھے اور اپنے سر کو بلند کیا، یہاں تک کہ پوری مسجد آپؐ کے چہرے کے نُور سے چمکنے لگی۔ پھر آپؐ نے اپنی نظر پہلی صف پر ڈالی اور ایک ایک صحابی کو دیکھنے لگے۔ پھر آپؐ نے دوسری صف پر نظر دوڑائی، پھر تیسری صف پر نظر دوڑائی اور ایک ایک شخص کو دیکھنے لگے۔ پھر کافی صفوں کو دیکھنے کے بعد رسولؐ خدا نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں اپنے چچازاد بھائی علی بن ابی طالبؑ کو نہیں دیکھ رہا؟

آخری صفوں سے حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! میں حاضر ہوں۔

نبی اکرمؐ نے بلند آواز میں فرمایا: اے علیؑ! میرے قریب آؤ۔

حضرت علی علیہ السلام مہاجرین وانصار کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے، یہاں تک کہ مرتضیٰ، مصطفیٰ کے قریب ہوگئے۔

نبی اکرمؐ نے ان سے فرمایا: کس چیز نے آپؑ کو پہلی صف سے دُور کیا؟

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: مَیں وضو اور طہارت کے لیے (حضرت) فاطمہؑ کے گھر گیا، حسنؑ، حسینؑ اور فضّہ کو آواز دی لیکن کسی نے جواب نہیں دیا۔ اتنے میں ہاتفِ غیبی کی آواز آئی: اے ابوالحسنؑ! اے نبیؐ کے چچازاد! مَیں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو

وہاں پر سونے کا ایک برتن موجود پایا، جس میں پانی ہے اور اس برتن کے اُوپر ایک تولیہ ہے۔ مَیں نے تولیہ لے کر اپنے دائیں کندھے پر رکھا اور پانی کی طرف اشارہ کیا تو وہ میرے ہاتھوں پر جاری ہوا اور میں صاف ستھرا ہوگیا۔ مَیں نے اس پانی میں مکھن کی نرمی، شہد کا ذائقہ اور مشک کی خوشبو محسوس کی۔ پھر میں اس جانب متوجہ ہوا کہ اس برتن اور تولیہ کو یہاں پر کس نے رکھا اور پھر کس نے اُٹھالیا؟

یہ سُن کر رسولؐ خدا کے چہرۂ اقدس پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور مجھے اپنے سینۂ مبارک سے لگا کر پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا: اے ابوالحسنؑ! کیا تمھیں یہ خوش خبری نہ سناؤں کہ وہ برتن جنت سے اور تولیہ فردوسِ اعلیٰ سے آیا تھا۔ جبرئیلؑ نے آپؑ کو نماز کے لیے وہ پانی مہیا کیا اور میکائیلؑ نے آپؑ کو تولیہ دیا۔

اے علیؑ! اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں مجھ محمدؐ کی جان ہے۔ جب تک تم میرے ساتھ نماز میں شامل نہیں ہوئے، اسرافیلؑ نے اپنے ہاتھ سے میرا کندھا پکڑ رکھا تھا۔ کیا لوگ مجھے تمھاری محبت کی وجہ سے ملامت کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آسمان پر تم سے محبت کرتے ہیں۔

❁ (بحذفِ اسناد) اسماء بنتِ عمیس سے منقول ہے: رسولؐ خدا پر وحی کا نزول ہو رہا تھا اور آپؐ کا سر حضرت علی علیہ السلام کی آغوش میں تھا۔ اس وجہ سے حضرت علی علیہ السلام نے نمازِ عصر ادا نہ کی یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔

نبی اکرمؐ نے اُن سے فرمایا: اے علیؑ! کیا آپؑ نے نماز ادا کی ہے؟

آپؑ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! نہیں۔

نبی اکرمؐ نے دعا کی: اے اللہ! یہ تیری اور تیرے رسولؐ کی اطاعت میں تھے اس لیے ان کے لیے سورج کو پلٹا دے۔

اسماء کہتی ہیں: مَیں نے دیکھا تو سورج غروب ہو چکا تھا۔ پھر مَیں نے دیکھا کہ

سورج غروب ہونے کے بعد پھر طلوع ہوا یہاں تک کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے نمازِ عصر ادا کی۔

❁ (بحذفِ اسناد) اسماء بنت عمیس بیان کرتی ہیں: نبی اکرمؐ صہبا کے مقام پر تھے (صہبا خیبر کے قریب ایک جگہ ہے)۔ آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو کسی کام کے لیے بھیجا۔ جب آپؑ واپس آئے تو نبی اکرمؐ نمازِ عصر ادا کر چکے تھے۔ نبی اکرمؐ نے اپنا سر حضرت علی علیہ السلام کی آغوش میں رکھ دیا اور حضرت علی علیہ السلام نے اسے حرکت نہ دی یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔

نبی اکرمؐ نے دعا کی: ''اے اللہ! تیرے بندے علیؑ نے تیرے نبیؐ کی خاطر خود کو روکے رکھا، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا لہٰذا اس کے لیے سورج کی روشنی پلٹا دے''۔

اسماء کہتی ہیں: اس کے بعد پھر سورج طلوع ہوا اور اس کی روشنی پہاڑوں اور زمین پر پڑنے لگی۔ حضرت علی علیہ السلام نے وضو کر کے نمازِ عصر ادا کی۔ پھر سورج غروب ہو گیا۔ یہ واقعہ جنگِ خیبر کے دوران صہبا کے مقام پر پیش آیا۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ جنگِ بدر کی رات رسولِؐ خدا نے فرمایا: ہمارے لیے کون پانی لائے گا؟

یہ سن کر تمام لوگ آپؐ سے دُور ہو گئے تو حضرت علی علیہ السلام اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آپؑ نے ایک مشکیزہ لیا اور ایسے کنویں کے پاس آئے جو انتہائی گہرا اور تاریک تھا۔ آپؑ اس میں اُترے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ، میکائیل اور اسرافیلؑ سے فرمایا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے لشکر کی نصرت کے لیے تیار ہو جاؤ۔ یہ سب فرشتے آسمان سے مسلمانوں کی مدد کے لیے زمین پر اُترے۔ ان کی آوازوں کا ایسا شور تھا جسے سن کر خوف اور وحشت ہوتی تھی۔ جب وہ اس کنویں کے پاس سے گزرے تو اوّل

تا آخر تمام فرشتوں نے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں تعظیم و تکریم کے طور پر اپنے آپ کو پیش کیا۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت محمد بن حنفیہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے آسمان پر معراج کے لیے لے جایا گیا تو مَیں نے چوتھے اور چھٹے آسمان پر ایک ایسا فرشتہ دیکھا، جس کا آدھا حصہ آگ میں تھا اور آدھا حصہ برف میں تھا۔ اس کی پیشانی پر یہ لکھا ہوا تھا: اَیَّدَ اللہُ مُحَمَّدًا بِعَلِیٍّ "اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تائید حضرت علی علیہ السلام کے ذریعے کروائی"۔

میں یہ دیکھ کر حیران ہوا تو اس فرشتے نے عرض کیا: "آپ حیرت زدہ کیوں ہیں؟" اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے میری پیشانی پر یہ جملہ لکھا تھا۔

❁ (بحذفِ اسناد) ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی خِلعت کی بنا پر فاخرہ لباس پہنایا جائے گا۔ پھر مجھے میری برگزیدگی کی بنا پر فاخرہ لباس پہنایا جائے گا۔ پھر حضرت علی علیہ السلام ہم دونوں کے درمیان تیزی سے جنت کی طرف بڑھیں گے۔

❁ (بحذفِ اسناد) جابر بن عبداللہ روایت نقل کرتے ہیں کہ رسولِ خدا نے فرمایا: حضرت علی علیہ السلام کا اس اُمت پر اسی طرح حق ہے جس طرح باپ کا بیٹے پر حق ہوتا ہے۔

❁ (بحذفِ اسناد) عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے منقول ہے: رسولِ خدا نے فرمایا: صدیق تین افراد ہیں: ① حبیب نجار مومن آلِ یاسین ② حزقیل مومنِ آلِ فرعون ③ حضرت علیؑ اور یہ ان سب سے افضل ہیں۔

❁ (بحذفِ اسناد) ابوہریرہ اور جابر روایت بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا نے فرمایا: قیامت کے دن میرے حوض کے مالک حضرت علی علیہ السلام ہوں گے۔ اس حوض پر

ستاروں کی تعداد کے برابر کوزے رکھے ہوں گے اور میرے حوض کی وسعت اتنی ہوگی جتنی جابیہ سے صنعاء تک کی مسافت ہے۔

۞ (بحذفِ اسناد) نبیؐ کا غلام ابوالحمراء روایت نقل کرتا ہے کہ رسولِؐ خدا نے فرمایا: جو شخص حضرت آدم علیہ السلام کو ان کے علم، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی ہیبت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے زُہد میں دیکھنا چاہتا ہے تو وہ اس آنے والے شخص کی طرف دیکھے۔ پھر حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے۔

۞ (بحذفِ اسناد) ابورافع سے مروی ہے کہ رسولِؐ خدا نے فرمایا: اے علیؑ! اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ میری اُمت کے گروہ تمھارے بارے میں وہی کچھ کہیں گے جو نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا تو آج مَیں تمھارے بارے میں وہ قول بیان کرتا کہ پھر تم جہاں سے بھی گزرتے تو مسلمان تمھارے قدموں کے نشانوں کی مٹی کو بطور تبرک اُٹھا لیتے۔

۞ (بحذفِ اسناد) عبداللہ ابن معتمر سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: جنت کے دروازے پر ایک رسّی لٹکی ہوئی ہے جو بھی اس سے وابستہ ہوگا وہ جنت میں جائے گا۔

۞ (بحذفِ اسناد) انس سے مروی ہے کہ رسولِؐ خدا نے فرمایا: اے ابوبرزہ! بے شک! اللہ رب العالمین نے مجھ سے حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں ایک عہد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا: (حضرت) علیؑ ہدایت کے نشان، ایمان کے منارہ، میرے اولیاء کے امام اور میرے تمام اطاعت گزاروں کے نُور ہیں۔

اے ابوبرزہ! (حضرت) علی علیہ السلام کل قیامت کے روز میرے امین، میرے پرچم کے مالک ہوں گے اور یہ میرے پروردگار کے خزانوں کی کنجیوں پر امین ہیں۔

۞ (بحذفِ اسناد) عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ رسولِؐ خدا نے فرمایا:

میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے عرض کیا: اے محمدؐ! آپؐ ہم سے پوچھیے کہ ہم نے آپؐ سے پہلے والے رسولوں کو کس شرط پر مبعوث کیا تھا؟

نبی اکرمؐ فرماتے ہیں: مَیں نے اس فرشتے سے پوچھا کہ انھیں کس شرط پر مبعوث کیا تھا؟

اس نے عرض کیا: آپؐ کی اور حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کی ولایت پر مبعوث کیا تھا۔

۞ (بحذفِ اسناد) حضرت علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں: میں ایک دن رسولؐ خدا کے ساتھ مدینہ کی گلیوں میں پیدل چل رہا تھا۔ جب ہم ایک کھجور کے درخت کے پاس سے گزرے تو وہ درخت دوسرے درخت سے چیخ کر کہتا ہے: یہ نبی مصطفیٰؐ اور ان کے بھائی علی مرتضیٰؑ ہیں۔

پھر ہم ان دونوں درختوں کے پاس سے گزرے تو دوسرا درخت تیسرے سے چیخ کر کہتا ہے: یہ موسیٰؑ اور ان کے بھائی ہارونؑ ہیں۔

پھر ہم دونوں درختوں سے آگے بڑھے تو تیسرا درخت چوتھے سے کہتا ہے: یہ حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ ہیں۔

پھر ہم ان دونوں درختوں سے آگے بڑھے تو چوتھے درخت نے پانچویں سے چلّاتے ہوئے کہا: یہ نبیوں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یہ وصیوں کے سردار حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ یہ سُن کر نبی اکرمؐ مسکرائے اور فرمایا: مدینہ کے خرمے کے درختوں کو چیخنے چلّانے والے درخت کا نام دیا گیا ہے کیونکہ یہ میرے اور تمھارے فضائل کو چیخ چیخ کر بیان کر رہے ہیں۔

۞ (بحذفِ اسناد) ابوطفیل عامر ابن واثلہ سے منقول ہے: شوریٰ کے دن میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ اس گھر میں موجود تھا۔ مَیں نے انھیں شوریٰ کے باقی افراد

سے یہ خطاب کرتے ہوئے سنا کہ آپؑ فرما رہے تھے: آج میں تمھارے خلاف اپنے دعویٰ پر ایسی دلیل پیش کروں گا، جسے تمھارے عربی اور عجمی افراد میں سے کسی کو جھٹلانے کی ہمت نہیں ہوگی۔

آپؑ نے فرمایا: اے لوگو! میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا تم میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جس نے مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا اقرار کیا ہو؟

سب نے عرض کیا: نہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: مَیں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا تم میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جس کا بھائی جعفر جیسا ہو جو جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں؟

سب نے عرض کیا: نہیں۔

پھر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا میرے علاوہ تم میں سے کسی ایک شخص کا بھی چچا میرے چچا حضرت حمزہؓ جیسا ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے شیر اور شہدا کے سردار ہیں؟

سب نے عرض کیا: نہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: مَیں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جس کی بیوی میری بیوی (حضرت) فاطمہؑ بنت محمدؐ جیسی ہو جو جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

سب نے عرض کیا: نہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: مَیں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جس کے بیٹے میرے بیٹے حسنؑ و حسینؑ جیسے ہوں

جو جوانانِ جنت کے سردار ہیں؟

سب نے عرض کیا: نہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: مَیں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا تم میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جس نے رسولِ خدا سے دس مرتبہ سرگوشی کرنے کے لیے مجھ سے پہلے صدقہ دیا ہو؟

سب نے عرض کیا: نہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: مَیں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جس کے بارے میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہو "جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔ اے اللہ! تُو اس کو دوست رکھ جو علیؑ سے دوستی رکھے اور تُو اس کو دشمن رکھ جو علیؑ سے دشمنی رکھے اور تُو اس کی نصرت فرما جو علیؑ کی نصرت کرے اور ہر حاضر غائب تک یہ بات پہنچا دے؟"

سب نے عرض کیا: نہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: مَیں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جس کے بارے میں رسولِ خدا نے فرمایا ہو کہ اے پروردگار! تُو اپنی مخلوق میں سے ایسا بندہ میرے پاس بھیج جو تیرے اور میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہو اور وہ لوگوں میں سب سے زیادہ تجھ سے اور مجھ سے محبت کرتا ہو تاکہ وہ میرے ساتھ آکر پرندے کا گوشت کھائے؟

سب نے عرض کیا: نہیں۔

پھر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میں تم لوگوں کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جس کے بارے میں رسولِ خدا نے فرمایا ہو کہ میں کل پرچم اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہوگا

اور اللہ اور اس کا رسولؐ اس سے محبت کرتے ہوں گے اور وہ اس وقت تک واپس نہیں لوٹے گا جب تک اللہ اس کے ہاتھ سے فتح نصیب نہ کرے۔ جب کہ میرے علاوہ تمام لوگ شکست خوردہ ہو کر واپس لوٹ آئے تھے۔

سب نے عرض کیا: نہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: مَیں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے جس کے بارے میں رسولؐ خدا نے بنی ولیعہ سے فرمایا ہو کہ تم ان اُمور سے باز آجاؤ ورنہ میں تمھاری طرف ایک ایسے شخص کو بھیجوں گا، جس کا نفس میرا نفس ہے، جس کی اطاعت میری اطاعت ہے اور جس کی نافرمانی میری نافرمانی ہے اور وہ تمھیں تلوار سے قتل کرے گا؟

سب نے عرض کیا: نہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: مَیں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جس کے بارے میں رسولؐ خدا نے فرمایا ہو کہ جھوٹا ہے وہ شخص جو یہ گمان کرے کہ وہ مجھ سے تو محبت کرتا ہے اور اس (علیؑ) سے بُغض رکھتا ہے؟

سب نے عرض کیا: نہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: مَیں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جسے ایک گھنٹے میں تیس ہزار فرشتوں نے سلام کیا ہو اور ان فرشتوں میں جبرائیلؑ و میکائیلؑ اور اسرافیلؑ جیسے مقرب فرشتے بھی شامل ہوں۔ یہ اس وقت کی بات ہے، جب مَیں کنویں سے پانی لے کر رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا؟

سب نے عرض کیا: نہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: مَیں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا میرے علاوہ

تم میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جس کے بارے میں جبرئیلؑ نے کہا ہو کہ مدد اور ہمدردی یہی ہوتی ہے تو رسولِؐ خدا نے اس سے فرمایا: علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا: میں آپؑ دونوں سے ہوں۔

سب نے عرض کیا: نہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: مَیں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جس کے بارے میں آسمان سے یہ ندا دی گئی ہو: لَافَتٰی اِلَّا عَلِی لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار۔

سب نے عرض کیا: نہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: مَیں تمھیں خدا کی قَسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جو نبی اکرمؐ کی زبان کے مطابق ناکثین، قاسطین اور مارقین سے جنگ کرے گا؟

سب نے عرض کیا: نہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: مَیں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جسے رسولِؐ خدا نے فرمایا ہو کہ مَیں نے قرآن کی تنزیل پر جنگ کی تھی اور تم قرآن کی تاویل پر جنگ کرو گے؟

سب نے عرض کیا: نہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: مَیں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ میرے علاوہ تم میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے کہ جس کے لیے سورج واپس پلٹا ہو اور اس نے نمازِ عصر اس کے وقت میں ادا کی ہو؟

سب نے عرض کیا: نہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: مَیں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا میرے علاوہ

تم میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جسے رسولؐ خدا نے حضرت ابوبکر سے سورۂ برائت لینے کا حکم دیا ہو اور حضرت ابوبکر نے کہا ہو کہ اے اللہ کے رسولؐ! کیا میرے بارے میں کچھ نازل ہوا ہے تو نبی اکرمؐ نے فرمایا: اسے میری طرف سے صرف علیؑ ہی پہنچا سکتے ہیں؟

سب نے جواب دیا: نہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: مَیں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جس کے بارے میں رسولؐ خدا نے فرمایا ہو کہ تم سے صرف مومن محبت کرے گا اور تم سے صرف کافر ہی بُغض رکھے گا؟

سب نے عرض کیا: نہیں۔

پھر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: مَیں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا تم یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے مسجد نبویؐ کی طرف کھلنے والے تمھارے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا اور میرا دروازہ کھلا رہا اور تم نے اس بارے میں رسولؐ خدا سے بات کی تو آپؐ نے فرمایا: نہ تو مَیں نے تمھارے دروازے بند کیے ہیں اور نہ ہی اس کا دروازہ کھلا رہنے دیا ہے بلکہ اللہ نے تم سب کے دروازے بند کیے ہیں اور اس کا دروازہ کھلا رہنے دیا ہے؟

سب نے عرض کیا: جی ایسے ہی ہوا تھا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: مَیں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا تمھارے علم میں ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: حق علیؑ کے ساتھ اور علیؑ حق کے ساتھ ہے اور علیؑ کے ساتھ حق بھی اُدھر مڑتا ہے جدھر علیؑ رُخ پھیرتے ہیں؟

سب نے عرض کیا: جی! ہمارے علم میں ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: مَیں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا تم جانتے ہو کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ایک اللہ

کی کتاب اور دوسری میری عترت و اہلِ بیتؑ۔ اگر ان دونوں سے متمسک رہو گے تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے اور یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر پہنچ جائیں گے؟

سب نے عرض کیا: جی! ہم جانتے ہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: مَیں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جب رسولِ خداؐ اپنی جان بچانے کی خاطر ہجرت فرما گئے تو وہ ہجرت کی رات ان کے بستر پر سویا ہو؟

سب نے عرض کیا: نہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: مَیں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جب عمرو بن عبدود العامری نے تمھیں مقابلے کے لیے طلب کیا تو وہ اس کے مقابلے کے لیے نکلا ہو؟

سب نے عرض کیا: نہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: مَیں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جس کی شان میں اللہ تعالیٰ نے آیت تطہیر نازل کی؟

سب نے عرض کیا: نہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: مَیں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جس سے رسولِ خداؐ نے فرمایا ہو کہ تم عربوں کے سردار ہو؟

سب نے عرض کیا: نہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: مَیں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جس سے رسولِ خداؐ نے فرمایا ہو کہ مَیں نے جب

بھی خدا سے کوئی چیز اپنے لیے طلب کی ہے وہ ہی چیز تمھارے لیے طلب کی ہے؟

سب نے کہا: نہیں۔

ابوطفیل کہتا ہے: شوریٰ کے دن مَیں دروازے پر کھڑا تھا۔ جب آپس میں ان لوگوں کی آوازیں بلند ہوئیں تو مَیں نے یہ سنا کہ حضرت علی علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کی تھی اور خدا کی قسم! مَیں اس سے زیادہ اس کا حق دار تھا لیکن میں خاموش رہا اور مَیں نے اطاعت کی کیونکہ مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ یہ لوگ دوبارہ کفر کی طرف لوٹ جائیں گے اور تلوار کے ذریعے ایک دوسرے کی گردنیں اُڑائیں گے۔

پھر ابوبکر نے عمر کے لیے بیعت طلب کی جب کہ قسم بخدا! میں اس سے زیادہ اس امر کا حق دار تھا لیکن مَیں پھر بھی خاموش رہا اور اطاعت کرتا رہا کیونکہ مجھ اس بات کا ڈر تھا کہ لوگ دوبارہ کافر ہو جائیں گے۔ اب تم یہ چاہتے ہو کہ تم عثمان کے لیے بیعت طلب کرو تو مَیں اس کی اطاعت نہیں کروں گا۔

آپؑ نے فرمایا: عمر نے شوریٰ کے پانچ افراد کے ساتھ مجھے چھٹا فرد رکھا۔ خدا کی قسم! وہ کسی امر کی اصلاح کے حوالے سے ہمارے فضل کو نہیں جانتا اور یہ لوگ بھی میری اس فضیلت کی معرفت نہیں رکھتے جیسا کہ شوریٰ میں ہم سب برابر ہیں۔ خدا کی قسم! اگر میں بات کرنا چاہوں تو عرب و عجم اور حلیف اور مشرک میں سے کوئی بھی میرے اوصاف کا انکار نہیں کر سکتا۔

پھر آپؑ نے درج بالا خصوصیات کو بیان کیا اور یہ بھی فرمایا: میں تم پانچوں کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا میرے علاوہ تم میں سے کسی نے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے؟

سب نے عرض کیا: نہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے جس

کے لیے خدا نے مؤدت کا حکم دیا ہو؟

سب نے عرض کیا: نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا میرے علاوہ تم میں سے کسی نے رسولؐ خدا کو غسل دیا تھا؟

سب نے عرض کیا: نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: جب رسولؐ خدا نے آنکھیں بند کیں تو اس وقت میرے علاوہ تم میں سے کوئی ایک شخص بھی آپؐ کے پاس موجود تھا؟

سب نے عرض کیا: نہیں۔

(بحذفِ اسناد) اصبغ سے مروی ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ سے حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ مَیں نے رسولؐ خدا کو یہ فرماتے ہوئے سنا: تم پر فرض ہے کہ علی بن ابی طالب علیہما السلام کا دامن تھامے رکھو کیونکہ وہ تم لوگوں کے آقا و مولا ہیں۔ اس لیے ان سے محبت کرو کہ وہ تمھارے بڑے ہیں۔ اس لیے ان کی پیروی کرو کہ وہ تم میں اہلِ علم ہیں۔ اس لیے ان کی عزت و توقیر کرو کہ وہ تمھیں اپنی قیادت میں جنت کی طرف لے جائیں گے۔ جب وہ تمھیں بلائیں تو انھیں جواب دو، جب وہ تمھیں کسی کام کا حکم دیں تو ان کی اطاعت کرو اور ان سے اسی طرح محبت کرو جس طرح مجھ سے محبت کرتے ہو۔ ان کی اسی طرح عزت و تکریم کرو جس طرح میری عزت و تکریم کرتے ہو۔ یہ باتیں مَیں تمھیں اپنے پاس سے حضرت علیؑ کے بارے میں نہیں بتا رہا ہوں بلکہ یہ وہ اُمور ہیں جن کا مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے۔

(بحذفِ اسناد) ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے (حضرت) علیؑ سے مصافحہ کیا گویا اس نے مجھ سے مصافحہ کیا اور جس نے مجھ سے مصافحہ کیا گویا اس نے عرشِ رفیع کے ارکان سے مصافحہ کیا اور جو حضرت علی علیہ السلام

سے بغل گیر ہوا گویا وہ مجھ سے بغل گیر ہوا اور جو حضرت علی علیہ السلام کی محبت کی بنا پر ان سے مصافحہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دے گا اور اسے بغیر حساب کے جنت میں داخل کرے گا۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت امام حسین علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: اے علیؑ! میری اُمت میں تمھاری مثال حضرت عیسیٰؑ بن مریم علیہما السلام جیسی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم ان کے بارے میں تین فرقوں میں بٹ گئی تھی۔

① وہ فرقہ جو ان پر ایمان رکھتا تھا، یہ ان کے حواریوں کا گروہ تھا۔

② وہ فرقہ جو ان سے دشمنی رکھتا تھا، یہ یہودی تھے۔

③ وہ فرقہ جو ان کے بارے میں غلو کرتا تھا، وہ لوگ ایمان سے خارج ہو گئے۔

اسی طرح میری اُمت بھی تمھارے بارے میں تین فرقوں میں بٹ جائے گی۔

① آپؑ کے شیعوں کا گروہ، یہی لوگ مومن ہیں۔

② آپؑ کے دشمنوں کا گروہ، یہ لوگ عہد و پیمان کو توڑنے والے ہیں۔

③ وہ لوگ جو آپؑ کے بارے میں غلو کرتے ہوں گے، یہ لوگ حق کا انکار کرنے والے ہوں گے۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ! آپؑ کے شیعہ جنتی ہیں اور آپؑ کے شیعوں سے محبت رکھنے والے بھی جنتی ہیں۔ آپؑ کے دشمن اور آپؑ کے بارے میں غلو کرنے والے جہنمی ہیں۔

❁ (بحذفِ اسناد) جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: تمام انبیاءؑ اور صدیقین میں سب سے پہلے (حضرت) علیؑ جنت میں داخل ہوں گے تو حضرت ابودجانہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا آپؐ نے ہمیں اللہ کی طرف سے یہ خبر نہیں دی تھی کہ جب تک آپؐ جنت میں داخل

نہیں ہوں گے اس وقت تک جنت تمام انبیاءؑ پر حرام ہے اور جب تک آپؐ کی اُمت جنت میں داخل نہیں ہوگی اُس وقت تک جنت تمام اُمتوں پر حرام ہوگی۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! مَیں نے اس بارے میں بتایا تھا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ لوائے حمد کو اُٹھانے والا ان سب کے آگے ہوگا اور قیامت کے دن لوائے حمد کو اُٹھانے والے (حضرت) علیؑ ہوں گے۔ وہ میرے سامنے جنت میں جائیں گے اور میں ان کے پیچھے چلتا ہوا جنت میں داخل ہوں گا۔

یہ سُن کر حضرت علی علیہ السلام اپنی جگہ سے اُٹھے۔ اس وقت آپؑ کا چہرہ خوشی سے جگمگا رہا تھا۔ آپؑ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! تمام حمد اس خدا کے لیے ہے جس نے ہمیں آپؐ کے وجود کے ذریعے شرف بخشا۔

❁ (بحذفِ اسناد) عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان میں اپنی روح پھونک دی تو حضرت آدم علیہ السلام کو چھینک آئی تو انھوں نے کہا: الحمدللہ!

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف وحی کی اور فرمایا: میرے بندے نے میری حمد کی ہے، مجھے میری عزت وجلال کی قسم! اگر مَیں نے دو خاص بندوں کو دنیا میں پیدا کرنے کا ارادہ نہ کیا ہوتا تو مَیں تمھیں پیدا نہ کرتا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے معبود! کیا وہ دونوں خاص بندے میرے صلب میں سے ہوں گے؟

خداوندعالم نے فرمایا: ہاں! اے آدمؑ! اپنا سر بلند کرو اور اُوپر دیکھو۔ آپؑ نے اپنا سر اُوپر کر کے دیکھا تو عرش پر یہ لکھا ہوا تھا:

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ نبی الرحمۃ، علی مقیم الحجۃ

ومن عرف علی زکا وطاب ومن انکر حقہ لعن وخاب،

اقسمت بعزتی ان ادخل الجنة من اطاعه وان عصانی ،

واقسمت بعزتی ان ادخل النار من عصاه وان اطاعنی

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسولؐ ہیں اور وہ رحمت کے ساتھ نبیؐ مبعوث ہوئے۔ حضرت علی علیہ السلام حجت کو قائم کرنے والے ہیں اور جس شخص نے حضرت علی علیہ السلام کے حق کی معرفت کی وہ طیب و طاہر ہوا اور جس نے ان کے حق کا انکار کیا وہ ملعون ہوا اور خسارے میں رہا۔ مَیں نے اپنی عزت کی قسم کھائی ہے کہ جس نے بھی علیؑ کی اطاعت کی میں اسے جنت میں داخل کروں گا اگرچہ اس نے میری نافرمانی کی ہو اور مَیں نے اپنی عزت کی قسم کھائی ہے کہ جس نے بھی علیؑ کی نافرمانی کی اسے جہنم میں داخل کروں گا اگرچہ اس نے میری اطاعت کی ہو"۔

❁ (بحذفِ اسناد) ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ مَیں نے رسولِؐ خدا کو یہ فرماتے ہوئے سنا: معراج کی رات جب مجھے آسمان پر لے جایا گیا اور میں جنت میں داخل ہوا تو وہاں پر مَیں نے ایک نُور کو اپنے چہرے سے ٹکراتے ہوئے دیکھا تو مَیں نے جبرئیلؑ سے پوچھا: یہ کیسا نُور ہے جو مَیں نے دیکھا ہے؟

جبرئیلؑ نے عرض کیا: یہ سورج یا چاند کا نُور اور روشنی نہیں ہے بلکہ حضرت علی علیہ السلام کی کنیزوں میں سے ایک کنیز نے اپنے محل سے آپؐ کو دیکھ کر مسکرایا ہے، یہ نُور اس کنیز سے ساطع ہوا ہے۔ یہ کنیز جنت میں چکر لگاتی رہے گی یہاں تک کہ امیرالمومنین حضرت علیؑ جنت میں داخل ہو جائیں۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ رسولِؐ خدا نے فرمایا:

ایک دِن صبح کے وقت حضرت جبرائیلؑ مسرور کیفیت میں میرے پاس آئے تو مَیں نے پوچھا: اے میرے حبیب! کیا وجہ ہے کہ میں آج تمھیں بہت خوش دیکھ رہا ہوں؟ جبرئیلؑ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! میں خوش کیوں نہ ہوں جب کہ میری آنکھوں کو اس کے ذریعے ٹھنڈک پہنچی ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے بھائی، آپؐ کے وصی اور آپؐ کی اُمت کے امام حضرت علی علیہ السلام پر انعام و اِکرام کیا ہے۔ نبی اکرمؐ نے پوچھا: اللہ تعالیٰ نے میرے بھائی، میرے وصی اور میری اُمت کے امام پر کیا انعام و اکرام کیا ہے؟

جبرئیلؑ نے عرض کیا: کل اللہ تعالیٰ ان کی عبادت کے ذریعے اپنے فرشتوں اور حاملینِ عرش کے سامنے فخر و مباہات کرتے ہوئے فرما رہا تھا: اے میرے فرشتو! میری زمین پر میرے نبی حضرت محمدؐ کے بعد میرے بندوں پر میری حجت کو دیکھو۔ اس نے میری عظمت کے آگے عاجزی اور تواضع کا اظہار کرتے ہوئے اپنے رخسار کو خاک آلود کرلیا ہے۔ مَیں تمھیں گواہ بنا رہا ہوں وہ میری مخلوق کے امام اور ان کے آقا و مولا ہیں۔

❁ (بحذفِ اسناد) انس سے منقول ہے کہ رسولِ خدا نے فرمایا: قیامت کے دن حضرت علیؑ کو سات ناموں سے پکارا جائے گا: ① صدیق ② دال (یعنی راہنما) ③ عابد ④ ہادی ⑤ مہدی ⑥ فتی ⑦ علی۔

اور آپؑ سے کہا جائے گا کہ آپؑ اور آپؑ کے شیعہ بغیر حساب جنت میں چلے جائیں۔

❁ (بحذفِ اسناد) ابن عباس سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیلؑ اور حضرت محمدؐ کو پُل صراط پر کھڑا کریں گے اور اس پُل صراط کو صرف وہی عبور کرسکے گا جس کے پاس حضرت علی علیہ السلام کا لکھا ہوا پروانۂ نجات ہوگا۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت عمار بن یاسر اور حضرت ابوایوب سے مروی ہے کہ

رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: حضرت علی علیہ السلام کا مسلمانوں پر وہی حق ہے جو باپ کا اپنے بیٹے پر ہے۔

۞ (بحذفِ اسناد) ابن عباس سے منقول ہے: رسولؐ خدا اپنے گھر میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علی علیہ السلام صبح سویرے آپؐ کے پاس تشریف لائے۔ آپؑ یہ چاہتے تھے کہ مجھ سے پہلے کوئی نبی اکرمؐ کے پاس نہ جائے۔ جب آپؑ نبی اکرمؐ کے گھر میں داخل ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ نبی اکرمؐ کا سر دحیہ بن خلیفہ کلبی کی گود میں ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے آپؐ پر سلام کرنے کے بعد فرمایا: اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ کی صبح کیسے ہوئی؟

آپؐ نے فرمایا: اے رسولؐ خدا کے بھائی! میری صبح بخیریت ہوئی۔

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: ہم اہلِ بیتؑ کی طرف سے اللہ آپؐ کو جزائے خیر دے۔

پھر دحیہ نے حضرت علی علیہ السلام سے عرض کیا: میں آپؑ سے محبت کرتا ہوں، میرے پاس آپؑ کی مدحت کے کچھ کلمات ہیں۔

آپؑ مومنوں کے امیر اور نورانی پیشانی والوں کے قائد ہیں۔ آپؑ قیامت تک ماسوائے انبیاؑ و مرسلینؑ اولادِ آدمؑ کے سردار ہیں اور قیامت کے دن لواء الحمد آپؑ کے ہاتھ میں ہوگا۔ آپؑ اور آپؑ کے شیعہ حضرت محمدؐ اور آپؑ کے گروہ کے ساتھ تیزی سے چلتے ہوئے جنت کی طرف بڑھیں گے۔

جس نے آپؑ سے محبت کی وہ فلاح پا گیا اور جس نے آپؑ سے عداوت رکھی وہ خسارے میں رہا۔ حضرت محمدؐ کا حُب دار آپؑ کا حُب دار ہے اور آپؑ سے بُغض رکھنے والے کو ہرگز حضرت محمدؐ کی شفاعت نصیب نہیں ہوگی۔ اے اللہ کے چُنے ہوئے! میرے قریب آؤ۔ پھر اس نے نبیؐ کا سر اُٹھا کر حضرت علی علیہ السلام کی گود میں رکھا اور خود چلا گیا۔

رسولؐ خدا نے اپنا سر اُٹھایا اور فرمایا: یہ کیسی آواز ہے؟

حضرت علی علیہ السلام نے تمام گفتگو بیان کی تو نبی اکرمؐ نے فرمایا: اے علیؑ! وہ دحیہ کلبی نہیں تھا بلکہ جبرائیلؑ تھے۔ انھوں نے آپؑ کو اسی نام سے پکارا جو نام اللہ تعالیٰ نے آپ کا رکھا ہے۔ اس نے آپؑ کی محبت مومنوں کے سینوں میں ڈال دی ہے اور کافروں کے سینوں میں آپؑ کا خوف اور دہشت بٹھا دی ہے۔

٭ (بحذفِ اسناد) ابن عباس سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کا استقبال کیا اور آپؑ سے فرمایا: اے ابوالحسنؑ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب سے پہلے کس نعمت سے نوازا؟

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: اس نے مجھے مرد پیدا کیا ہے، عورت پیدا نہیں کیا۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور دوسری کس نعمت سے نوازا؟

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: اس نے مجھے اپنے دین کی ہدایت اور اپنی ذات کی معرفت نصیب کی۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور تیسری کس نعمت سے نوازا؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا: اگر آپؐ خدا کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہیں تو اس کی نعمتوں کو شمار نہیں کر سکتے۔

یہ سُن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شاباش! شاباش اے ابوالحسنؑ! آپؑ علم و حکمت کا سمندر ہیں، یتیموں کے غم گسار، پردیسیوں کی پناہ گاہ اور مسکینوں پر رحم کرنے والے ہیں۔ کوئی عرب آپؑ سے بُغض نہیں رکھے گا مگر یہ کہ جو حرام زادہ ہو، کوئی انصار میں سے آپؑ سے بُغض نہیں رکھے گا مگر وہ شخص کہ جو یہودی ہو اور تمام لوگوں میں سے وہی آپؑ سے بُغض رکھے گا جو بدبخت ہو۔

٭ (بحذفِ اسناد) ابن عباس بیان کرتے ہیں: ہم کعبہ کے صحن میں بیٹھے تھے

اور نبی اکرمؐ ہمیں اپنے بیان سے مستفید فرما رہے تھے کہ اتنے میں ہمارے سامنے رکنِ یمانی سے ہاتھی کی طرح بہت بڑی چیز نمودار ہوئی اس نے رسولِؐ خدا کو بُرا بھلا کہا۔ نبی اکرمؐ نے جواب میں فرمایا: خدا تجھ پر لعنت کرے یا یہ فرمایا کہ: خدا تجھے ذلیل و رُسوا کرے۔ (ان دو لفظوں کے درمیان راوی کو شک ہوا ہے)۔

پھر حضرت علی علیہ السلام نے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ! یہ کون ہے؟

نبی اکرمؐ نے فرمایا: اے علیؑ! کیا آپؑ اسے نہیں جانتے ہیں؟

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔

پھر رسولِؐ خدا نے فرمایا: یہ ابلیس ہے۔ حضرت علی علیہ السلام فوراً اس کی طرف بڑھے اور اسے پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر کھینچا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا میں اسے قتل کر دوں؟

نبی اکرمؐ نے فرمایا: اے علیؑ! کیا آپؑ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت کے دن (یعنی وقتِ معلوم) تک مہلت دی ہے۔

پھر حضرت علی علیہ السلام نے اسے چھوڑ دیا تو وہ مقامِ ابراہیمؑ کے پیچھے ایک طرف ہو کر کھڑا ہو گیا۔

پھر ابلیس پکارا: اے ابوطالبؑ کے بیٹے! میرے اور تمھارے درمیان کیا مسئلہ ہے؟ خدا کی قسم! کوئی ایک شخص بھی اس وقت تک تم سے بُغض و عداوت نہیں رکھتا، یہاں تک کہ میں اس کے باپ کے ساتھ شراکت داری کرتا ہوں۔

❁ (بحذفِ اسناد) اصبغ نے حضرت علی علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ! تمھاری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے۔ ایک گروہ ان سے حد سے زیادہ محبت کی وجہ سے ہلاک ہوا اور دوسرا گروہ ان سے بُغض کی وجہ سے ہلاک ہوا۔ (یہ سُن کر) منافقوں نے کہا: کیا آپؐ علیؑ کے لیے صرف حضرت عیسیٰؑ کی مثال سے

راضی ہوتے ہیں؟

پھر درج ذیل آیت نازل ہوئی:

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۞

"(اے رسولؐ) جب مریمؑ کے بیٹے (عیسیٰؑ) کی مثال بیان کی گئی تو اس سے تمھاری قوم کے لوگ شور مچانے لگے"۔ (سورۂ زخرف: آیت ۵۷)

۞ (بحذفِ اسناد) حضرت امام حسین علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھینک آتی تو حضرت علیؑ فرماتے:

اَعْلَى اللّٰهُ ذِكْرَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

"اے اللہ کے رسولؐ! خدا آپؐ کے ذکر کو بلند کرے"۔

اور جب حضرت علی علیہ السلام کو چھینک آتی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے:

اَعْلَى اللّٰهُ عَقْبَكَ يَا عَلِي

"اے علیؑ! اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد کو بلند مقام عطا فرمائے"۔

۞ (بحذفِ اسناد) سلمان فارسیؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: اے علیؑ! آپؑ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنیں تو آپؑ کا شمار مقربین میں ہوگا۔ آپؑ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! مقربین کون ہیں؟

نبی اکرمؐ نے فرمایا: جبرائیلؑ و میکائیلؑ۔

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! میں کس چیز کی انگوٹھی پہنوں؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سرخ عقیق کی۔ کیونکہ یہ وہ پہاڑ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، میری نبوت، آپؑ کی جانشینی، آپؑ کی اولاد کی امامت، آپؑ کے محبوں کے لیے جنت اور آپؑ کی اولاد کے شیعوں کے لیے فردوس کا اقرار کیا۔

(بحذفِ اسناد) حضرت علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ رسولؐ خدا نے مجھ سے فرمایا: آپؑ سے صرف مومن اور پرہیزگار محبت رکھے گا اور آپؑ سے صرف فاجر اور دھتکارا ہوا بُغض رکھے گا۔

(بحذفِ اسناد) عبداللہ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کی طرف دیکھا اور فرمایا: آپؑ دنیا و آخرت میں سیّد و سردار ہیں۔ جس نے آپؑ سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور آپؑ کا حبیب اللہ کا حبیب ہے۔ جس نے آپؑ سے بُغض رکھا، اس نے مجھ سے بُغض رکھا اور آپؑ کے غیض و غضب سے خدا غضب ناک ہوتا ہے۔ میرے بعد جس شخص نے بھی آپؑ سے بُغض و کینہ رکھا اس کے لیے ہلاکت و جہنّم ہے۔

(بحذفِ اسناد) زید ابن ارقم سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا کے کچھ اصحاب کے گھروں کے دروازے مسجد کی طرف کھلتے تھے۔ ایک دن رسولؐ خدا نے فرمایا: حضرت علی علیہ السلام کے دروازے کے علاوہ باقی تمام دروازے بند کردو تو لوگوں نے اس کے بارے میں باتیں کرنا شروع کردیں۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہوکر خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: مَیں نے تمھیں حضرت علی علیہ السلام کے دروازے کے سوا باقی تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا تو اس بارے میں تم نے باتیں کرنا شروع کردیں۔ خدا کی قسم! نہ تو مَیں نے اپنے پاس سے کسی دروازے کو بند کرنے کا حکم دیا اور نہ ہی کسی دروازے کو کھلا رکھنے کا حکم دیا بلکہ مجھے خدا کی طرف سے جس چیز کا حکم دیا گیا ہے مَیں نے تو صرف اس کی پیروی کی ہے۔

معجم طبرانی میں اس نے اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک! اللہ تعالیٰ نے ہر نبیؑ کی ذُریت کو اس کے صلب میں رکھا ہے لیکن میری ذُریت کو علیؑ کے صلب میں رکھا ہے۔

﴿ معجم طبرانی میں اس نے اپنی اسناد کے ساتھ عبداللہ بن حکیم الجہنی سے نقل کیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے معراج کی رات کو حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں تین چیزوں کو وحی کی گئی تھی کہ یہ مومنوں کے سردار، پرہیزگار لوگوں کے امام اور نُورانی پیشانی والے لوگوں کے قائد و پیشوا ہیں۔

﴿ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تمام سمندر سیاہی بن جائیں اور تمام درخت قلمیں بن جائیں اور تمام انسان لکھنے بیٹھ جائیں اور تمام جنات حساب کرنے لگیں تو بھی وہ اے ابوالحسنؑ! آپؑ کے فضائل کو شمار نہیں کر سکتے۔

﴿ جعفر بن محمد نے اپنے آباو اجداد کے ذریعے حضرت علی علیہ السلام سے روایت نقل کی کہ نبی اکرمؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: اے علیؑ! آسمان میں محافظ ملائکہ ہیں اور زمین میں محافظ آپؑ کے شیعہ ہیں۔

﴿ ناصر للحق نے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت میں سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے تو حضرت علیؑ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! وہ اشخاص کون ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: اے علیؑ! وہ لوگ تمھارے شیعہ ہیں اور تم ان کے امام ہو۔

﴿ (بحذفِ اسناد) حضرت علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسولِ خدا نے اپنے بالوں کو پکڑتے ہوئے فرمایا: اے علیؑ! جس نے تمھیں بال برابر بھی اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی اور جس نے خدا کو اذیت دی اس پر زمین و آسمان کی مخلوق لعنت کرتی ہے۔

﴿ ابن عباس روایت بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا نے فرمایا: بے شک! اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شادی کی اور زمین کو ان کا حق مہر قرار دیا اور جو شخص بھی حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے بُغض رکھتے ہوئے زمین پر چلے گا تو وہ حرام چال چلا۔

ابوسعید خدری اور انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ! میرے بعد میری اُمت میں جب اختلاف پیدا ہوگا تو آپؑ میری اُمت کے سامنے حق و باطل کو واضح کریں گے۔

اے علیؑ! آپؑ میری میت کو غسل دیں گے، آپؑ میرے قرض کو ادا کریں گے، آپؑ مجھے لحد میں اُتاریں گے، آپؑ میری ذمہ داری کو پورا کریں گے اور آپؑ دنیا و آخرت میں میرے پرچم کے مالک ہیں۔

❁ ابن عباس سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں شک کرنے والا اپنی قبر سے اس حالت میں اُٹھایا جائے گا کہ اس کے گلے میں آگ کا طوق ہوگا اور اس آگ میں تین سو شعلے ہوں گے۔ ہر شعلے میں ایک شیطان ہوگا اور ہر شیطان اس وقت تک اس کے چہرے کو آلودہ کرتا رہے گا جب تک وہ حساب کے لیے حاضر نہ ہو جائے اور دوسری روایت کے مطابق شیطان اسے تیوریاں چڑھا رہا ہوگا۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت عثمان نے حضرت عمر سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے کہا: اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو علی ابن ابی طالب علیہما السلام کے چہرے کے نُور سے پیدا فرمایا۔

❁ (بحذفِ اسناد) مجاہد سے منقول ہے: ابن عباس سے پوچھا گیا کہ آپؑ حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

انھوں نے جواب دیا: خدا کی قسم! وہ ثقلین (قرآن و اہلِ بیتؑ) میں سے ایک ہیں۔ آپؑ نے سب سے پہلے دو شہادتوں (اللہ کی واحدانیت اور محمدؐ کی نبوت و رسالت) کا اقرار کیا اور دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔ آپؑ نے دو بیعتیں کی اور (اللہ تعالیٰ) نے آپؑ کو دو بیٹے حسنؑ و حسینؑ عطا کیے گئے۔ سورج غروب ہونے کے بعد آپؑ کے لیے

دو دفعہ پلٹایا گیا اور آپؑ نے دو دفعہ اپنی تلوار کو نیام سے باہر نکالا۔ آپؑ صبح وشام کے مالک ہیں۔ آپؑ کی اس اُمت میں مثال حضرت ذوالقرنینؑ جیسی ہے اور یہ میرے مولا علی ابن ابی طالب علیہما السلام ہیں۔

٭ (بحذفِ اسناد) شعبی کہتا ہے: ہم نہیں جانتے کہ ہم حضرت علیؑ کے بارے میں کیا کریں۔ اگر آپؑ سے محبت کرتے ہیں تو ہم مفلس وتنگ دست ہوتے ہیں اور اگر آپؑ سے بُغض رکھتے ہیں تو ہم کافر ہوتے ہیں۔

٭ (بحذفِ اسناد) زاذان نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: یہ اُمت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ان میں سے بہتّر فرقے جہنم میں جائیں گے اور ایک فرقہ جنت میں جائے گا اور یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا:

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ

"اور ہماری مخلوقات میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو دین حق کی طرف ہدایت کرتے ہیں اور حق سے انصاف کرتے ہیں"۔ (سورۂ اعراف: آیت ۱۸۱)

اور یہ لوگ مَیں اور میرے شیعہ ہیں۔

٭ (بحذفِ اسناد) جابر بن عبداللہ سے منقول ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے کہا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں اٹھارہ قابلِ قدر خوبیاں تھیں، جن میں سے تیرہ حضرت علی علیہ السلام سے مختص تھیں اور باقی پانچ میں بھی وہ ہمارے ساتھ شریک تھے۔

٭ (بحذفِ اسناد) جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: خدا کی قسم! ہم حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ کینہ وعداوت رکھنے سے منافقوں کو پہچانتے تھے۔

(بحذفِ اسناد) ابوہریرہ سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب نے کہا: حضرت علی علیہ السلام کو تین ایسی خصوصیات عطا کی گئیں اگر ان میں سے ایک خصوصیت بھی میرے اندر موجود ہوتی تو میں اسے دنیا کی ہر نعمت سے زیادہ عزیز سمجھتا۔ جب ان سے ان تین خصوصیات کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا:

① ان کی حضرت فاطمہؑ بنت محمد رسولؐ اللہ سے شادی ہونا

② ان کا رسولِؐ خدا کے ساتھ مسجد میں ٹھہرنا اور جو کچھ رسولؐ کے لیے مسجد میں حلال تھا وہ ان کے لیے بھی حلال تھا۔

③ جنگِ خیبر کے دن رسولِؐ خدا کا حضرت علی علیہ السلام کو لشکر کا علم دینا۔

(بحذفِ اسناد) حریث بن عمرو سے مروی ہے کہ معاویہ کے پاس حسن بن علی، عبداللہ بن جعفر طیارؓ، عقیل بن ابی طالبؑ، عمرو بن عاص، سعید اور مروان بیٹھے تھے۔ اِن لوگوں میں ابوطفیل کنانی بھی موجود تھے۔ شامی ان کی طرف اشارہ کر کے کہہ رہے تھے کہ یہ علیؑ کا ساتھی ہے۔ معاویہ نے کہا: اے کنانی بھائی! لوگوں میں تمھیں سب سے زیادہ کس سے پیار ہے؟

یہ سُن کر ابوطفیل رو پڑے اور کہا: خدا کی قسم! مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ اس سے پیار ہے جو آئمہ اور اُمت کا امام اور پیشوا ہے۔ وہ لوگوں میں قلبی طور پر سب سے زیادہ شجاع، باپ دادا کے لحاظ سے سب سے زیادہ معزز اور بزرگی کے لحاظ سے سب سے زیادہ شریف ہے۔

معاویہ نے کہا: اے ابوطفیل! ہمارا تم سے یہ سب کچھ سننے کا ارادہ نہیں تھا۔ ابوطفیل نے جواب دیا: نہیں! ابھی تو مَیں نے امیرالمومنینؑ کی دس خصوصیات بھی بیان نہیں کی ہیں۔

پھر ابوطفیل نے درج ذیل اشعار پڑھے:

مهر النبی بذاك الله أکرمه ❊ اذ اصطفاه وذاك المهر مدخر

فقام بالامر والتقوىٰ أبوحسن ❊ بخ بخ هنالك فضل ماله خطر

لا يسلم القران منه ان لم به ❊ ولايهاب وان اعداؤه كثروا

من رام صولته وانی منيته ❊ لايدفع الشكل عن اعدائه الحذر

''نبی اکرم ﷺ کی دامادی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے حضرت علی علیہ السلام کو عزت و اِکرام سے نوازا اور اس دامادی کے شرف کے لیے اللہ تعالیٰ نے انھی کو منتخب کیا۔ ابوالحسنؑ نے خدا کے احکامات کو قائم کیا اور وہ تقویٰ کے مظہر تھے۔ آپؑ کو مبارک ہو کہ وہاں آپؑ کے لیے فضل و کرامت ہے اور اُنھیں کوئی خطرہ نہیں۔ اگر کوئی ان کے مدِ مقابل آئے تو وہ بچ کر نہیں جاتا اور ان کے دشمن جتنے زیادہ ہوں وہ خوف زدہ نہیں ہوتے۔ ان کی وفات ان کے دشمن کے دل سے ان کا خوف اور ڈر ختم نہیں کر سکتی''۔

صاحب کافی الکفاہ نے امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کی مدح میں یہ اشعار بیان کیے ہیں:

هو البدر فی هيجاء بدر وغيره ❊ فرائصه من ذكره السيف ترعد

وكم خبرنی خيبر قد روتيم ❊ ولكنكم مثل النعام تشرد

وفی أحد ولی الرجال وسيفه ❊ يسود وجه الكفر وهو مسود

علی له فی الطير ما طار ذكره ❊ وقامت به اعداؤه وهی تشهد

وما سد عن خير المساجد بابه ❊ وأبوابهم اذ ذاك عنه تسدد

وزوجته الزهراء خير كريمة ❊ لخير كريم فضلها ليس يجحد

''حضرت علیؑ جنگِ بدر وغیرہ کی لڑائی میں چودھویں کا چاند تھے،

آپؑ کی تلوار کے تذکرے سے انسان پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔
جنگِ خیبر میں تم لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کی بہادری کے کتنے ہی قصے بیان کیے لیکن تم شترمرغ کی طرح بھاگ کھڑے ہوئے۔
جنگ اُحد میں لوگ پیٹھ پھیر کر فرار ہوئے لیکن حضرت علی علیہ السلام کی تلوار کافروں کے چہروں کو سیاہ کر رہی تھی اور لوگوں کے نزدیک امیرالمومنینؑ سردار مانے گئے۔
حضرت علی علیہ السلام کی حدیث طیر میں وہ فضیلت ہے جس کے تذکرے کو بھولا نہیں جا سکتا اور اس کے ذریعے ان کے دشمنوں کو روکا گیا۔
جب تمام مساجد سے بہترین مسجد کی طرف کھلنے والے لوگوں کے تمام دروازے بند کر دیے گئے لیکن ان کا دروازہ بند نہیں کیا گیا۔
حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام ان کی زوجہ ہیں جو سب عورتوں سے بہتر اور کرم و شرافت والی ہیں اور ان کے شوہر بھی ایسے ہیں۔ حضرت فاطمہ علیہا السلام کے فضل سے کوئی انکار نہیں کر سکتا"۔

......❀......

باب نمبر ۲۰

رسولِ خدا کا حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی شادی کرنا

❁ (بحذف اسناد) حضرت علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کے عقد کا ارادہ کیا تو مجھے میری کنیز نے کہا: کیا آپؑ جانتے ہیں کہ رسولِ خدا نے حضرت فاطمہؑ کے عقد کا ارادہ کیا ہے؟

مَیں نے جواب دیا: نہیں۔

اس نے کہا: آپؑ رسولِ خدا سے ان کے لیے خواست گاری کیوں نہیں کرتے تاکہ وہ ان کا عقد آپؑ سے کردیں؟

مَیں نے جواب دیا: کیا میرے پاس کچھ ہے کہ میں شادی کرسکوں؟

تو اس نے کہا: اگر آپ رسولِ خدا کے پاس جنابِ سیّدہؑ کی خواستگاری کے لیے جائیں گے تو وہ جناب سیّدہؑ کا عقد آپؑ سے کردیں گے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: خدا کی قسم! میں اس کے بعد ہمیشہ اسی اُمید میں رہا کہ رسولِ خدا سے اس کے بارے میں بات کروں، یہاں تک کہ ایک دن میں اس ارادے سے رسولِ خدا کی خدمت میں گیا جب کہ اللہ کے رسولؐ کی جلالت، عظمت اور ہیبت اتنی بلند تھی کہ جب میں آپؐ کے سامنے ادب و احترام سے بیٹھ گیا اور ایک مشکل امر میں پھنس گیا تو خدا کی قسم! مجھ سے بات نہیں ہو رہی تھی۔

رسولِؐ خدا نے مجھ سے فرمایا: کیا آپؑ کو مجھ سے کوئی کام ہے؟

تو میں خاموش رہا۔

آپؐ نے دوبارہ فرمایا: آپؑ کو مجھ سے کوئی کام ہے؟

تو میں خاموش رہا۔

آپؐ نے پھر فرمایا: آپؑ کس غرض سے آئے ہیں، کیا آپؑ کو مجھ سے کوئی کام ہے؟

تو میں پھر بھی خاموش رہا۔

اب آپؐ نے فرمایا: شاید تم فاطمہ (علیہا السلام) کی خواست گاری کے لیے آئے ہو؟

مَیں نے عرض کیا: جی ہاں۔

آپؐ نے فرمایا: آپؑ کے پاس ان سے عقد کے لیے کوئی چیز ہے؟

مَیں نے عرض کیا: نہیں! اللہ کے رسولؐ۔

آپؐ نے فرمایا: تمھاری وہ زِرہ کہاں ہے؟ جو تم ہتھیار بند ہوتے وقت زیبِ تن کرتے ہو؟ اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ یہ زِرہ تلوار تک کو کاٹ دیتی ہے اور اس کی کیا قیمت ہے؟

مَیں نے عرض کیا: چار سو درہم، اور یہ میرے پاس موجود ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَیں نے اس کے عوض فاطمہ (علیہا السلام) کا تم سے عقد کیا اور اس کا حق مہر اسے بھجواؤ تا کہ وہ تمھارے لیے حلال ہو سکے اور یہی رسولِؐ خدا کی بیٹی حضرت فاطمہ (علیہا السلام) کا حق مہر تھا۔

❁ (بحذفِ اسناد) انس بن مالک سے مروی ہے کہ میں نبی اکرمؐ کے پاس موجود تھا کہ آپؐ پر وحی کا نزول ہونے لگا۔ جب وحی نازل ہو چکی تو آپؐ نے مجھ سے فرمایا: اے انس! کیا تم جانتے ہو کہ میرے پاس عرش کے مالک کی طرف سے جبرئیلؑ کیوں آیا تھا؟

مَیں نے عرض کیا: خدا اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ (علیہا السلام) کا عقد حضرت علی علیہ السلام سے کردوں اس لیے تم جاؤ اور میرے پاس ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر اور اتنی ہی تعداد میں انصار کو بلا کر لاؤ۔

مَیں وہاں سے اُٹھا اور ان سب کو نبی اکرمؐ کے پاس بلا کر لے آیا۔ جب وہ سب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جو اپنی نعمت کی وجہ سے محمود اور اپنی قدرت کی وجہ سے معبود ہے۔ اس کے اقتدار اور بادشاہت میں اس کی اطاعت کی جاتی ہے۔ اس کے عذاب سے خوف ہوتا ہے اور اس کے پاس موجود نعمتوں کی طرف رغبت ہوتی ہے۔ زمین اور آسمان میں اس کا امر نافذ ہے۔ اس نے اپنی قدرت سے ایک مخلوق کو پیدا کیا، پھر انھیں اپنے احکام سے ممیز کیا، پھر انھیں اپنے دین کے ذریعے عزت بخشی اور ان پر ان کے نبی (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے انعام واِکرام کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مصاہرہ کو نسب سے ملایا اور اسے فرض قرار دیا، اس کے ذریعے رشتہ داریوں کو قائم رکھا اور اسے اپنی مخلوق کے لیے ضروری قرار دیا۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ۝ (سورۂ فرقان: آیت ۵۴)

"اور وہی (اللہ) وہ ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا اور پھر اس کو خاندان اور سسرال بنا دیا ہے اور آپ کا پروردگار بہت زیادہ قدرت والا ہے"۔

اللہ تعالیٰ کا امر اس کی قضا کا باعث بنتا ہے اور یہ قضا، قدر کا باعث بنتی ہے اور ہر قضا کے لیے قدر کا ہونا ضروری ہے اور ہر قدر کے لیے ایک مدت معین ہے اور ہر مدت

کو کتاب میں لکھا گیا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے اسے اس کتاب سے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے لکھا رہنے دیتا ہے اور اس کے پاس اُم الکتاب ہے۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم لوگوں کو گواہ بنا کر یہ کہہ رہا ہوں کہ میں چار سو مثقال چاندی پر اپنی بیٹی فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شادی علیؑ سے کر رہا ہوں بشرطیکہ علیؑ اس پر راضی ہوں کیونکہ حضرت علی علیہ السلام اس وقت وہاں پر موجود نہیں تھے۔ آپؑ کو رسولؐ نے کسی کام کے لیے بھیجا تھا۔ پھر رسولِؐ خدا نے کچی کھجوروں کا طبق لانے کا حکم دیا۔ پھر یہ طبق ہمارے سامنے لا کر رکھ دیا گیا اور ہمیں تناول کرنے کا حکم دیا۔

ابھی ہم یہ تناول کر ہی رہے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے تو رسولِؐ خدا نے انھیں دیکھ کر اپنے لبوں پر مسکراہٹ بکھیری اور فرمایا: اے علیؑ! اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں (حضرت) فاطمہ (علیہا السلام) کی شادی آپؑ سے کر دوں۔ مَیں نے چار سو مثقال چاندی کے عوض اس کا عقد تم سے کیا ہے۔ کیا تم اس پر راضی ہو؟

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! میں اس پر راضی ہوں۔ پھر حضرت علی علیہ السلام اُٹھے اور خدا کے حضور سجدۂ شکر بجا لائے اور نبیؐ نے دعا کی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تم دونوں کو بہت زیادہ پاکیزہ اولاد عطا فرمائے اور ان میں برکت قرار دے۔

انس کہتا ہے: خدا کی قسم! ان دونوں کی اسی طرح پاکیزہ اولاد ہوئی جس طرح نبی اکرمؐ نے ان کے لیے دعا فرمائی تھی۔

❁ (بحذفِ اسناد) عبداللہ بن مسعود سے منقول ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہؑ! مَیں نے تمھاری شادی ایسے شخص سے کی ہے جو دنیا میں سیّد و سردار اور آخرت میں صالحین میں سے ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ میں آپؑ کا حضرت علی علیہ السلام سے عقد کروں تو اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو حکم دیا اور وہ چوتھے آسمان پر رُکا، جہاں پر تمام ملائکہ نے صف بندی کی اور جبرائیلؑ نے ان کے سامنے خطبہ ارشاد

فرمایا۔ پھر تمھاری شادی حضرت علی علیہ السلام سے کردی۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کے درختوں کو جو فاخرہ لباس اور زیورات اُٹھائے ہوئے تھے، فرشتوں پر نچھاور کرنے کا حکم دیا اور یہ فرشتے قیامت کے دن اس جنتی فاخرہ لباس اور زیورات پر فخر کریں گے کہ ان کے سامنے دیگر ملائکہ کی نعمتیں ماند پڑ جائیں گی۔

❁ (بحذفِ اسناد) ابن عباس سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا کی خدمت میں لوگ حضرت فاطمہ علیہا السلام کی خواستگاری کے لیے حاضر ہوتے اور پیغامِ عقد دیتے مگر آپؐ اس پر توجہ نہ فرماتے بلکہ بے رُخی دکھاتے، یہاں تک کہ تمام لوگ مایوس ہو گئے۔ سعد بن معاذ نے حضرت علی علیہ السلام سے ملاقات کی اور کہا: قسم بخدا! رسولؐ خدا اپنی بیٹی کا رشتہ آپؑ کی وجہ سے روکے ہوئے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تمھارا یہ خیال کیوں ہے؟ خدا کی قسم! ابھی تو میں بظاہر نمایاں شخصیت نہیں ہوں اور نہ ہی مالِ دُنیا میرے پاس ہے کہ وہ مجھ سے شادی کرنا چاہیں اور رسولؐ خدا بھی یہ جانتے ہیں کہ میرے پاس درہم و دینار نہیں ہیں۔

سعد نے کہا: میں آپؑ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپؑ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت فاطمہ علیہا السلام کی خواستگاری کے لیے جائیں اور ہمارے اس وہم کو دُور کریں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تو میں آپؐ سے کیا کہوں؟

سعد نے جواب دیا: آپ جا کر یہ عرض کریں کہ میں خدا اور رسولؐ کی خدمت میں پیغامِ عقد دینے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔

پھر حضرت علی علیہ السلام رسولِ خدا کو یہ پیغامِ عقد دینے کے لیے روانہ ہوئے جبکہ اس وقت رسولِ خدا ایک چٹائی پر قیلولہ فرما رہے تھے۔ آپؑ وہاں پر جا کر چپ چاپ بیٹھ گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: آپؑ کس غرض سے آئے ہیں؟

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: مَیں خدا اور اس کے رسولؐ کی خدمت میں

(حضرت) فاطمہؑ بنت محمدؐ کا پیغامِ عقد دینے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔

یہ سُن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مرحبا! پھر خاموش ہو گئے۔

حضرت علی علیہ السلام یہ سُن کر وہاں سے اُٹھے اور سعد کے پاس آئے اور انھیں سارا واقعہ سنایا تو سعد نے کہا: اب نبی اکرمؐ اِن کا عقد آپؑ سے ہی کریں گے، اس ذات کی قسم! جس نے نبی اکرمؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا۔ انھوں نے آج تک وعدہ خلافی نہیں کی اور نہ ہی کبھی جھوٹ بولا ہے اور میں آپؑ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپؑ کل دوبارہ رسولِؐ خدا کی خدمت میں جائیں اور عرض کریں کہ اے اللہ کے نبیؐ! یہ امر کب وقوع پذیر ہوگا؟

یہ سُن کر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: لیکن یہ کام تو پہلے سے زیادہ سخت اور کٹھن ہے، میں آپؐ سے یہ کیسے کہہ سکتا ہوں کہ اے رسولِؐ خدا! میری حاجت کا کیا ہوا؟

سعد نے کہا: جیسے مَیں نے آپؑ سے کہا ہے آپؑ ویسے ہی حضور اکرمؐ سے جا کر کہیں۔

پھر حضرت علی علیہ السلام رسولِؐ خدا کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! یہ بات کب وقوع پذیر ہوگی؟

نبی اکرمؐ نے فرمایا: ان شاء اللہ آج رات میں۔

پھر آپؐ نے حضرت بلالؓ کو بلا کر فرمایا: اے بلالؓ! مَیں نے اپنی صاحبزادی کا عقد اپنے چچازاد سے کر دیا ہے اور میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میری اُمت میں نکاح کے وقت کھانا کھلانے کی سنت قائم ہو جائے۔ لہٰذا بھیڑ بکریوں کے گلے میں جا کر چار یا پانچ مد کی ایک بکری لے آؤ اور ایک بڑے پیالے میں سالن مہیا کرو۔ میں مہاجرین و انصار کو اکٹھا کروں گا اور جب یہ سالن تیار ہو جائے تو مجھے بتانا۔

حضرت بلالؓ نے رسولِؐ خدا کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایک بڑے پیالے

میں سالن لا کر پیش کر دیا۔ رسولؐ خدا نے پیالے کے سرے پر انگلی لگائی اور فرمایا: اب ایک ایک گروہ آ کر کھانا کھاتا جائے اور جب ایک گروہ کھا کر چلا جائے تو پھر وہ دوبارہ نہ آئے۔ پھر ایک کے بعد ایک گروہ آتا رہا اور کھانا کھا کر واپس جاتا رہا یہاں تک کہ جب تمام لوگوں نے کھانا کھا لیا تو نبی اکرمؐ نے باقی بچ جانے والے کھانے کی طرف متوجہ ہوئے اور اس میں اپنا لعابِ دہن ملانے کے بعد فرمایا: اے خدا! اس میں برکت عطا فرما اور پھر حضرت بلالؓ سے فرمایا: اس پیالے کو اپنی ماؤں کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو کہ یہ تناول کرو اور اسے رات کا کھانا سمجھ کر کھاؤ۔

پھر نبی اکرمؐ اُٹھے اور اپنی عورتوں کے پاس گئے اور انھیں بتایا کہ مَیں نے اپنی بیٹی فاطمہ (علیہا السلام) کا عقد اپنے چچازاد علیؑ سے کر دیا ہے۔ آپؐ جانتی ہیں کہ میرے نزدیک فاطمہؑ کی کس قدر عزت و عظمت ہے، اب میں اسے علیؑ کے حوالے کر رہا ہوں اور تم اپنی بیٹی کو تیار کرو۔

پھر وہ عورتیں اُٹھیں اور جنابِ سیّدہ علیہا السلام کو خوشبو سے معطر کیا اور فاخرہ لباس زیب تن کروایا۔

جب نبی اکرمؐ ان کی طرف گئے اور عورتوں نے آپؐ کو آتے ہوئے دیکھا تو نبی اکرمؐ اور اپنے درمیان ایک پردہ تان دیا اور پردے کے پیچھے اسماء بنت عمیس تھیں۔ نبی اکرمؐ نے ان سے فرمایا: تم کون ہو اور یہاں پر کیوں موجود ہو؟

انھوں نے عرض کیا: مَیں آپؐ کی بیٹی کی محافظہ و نگران ہوں کیونکہ شادی کے وقت لڑکی کے قریب کسی عورت کا ہونا ضروری ہوتا ہے تا کہ اگر اسے کوئی حاجت ہو یا وہ کسی شے کا ارادہ کرے تو اس عورت کے ذریعے تعمیل کروائے۔

یہ سُن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مَیں آپ کے لیے اپنے معبود سے دعا گو ہوں کہ وہ آپ کی آگے، پیچھے، دائیں اور بائیں طرف سے شیطان مردود کے شر سے

حفاظت فرمائے۔

پھر آپؐ نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کو بلند آواز سے بلایا تو وہ آگے بڑھیں۔ جب حضرت فاطمہ علیہا السلام نے حضرت علی علیہ السلام کو دیکھا تو نبی اکرمؐ کے پہلو میں بیٹھ گئیں۔ آپؑ کے قدم حجاب کی وجہ سے رُک گئے اور رونے لگیں تو نبی اکرمؐ کو یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ شاید وہ اس لیے رو رہی ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام دولت مند نہیں ہیں۔ آپؐ نے ان سے فرمایا: اے میری بیٹی! تمھیں کس چیز نے رُلایا ہے؟ قسم بخدا! مَیں نے تمھارے لیے اپنے خاندان کے بہترین فرد کا انتخاب کیا ہے۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، مَیں نے تمھاری ایسے شخص سے شادی کی ہے جو اس دنیا میں سیّد و سردار اور آخرت میں صالحین میں سے ہے۔

پھر آپؐ ان کے قریب ہوئے اور فرمایا: اے اسماء! ایک بڑا برتن لاؤ اور اسے پانی سے بھر دو۔

اسماء کہتی ہیں: میں ایک بڑا برتن لائی اور اسے پانی سے بھر دیا۔ پھر نبی اکرمؐ نے منہ میں پانی ڈال کر اس میں کُلی کی اور اس پانی میں اپنے چہرۂ اقدس اور پیروں کو دھویا۔ پھر آپؐ نے ایک چلّو میں پانی لے کر جنابِ سیّدہ علیہا السلام کے سر پر ڈالا اور ایک چلّو پانی ان کے شانوں کے درمیان ڈالا۔ پھر باقی بچ جانے والا پانی اپنے اور جنابِ سیّدہ علیہا السلام پر چھڑکا اور ان کے قریب ہو کر فرمایا: اے اللہ! یہ فاطمہ (علیہا السلام) مجھ سے ہے اور مَیں اس سے ہوں۔ اے پروردگار! جس طرح تُو نے مجھ سے رجس کو دُور رکھا اور مجھے پاک رکھا ہے اسی طرح ان سے رجس کو دُور اور پاک رکھ۔

پھر آپؐ نے پانی کا ایک اور برتن منگوایا اور حضرت علی علیہ السلام کو بلا کر ان سے بھی وہی کچھ کیا جو حضرت فاطمہ علیہا السلام کے ساتھ کیا تھا اور ان کے لیے بھی وہی دعا مانگی جو حضرت فاطمہ علیہا السلام کے لیے دعا مانگی تھی۔

پھر ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اب آپؑ دونوں اپنے گھر تشریف لے جائیں۔ اللہ تعالیٰ تم دونوں میں پیار و اُلفت کو قائم رکھے، تمھاری نسل میں برکت اور تمھارے حالات کو بہتر اور درست فرمائے۔ اس کے بعد نبی اکرمؐ اُٹھے اور اپنے ہاتھ سے اپنا دروازہ بند کر دیا۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت امام حسین علیہ السلام سے منقول ہے: ایک مرتبہ رسولؐ خدا حضرت اُم سلمہؓ کے حجرے میں تشریف فرما تھے کہ ایک فرشتہ آپؐ پر نازل ہوا، جس کے بیس سر تھے اور ہر سر میں ایک ہزار زبانیں تھیں اور وہ ہر زبان کے ساتھ الگ الگ لغات میں خدا کی تسبیح و تقدیس بیان کر رہا تھا، اس کے ہاتھ کی ہتھیلیاں ساتوں آسمانوں اور زمینوں سے بھی کشادہ تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے جبرئیلؑ تصور کرتے ہوئے پوچھا: اے جبرئیلؑ! تم پہلے کبھی اس صورت میں میرے پاس نہیں آئے ہو؟

اس فرشتے نے عرض کیا: مَیں جبرئیلؑ نہیں ہوں بلکہ میرا نام صرصائیلؑ ہے۔ مجھے خدا نے آپؐ کے پاس اس لیے بھیجا ہے کہ آپؐ نور کا نکاح نُور سے کر دیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کس کا نکاح کس سے کردوں؟

اس نے عرض کیا: آپؐ اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ علیہا السلام کا نکاح حضرت علی علیہ السلام سے کر دیں۔ پھر نبی اکرمؐ نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کا نکاح حضرت علی علیہ السلام سے کر دیا۔ اس نکاح پر حضرت جبرئیلؑ، میکائیلؑ اور صرصائیلؑ کو گواہ بنایا۔ اس کے بعد نبی اکرمؐ نے صرصائیلؑ کے دونوں کندھوں پر نظر ڈالی تو اس پر تحریر تھا:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ابن ابی طالب مقیم الحجة

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، حضرت محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور حضرت علی ابن ابی طالبؑ حجت کو قائم و دائم رکھنے والے ہیں"۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ تمھارے کندھوں پر کب سے تحریر ہے؟

صرصائیلؑ نے عرض کیا: (اے اللہ کے رسولؐ!) اس دنیا کے خلق ہونے سے بارہ ہزار سال پہلے میرے کندھوں پر یہ تحریر موجود ہے۔

❁ (بحذفِ اسناد) بلال بن حمامہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسولِ خدا مسکراتے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے اور اس وقت آپؐ کا چہرہ چاند کے ہالہ کی طرح چمک رہا تھا۔ یہ دیکھ کر عبدالرحمٰن بن عوف نے اُٹھ کر عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ کے چہرۂ اقدس پر یہ کیسا نُور ہے؟

آپؐ نے فرمایا: مجھے میرے رب کی طرف سے میرے بھائی اور چچازاد اور میری بیٹی کے متعلق یہ بشارت آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (حضرت) علی علیہ السلام کا (حضرت) فاطمہ علیہا السلام سے عقد کیا ہے اور رضوانِ خازن جنت کو حکم دیا ہے کہ وہ شجرۂ طوبیٰ کو ہلائے تو اس نے ہلایا اور وہ درخت نجات کے پروانوں کے ساتھ اس قدر بارآور ہوگیا کہ جتنی تعداد اہلِ بیتؑ کے حُب داروں کی ہے، اس کے مطابق درخت کے نیچے نُور سے فرشتے پیدا کیے اور ان میں سے ہر فرشتے کو ایک نجات کا پروانہ دیا۔

پس! جب قیامت کا دن ہوگا تو وہ فرشتے تمام مخلوق کے درمیان ندا دیں گے۔ پھر ہم اہلِ بیتؑ کا کوئی حُب دار ایسا نہیں بچے گا کہ جسے یہ نجات کا پروانہ نہ دیا گیا ہو اور اس میں ان کی جہنّم سے رہائی لکھی ہوگی۔ پس! میرا چچازاد بھائی اور میری بیٹی مردوں اور عورتوں کے لیے جہنّم سے رہائی کا موجب ہوئے۔

❁ (بحذفِ اسناد) ابن عباسؓ روایت نقل کرتے ہیں کہ جس شب حضرت فاطمہ علیہا السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گھر سے رخصت ہوکر حضرت علی علیہ السلام کے گھر روانہ ہوئیں تو نبی اکرمؐ ان کے آگے آگے، حضرت جبرائیلؑ ان کے دائیں طرف اور میکائیلؑ بائیں طرف چل رہے تھے اور ستر ہزار فرشتے ان کے پیچھے خدا کی تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے چل رہے تھے، وہ طلوعِ فجر تک اسی کیفیت میں مشغول رہے۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا نے فرمایا:
میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے کہا کہ اے محمدؐ! بے شک! اللہ عزوجل آپ کو سلام پیش کرنے کے بعد فرماتا ہے کہ مَیں نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کی شادی حضرت علی علیہ السلام سے کردی ہے، لہٰذا آپؐ بھی ان کا حضرت علی علیہ السلام سے عقد کر دیں۔ مَیں نے شجرۂ طوبیٰ کو حکم دیا ہے کہ وہ موتی، یاقوت اور مرجان پیدا کرے اور آسمان والے اس شادی سے بے حد خوش ہیں۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت اُمِ سلمہؓ، سلمان فارسیؓ اور حضرت علی علیہ السلام نے روایت کی ہے: جب حضرت فاطمہ علیہا السلام شادی کی عمر کو پہنچیں تو قریش کے اشراف و اکابرین، صاحبانِ مال اور صاحبانِ شرف اور عزت دار لوگوں نے جنابِ فاطمہ علیہا السلام کی خواستگاری کی۔ جب بھی قریش کا کوئی شخص ان کی خواستگاری کرتا تو رسولِ خدا اس سے اپنا رُخِ انور پھیر لیتے یہاں تک کہ ہر ایک کو معلوم ہو جاتا کہ رسولِ خدا نے اس کے اس فعل کو ناپسند فرمایا ہے یا رسولِ خدا پر آسمان سے ہماری مذمت میں وحی نازل ہوئی ہے۔

جن لوگوں نے رسولِ خدا سے حضرت فاطمہ علیہا السلام کی خواستگاری کی ان میں حضرت ابوبکر بھی شامل تھے تو رسولِ خدا نے جواب دیا: اس کا اختیار خدا کے پاس ہے۔ حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر نے بھی خواستگاری کی تو رسولِ خدا نے وہی جواب دیا جو حضرت ابوبکر کو دیا تھا۔

ایک دن حضرت ابوبکر اور عمر مسجدِ نبویؐ میں بیٹھے تھے اور ان دونوں کے پاس سعد بن معاذ بھی موجود تھے، انھوں نے آپس میں حضرت فاطمہ علیہا السلام کی تزویج کے بارے میں باتیں کرنا شروع کیں تو حضرت ابوبکر نے کہا: رسولِ خدا سے قریش کے اشراف نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کی خواستگاری کی لیکن رسولِ خدا نے ان کو جواب دیا کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام کی شادی کا اختیار پروردگار کے پاس ہے اور وہ جس سے چاہے گا ان کی

تزویج فرمادے گا لیکن حضرت علی علیہ السلام نے رسولِ خدا سے حضرت فاطمہ علیہا السلام کی خواستگاری نہیں کی اور نہ ہی کسی نے اس بارے میں ان کا ذکر کیا۔ شاید حضرت علی علیہ السلام نے اپنی تنگدستی کی بنا پر ان کی خواستگاری نہیں کی۔ لیکن میرے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ بے شک! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کے عقد کو حضرت علی علیہ السلام کے لیے روک رکھا ہے۔ پھر وہ عمر اور سعد بن معاذ سے کہتے ہیں: کیا تم دونوں کو علم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے کہاں پر قیام کر رکھا ہے تا کہ ان سے اس بات کا تذکرہ کریں۔

پھر سعد بن معاذ نے کہا: اُٹھو! ان کے پاس چلتے ہیں۔

حضرت سلمان فارسیؓ کہتے ہیں: یہ لوگ مسجد سے نکل کر حضرت علی علیہ السلام کے گھر گئے لیکن حضرت علی علیہ السلام کو وہاں پر موجود نہ پایا بلکہ وہ اپنا اُونٹ لے کر ایک انصاری کے باغ میں اُجرت پر پانی دینے کے لیے گئے ہوئے تھے، یہ لوگ بھی اس باغ میں گئے۔ جب انھیں حضرت علی علیہ السلام نے دیکھا تو فرمایا: تم لوگ یہاں پر کس غرض سے آئے ہو؟

حضرت ابوبکر نے جواب دیا: نیک خصلت سے بہتر کوئی خصلت نہیں اور آپؑ کو لوگوں پر اس میں برتری اور فضیلت حاصل ہے۔ آپؑ کے اور رسولِ خدا کے درمیان جو قرابت داری، مصاحبت اور معنوی روابط ہیں وہ ہم سب کو معلوم ہیں۔ قریش کے تمام اشراف نے رسولِ خدا سے حضرت فاطمہ علیہا السلام کی خواستگاری کی لیکن رسولِ خدا نے انکار کردیا اور فرمایا: حضرت فاطمہ علیہا السلام کی شادی کا اختیار پروردگار کے پاس ہے، وہ جس سے چاہے گا ان کی تزویج فرمائے گا۔ اے علیؑ! آپؑ کو کس چیز نے رسولِ خدا سے حضرت فاطمہ علیہا السلام کے لیے پیغامِ عقد دینے سے روک رکھا ہے اور مجھے یہ گمان ہے کہ خدا اور اس کے رسولؐ نے انھیں آپؑ کے لیے روک رکھا ہے۔

یہ سُن کر حضرت علی علیہ السلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور فرمایا: اے ابوبکر!

تم نے میرے احساسات کو تازہ کر دیا اور جو چیز میرے دل میں مخفی تھی، اس کو بیدار کر دیا۔ میں حضرت فاطمہ علیہا السلام کے لیے پیغامِ عقد دینے کی رغبت رکھتا ہوں اور کون شخص ایسا ہوگا کہ جو حضرت فاطمہ علیہا السلام کی خواستگاری نہ چاہتا ہو لیکن مجھے میری تنگدستی نے اس کام سے روک رکھا ہے۔

پھر حضرت علی علیہ السلام نے اپنا اُونٹ کھولا اور گھر لا کر باندھ دیا اور اپنے نعلین پہننے کے بعد رسولِ خدا کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت رسولِ خدا حضرت اُمِ سلمہؓ کے حجرے میں تشریف فرما تھے۔ آپؑ نے دروازے پر دستک دی تو اُم سلمہؓ نے پوچھا: کون ہے؟

اس سے پہلے کہ حضرت علی علیہ السلام فرماتے کہ میں علیؑ ہوں، رسولِ خدا نے فرمایا: اے اُم سلمہؓ! اُٹھو اور دروازہ کھول دو۔ یہ وہ مرد ہے جو خدا اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے اور خدا اور اس کا رسولؐ اس سے محبت کرتے ہیں۔

یہ سُن کر حضرت اُم سلمہؓ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، یہ کون مرد ہے جس کے بارے میں آپؐ فرما رہے ہیں حالانکہ ابھی تک آپؐ نے اسے دیکھا بھی نہیں؟

نبی اکرمؐ نے فرمایا: یہ کوئی عام شخص نہیں ہے، یہ میرا بھائی اور میرا چچازاد ہے۔ یہ مجھے تمام مخلوق سے زیادہ عزیز ہے۔

حضرت اُم سلمہؓ فرماتی ہیں: پھر میں جلدی سے اُٹھی اور میرا پاؤں دامن میں اُلجھ گیا، قریب تھا کہ میں گر پڑتی۔ پھر مَیں نے دروازہ کھول دیا تو سامنے حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کھڑے تھے۔ خدا کی قسم! جب مَیں نے دروازہ کھولا اس وقت تک گھر میں داخل نہیں ہوئے جب تک انھیں یہ یقین نہ ہو گیا کہ میں پردے میں چلی گئی ہوں۔ پھر آپؑ اندر داخل ہوئے اور کہا: السلام علیک یا رسولؐ اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اور حضورِ اکرمؐ نے جواب میں فرمایا: وعلیک السلام۔

حضرت اُم سلمہؓ فرماتی ہیں: جب حضرت علی علیہ السلام رسولِ خدا کے سامنے بیٹھنے لگے تو ان کی نگاہیں نیچے زمین پر تھیں گویا وہ کسی غرض سے آئے تھے لیکن رسولِ خدا کے سامنے اس کے اظہار سے شرما رہے تھے۔

حضرت اُم سلمہؓ فرماتی ہیں: رسولِ خدا نے یہ جان لیا کہ حضرت علی علیہ السلام کے دل میں کیا ہے اور فرمایا: اے ابوالحسنؑ! مجھے ایسے لگ رہا ہے کہ تم کسی کام سے آئے ہو۔ آپؑ اپنا کام بیان کریں اور جو کچھ تمھارے دل میں ہے اسے زبان پر لائیں کیونکہ آپؑ کی حاجتیں میرے پاس منظور و مقبول ہیں۔

یہ سُن کر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں! آپؐ جانتے ہیں کہ آپؐ نے مجھے اپنے چچا حضرت ابوطالبؑ اور حضرت فاطمہؑ بنتِ اسد سے بچپن میں لے کر پالا ہے۔ آپؐ نے مجھے اپنی غذا سے غذا دی اور اپنے ادب سے ادب دیا۔ آپؐ مجھ پر میرے والدین سے زیادہ شفیق اور مہربان رہے۔ اللہ عزوجل نے مجھے آپؐ کے ذریعے راہِ ہدایت پر ثابت قدم رکھا اور مجھے میرے چچاؤں اور بزرگوں کی گمراہی اور شرک سے محفوظ رکھا۔

اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ دنیا و آخرت میں میرا شرف اور ذخیرہ ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے آپؐ کے وجود کی برکت سے جن کرامتوں سے نوازا ہے اس بنا پر میں ایک گھر اور زوجہ کا اُمیدوار ہوں۔ آپؐ کے پاس آپؐ کی بیٹی حضرت فاطمہ علیہا السلام کی خواستگاری کی درخواست لے کر حاضر ہوا ہوں۔ اے اللہ کے رسولؐ! کیا آپؐ حضرت فاطمہ علیہا السلام کی تزویج مجھ سے فرمائیں گے؟

اُم سلمہؓ فرماتی ہیں: مَیں نے دیکھا اِن باتوں کے سننے سے رسولِ خدا کا چہرہ کھلکھلا اُٹھا اور مسکراتے ہوئے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: اے علیؑ! کیا تمھارے پاس

کوئی چیز ہے کہ میں فاطمہ (علیہا السلام) کی تم سے تزویج کروں؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں قسم بخدا! میری کوئی چیز آپؐ سے مخفی نہیں ہے۔ میرے پاس تلوار، زِرَہ اور اُونٹ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

رسولِؐ خدا نے فرمایا: تمھارا شمشیر کے بغیر گزارا نہیں کیونکہ تم اس کے ذریعے جہاد فی سبیل اللہ اور خدا کے دشمنوں سے جنگ کرتے ہو اور آپؑ کا اُونٹ تو تم اس سے اپنے نخلستان کے لیے پانی کھینچتے ہو اور اپنا سامانِ سفر اس پر بار کرتے ہو لیکن تمھارے پاس جو زِرَہ ہے مَیں نے اس زِرَہ کے عوض اپنی خوشی سے تمھارا عقد (حضرت) فاطمہ علیہا السلام سے کرتا ہوں۔ اے ابوالحسنؑ! کیا مَیں تمھیں بشارت دوں؟

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: ہاں اے اللہ کے رسولؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، مجھے بشارت دیجیے آپؐ ہمیشہ بابرکت و سعادت اور نیک امر رہے۔ آپؐ پر ہمیشہ اللہ رحمتیں نازل فرمائے۔

پھر جنابِ رسولِؐ خدا نے فرمایا: اے ابوالحسنؑ! مَیں تمھیں یہ بشارت دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل نے زمین پر تمھاری (حضرت) فاطمہ علیہا السلام سے شادی کرنے سے پہلے آسمان پر تم کو (حضرت) فاطمہ علیہا السلام سے رشتۂ ازواج میں منسلک کیا ہے۔ تمھارے آنے سے پہلے اسی جگہ پر میرے پاس ایک فرشتہ آسمان سے نازل ہوا جس کے بے شمار چہرے اور پَر تھے، اس سے پہلے مَیں نے کوئی ایسا فرشتہ نہیں دیکھا۔ جب وہ فرشتہ میرے پاس آیا تو اس نے کہا: السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اے محمدؐ! آپؐ کو بزرگ ہستیوں کے اجتماع اور پاکیزہ نسل کی بشارت ہو۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا: اے فرشتے! یہ کیسی بشارت ہے؟

اس نے عرض کیا: یا محمدؐ! میرا نام سطائیلؑ ہے اور مَیں عرشِ الٰہی کے ستونوں میں سے ایک ستون پر موکل فرشتہ ہوں۔ مَیں نے اپنے رب سے اجازت طلب کی کہ

آپؐ کو بشارت دوں، میرے پیچھے جبرائیلؑ بھی آرہے ہیں جو آپؐ کو اللہ تعالیٰ کی کرامتوں کے بارے میں خبر دیں گے۔

نبی اکرمؐ فرماتے ہیں: ابھی اس فرشتے کا کلام ختم نہیں ہوا تھا کہ حضرت جبرائیلؑ بھی آپہنچے اور مجھ سے کہا: السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ یا نبی اللہ۔

پھر اس نے میرے ہاتھ پر جنت کے ریشمی کپڑوں میں سے ایک سفید ریشمی کپڑا رکھ دیا جس پر نُور سے دو سطریں تحریر تھیں۔ مَیں نے جبرائیلؑ سے پوچھا: یہ ریشمی کپڑا اور دستاویز کیسی ہے؟

جبرائیلؑ نے عرض کیا: جب اللہ تعالیٰ اپنے علم کے ذریعے تمام مخلوق پر مطلع ہوا تو آپؐ کو تمام مخلوق پر برگزیدہ کیا اور آپؐ کو اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام مخلوق سے آپؐ کے بھائی، وزیر، ساتھی اور داماد کو برگزیدہ کیا اور اس نے آپؐ کی بیٹی حضرت فاطمہ علیہا السلام کا عقد اس سے کیا۔

مَیں نے پوچھا: اے میرے پیارے جبرائیلؑ! وہ کون شخص ہے؟

جبرائیلؑ نے جواب دیا: وہ دنیا میں آپ کا بھائی اور نسب میں آپؐ کا چچازاد ہے، یعنی علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اہلِ بہشت کو وحی کی کہ مزین ہوجاؤ تو اہلِ بہشت مزین و آراستہ ہوگئے۔ پھر شجرۂ طوبیٰ کو حکم دیا کہ فاخرہ لباس اور زیور سے آراستہ ہوجاؤ تو وہ اسبابِ زینت اور زیور سے آراستہ ہوگیا اور تمام حُوروں نے بناؤ سنگھار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ چوتھے آسمان پر بیت المعمور کے قریب جمع ہوجائیں۔ جو فرشتے چوتھے آسمان سے اُوپر تھے وہ نیچے آگئے اور جو نیچے تھے وہ اُوپر چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے رضوانِ جنت کو حکم دیا کہ بیت المعمور کے دروازے پر کرامت کا منبر نصب کریں، یہ وہ نُور کا منبر ہے جس پر حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو اسماء کی تعلیم

دیتے وقت خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ پھر اللہ عزوجل نے اپنے ملائکۂ حجب میں سے ایک فرشتہ جس کا نام راحیل تھا، اسے وحی کی کہ تم اس منبر پر جا کر خدا کی حمد وثنا بیان کرو اور اس کی تمجید اور بزرگی بیان کرو اور اس کی اسی طرح تعریف کرو جس کا وہ اہل ہے۔ تمام فرشتوں میں سے اس فرشتے سے زیادہ کوئی خوش بیان اور شیریں بیان نہیں ہے۔ پھر وہ فرشتہ راحیل منبر پر گیا اور اپنے رب کی اس قدر حمد وثنا اور تمجید و تقدیس بیان کی جو اس کی ذات کے لیے سزاوار ہے۔ یہ سُن کر تمام آسمان خوشی اور سرور سے جھومنے لگا۔

پھر جبرائیلؑ کہتا ہے: اللہ نے مجھے یہ وحی فرمائی کہ ان کا عقدِ نکاح باندھوں کیونکہ مَیں نے اپنی کنیز فاطمہ علیہا السلام اپنے حبیب محمدؐ کی بیٹی کو اپنے بندے علی علیہ السلام سے تزوِیج کیا ہے۔ یہ سُن کر مَیں نے عقدِ نکاح باندھا اور تمام فرشتوں کو اس پر گواہ بنایا۔ فرشتوں کی گواہی اس ریشم کے کپڑے پر تحریر تھی۔ مجھے میرے پروردگار نے حکم دیا کہ میں یہ تحریر آپؐ کو دکھاؤں اور سفید مشک سے اس پر مہر ثبت کرنے کے بعد اسے جنت کے خازن و رضوان کے حوالے کر دوں۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کی حضرت علی علیہ السلام سے شادی پر ملائکہ کو گواہ بنا لیا تو شجرۂ طوبیٰ کو حکم دیا کہ وہ اپنے زیورات اور حلّے ان پر نچھاور کرے تو ملائکہ اور حُوروں نے اسے سمیٹ لیا۔ ملائکہ اور حُوریں یہ ایک دوسرے کو بطورِ تحفہ دیتے ہیں اور قیامت کے دن تک اس پر فخر کرتے رہیں گے۔

اے محمدؐ! اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپؐ کو یہ حکم پہنچا دوں کہ آپؐ زمین پر حضرت فاطمہ علیہا السلام کی حضرت علی علیہ السلام سے شادی کر دیں اور ان دونوں کو دو ایسے فرزندوں کی بشارت دیجیے جو پاکیزہ، طیب و طاہر، صاحبِ فضیلت اور دنیا و آخرت میں بہترین افراد ہوں گے۔

اے ابوالحسنؑ! خدا کی قسم! وہ فرشتے ابھی میرے پاس سے گئے ہی تھے کہ آپؐ نے دروازے پر دستک دی۔ میں آپؐ کے بارے میں اپنے رب کے امر کو

جاری کروں گا۔ لہٰذا اے ابوالحسنؑ! آپؑ مسجد میں چلیے اور میں بھی آپؑ کے پیچھے مسجد میں آرہا ہوں۔ مَیں لوگوں کے سامنے آپؑ کی تزویج کرتا ہوں اور تمھاری ایسی فضیلت بیان کروں گا کہ جس سے دنیا و آخرت میں تمھاری آنکھوں اور تمھارے حُب داروں کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوگی۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: میں رسولِ خدا کے پاس سے اُٹھ کر مسجد کی طرف گیا مجھے اس وقت ایسی خوشی اور مسرت ہورہی تھی جو لفظوں میں بیان نہیں کی جاسکتی۔ راستے میں حضرت ابوبکر اور عمر مل گئے اور انھوں نے مجھ سے پوچھا: اے ابوالحسنؑ! تمھارے کام کا کیا بنا تو مَیں نے بتایا کہ رسولِ خدا نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ علیہاالسلام کی مجھ سے تزویج فرما دی ہے اور آپؐ نے مجھے یہ بھی بتایا ہے کہ اللہ عزوجل نے آسمان پر میری شادی حضرت فاطمہ علیہاالسلام سے کردی ہے۔ ابھی میرے پیچھے رسولِ خدا تشریف لا رہے ہیں تاکہ تمام لوگوں کے سامنے اس کا اظہار فرمائیں۔ یہ سُن کر وہ دونوں کافی خوش ہوئے اور میرے ساتھ واپس مسجد میں آگئے اور جناب امیرؑ فرماتے ہیں: جب تک رسولِ خدا تشریف نہ لائے وہ مسجد کے اندر داخل نہیں ہوئے اور ان کا چہرہ خوشی اور شادمانی سے چمک رہا تھا۔

رسولِ خدا نے فرمایا: بلال بن حمامہ کہاں ہیں؟

انھوں نے جلدی سے عرض کیا: لبیک یارسولؐ اللہ! تو نبی اکرمؐ نے فرمایا: (اے بلال!) تمام مہاجرین وانصار کو جمع کرو۔ بلال رسولِ خدا کے حکم کی تعمیل کی خاطر گئے اور تمام مسلمانوں کو ندا دی اور رسولِ خدا منبر کے قریب بیٹھ گئے یہاں تک کہ تمام لوگ جمع ہوگئے۔ آپؐ منبر کے پہلے زینے پر تشریف لے گئے اور خدا کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا: اے گروہانِ مسلمین! کچھ دیر پہلے میرے پاس جبرائیلؑ آیا تھا، اس نے مجھے خبر دی کہ میرے پروردگار نے تمام فرشتوں کو بیت المعمور کے پاس جمع کیا اور

ان سب کو اس بات پر گواہ بنایا کہ اس نے اپنی کنیز فاطمہ (علیہا السلام) اور اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کی شادی اپنے بندے حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام سے فرمائی اور اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں زمین پر حضرت فاطمہ علیہا السلام کی حضرت علی علیہ السلام سے شادی کروں۔ میں تم لوگوں کو اس پر گواہ بنا رہا ہوں۔ یہ فرما کر آپؐ بیٹھ گئے اور حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: اے ابوالحسنؑ! اُٹھو اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کی اپنے لیے خواستگاری کرو۔

پھر حضرت علی علیہ السلام کھڑے ہوئے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا اور نبی اکرمؐ پر درود وسلام کے بعد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور احسانات پر شکر اور حمد کرتا ہوں اور خدا کی وحدانیت پر وہ گواہی دیتا ہوں جو اس کی رضا مندی اور خوشنودی کا باعث ہو۔ حضرت محمدؐ اور آلِ محمدؐ پر درود بھیجتا ہوں جو انھیں مزید خدا کے قریب کردے اور خدا کے نزدیک ان کی قدر ومنزلت میں اضافہ کرے۔

(پھر آپؑ نے فرمایا:) نکاح اللہ تعالیٰ کے ان عوامر میں سے ہے کہ جن کا خدا نے حکم دیا ہے اور اس نے اس امر کو پسند فرمایا ہے۔ ہم سب لوگ یہاں پر اس لیے جمع ہوئے ہیں تا کہ خدا کے فیصلے کا نفاذ ہو۔ بے شک! رسولِ خدا نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ علیہا السلام کا مجھ سے عقد فرمایا ہے اور میری یہ زِرَہ ان کا مہر قرار پائی ہے۔ میں اس بات پر راضی ہوں اور تم لوگ اس بارے میں رسولِ خدا سے دریافت کرو اور گواہ رہو۔

پھر مسلمانوں نے رسولِ خدا سے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا آپؐ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ علیہا السلام کا عقد حضرت علیؑ سے کیا ہے؟

رسولِ خدا نے فرمایا: جی ہاں!

مسلمانوں نے عرض کیا: خدا ان کو برکت دے اور ان کی جدائی کو یکجائی میں بدل دے۔ اس کے بعد رسولِ خدا اپنی ازواج کے گھر تشریف لے گئے اور انھیں یہ خبر

سنائی تو وہ یہ سُن کر خوش ہوئیں۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: مَیں اس کے بعد رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا: اے ابوالحسنؑ! اب آپ جائیں اور اپنی زِرَہ بیچیں اور اس کی قیمت مجھے لاکر دیں تاکہ مَیں آپؑ کے لیے اور اپنی بیٹی فاطمہ (علیہا السلام) کے لیے ایسی چیزیں مہیا کروں جس میں آپؑ دونوں کی بہتری ہو۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: مَیں اپنی زِرَہ لے کر بازار کی طرف چل پڑا اور چار سو درہم سو دہجریہ کے عوض عثمان بن عفان کو بیچ دی۔ جب مَیں نے اس سے درہم لے لیے تو اس نے مجھ سے زِرَہ لے لی۔ اس نے مجھ سے کہا: اے ابوالحسنؑ! کیا میں اس زِرَہ کا آپؑ سے زیادہ حق دار اور آپؑ ان درہموں کے مجھ سے زیادہ حقدار نہیں ہیں؟ مَیں نے جواب دیا: ہاں! ایسا ہی ہے۔

اس نے کہا: میں یہ زِرَہ آپؑ کو بطور تحفہ دیتا ہوں۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: میں زِرَہ اور درہموں کو لے کر رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ کی خدمت میں زِرَہ اور درہم پیش کیے اور آپؐ سے عثمان کے سارے ماجرے کو بیان کیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دعائے خیر دی۔ پھر رسولؐ خدا نے وہ درہم پکڑ لیے اور ابوبکر کو بلایا۔ انھیں یہ درہم دینے کے بعد فرمایا: ان درہموں سے میری بیٹی کے لیے گھر کا وہ سامان خرید کر لاؤ جو اس کے لیے ضروری ہو۔ ان کے ساتھ حضرت سلمان فارسیؓ اور بلالؓ بن حمامہ کو بھیجا تاکہ یہ دونوں خرید کی ہوئی اشیاء کو اُٹھانے میں ان کی مدد کریں۔

حضرت ابوبکر کا بیان ہے: رسولؐ خدا نے مجھے تریسٹھ درہم دیے۔ مَیں یہ رقم لے کر بازار گیا اور درج ذیل چیزیں خریدیں۔ مصری کتان سے بنی ہوئی ایک توشک

(بچھونا) جس میں اُون بھری ہوئی تھی، چمڑے کا ایک فرش، چمڑے کا ایک تکیہ، جس میں کھجوروں کی چھال بھری ہوئی تھی۔ ایک خیبری عباء، ایک پانی کا مشکیزہ، چند مٹی کے پیالے، چند گھڑے، ایک مٹی کا لوٹا اور ایک باریک اُونی پردہ۔

یہ چیزیں میں، سلمانؓ اور حضرت بلالؓ اُٹھا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے اور آپؐ کے سامنے رکھ دیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اس مختصر سے سامان کو دیکھا تو آپؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آسمان کی طرف رُخ کر کے فرمایا: پروردگار! ان لوگوں میں برکت عطا فرما جن کے تمام برتن مٹی کے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زِرہ کی باقی قیمت حضرت اُم سلمہؓ کے پاس جمع کرا دی اور فرمایا: یہ درہم اپنے پاس رکھو۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: ایک ماہ گزر گیا اور میں حیا کرتا رہا کہ رسولِؐ خدا سے جنابِ فاطمہ (علیہا السلام) کے بارے میں تذکرہ کروں لیکن میں جب بھی تنہائی میں رسولِؐ خدا کے پاس ہوتا تو آپؐ فرماتے: اے علیؑ! آپؑ کو کتنی نیک اور باسلیقہ رفیقۂ حیات نصیب ہوئی ہے، آپؑ کی زوجہ تمام جہانوں کی عورتوں سے افضل ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: ایک ماہ کے بعد میرے بھائی عقیلؑ میرے پاس آئے اور فرمایا: بھائی جان! مجھے جتنی خوشی آپؑ کی رسولِؐ خدا کی بیٹی حضرت فاطمہ علیہا السلام کے ساتھ تزویج پر ہوئی ہے اتنی خوشی کبھی نہیں ہوئی اور آپؑ کا کیا خیال ہے کہ آپؑ رسولِؐ خدا سے حضرت فاطمہ علیہا السلام کی رخصتی کی بات کریں تا کہ اس سے ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچے۔

حضرت علی علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: مجھے رسولِؐ خدا سے یہ بات کرتے ہوئے حیا آتی ہے۔

جنابِ عقیلؑ نے فرمایا: آپؑ کو خدا کی قسم! ابھی میرے ساتھ آئیں تا کہ رسولِؐ

خدا کی خدمت میں چلیں۔

حضرت علی علیہ السلام جنابِ عقیلؑ کے ساتھ رسولؐ خدا کی طرف جا رہے تھے کہ ان کی راستے میں رسولؐ خدا کی کنیز حضرت اُم ایمن سے ملاقات ہوئی اور ان سے یہ واقعہ بیان کیا تو انھوں نے کہا: اے ابوالحسنؑ! آپؑ یہ بات نہ کیجیے، آپؑ مجھے اجازت دیجیے میں اس بارے میں آپؐ سے بات کرتی ہوں۔ کیونکہ اس بارے میں عورتوں کا بات کرنا زیادہ بہتر اور مردوں کے دلوں پر زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔

پھر وہ واپس لوٹ کر گئیں تو نبی اکرمؐ کی زوجہ حضرت اُمِ سلمہؓ اور نبی اکرمؐ کی دوسری تمام ازواج کو اس بارے میں آگاہ کیا تو تمام اُمہات المومنین جمع ہو کر رسولؐ خدا کی خدمت میں گئیں۔ آپؐ اس وقت حضرت عائشہ کے حجرے میں تھے۔ انھوں نے رسولؐ خدا سے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! ہمارے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، آج ہم اس کام کے لیے حاضر ہوئی ہیں۔ اگر جنابِ خدیجہ علیہا السلام زندہ ہوتیں تو وہ بہت زیادہ خوش ہوتیں۔

حضرت اُم سلمہؓ فرماتی ہیں: جب ہم نے حضرت خدیجہ علیہا السلام کا تذکرہ کیا تو نبی اکرمؐ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا: کہاں خدیجہؑ اور کون اس جیسا! جب لوگ مجھے جھٹلاتے تھے تو وہ میری تصدیق کرتی تھیں اور دین اسلام کی نشر و اشاعت کی خاطر اپنے مال سے میری مدد کرتی تھیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے متعلق مجھ پر وحی کی تھی کہ میں خدیجہ کو یہ خوشخبری سناؤں کہ اللہ تعالیٰ انھیں بہشت میں زمرد کا بنا ہوا محل عطا فرمائے گا جس میں کوئی تکلیف و تنگی نہ ہوگی۔

حضرت اُم سلمہؓ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، آپؐ جتنا بھی حضرت خدیجہ علیہا السلام کا تذکرہ کریں، وہ درست ہے لیکن اب وہ اپنے رب کے پاس جا چکیں ہیں اور اب اللہ تعالیٰ انھیں اور ہمیں اپنی جنت کے بلند درجات اور رحمت و

رضوانؑ کے سائے میں اکٹھا رکھے۔

اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ کے دینی بھائی اور نسب میں چچازاد حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ یہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنی زوجہ کو اپنے گھر لے جائیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ خود مجھ سے اس بارے میں بات کیوں نہیں کرتے؟

حضرت اُم المومنین نے عرض کیا: وہ آپؐ سے حیا کرتے ہیں۔

اُم ایمن کہتی ہیں کہ رسولِؐ خدا نے مجھ سے فرمایا: (حضرت) علیؑ کے پاس جاؤ اور انھیں میرے پاس حاضر کرو۔

اُمِ ایمن کہتی ہیں کہ مَیں جب رسولِؐ خدا کے پاس سے روانہ ہوئی تو حضرت علی علیہ السلام میرا انتظار کر رہے تھے۔ انھوں نے جب دیکھا تو مجھ سے رسولِؐ خدا کے جواب کے بارے میں استفسار کیا۔ مَیں نے عرض کیا: آپؑ کو رسولِؐ خدا یاد فرماتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: جب میں رسولِؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ حضرت عائشہ کے حجرے میں تھے۔ مَیں رسولِؐ خدا کے سامنے اس طرح بیٹھا کہ میری نظریں آپؐ سے حیا کی وجہ سے زمین پر جھکی ہوئی تھیں۔ رسولِؐ خدا نے مجھ سے فرمایا: اے علیؑ! کیا آپؑ اپنی زوجہ کو اپنے گھر لے جانا چاہتے ہیں؟

مَیں نے عرض کیا: جی ہاں! یارسولؐ اللہ۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اے ابوالحسنؑ! خدا آپؑ کو مبارک کرے اور میں آج رات یا کل رات رخصتی کے اسباب فراہم کردوں گا ان شاء اللہ۔ رسولِؐ خدا نے عورتوں سے فرمایا: حضرت فاطمہ علیہا السلام کو مزین کرو اور انھیں خوشبو لگاؤ اور ایک کمرہ میں قالین بچھا دو تاکہ وہ وہاں پر اپنے شوہر سے ملاقات کرسکیں۔ تمام عورتوں نے ایسے ہی کیا۔

پھر رسولِؐ خدا نے حضرت اُم سلمہؓ کے پاس رکھوائے ہوئے درہموں میں سے

دس درہم لے کر مجھے دیے اور کہا: جاؤ! اس سے گھی، خرمے اور پنیر خرید کر لے آؤ۔
جب مَیں یہ چیزیں خرید کر لایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آستینیں چڑھائیں اور ایک چمڑے کے دسترخوان پر ان تینوں کو باریک کر کے اس قدر ملایا کہ یہ حلوے کی طرح ہوگیا۔ پھر آپؐ نے مجھ سے فرمایا: تم جسے چاہو کھانے کی دعوت دو۔

یہ سُن کر مَیں مسجد میں آیا جہاں رسولِ خداؐ کے اصحاب کافی تعداد میں جمع تھے۔ مَیں نے انھیں کہا کہ آپ کو رسولِ خداؐ بلارہے ہیں تو وہ تمام لوگ اُٹھے اور رسولِ خداؐ کی طرف چل پڑے۔ مَیں نے رسولِ خداؐ سے عرض کیا کہ وہ لوگ تو بہت زیادہ ہیں۔

آپؐ نے دسترخوان پر رکھے ہوئے کھانوں کو رومال سے ڈھانپ دیا اور فرمایا: اب دس دس آدمیوں کو کھانے کے لیے دسترخوان پر بھیجتے رہو۔ اب دس دس آدمی آتے گئے اور کھانا کھا کر جاتے رہے، یہاں تک کہ دسترخوان سے کھانا کم نہ ہوا۔ اس حلوے کو تقریباً سات سو مرد وخواتین نے شکم سیر ہوکر کھایا اور یہ سب کچھ رسولِ خداؐ کے ہاتھ کی برکت کی وجہ سے تھا۔

حضرت اُمِ سلمہؓ فرماتی ہیں: پھر رسولِ خداؐ نے اپنی بیٹی فاطمہ علیہا السلام اور حضرت علی علیہ السلام کو بلایا۔ حضرت علی علیہ السلام کو دائیں جانب سے اپنے سینے سے لگایا اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کو بائیں جانب اپنے سینے سے لگایا۔ دونوں کی پیشانی کو بوسہ دیا اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کو حضرت علی علیہ السلام کے حوالے کر کے فرمایا: اے علیؑ! تمھاری زوجہ ایک بہترین زوجہ ہے۔

پھر حضرت فاطمہ علیہا السلام کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: اے فاطمہؑ! تمھارے شوہر ایک بہترین شوہر ہیں۔

پھر آپؐ ان دونوں کے ساتھ چلتے ہوئے آئے یہاں تک کہ وہ دونوں اپنے گھر میں داخل ہوگئے، جسے نبی اکرمؐ نے ان کے لیے تیار کروایا تھا۔

پھر نبی اکرمؐ ان دونوں کو اندر بھیج کر خود اس مکان کے دروازے کو اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام کر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم دونوں کو تمھاری نسل کو پاک قرار دیا ہے۔ میری اس سے صلح ہے جو تم دونوں سے صلح رکھے اور میری اس سے جنگ ہے جو تم دونوں سے جنگ کرے۔ تم دونوں کو خدا کے حوالے کر رہا ہوں اور وہی تم دونوں کا نگران ونگہبان ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: رسولِؐ خدا تین دن تک ہمارے پاس تشریف نہیں لائے اور چوتھے دن صبح کے وقت ہمارے پاس تشریف لائے۔ جب نبی کریمؐ نے ہمارے حجرے میں داخل ہونا چاہا تو آپؐ کا ہمارے حجرے میں حضرت اسماء بنت عمیس سے سامنا ہوا تو آپؐ نے فرمایا: آپ یہاں پر کیا کر رہی ہیں جب کہ یہاں پر ایک مرد بھی موجود ہے؟

اسماء نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں، جب کسی لڑکی کی شادی ہوجاتی ہے اور وہ اپنے شوہر کے گھر جاتی ہے تو اس کو کام کاج کے لیے ایک عورت کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کی ضروریات اور لوازمات کا خیال رکھے۔ میں آپؐ کی بیٹی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے یہاں پر موجود ہوں۔

یہ سُن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا: اے اسماء! اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں تمھاری حاجتیں پوری کرے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: اس دن بہت سردی تھی اور ہم نے خود کو عبا سے چھپایا ہوا تھا۔ جب ہم نے رسولِؐ خدا کو اسماء سے کلام کرتے ہوئے سنا تو ہم نے رسولِؐ خدا کے استقبال کے لیے کھڑے ہونے کا ارادہ کیا تو آپؐ نے فرمایا: تمھیں میرے حق کی قسم! میرے آنے تک جدا نہ ہونا۔

پھر نبی اکرمؐ تشریف لائے اور ہمارے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا: اے علیؑ! ایک پیالے میں تھوڑا سا پانی لاؤ۔ میں پانی لے کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے قرآنِ مجید کی کچھ آیات پڑھ کر تین بار اس پر دم کیا اور فرمایا: یہ پانی تم پی لو اور اس

میں سے تھوڑا سا بچا لینا۔ مَیں نے ایسا ہی کیا تو نبی اکرمؐ نے بقیہ پانی میرے سر اور سینے پر چھڑک کر فرمایا:

اذھب اللہ عنکم الرجس وطھرکم تطھیرا

"یعنی اے ابوالحسنؑ! اللہ آپؑ سے ہر ناپاکی کو دُور رکھے اور آپؑ کو ایسے پاک رکھے جیسے پاک رکھنے کا حق ہے"۔

پھر آپؐ نے فرمایا: تازہ پانی لے آؤ۔

مَیں برتن میں تازہ پانی لایا تو آپؐ نے اس پر بھی قرآنِ مجید کی چند آیات پڑھ کر تین بار دم کیا اور پھر یہ پانی اپنی بیٹی کو دے کر فرمایا: تم بھی اس میں سے پی لو اور تھوڑا سا پانی بچا لینا تو انھوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ نبی کریمؐ نے بقیہ پانی ان کے سر اور سینے پر چھڑک دیا اور ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ آپؑ سے ہر ناپاکی کو دُور رکھے اور ایسے پاک رکھے جیسے پاک رکھنے کا حق ہے۔ پھر نبی اکرمؐ نے مجھ سے فرمایا: آپؑ تھوڑی دیر کے لیے باہر چلے جائیں۔ جب آپؐ کی بیٹی حضرت فاطمہ علیہا السلام تنہا رہ گئیں تو آپؐ نے فرمایا: اے میری بیٹی فاطمہؑ! تمھارا کیا حال ہے اور تم نے اپنے شوہر کو کیسا پایا؟

حضرت فاطمہؑ نے عرض کیا: اے بابا جان! مَیں نے ان کو بہترین شوہر پایا لیکن خاندانِ قریش کی چند عورتیں میرے پاس آئی تھیں اور انھوں نے مجھے طعنہ دیتے ہوئے یہ کہا کہ تمھارے بابا نے تمھاری شادی ایک غریب شخص سے کر دی ہے جس کے پاس کوئی مالِ دنیا نہیں ہے۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا: اے میری بیٹی! نہ تو تیرا باپ غریب ہے اور نہ ہی تیرا شوہر غریب ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین کے خزانوں کو کھلونوں کی شکل میں میرے سامنے پیش کیا لیکن مَیں نے ان کے بدلے میں جزائے خداوندی کو منتخب کیا ہے۔

اے میری بیٹی! جو کچھ تمھارے باپ کو معلوم ہے اگر تمھیں بھی وہ سب کچھ

معلوم ہو جائے تو تمھاری نگاہ میں بھی دنیا ہیچ اور بے قدر ہو جائے گی۔

اے میری بیٹی! مَیں نے تجھ سے خلوص و محبت اور خیر خواہی میں کوئی کمی روا نہیں رکھی۔ مَیں نے تمھاری شادی ایک ایسے مرد سے کی ہے جس نے تمام لوگوں میں سب سے پہلے اسلام کی طرف پیش قدمی کی۔ وہ علم میں سب سے افضل اور حلم میں سب سے برتر و اکمل ہیں۔

اے میری بیٹی! جب اللہ نے زمین کی مخلوق پر اپنی خاص نظر ڈالی تو اس نے روئے زمین پر دو افراد کو منتخب فرمایا۔ ایک کو تمھارا والد بنادیا اور دوسرے کو تمھارا شوہر بنادیا۔ میری بیٹی! تمھارا شوہر بہترین شوہر ہے۔ تمام اُمور میں اس کی اطاعت کرنا اور کبھی اس کے حکم کی مخالفت نہ کرنا۔

حضرت علی علیہ السلام نے اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: اس کے بعد نبی اکرمؐ نے مجھے صدا دی تو مَیں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! میرے لیے کیا حکم ہے، میں حاضر ہوں؟ آپؐ نے مجھے اپنے پاس بلا کر فرمایا: اب اپنی زوجہ کو اپنے گھر لے جاؤ۔ اس کے ساتھ ہمیشہ نرمی سے پیش آنا کیونکہ فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے، جو بات اس کو اذیت دے گی وہی مجھے بھی اذیت دے گی اور جو بات اسے خوش کرے گی وہی میری خوشی کا باعث ہوگی۔ اب مَیں تمھیں خدا کے سپرد کرتا ہوں اور اسی کو تمھارا محافظ و نگہبان قرار دیتا ہوں۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: خدا کی قسم! مَیں نے کبھی انھیں ناراض نہیں کیا اور نہ ہی کسی کام پر مجبور کیا تھا یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے انھیں اپنے پاس بلالیا اور اسی طرح انھوں نے بھی مجھے کبھی ناراض نہیں کیا اور نہ ہی کسی معاملے میں میری نافرمانی کی۔ میں جب بھی ان کی طرف نظر کرتا تو میرے تمام رنج و غم دُور ہو جاتے۔

حضرت علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں: پھر رسولِ خدا واپس جانے کے لیے اُٹھے تو

حضرت فاطمہ علیہا السلام نے عرض کیا: اے بابا جان! مجھ میں گھر کے کام کاج کے لیے اتنی طاقت وتوانائی نہیں ہے لہٰذا آپؐ مجھے ایک کنیز عنایت فرمائیں جو گھر کے کام کاج میں میری مدد فرمائے؟

یہ سُن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہؑ! آپؑ کے نزدیک کون سی چیز زیادہ عزیز ہے کیا آپؑ ایک کنیز لینا چاہیں گی یا اس سے بھی بہتر؟

تو حضرت علی علیہ السلام نے حضرت فاطمہ علیہا السلام سے فرمایا: آپ یہ کہیں کہ مَیں کنیز سے بھی زیادہ بہتر چیز کی خواہش مند ہوں۔

حضرت فاطمہ علیہا السلام نے فرمایا: اے بابا جانؐ! میں کنیز سے بھی زیادہ بہتر چیز کی خواہش مند ہوں۔

پیغمبر اکرمؐ نے ان سے فرمایا: روزانہ چونتیس بار اللہ اکبر، تینتیس بار الحمدللہ، اور تینتیس بار سبحان اللہ کہو۔ زبان پر تو یہ سو الفاظ دکھائی دیتے ہیں لیکن میزانِ اعمال میں ایک ہزار کے برابر ہیں۔

اے فاطمہؑ! اگر آپؑ ہر روز صبح کے وقت یہ تسبیح کریں گی تو اللہ تبارک وتعالیٰ دنیا وآخرت کے اُمور میں آپؑ کی کفایت فرمائے گا۔

✸......❀......✸

باب نمبر ۲۱

حضرت علی علیہ السلام جنّتی ہیں اور جنت آپؑ کی مشتاق ہے

(بحذفِ اسناد) حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسولِؐ خدا نے مجھ سے فرمایا: اے علیؑ! آپؑ کے لیے جنت میں خزانہ ہے اور آپؑ اس کے ذوالقرنین ہیں۔ آپؑ اسے دوبار نظر پھیر کر نہ دیکھیں کیونکہ پہلی مرتبہ دیکھنا آپؑ کے لیے ہے اور دوسری مرتبہ دیکھے ہوئے کو دیکھنا آپؑ کے لیے نہیں ہے۔

مؤلف کہتے ہیں: ابوعبیدہ نے درج بالا حدیث کا یہ معنٰی بیان کیا ہے کہ رسولِؐ خدا نے حضرت علیؑ کو اس اُمت کا ذوالقرنین کہا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ذوالقرنین کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کیا کہ حضرت ذوالقرنین نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلایا تو اس قوم نے سر پر دو سینگ والی جگہ پر آپؑ کو ضرب لگائی۔

پھر نبی کریمؐ نے فرمایا: تم میں حضرت علیؑ ذوالقرنین کی مثال ہیں۔ یعنی مَیں (علیؑ) لوگوں کو حق کی طرف بلاؤں گا اور وہ لوگ میرے سر پر دو ضربیں لگائیں گے اور اسی سے میری شہادت ہوگی۔

(بحذفِ اسناد) حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے ابوطالبؑ کے بیٹے! آپؑ اور آپؑ کے شیعہ جنّتی ہیں، عنقریب ایسی اقوام ظاہر ہوں گی جو آپؑ سے محبت کا اظہار

کریں گی پھر وہ اسلام سے ایسے خارج ہو جائیں گے جیسے شکار کے بدن سے تیر پار ہوتا ہے۔ ان لوگوں کو بُرے القاب دیے جائیں گے اور انھیں خوارج کہا جائے گا۔ جب آپؑ ان لوگوں کا سامنا کریں تو انھیں قتل کریں کیونکہ وہ مشرک ہیں۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ! کیا میں آپؑ کو ایسے کلمات کی تعلیم دوں کہ اگر آپؑ نے انھیں پڑھا تو آپؑ کا بخشا ہوا ہونے کے باوجود خدا آپؑ کو بخش دے گا، وہ کلمات یہ ہیں:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ط،
سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْاَرَضِيْنَ السَّبْعِ وَمَا
فِيْهِنَّ وَمَا بَيْنَهُنَّ وَمَا تَحْتَهُنَّ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ط
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۞

❁......❁......❁

باب نمبر ۲۲

حضرت علی علیہ السلام قیامت کے دن نبی اکرمؐ کے علَم دار ہیں

۞ (بحذفِ اسناد) جابر بن سمرہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام نے رسولِؐ خدا سے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! قیامت کے دن آپ کا پرچم کون اُٹھائے گا؟

رسولِؐ خدا نے فرمایا: جو شخص دنیا میں میرا علَم دار تھا وہی قیامت کے دن میرے پرچم کو اُٹھائے گا یعنی حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام۔

۞ (بحذفِ اسناد) مالک بن دینار[1] ہے کہ مَیں نے سعید بن جبیر سے پوچھا: اے ابوعبداللہ! اللہ کے رسولؐ کے پرچم کو کون اُٹھاتا تھا؟

اس نے میری طرف دیکھا اور کہا: مجھے تم عقل سے فارغ لگتے ہو۔

مجھے ان کی اس بات پر بہت غصہ آیا اور مَیں نے ان کے قراء بھائیوں سے ان کی شکایت کی تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ تم نے ان سے سب کے سامنے کھلم کھلا پوچھا تھا اور وہ اس بات سے ڈر رہے ہوں گے کہ درمیان میں کوئی حائل نہ ہو جائے۔ اب وہ اپنے گھر میں ہیں اور تم اب جا کر ان سے یہ سوال کرو۔

مالک بن دینار کہتا ہے: اب مَیں نے ان سے دوبارہ پوچھا تو انھوں نے جواب دیا: حضرت علی علیہ السلام رسولِؐ خدا کے علَم دار تھے۔ اسی طرح مَیں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے سنا ہے۔

۞ (بحذفِ اسناد) حضرت علی علیہ السلام نے رسولِؐ خدا سے روایت کی ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا: (اے علیؑ!) قیامت کے دن سب سے پہلے میرے لیے زمین شگافتہ ہوگی اور

اس وقت تم میرے ساتھ ہو گے۔ ہمارے پاس لوائے حمد ہوگا جسے تم نے اپنے ہاتھوں میں اُٹھا رکھا ہوگا۔ تم اسے اُٹھائے آگے آگے چل رہے ہو گے اور تمام اوّلین و آخرین تمھارے پیچھے ہوں گے۔

❁ (بحذفِ اسناد) ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: قیامت کے دن کوئی شخص سوار ہوکر میدانِ محشر میں نہیں ہوگا مگر ہم چار اشخاص سوار ہوکر وارد ہوں گے۔ تو نبی اکرمؐ سے ان کے چچا حضرت عباسؓ نے پوچھا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں! وہ چار اشخاص کون ہیں؟

نبی کریمؐ نے فرمایا: مَیں براق پر سوار ہوں گا، میرا بھائی حضرت صالحؑ اس ناقۂ خدا پر سوار ہوں گے جس کی کونچیں ان کی قوم نے کاٹ دی تھیں، میرے چچا حضرت حمزہؓ جو خدا کے شیر ہیں، میری ناقہ عضباء پر سوار ہوں گے اور میرے بھائی علیؑ بن ابی طالبؑ جنّتی ناقہ پر سوار ہوں گے جو دونوں اطراف سے آراستہ و مزین ہوگی۔ حضرت علی (علیہ السلام) کے اُوپر دو سبز رنگ کے حُلّے ہوں گے اور سر پر نُورانی تاج ہوگا۔ اس تاج کے ایک ہزار پہلو ہوں گے اور ہر پہلو پر سرخ یاقوت جڑا ہوا ہوگا جو اس قدر روشن ہوگا کہ سوار اس کے ذریعے تین دن کی مسافت کی دُوری تک دیکھ لے گا۔ اس وقت حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ میں لوائے حمد ہوگا اور وہ بلند آواز میں صدا دے رہے ہوں گے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

"تمام لوگ پوچھیں گے: کیا یہ کوئی مقرب فرشتہ یا نبی مرسل یا عرش کو اُٹھانے والا ہے؟ تو عرش سے منادی ندا دے گا: یہ کوئی مقرب فرشتہ یا نبی مرسل یا عرش کو اُٹھانے والا نہیں ہے بلکہ یہ عالمین کے پروردگار کے رسولؐ کے وصی، امیر المومنینؑ اور نعمتوں کی جنتوں میں نورانی پیشانی والے لوگوں کے قائد و پیشوا حضرت علی علیہ السلام ہیں"۔

✱...... ❋...... ✱

باب نمبر ۴۳

حضرت علی علیہ السلام کی طرف دیکھنا اور آپؑ کا ذکر کرنا عبادت ہے

۞ (بحذفِ اسناد) عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلنَّظَرُ اِلٰی وَجْهِ عَلِیٍّ عِبَادَةٌ

''حضرت علیؑ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے''۔

۞ (بحذفِ اسناد) عمران بن حصین سخت عارضہ میں مبتلا ہوئے تو رسولِؐ خدا ان کی عیادت کی خاطر گئے اور فرمایا: تمھارے مرض کی شدت کی بنا پر میں تمھاری زندگی سے مایوس ہوگیا ہوں۔

عمران بن حصین نے نبی کریمؐ سے عرض کیا: آپؐ ایسا مت کیجیے! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، بے شک! مجھے سب سے زیادہ محبت اس شخص سے ہے جو خدا کو زیادہ محبوب ہے۔

پھر رسولِؐ خدا نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھ کر فرمایا: اے عمران! کوئی بات نہیں۔ پھر عمران کو اس بیماری سے نجات مل گئی اور رسولِؐ خدا واپس چلے گئے اور حضرت علی علیہ السلام کے پاس تشریف لائے اور آپؐ سے فرمایا: یا علیؑ! کیا آپؑ نے اپنے بھائی عمران بن حصین کی عیادت فرمائی ہے؟

آپؑ نے عرض کیا: نہیں یارسولؐ اللہ۔ مجھے ان کے بیمار ہونے کا پتا نہیں تھا۔ پھر آپؑ ان کی عیادت کی غرض سے ان کے پاس گئے۔ عمران نے جب حضرت علی علیہ السلام کو دیکھا تو آپؑ کے چہرے سے اپنی نظر کو نہ ہٹایا، یہاں تک کہ حضرت علی علیہ السلام عمران کے مدِّ مقابل بیٹھ گئے اور ان پر جھک کر عیادت کی۔ پھر اُٹھ کر واپس چلے گئے۔

عمران اس وقت تک حضرت علیؑ کو دیکھتے رہے جب تک آپؑ نظروں سے اوجھل نہ ہو گئے تو عمران سے ان کے ساتھیوں نے پوچھا: ہم نے تم کو جو کام آج کرتے ہوئے دیکھا ہے تم نے کبھی ایسا نہیں کیا؟

عمران نے جواب دیا: ہاں! مَیں نے اللہ کے رسولؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام کی طرف نظر کرنا عبادت ہے۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت عائشہ روایت نقل کرتی ہیں: میرے والد حضرت ابوبکر ہمیشہ حضرت علی علیہ السلام کو دیکھتے رہتے تھے اور جب ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: مَیں نے اللہ کے رسولؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت علی علیہ السلام کو دیکھنا عبادت ہے۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت عائشہ روایت نقل کرتی ہیں کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:

ذِكْرُ عَلِيِّ ابْنِ اَبِي طَالِبٍ عِبَادَةٌ

"حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہما السلام کا ذکر کرنا عبادت ہے"۔

✸...... ❁ ......✸

باب نمبر ۲۴

حضرت علی علیہ السلام کے جامع کلمات اور سبق آموز حکمتیں

۞ (بحذفِ اسناد) ابو عبدالرحمٰن السلمی سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے کوفہ میں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! مجھے تمھارے بارے میں سب سے زیادہ دو چیزوں کا خوف ہے: ① لمبی آرزوئیں ② خواہشات کی پیروی۔

لمبی آرزوؤں سے آخرت بھول جاتی ہے اور خواہشات کی پیروی کرنے سے حق سے منہ موڑ لیا جاتا ہے۔ آگاہ رہو کہ دنیا پیٹھ پھیر لیتی ہے اور آخرت کا سامنا کرنا ہے۔ (لوگ) دنیا و آخرت میں سے ہر ایک کے طلب گار ہیں، پس! تم لوگ آخرت کے طلب گار بنو، دنیادار نہ بنو کیونکہ آج عمل کا دن ہے اور حساب نہیں ہے، جب کہ کل حساب کا دن ہوگا اور عمل نہیں ہے۔

۞ (بحذفِ اسناد) حضرت علیؑ نے جناب عمر سے فرمایا: اگر آپ اپنے ساتھی (رسولؐ خدا) سے ملحق ہونا چاہتے ہیں تو اپنی آرزوئیں کم کردو، اور شکم سیر ہو کر نہ کھاؤ، محتاج کو لباس پہناؤ، اپنی قمیص اور جوتے کو خود پیوند لگاؤ تو ان سے ملحق ہو جاؤ گے۔

۞ (بحذفِ اسناد) بنو عدی سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی علیہ السلام سے عرض کیا: میرے سامنے دنیا کی توصیف کیجیے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میں اس گھر کی تمھارے سامنے کیا توصیف کروں تو سنو! جو اس دنیا میں ہر عیب سے بری اور سالم ہوا وہ محفوظ رہا اور جو یہاں پر محتاج رہا وہ

حزن وغم کی کیفیت میں مبتلا ہوا اور جو یہاں پر مال دار رہا وہ آزمائش میں مبتلا ہوا۔ اس دنیا کے حلال میں حساب اور حرام میں جہنم کی آگ کا عذاب ہے۔

(بحذفِ اسناد) احنف بن قیس سے منقول ہے کہ مَیں نے رسولؐ خدا کے کلام کے بعد حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کے کلام سے زیادہ خوب صورت کلام نہیں سنا جیسا کہ امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں: تمام مصائب بالآخر ختم ہونے ہیں۔ اگر کوئی شخص مصیبت میں مبتلا ہوتو وہ اس کے خاتمے کا انتظار کرے۔ جب کوئی عقل مند شخص کسی مصیبت میں مبتلا ہوتو اُس کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ ان کے آگے ٹھہر جائے اور ان کی مدت کے گزرنے کا انتظار کرے کیوں کہ ان کی مدت ختم ہونے سے پہلے اِن کو دُور کرنا ان مصیبتوں سے ناپسندیدگی میں اضافہ کردیتا ہے۔

اس بارے میں ایک شاعر کہتا ہے:

الدھر یخنق احیانا یخنق قلادته فاصبر علیه ولا تجزع ولا تثب

حتّٰی یفرجھا فی حال شدتها فقد یزید اختناقاً کل مضطرب

"بعض اوقات زمانے کی سختیاں گلا گھوٹنے لگتی ہیں اور تم ان پر صبر کرو، غم و غصے کا اظہار نہ کرو یہاں تک کہ ان مصیبتوں کی سختیاں آسائشوں میں بدل جائیں جب کہ سختیوں میں بے صبری کرنے سے ہر پریشان انسان کو زیادہ گھٹن ہونے لگتی ہے"۔

(بحذفِ اسناد) حماد بن ابراہیم سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: توفیق بہترین قائد، حُسنِ خلق بہترین ہم نشین، عقل بہترین ساتھی، ادب بہترین میراث اور خود پسندی سے بڑھ کر کوئی وحشت اور تنہائی نہیں ہے۔

(بحذفِ اسناد) ابراہیم سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: دنیا اور آخرت پانچ کلمات میں جمع ہیں۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُكَ مِنَ الدُّنۡیَا وَمَا فِیۡهَا مَا اَسِدُّ بِهٖ لِسَانِیۡ وَاحۡصِنُ بِهٖ فَرۡجِیۡ وَأُؤَدِّیۡ بِهٖ أَمَانَتِیۡ وَأَصِلُ بِهٖ رَحِمِیۡ وَاَنۡجَرُّ بِهٖ لِاٰخِرَتِیۡ۔

''اے اللہ! میں تجھ سے دنیا و مافیہا سے اس چیز کا سوال کرتا ہوں جس سے میری زبان کو راست گوئی نصیب ہو اور جس سے میں اپنی شرمگاہ کی برائی سے حفاظت، اپنی امانت کی ادائیگی اور صلہ رحمی کرسکوں اور اس کے ذریعے سے اپنی آخرت کا سامان مہیا کرسکوں''۔

❁ (بحذفِ اسناد) کمیل بن زیاد سے روایت ہے کہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جبان کی طرف لے گئے۔ جب آپؑ صحرا میں پہنچے تو بیٹھ گئے اور ایک لمبی سانس لی۔ پھر فرمایا: اے کمیل بن زیاد! میں جو کچھ تم سے کہوں اسے محفوظ رکھنا۔ یہ دل ظروف ہیں ان میں سے بہترین وہ ہے جو اس ظرف کی زیادہ حفاظت کرنے والا ہو۔

لوگ تین قسم کے ہوتے ہیں: پہلا عالم ربانی اور دوسرا تعلیم حاصل کرنے والا جو نجات کی راہ پر چلنے والا ہے اور تیسری قسم اُن لوگوں کی ہے جو فضول اور بے وقوف ہیں۔ وہ ہر ہانکنے والے کے حکم پر چلتے ہیں۔ وہ ہر ہوا کے ساتھ مائل ہوجاتے ہیں۔ انھوں نے علم کے نُور کے ذریعے روشنی حاصل نہیں کی اور باوثوق رکن کو اپنی پناہ گاہ نہیں بنایا۔

اے کمیلؓ! علم مال سے بہتر ہے کیونکہ علم تمھاری حفاظت کرتا ہے اور تم مال کی حفاظت کرتے ہو۔ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے۔ عالم کی محبت وہ دین ہے جس پر اللہ تعالیٰ جزا دے گا اور اس کے ذریعے انسان اپنی زندگی میں اطاعت کسب کرتا ہے۔

ابو عبداللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت کے مطابق عالم کی صحبت وہ دین ہے جس کے ذریعے زندگی میں اطاعت کسب کی جاتی ہے اور مرنے کے بعد اچھی یادیں باقی رہتی ہیں۔ علم حاکم اور مال محکوم ہے۔ مال جمع کرنے والے زندگی میں مرجاتے ہیں لیکن علما رہتی دنیا تک باقی رہتے ہیں۔ ان کے جسم مفقود ہوتے ہیں لیکن ان کی تصویریں دلوں میں موجود رہتی ہیں۔ پھر آپؑ نے اپنے سینۂ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ہائے افسوس! یہاں بہت زیادہ علم موجود ہے اگر اس بار کو اُٹھانے والے مل جائیں تو میں ان تک منتقل کروں۔

پھر فرمایا: ہاں! ایسے لوگ ملتے ہیں جو اس علم کے لیے امین نہیں ہیں اور وہ دین کو دنیا کا آلۂ کار بناتے ہیں۔ وہ اللہ کے احسانات کے ذریعے اس کے بندوں پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ایسے لوگ ہیں جو اہلِ حق سے عداوت رکھتے ہیں، انھیں علم کے احیاء میں کوئی بصیرت نہیں اور جو شبہ انھیں پیش آتا ہے اس سے ان کے دل میں شک پیدا ہوتا ہے۔ وہ حاملِ علم نہیں بن سکتا بلکہ وہ دنیا کی لذتوں کا حریث ہے۔

حضرت ابو عبداللہ کی روایت کے مطابق دنیا نرمی سے خواہشوں کی طرف کھینچ لے جاتی ہے۔ یہ لوگ مال کے جمع کرنے اور ذخیرہ کرنے کے دھوکے میں آگئے ہیں۔ وہ دین کے کسی حصے میں نہیں۔ ان کے لیے زیادہ بہتر تشبیہ یہی ہے کہ یہ جنگل میں چلنے والے جانوروں کے مانند ہیں۔

اسی طرح حاملینِ علم کے مرنے سے علم ختم ہو جائے گا لیکن ہاں زمین کبھی ایسے شخص سے خالی نہیں رہ سکتی جو خدا کی حجت کو قائم رکھے تاکہ خدا کی حجتیں اور واضح نشانیاں لوگوں کے سامنے باطل نہ ہو جائیں۔ ایسے لوگ تعداد میں تو بہت کم ہیں لیکن خدا کے نزدیک قدر و منزلت کے لحاظ سے بہت بلند ہیں۔

خداوند عالم انھی کے ذریعے اپنے دین کی حفاظت کرتا ہے یہاں تک کہ وہ عالم

علوم و معارف کو اپنے جیسوں تک پہنچاتے ہیں اور اپنے جیسے اشخاص کے دلوں میں اس کی نشوونما کرتے ہیں۔ ان پر حقیقی علم وارد ہونے کی بنا پر یہ چیز آسان ہوجاتی ہے کہ جنھیں نعمتوں کے پلے ہوئے مشکل سمجھتے ہیں۔ یہ اُن چیزوں سے مانوس ہوتے ہیں جن سے جاہل دُور بھاگتے ہیں۔ وہ اپنے جسموں کے ساتھ تو دنیا میں رہتے ہیں لیکن اِن کی روحیں عالمِ اعلیٰ سے تعلق رکھتی ہیں۔

یہ لوگ خدا کی زمین پر اس کے نمایندے ہیں اور اُس کے دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ آہ! میں کس قدر اِن لوگوں کو دیکھنے کا مشتاق ہوں، میں اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور تمھارے لیے مغفرت کا طلب گار ہوں اور جب تمھارا جی چاہے تم اُٹھ کر جاسکتے ہو۔

❁ (بحذفِ اسناد) عبدخیر سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اپنے محبوب کو حد سے زیادہ نہ چاہو، ہوسکتا ہے کہ ایک دن وہ تمھارا دشمن بن جائے اور اپنے دشمن کو حد سے زیادہ نفرت اور غضب وغیض کا نشانہ نہ بناؤ، ہوسکتا ہے کہ ایک دن وہ تمھارا دوست بن جائے۔

(بحذفِ اسناد) داؤد بن حصین نے حافظ کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کیا کہ حافظ نے کہا: اگر امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے سات کلمات میرے کلمات ہوتے تو یہ مجھے زیادہ عزیز تھا، پھر بے شک! باقی جو کچھ مَیں نے کہا ہے اُسے میری طرف منسوب نہ کیا جاتا اور وہ سات کلمات یہ ہیں:

① اللہ تعالیٰ کی قدرومنزلت پہچانتے ہوئے اس سے بخشش طلب کرو۔
② جس کا کلام نرم ہوگا، اس سے محبت کرنا ضروری ہوجائے گی۔
③ جس شخص نے اپنی قدرومنزلت پہچان لی، وہ ضائع نہیں ہوگا۔
④ لوگ جس چیز سے جاہل ہوتے ہیں، وہ اس کے دشمن ہوتے ہیں۔

۵ ہر انسان کی قیمت اس قدر ہے، جتنا وہ کسی پر احسان کرتا ہے۔
۶ تمھارا جس سے جی چاہے احسان و بھلائی کر کے اس پر حاکم بن جاؤ۔
۷ تم جس سے بے نیاز ہو گے، اس کی نظر بن جاؤ گے۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت علی علیہ السلام نے ایک مرد کو فوجی دستے کا کمانڈر بنایا اور فرمایا: مَیں تمھیں خدا سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں، جس سے تم نے ضرور ایک دن ملاقات کرنی ہے اور اسی پر تمھارا اختتام ہوگا اور وہ دنیا و آخرت کا مالک و بادشاہ ہے۔

❁ (بحذفِ اسناد) عبد خیر سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تقویٰ کے بغیر عمل قبول نہیں ہوتا اور جو عمل قبول ہو جائے، وہ تھوڑا نہیں ہو سکتا۔

❁ (بحذفِ اسناد) جابر بن عبداللہ انصاریؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں بعض اُمور کے متعلق حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا: اے جابرؓ! دین و دنیا کا قیام چار (اشخاص) پر ہے:

۱ وہ عالم، جو اپنے علم کو استعمال کرے۔
۲ وہ جاہل، جو علم حاصل کرنے سے انکار نہ کرے۔
۳ وہ سخی، جو اپنی نیکیوں میں بخل نہ کرے۔
۴ وہ فقیر، جو اپنی آخرت کو دنیا کے عوض فروخت نہ کرے۔

لہٰذا یاد رکھو! جب عالم اپنے علم کو برباد کرے گا تو جاہل اس کے حُصول میں عار سمجھے گا اور اگر مال دار نیکی و احسان میں بخل کرے گا تو فقیر بھی آخرت کو دنیا کے عوض بیچنے پر آمادہ ہو جائے گا۔

اے جابرؓ! جس پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں زیادہ ہوتی ہیں، لوگوں کی اس کے دامن سے حاجتیں اور ضروریات بھی زیادہ وابستہ ہوتی ہیں۔ لہٰذا جو شخص اپنے مال پر عائد ہونے والے فرائض و حقوق کو اللہ کی خاطر ادا کرے گا وہ اس کی بقا و دوام کا سامان فراہم

کرلیتا ہے اور جو ان واجبات کو ادا نہیں کرتا، وہ اسے زوال و فنا کے راستے پر لگا دیتا ہے۔

پھر امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے دنیا کے بارے میں یہ اشعار پڑھے:

ما احسن الدنیا واقبالها	اذا اطاع الله من نالها
من لم یواس الناس من فضله	عرض للادبار اقبال
فاحذروا زوال الفضل یاجابراً	واعط من الدنیا لمن سالها
فان ذا العرش جزیل العطا	یضعف بالجنة امثالها

"جو شخص دنیا کے مل جانے پر خدا کی اطاعت کرے تو دنیا اور اُس کا قبول کرنا کس قدر اچھا ہے اور جو شخص اپنے رزق سے لوگوں کی مدد نہ کرے تو اُس نے دنیا کی نعمتوں کو پسِ پشت ڈال دیا۔

اے جابر! رزق اور نعمتوں کے زوال سے ڈرو اور مالِ دنیا سے جو کچھ کوئی سوالی مانگے تو اُسے عطا کرو۔ بے شک! عرشِ عظیم کا مالک نیکی کی جزا دینے والا ہے اور وہ جنت میں اس کا اجر کئی گنا زیادہ عطا فرمائے گا"۔

پھر آپؑ نے مجھے بازو سے پکڑ کر اس طرح کھینچا کہ مجھے ایسا لگا جیسے کندھے سے اُتر گیا ہو تو امیرالمومنینؑ نے فرمایا: اے جابر بن عبداللہ! لوگوں کی ضروریات کا تم سے وابستہ ہونا تم پر اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ لہٰذا نعمتوں سے ہرگز نہ اُکتاؤ ورنہ تم پر اُس کی سختیاں اور مصیبتیں نازل ہوں گی۔ آگاہ رہو! بہترین مال وہ ہے جسے کسب کرنے پر تمھاری تعریف کی گئی ہو اور اسے خرچ کرنے پر تمھیں اجر و ثواب ملے۔

پھر امیرالمومنینؑ نے یہ اشعار پڑھے:

لا تخضعن لمخلوق علی طمع | فان ذٰلك وهن منك فی الدین
وسل الهك مما فی خزائنه | فانما هی بین الكاف والنون
اما تری كل من ترجو وتأمله | من البریة مسكین ابن مسكین
ما احسن الجود فی الدنیا وفی الدین | واقبح البخل ممن صیغ من طین

"مخلوق کے سامنے لالچ کرتے ہوئے نہ جھکو، یہ بات تمھارے دین کے لیے نقصان دہ ہے۔ اپنے معبود سے اس کے خزانہ میں سے رزق طلب کرو کیونکہ وہ کاف اور نون کے درمیان ہے۔
کیا تم نہیں دیکھتے کہ جو بھی مخلوق سے اُمید وابستہ کرتا ہے وہ مسکین ابن مسکین ہے۔ دین و دنیا میں سخاوت کس قدر خوب صورت اور لائق تحسین ہے اور بخل کرنے والا جس مٹی سے خمیر ہوا ہو اس کی بُرائی اور مذمت کی جاتی ہے"۔

جابر بن عبداللہ انصاریؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے عرض کیا: (آقا!) میں سمجھ گیا ہوں کیا اب مجھے جانے کی اجازت ہے؟

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اے جابرؓ! میں بھی تمھارے ساتھ چلتا ہوں۔ پھر آپؑ نے اپنے نعلین پہنے اور دوش پر عبا ڈالی اور ہم چل پڑے۔ جب ہم کوفہ میں جبانہ کے پاس پہنچے تو امیر المومنینؑ نے قبروں میں سوئے ہوئے مردوں کو سلام کیا تو مَیں نے وہاں پر چیخ و پکار سنی۔ مَیں نے عرض کیا: اے امیر المومنینؑ! یہ کیسی چیخ و پکار ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ ہمارے بھائی ہیں جو کل تک ہمارے ساتھ تھے اور آج ہم سے جدا ہو چکے ہیں۔ اب ہمارے ان بھائیوں کی ملاقات کے لیے کوئی نہیں آتا۔

پھر امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے سر کو برہنہ کیا اور آستینوں کو اُوپر چڑھایا اور جوتوں کو اُتار دیا۔ پھر فرمایا: اے جابر بن عبداللہ! اپنی فانی دنیا میں سے باقی رہنے والی

آخرت کے لیے کچھ عطا کرو۔ اپنی زندگی سے موت کے لیے، اپنی تنگدستی کے لیے کچھ عطا کرو کیونکہ آج تم اپنے گھروں میں ہو اور کل ان قبروں میں ہو گے اور تمھارے تمام اُمور کی بازگشت خدا کی طرف ہے۔

پھر امیرالمومنین علیہ السلام نے یہ اشعار پڑھے:

سلام علی اهل القبور الدوارس　　کانهم لم یجلسوا فی المجالس

ولم یشربوا من بارد الماء شربة　　ولم یأکلوا من کل رطب و یابس

''ان اہلِ قبور پر سلام ہو کہ جن کے آثار مٹ چکے ہیں گویا یہ کبھی بیٹھکوں میں نہیں بیٹھے اور ایسے لگتا ہے جیسے انھوں نے کبھی ٹھنڈا پانی نہ پیا ہو اور ہر خشک وتر میں سے کچھ نہ کھایا ہو''۔

❁ (بحذفِ اسناد) عبداللہ بن صالح العجلی سے مروی ہے کہ ہمیں بنی شیبان کے ایک شخص نے خبر دی کہ میں حضرت علی علیہ السلام کے پاس موجود تھا، آپؑ نے ایک فصیح و بلیغ خطبے میں ارشاد فرمایا:

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ مَیں اسی کی حمد بیان کرتا ہوں اور اسی سے مدد کا طلب گار ہوں، اسی پر ایمان رکھتا ہوں اور مجھے اسی پر بھروسا ہے۔ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ واحد و یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ہدایت اور دین حق کے ساتھ تمھاری طرف رسول بنا کر بھیجا تا کہ وہ اس کے ذریعے تمھاری کفر کی بیماری کو دُور کریں اور تمھیں خوابِ غفلت سے بیدار کریں۔

آگاہ رہو! تم سب کو ایک دن مرنا ہے اور موت کے بعد دوبارہ اُٹھائے جاؤ گے۔ پھر تمھارے اعمال کا حساب لیا جائے گا اور ان اعمال کے مطابق جزا دی جائے گی۔ دنیا کی زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈالے کیونکہ یہ ایک ایسا گھر ہے جو آزمائشوں

اور تکالیف سے گھرا ہوا ہے۔ دنیا کا فنا ہونا معروف اور اس کی دھوکے بازی کے ساتھ توصیف کی جاتی ہے۔ جو کچھ بھی اس دنیا میں ہے وہ زائل ہونے والا ہے۔ یہ اپنے رہنے والوں کے درمیان منتقل اور جدا ہوتی رہتی ہے۔

اس کے حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے اور جو لوگ اس میں اترتے ہیں وہ اس کے شر سے نہیں بچ سکتے۔ اس کے رہنے والے آسائش اور خوشی کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی بسر کر رہے ہوتے ہیں کہ اچانک مصیبت اور پریشانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس میں دنیادار بن کر رہنا مذموم ہے اور اس کی آسائش اور راحت ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے۔ اس میں رہنے والے ہمیشہ مصائب و آلام کے تیروں کے نشانوں پر ہوتے ہیں اور اس میں اس کے مصائب کا زیادہ دخل ہوتا ہے۔

اے خدا کے بندو! جان لو کہ تم جس دنیا میں ہو گویا ایک ایسے راستے پر چل رہے ہو، جس پر تم سے پہلے ایسے لوگ بھی رہے ہیں جن کی عمریں تم سے طولانی اور وہ تم سے زیادہ طاقتور تھے۔ وہ گھروں کی تعمیر زیادہ کرتے تھے اور ان کے آثارِ قدیمہ زیادہ عبرت ناک ہیں۔ آج ان کے جسم پرانے، ان کے گھر خالی اور ان کے آثار مٹ چکے ہیں۔ انھیں پختہ و عالی شان محلوں میں بچھے ہوئے قالینوں کے عوض پتھر اور ڈھیلے نصیب ہوئے ہیں۔ گویا ان کی قبریں ایسی ہیں جن کے صحن غیر آباد اور بنیادیں اکھڑ چکی ہیں۔ ان کے رہنے کی جگہ تو قریب ہے لیکن ان کے رہنے والے مسافر ہیں جو ایسے گھر میں رہتے ہیں جو وحشت سے گھرا ہوا ہے۔

یہ ایک دوسرے کی ہمسائیگی میں رہتے ہیں لیکن ایک دوسرے سے مل نہیں سکتے۔ وہ آبادی سے مانوس نہیں ہیں اور ایک دوسرے سے صلہ رحمی بھی نہیں کر پاتے جو پڑوسیوں اور قریبی گھر والوں کا وطیرہ ہوتا ہے۔ یہ ایک دوسرے کے ساتھ صلہ رحمی کیسے کر سکتے ہیں کیونکہ انھیں آزمائشوں اور تکالیف نے پیس ڈالا ہے۔ ان پر پتھر اور مٹی

سایہ فگن ہے۔ وہ زندگی گزارنے کے بعد اب مر چکے ہیں اور تر و تازہ زندگی گزارنے کے بعد بوسیدہ ہڈیوں میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ ان کی ایسی کیفیت کی بنا پر دوستوں کو تکلیف ہوئی اور وہ مٹی میں سکون پذیر ہو چکے ہیں۔

وہ دنیا سے اس طرح رخصت ہوئے کہ جہاں سے واپس پلٹ کر نہیں آسکتے۔ وہ واپس آنے کی خواہش کا اظہار تو کرتے ہیں لیکن ان کی آرزو کی تکمیل نہیں ہوسکتی اور وہ کبھی واپس نہیں آسکتے۔ ان کے سامنے ایک برزخ ہے جہاں موت سے لے کر دوبارہ قبروں سے محشور ہونے کے دن تک رہیں گے۔ جہاں پر وہ پہنچ چکے ہیں وہاں پر تم بھی ایک دن پہنچ جاؤ گے۔ قبروں میں رہنے والوں کو دوبارہ اُٹھایا گیا اور ان کے دلوں کی باتوں کو ظاہر کیا گیا۔ تم اس دن ایک باعظمت بادشاہ کے سامنے حساب کے لیے کھڑے ہو گے۔ اس وقت دلوں پر ہیبت طاری ہوگی کیونکہ وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے ڈر رہے ہوں گے۔ اس وقت ان کے سامنے سے حجاب اور پردے اُٹھا دیئے جائیں گے اور تمھارے تمام عیوب اور رازوں کو ظاہر کیا جائے گا اور ہر انسان کو اس کے کیے کا بدلہ دیا جائے گا۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی ۞

''تاکہ جن لوگوں نے بُرائی کی ہے وہ ان کو ان کی کارستانیوں کی سزا دے اور جن لوگوں نے نیکی کی ہے ان کو ان کی نیکی کی جزا دے''۔ (سورۂ نجم: آیت ۳۱)

اور ارشاد پروردگار ہے:

وَوُضِعَ الْکِتٰبُ فَتَرَی الْمُجْرِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمَّا فِیْهِ وَیَقُوْلُوْنَ

يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾

"اور (لوگوں کے اعمال کی) کتاب سامنے رکھی جائے گی تو تم گنہ گاروں کو دیکھو گے کہ جو کچھ اس میں (لکھا) ہے دیکھ دیکھ کر سہمے ہوئے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے: ہائے ہماری شامت یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ ہی چھوٹے گناہ کو بے قلم بند کیے چھوڑتی ہے نہ بڑے گناہ کو اور جو کچھ ان لوگوں نے (دنیا میں) کیا تھا وہ سب (لکھا ہوا) موجود پائیں گے اور تیرا پروردگار کسی پر (ذرّہ برابر) ظلم نہ کرے گا"۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں اپنی اطاعت پر عمل کرنے والا اور اس کے اولیا کی پیروی کرنے والا قرار دے تاکہ وہ ہمیں اور تمھیں اپنے فضل سے اقامت کے گھر میں جگہ عنایت فرمائے اور بے شک! وہی لائق حمد وثنا ہے۔

۞ (بحذفِ اسناد) علاء بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی علیہ السلام سے کھڑے ہو کر عرض کیا: اے امیر المومنینؑ! ایمان کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ایمان چار ستونوں پر قائم ہے: ① صبر ② عدل ③ یقین اور ④ جہاد۔

پھر صبر کی چار شاخیں ہیں: ① اشتیاق ② خوف ③ دنیا سے بے توجہی ④ انتظار۔ جو جنتوں کا مشتاق ہوگا وہ خواہشوں کو بھلا دے گا اور جو جہنم کی آگ سے ڈرتا ہوگا، وہ حرام سے کنارہ کشی اختیار کرے گا جس نے دنیا سے بے توجہی برتی وہ مصیبتوں کو آسان سمجھے گا اور جسے موت کا انتظار ہوگا، وہ نیک کاموں میں جلدی کرے گا۔

عدل کی بھی چار شاخیں ہیں: ① گہری سوچ ② علمی گہرائی ③ فیصلہ کی خوبی

④ عقل کی پائیداری۔

جس نے غور و فکر کیا وہ علم کی گہرائیوں سے آشنا ہوا اور جو علم کی گہرائیوں میں اُتر گیا، وہ فیصلہ کے سرچشموں سے سیراب ہو کر پلٹا اور جس نے حلم و بُردباری کی اس نے اپنے معاملات میں کوئی کمی نہ کی اور وہ لوگوں میں نیک نامی سے زندگی بسر کرتا رہا۔

یقین کی بھی چار شاخیں ہیں: ① روشن فکر ② حقیقت رسی ③ عبرت اندوزی ④ گذشتہ لوگوں کا طور طریقہ۔

جو دانش و آگہی حاصل کرے گا، اس کے سامنے علم و عمل کی راہیں واضح ہو جائیں گی اور جس کے سامنے علم و عمل کی راہیں آشکار ہو گئیں، وہ عبرت سے آشنا ہوا، اور جو عبرت سے آشنا ہوا گویا وہ گذشتہ لوگوں میں موجود رہا۔

جہاد کی بھی چار شاخیں ہیں: ① امر بالمعروف ② نہی عن المنکر ③ ہر موقع پر راست گوئی سے کام لینا ④ بدکرداروں سے نفرت کرنا۔

جس نے امر بالمعروف کیا، اس نے کافروں کو ذلیل کیا اور جس نے ہر موقع پر سچ بولا، اس نے اپنا فرض نبھا دیا اور جس نے فاسقوں کو بُرا سمجھا اور خدا کے لیے غضب ناک ہوا تو اللہ تعالیٰ بھی اس شخص کی خاطر دوسروں پر غضب ناک ہوگا۔ اس شخص نے غم و حزن کے آثار کو ظاہر نہ کیا۔ پھر وہ شخص کھڑا ہوا اور حضرت علی علیہ السلام کی طرف بڑھ کر آپؑ کے سرِ اقدس پر بوسہ دیا۔

❁ (بحذفِ اسناد) عباس بن یوسف السنکلی کہتا ہے کہ مَیں نے فتح بن شخرف سے یہ سنا کہ وہ کہہ رہا تھا: مَیں نے حضرت علی علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا: عاجزی فقیر کو مال دار سے بلند کر دیتی ہے اور اس سے بھی بہتر یہ ہے کہ مال دار لوگ فقرا کے سامنے عاجزی کا اظہار کریں۔

❁ (بحذفِ اسناد) بشیر بن حارث کہتا ہے کہ مَیں نے حضرت علی علیہ السلام کو

خواب میں دیکھا اور مَیں نے آپؑ سے عرض کیا: اے امیرالمومنینؑ! مجھے کوئی ایسا فرمان ارشاد فرمائیں کہ جس سے اللہ تعالیٰ مجھے فائدہ بخشے۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: دولت مندوں کا اللہ تعالیٰ کے ثواب کی خاطر فقرا پر مہربانی اور شفقت کرنا کس قدر بہترین ہے اور اس سے بھی بہتر یہ ہے کہ فقرا خدا کی ذات پر بھروسا کرتے ہوئے دولت مندوں سے بے رغبتی کا مظاہرہ کریں۔

بشیر کہتا ہے: مَیں نے عرض کیا: اے امیرالمومنینؑ! ہمارے لیے مزید کچھ بیان کیجیے؟

آپؑ نے فرمایا:

قد كنت ميتا فصرت حيا وعن قليل تصير ميتا

عزبدار الفنا بيت فاين لدار البقاء بيتا

"تم بے جان تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمھیں زندگی عطا کی اور تھوڑے عرصے بعد تم پھر بے جان (مُردہ) ہو جاؤ گے۔ فانی گھر میں اپنے لیے ایک مضبوط گھر تعمیر کیا تو ہمیشہ رہنے والے جہان میں تمھارا گھر کہاں ہے؟"

❁ (بحذفِ اسناد) داؤد بن ابی عمرہ سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: پانچ چیزیں مجھ سے حاصل کرو۔

① تم میں سے ہر ایک اپنے گناہ کے علاوہ کسی سے خوف نہ کھائے۔

② اپنے رب کے علاوہ کسی سے اُمید نہ رکھے۔

③ جو شخص جاہل ہو وہ تعلیم حاصل کرنے میں شرم محسوس نہ کرے۔

④ جو شخص عالم ہے اگر اس سے ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جائے جس کا اسے علم نہیں تو وہ یہ کہنے میں شرم محسوس نہ کرے کہ اس کا مجھے علم نہیں، خدا بہتر جانتا ہے۔

۵ صبر کی ایمان سے وہی نسبت ہے جو سر کی جسم سے۔ اگر صبر چلا جائے تو ایمان بھی چلا جاتا ہے جیسے سر چلا جائے تو جسم بھی چلا جاتا ہے۔

(بحذفِ اسناد) عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں: مَیں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی شے سے اتنا فائدہ نہیں اُٹھایا جتنا فائدہ ان کلمات سے اُٹھایا ہے جو امیرالمومنینؑ نے مجھے خط میں تحریر کیے۔

آپؑ نے بسم اللہ کے بعد تحریر فرمایا: بے شک! بعض اوقات انسان کسی چیز کے ملنے پر اس قدر خوش ہوتا ہے جیسے وہ اس سے پہلے اس سے کبھی جدا نہ ہوئی ہو اور کسی چیز کے چھن جانے پر اس قدر افسردہ ہوتا ہے جیسے وہ چیز اسے کبھی ملی ہی نہ ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ تمھیں دنیا کی کوئی چیز عطا کرے تو حد سے زیادہ خوشی کا اظہار نہ کر۔ اور اگر دنیا کی کوئی چیز تم سے چھن جائے تو حد سے زیادہ چیخ و پکار نہ کرو بلکہ انھیں موت کے بعد کی فکر ہونی چاہیے۔

والسلام!

❋......❋......❋

باب نمبر ﴿۲۵﴾

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام پر سب وشتم کرنے کی سزا

اس باب میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام پر سب وشتم کرنے کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کی خلقت بدل دی اور انھیں ہلاک کر دیا، اُن کا ذکر کیا جائے گا۔

❁ زاذان ابوعمر سے مروی ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے ایک شخص سے چراگاہ میں ایک بات کے متعلق پوچھا تو اس نے امیر المومنین علی علیہ السلام کو جھٹلایا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: تُو نے مجھے جھٹلایا ہے؟

اس نے جواب دیا: مَیں نے نہیں جھٹلایا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم نے مجھے جھٹلایا ہے تو میں خدا سے تمھارے لیے بددعا کرتا ہوں کہ وہ تمھیں نابینا کر دے۔

اس نے کہا: آپؑ اللہ سے بددعا کریں تو امیر المومنین علیہ السلام نے اس شخص کے لیے اللہ تعالیٰ سے بددعا کی تو وہ ابھی اس چراگاہ سے باہر نہیں نکلا تھا کہ اس کی بصارت چھین لی گئی۔

❁ (بحذفِ اسناد) ابومعشر بیان کرتا ہے: ہم کچھ افراد بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ہمارے پاس سے ایک شخص گزرا اور وہ کہہ رہا تھا: جو شخص علیؑ سے محبت رکھتا ہے میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر اس سے بُغض وکینہ رکھتا ہوں۔

ابومعشر کہتا ہے: ابھی ہم اپنی جگہ سے نہیں اُٹھے تھے کہ ہم نے دیکھا تو لوگ

اس کے پاس سے گزر رہے ہیں اور ایک شخص اس کو راستہ دکھانے میں اس کی رہنمائی کررہا ہے کیونکہ وہ اندھا ہو چکا تھا۔

❁ (بحذفِ اسناد) علی بن زید روایت نقل کرتا ہے کہ مَیں نے سعید بن مسیب کو یہ کہتے ہوئے سنا: تم اپنے غلام کے پاس جا کر اُس کے چہرے کو دیکھو۔

مَیں نے پوچھا: اس کے چہرے کو کیا ہوا ہے؟

سعید نے جواب دیا: وہ حضرت علی علیہ السلام کو گالیاں دے رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے چہرے کو سیاہ کردیا ہے۔

❁ (بحذفِ اسناد) عامر بن سعد سے مروی ہے کہ سعد لوگوں کے درمیان چل رہے تھے تو وہ ایک ایسے مرد کے پاس سے گزرے جو حضرت علی علیہ السلام پر سب وشتم کررہا تھا۔ سعد نے اس سے کہا: تم ایسی ہستی کو گالیاں دے رہے ہو جو اللہ کے نزدیک تمام لوگوں سے بڑھ کر ہے۔ قسم بخدا! تم انھیں سب وشتم کرنے سے باز آجاؤ ورنہ میں تمھارے لیے خدا سے بددعا کروں گا۔

یہ سُن کر اس شخص نے کہا: کیا تم مجھے ڈرارہے ہو، جیسے تُو کوئی نبی ہو۔

پھر سعد نے کہا: اے پروردگار! اگر اس مرد نے اس ہستی کو گالی دی ہے جو تجھے تمام لوگوں سے بڑھ کر ہے تو اِسے آج عبرت ناک سزا سے دوچار فرما۔

راوی کہتا ہے: اتنے میں ایک سانپ آیا تو لوگ اسے دیکھ کر ایک طرف ہوگئے اور اس سانپ نے اس شخص کو روند ڈالا۔ مَیں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ سعد کے پیچھے یہ کہتے ہوئے جارہے تھے:

اِسْتَجَابَ اللهُ لَكَ يَا اَبَا اِسْحَاقَ

''اے ابواسحاق! اللہ نے تمھاری دعا کو مستجاب فرمایا''۔

❁......❁......❁

باب نمبر ۲۶

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی شہادت

(بحذفِ اسناد) ابوالاسود الدوئلیؒ سے مروی ہے کہ وہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی عیادت کے لیے گئے اور عرض کیا: اے امیر المومنینؑ! ہمیں آپ کی اس بیماری سے ڈر لگ رہا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: مجھے اپنی جان کے بارے میں اس بیماری سے کوئی ڈر نہیں کیونکہ میں نے صادق مصدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ تمھیں یہاں چوٹ لگائی جائے گی۔ آپؑ نے اپنے سر کی طرف اشارہ کیا اور تمھارے سر سے اس قدر خون بہے گا کہ اس سے تمھاری داڑھی خضاب ہو جائے گی۔ اس ضرب کا لگانے والا بدبخت اس اُمت کا بدبخت ترین انسان ہوگا جس طرح قومِ ثمود میں ناقۂ صالح کی کونچیں کاٹنے والا اگلی اُمت کا بدبخت تھا۔

(بحذفِ اسناد) اسماعیل بن راشد بیان کرتا ہے: عبدالرحمٰن بن ملجم اور اس کے ساتھی برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکیر التمیمی موسمِ حج کے بعد مکہ میں جمع ہوئے۔ انھوں نے اس وقت لوگوں پر حکمرانی کرنے والے حکمرانوں کا تذکرہ کیا اور ان کی حکومتوں کو عیب دار قرار دیا۔ پھر انھوں نے جنگِ نہروان میں مارے جانے والے اپنے ساتھیوں کا تذکرہ کیا اور کہا کہ ان کے بعد ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ وہ ہمارے ایسے بھائی تھے جو لوگوں کو ان کے رب کی عبادت کی طرف بلاتے تھے۔

انھوں نے کہا: کیوں نہ ہو کہ ہم اپنی جانوں کو بیچ دیں اور ان گمراہ کرنے

والے پیشواؤں کو قتل کردیں تا کہ اس کے ذریعے مسلمانوں اور ان کے شہروں کو راحت و سکون میں تبدیل کردیں اور اپنے بھائیوں کے خون کا بدلہ بھی لے لیں۔

پھر ابن ملجم نے کہا: علیؑ ابن ابی طالبؑ کو میں اپنے ذمے لیتا ہوں۔ برک نے کہا: میں معاویہ کے لیے کافی ہوں اور عمرو بن بکیر نے کہا: میں عمرو ابن عاص کے لیے کافی ہوں۔

پھر انھوں نے آپس میں قسمیں کھاتے ہوئے یہ معاہدہ کیا اور اس بات پر متفق ہوئے کہ ان میں سے جو بھی جس شخص کی طرف جارہا ہے اس وقت تک پیچھے نہیں ہٹے گا جب تک اسے قتل نہ کرے یا اس کے سامنے خود قتل نہ ہوجائے۔ [1]

پھر انھوں نے اپنی تلواریں اُٹھا کر انھیں زہر آلود کیا اور اس بات پر اتفاق کیا کہ ہم میں سے ہر شخص ۱۹ رمضان کو اپنا یہ کام سرانجام دے گا۔ پھر ہر شخص اس شہر کی طرف روانہ ہوگیا جہاں پر اُس کا ہدف تھا۔

ابن ملجم المرادی نے کوفہ کا ارادہ کیا۔ اس کی اپنے ساتھی خارجیوں سے ملاقات ہوئی لیکن اس نے ان سے اپنا ارادہ بیان کرنا نامناسب سمجھا۔ ایک دن وہ بنو تیم رباب میں اپنے ساتھیوں سے ملنے گیا جب کہ حضرت علی علیہ السلام نے جنگِ نہروان میں ان کے کئی آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ وہاں پر اس کی ملاقات ایک عورت سے ہوئی جس کا نام قطام تھا جبکہ حضرت علی علیہ السلام نے جنگِ نہروان میں اس کے باپ اور بھائی کو قتل کیا تھا۔ یہ عورت انتہائی حسین و جمیل تھی۔ یہ ابن ملجم کے دل و دماغ پر چھا گئی اور وہ اس کام کو بھول گیا جس کی خاطر کوفہ آیا تھا۔

پھر اس نے قطام کا رشتہ مانگا تو اس نے کہا: میں اس وقت تک تم سے شادی

---

[1] یہ معاہدہ بیت اللہ الحرام خانہ کعبہ میں کیا گیا اور یہ تینوں وہیں سے اسے عملی جامہ پہنانے کے لیے رخصت ہوئے۔ (مترجم)

نہیں کروں گی جب تک تم میرے دل کی تشفی نہ کرو۔

ابن ملجم نے کہا: تم کیا چاہتی ہو؟

قطام نے جواب دیا: تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک کنیز اور ابوطالبؑ کے بیٹے علیؑ کا قتل۔

ابن ملجم نے کہا: یہ تمھارا مہر ہے لیکن تم نے اس میں علیؑ کے قتل کی جو شرط رکھی ہے یہ میری سمجھ سے بالاتر ہے۔

قطام نے کہا: تم مجھے چاہتے ہو؟

اس نے جواب دیا: ہاں۔

قطام نے کہا: پھر تُو علیؑ کو دھوکے سے قتل کردے، اگر تُو اسے قتل کرنے میں کامیاب ہوگیا تو تم نے اپنے اور میرے نفس کو راحت وچین بخشا اور پھر تم میرے ساتھ نفع بخش زندگی گزار سکتے ہو۔ اگر تم مارے گئے تو خدا کے پاس دنیا سے بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والا اجر ہے۔

وہ کہنے لگا: قسم بخدا! میں صرف علیؑ کے قتل کے لیے ہی اس شہر میں آیا تھا۔

پھر وہ کہنے لگی: اگر تُو اس ارادے سے آیا ہے تو میں تمھارے لیے ایک ایسا شخص تلاش کرتی ہوں جو اس کام میں تمھاری مدد کرسکے۔ پھر اس نے قبیلہ تیم رباب کے ایک شخص کو بلا بھیجا جس کا نام وردان تھا اور اس سے اس بارے میں گفتگو کی تو وہ رضامند ہوگیا۔

پھر ابن ملجم کے پاس قبیلہ اشجع کا ایک شخص آیا جس کا نام شبیب بن بجرہ تھا۔

ابن ملجم نے اس سے کہا: کیا تم دنیا وآخرت کا شرف حاصل کرنا چاہتے ہو؟

اس نے پوچھا: وہ کیا ہے؟

ابن ملجم نے کہا: علیؑ ابن ابی طالبؑ کا قتل۔

شبیب نے کہا: تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے! تم عجیب بات کرتے ہو، تم اس کام کو کس طرح کر سکتے ہو؟

اس نے کہا: میں مسجد میں چھپ جاؤں گا اور جب وہ نمازِ فجر کے لیے مسجد میں آئیں گے تو ہم ان پر سخت حملہ کر کے قتل کر دیں گے۔ اگر ہم بچ گئے تو ہمارے دلوں کو ٹھنڈ پڑ جائے گی اور ہم نے اپنے مقتولین کا بدلہ لے لیا۔ اگر ہم مارے گئے تو خدا کے پاس دنیا سے بہتر اجر ہے۔

یہ سُن کر شبیب نے کہا: تم پر افسوس ہے اگر میرے ذمہ علیؑ کے قتل کے سوا کوئی اور کام ہوتا تو وہ میرے لیے کرنا زیادہ آسان ہوتا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس نے اسلام کی خاطر کس قدر آزمائش اور مصائب برداشت کیے۔ وہ نبی اکرمؐ کے ساتھ آپؐ کے دشمنوں کے مقابلے میں لڑتے تھے اور مجھے یہ لگتا ہے کہ اس کے قتل سے میرے دل کو سکون نہیں ملے گا۔

ابن ملجم نے کہا: کیا تم نہیں جانتے کہ اس نے جنگِ نہروان میں عبادت گزاروں اور نمازیوں کو قتل کیا تھا؟

اس نے جواب دیا: معلوم ہے۔

پھر ابن ملجم نے کہا: تو جس نے ہمارے بھائیوں کو قتل کیا تھا تم بھی اسے قتل کرو۔

شبیب نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ پھر وہ قطام کے پاس آئے جو جامع مسجد میں اعتکاف کیے ہوئے تھی اور اسے بتایا کہ ہم سب علیؑ کے قتل کے موقف پر ایک ہیں۔ اس نے کہا: جب تم سب علیؑ کو قتل کرنا چاہتے ہو تو پھر اسے عملی طور پر کر کے دکھاؤ۔
اس کے بعد وہ لوگ پھر شبِ جمعہ قطام کے پاس آئے اور جمعہ کی صبح کو ۴۰ ہجری میں حضرت علی علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا۔

ابن ملجم نے کہا: یہ وہی رات ہے جس رات میں ہم میں سے ہر ایک نے اپنے ہدف کو قتل کرنے پر اتفاق کیا تھا۔ پھر قطام نے ان کے سینوں پر ریشم کی پٹیاں باندھیں۔ انھوں نے اپنی تلواریں اُٹھائیں اور مسجد کے دروازے کے سامنے جا کر بیٹھ گئے جہاں سے حضرت علی علیہ السلام آتے جاتے تھے۔ جب حضرت علی علیہ السلام مسجد کے دروازے سے داخل ہوئے تو شبیب نے آپؑ پر تلوار سے حملہ کر دیا اور اس کی تلوار طاق یا دروازے کے اطراف سے ٹکرا گئی۔ پھر آپؑ کو عبدالرحمٰن ابن ملجم ملعون نے تلوار سے ضرب لگائی اور آپؑ کے سر کو زخمی کر دیا۔

وردان فرار ہو کر اپنے گھر میں گھس گیا تو اس کے پیچھے بنی اُمیہ کا ایک شخص گیا۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ اپنے سینے سے ریشمی کپڑے کو کھول رہا ہے تو اس نے پوچھا: یہ ریشمی کپڑا اور تلوار کس لیے ہے؟

اس نے سارا واقعہ سنایا۔

پھر اس شخص نے تلوار کا وار کر کے اسے قتل کر دیا۔

شبیب رات کی تاریکی میں قبیلہ کندہ کے دروازوں کی طرف نکل پڑا اور لوگوں نے چیخ و پکار کی تو حضرموت کے ایک شخص نے اس کا سامنا کیا جس کا نام عویس تھا۔ شبیب کے ہاتھ میں تلوار تھی اور اس پر حضرمی جھپٹا۔ جب لوگوں نے دیکھا تو وہ شبیب کی تلاش میں نکل پڑے۔

شبیب نے تلوار اُٹھا رکھی تھی اور اسے اپنی جان کا خوف تھا۔ اس لیے اس حضرمی نے اسے چھوڑ دیا۔ یہ اپنی تلوار کی وجہ سے محفوظ رہا اور لوگوں کی جماعت سے بچ نکلا۔

لوگ ابن ملجم پر جھپٹے اور اسے پکڑ لیا اور قبیلۂ ہمدان کا ایک شخص جس کی کنیت ابا اَدْ تھی، اس نے ابن ملجم کی ٹانگ پر ضرب لگائی اور اسے زمین پر پٹخ دیا۔

حضرت علی علیہ السلام کو تاخیر ہوئی تو آپؑ نماز پڑھانے کے لیے جعدہ بن ہبیرہ

المخزومی کا سہارا لے کر گئے اور نماز پڑھائی۔ پھر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جس شخص نے مجھے ضرب لگائی ہے اسے میرے پاس لے آؤ۔

اسے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اے دشمنِ خدا! کیا میں تیرے ساتھ نیکی اور بھلائی نہیں کرتا تھا؟

اس نے جواب دیا: جی ہاں! آپؑ کرتے تھے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: تمھیں کس چیز نے اس بات پر اُکسایا تھا؟

اس نے جواب دیا: میں چالیس دن تک اپنی اس تلوار کو تیز کرتا رہا اور میں خدا سے یہی سوال کرتا تھا کہ اس تلوار سے اس کی بدترین مخلوق قتل ہو۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: میں صرف تجھے اس تلوار سے قتل ہوتا دیکھ رہا ہوں اور میں تجھے خدا کی بدترین مخلوق دیکھ رہا ہوں۔

حضرت محمد بن حنفیہ کہتے ہیں: قسم بخدا! جس رات امیرالمومنین علی علیہ السلام کو مسجد میں ضرب لگی اس رات مَیں بھی مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا اور مسجد میں مصر کے بہت سے لوگ بھی تھے۔ وہ لوگ منبر کے قریب نماز پڑھ رہے تھے اور قیام اور رکوع و سجود میں مشغول تھے اور وہ رات کے اوّل حصے سے لے کر آخر حصے تک عبادت سے نہیں اُکتائے۔

جب حضرت علی علیہ السلام نمازِ فجر کے لیے نکلے تو آپؑ پکار رہے تھے: اے لوگو! الصلوٰۃ الصلوٰۃ۔

مَیں نے امیرالمومنینؑ کی یہ صدا سنی۔ اس کے بعد مَیں نے تلواروں کی چمک دیکھی اور یہ سنا: اے علیؑ! تیرا اور تیرے ساتھیوں کا حکم نہیں، حکم صرف اللہ کا ہے۔

پھر مَیں نے تلوار کو دیکھا۔ اس کے بعد مَیں نے دوبارہ اسے دیکھا تو مَیں نے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا: یہ شخص تم سے بھاگنے نہ پائے۔ پھر

ہر طرف سے لوگ اس پر جھپٹے اور اسے پکڑ لیا اور اسے حضرت علیؑ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

حضرت محمد بن حنفیہ کہتے ہیں: جب اسے حضرت علی علیہ السلام کے پاس لایا گیا تو مَیں بھی حضرت علی علیہ السلام کے پاس گیا۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جان کے بدلے جان ہے۔ اگر میں انتقال کر جاؤں تو اسے اسی طرح قتل کر دینا جس طرح اس نے مجھے قتل کیا اور اگر مَیں زندہ رہا تو اس کے بارے میں مَیں اپنی رائے کا مختار ہوں۔

حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ جب یہ حادثہ پیش آیا تو لوگ روتے اور چیخ و پکار کرتے ہوئے حضرت امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت ابن ملجم کے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ جب حضرت اُم کلثوم علیہا السلام اپنے بابا کے پاس آئیں تو یہ بین کیا: اے دشمنِ خدا! تُو نے میرے بابا پر یہ ظلم کیوں کیا ہے؟

ابن ملجم ملعون نے کہا: آپؑ کس بات پر گریہ کرتی ہیں؟ مَیں نے یہ تلوار ایک ہزار کی خریدی تھی اور مَیں نے اسے ایک ہزار درہم سے زہر آلود کیا۔ اگر تمام روئے زمین کی مخلوق کو یہ ضرب لگائی جاتی تو کوئی باقی نہ بچتا۔

جندب بن عبداللہ حضرت علی علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کیا: اے امیرالمومنینؑ! ہم آپؑ کو نہیں کھونا چاہتے لیکن اگر ہم آپؑ کو کھو دیں تو کیا ہم حضرت امام حسن علیہ السلام کی بیعت کر لیں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔

پھر آپؑ نے حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو بلایا اور ان دونوں کو وصیتیں کرتے ہوئے فرمایا: میں تم دونوں کو تقویٰ الٰہی کی وصیت کرتا ہوں اور اس فانی دنیا سے دل نہ لگانا۔ جو چیز تم سے چھن جائے اس پر گریہ نہ کرنا اور ہمیشہ حق بات کہنا، یتیموں پر رحم کرنا اور کسی چیز کے کھو جانے پر افسردہ نہ ہونا۔ آخرت کے لیے عمل سرانجام دینا، ظالم

کے دشمن اور مظلوم کے مددگار بن کر رہنا، کتابِ خدا میں جو کچھ ہے اس پر عمل کرنا۔ کتابِ خدا کے سلسلے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔

پھر آپؑ نے محمد بن حنفیہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: جن باتوں کی مَیں نے تمھارے ان دونوں بھائیوں کو وصیت کی ہے کیا تم نے بھی انھیں یاد کرلیا ہے؟

محمد بن حنفیہ نے عرض کیا: جی ہاں۔

پھر امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: میں تم کو بھی انھی باتوں کی وصیت کرتا ہوں اور تم اپنے ان دونوں بھائیوں کی عزت وتوقیر کرنا کیونکہ تم پر ان دونوں کا بہت بڑا حق ہے اور ان دونوں کی رضامندی کے بغیر کسی کام کو سرانجام نہ دینا۔

پھر امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: میں تم دونوں کو محمد حنفیہ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔ یہ تمھارے باپ کا بیٹا ہے اور تمھارا بھائی ہے۔ تم جانتے ہو کہ تمھارا باپ اس سے محبت کرتا ہے۔

امام حسن علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے بیٹے! میں آپؑ کو تقویٰ الٰہی کی وصیت کرتا ہوں۔ نماز کو اس کے وقت پر قائم کرنا اور زکوٰۃ کو اس کے مستحق کو ادا کرنا، طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں ہے اور جو شخص زکوٰۃ کو روک لے اس کی نماز قبول نہیں۔ میں آپؑ کو دوسروں کے گناہوں پر عفو و درگزر کی وصیت کرتا ہوں۔ آپؑ بُردباری سے کام لینا اور صلۂ رحمی کرنا۔ جاہل کے ساتھ حلیمانہ رویہ اپنانا۔ دین کے اُمور میں غور وفکر کرنا۔ عملِ خدا میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا اور قرآن کے بارے میں باہمی عہد و پیمان کو پورا کرنا۔ پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، نیکیوں کا حکم دینا اور بُری باتوں سے روکنا اور فواحش سے اجتناب کرنا۔

جب امیرالمومنین علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؑ نے درج ذیل وصیت کی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

یہ وہ اُمور ہیں جن کے بارے میں علیؑ ابن ابی طالبؑ نے وصیت فرمائی۔ وہ گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں۔ وہ یکتا و تنہا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسولؐ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ہدایت اور دین حق کے ساتھ رسول بنا کر مبعوث فرمایا اور ان کے دین کو تمام ادیان پر غلبہ عطا کیا اگرچہ مشرکوں کے لیے یہ ناگوار ہے۔ میری نماز اور عبادت، میری زندگی اور موت سب عالمین کے پروردگار خدا کے لیے ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں اسی پر مامور ہوا ہوں اور اس کے اوامر کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے والوں میں سے ہوں۔

اے حسنؑ! مَیں تمھیں اپنے تمام خاندان والوں اور تمام بیٹوں کو اور جس تک میرا یہ وصیت نامہ پہنچے اسے یہ وصیت کرتا ہوں کہ وہ تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرے اور تمھاری موت دین اسلام پر ہو اور خدا کی رسّی (قرآن و اہلِ بیتؑ) سے متمسک رہنا اور پراگندہ نہ ہونا۔

بے شک! مَیں نے رسولِؐ خدا سے سنا ہے کہ لوگوں کے درمیان صلح کروانا عام نماز اور روزہ سے افضل ہے۔ اپنے رشتہ داروں کی طرف دیکھنا اور ان کے ساتھ صلۂ رحمی کرنا تاکہ اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن تمھارے لیے حساب میں آسانی پیدا کرے۔ یتیموں کے حق کے بارے میں خدا کو یاد کرنا کہ تمھارے سامنے بھوک و پیاس کی وجہ سے ان کے چہرے متغیر ہوکر ضائع نہ

ہوں۔ ہمسائیوں کے حقوق کو یاد کرنا کیونکہ ان کے بارے میں رسولِؐ خدا ہمیشہ نصیحت کرتے رہے یہاں تک کہ ہم یہ گمان کرنے لگے کہ یہ انھیں میراث میں بھی حق دار ٹھہرائیں گے اور قرآن کے ذریعے خدا کو یاد کرنا، اس لیے کہ تمھارا غیر قرآن کے احکامات پر عمل کرنے کے بارے میں سبقت نہ لے جائے۔ خدا کو نماز کے ذریعے یاد کرنا کیونکہ وہ تمھارے دین کا ستون ہے۔ خدا کو خانہ کعبہ کی زیارت اور حج کے ذریعے یاد کرنا کہ جب تک تم ہو وہ تم سے خالی نہ رہے اور اگر اسے ترک کردو گے تو تمھیں کوئی مہلت نہیں ملے گی۔

خدا کو ماہِ رمضان میں روزے کے ذریعے یاد کرنا کیونکہ یہ جہنم کی آگ سے ڈھال ہے۔ راہِ خدا میں اپنے مال و جان کے ذریعے جہاد کر کے خدا کو یاد کرنا، اپنے مال سے زکوٰۃ کی ادائیگی کے ذریعے خدا کو یاد کرنا کیونکہ یہ رب کے غضب کو ٹھنڈا کرتی ہے۔ خدا سے اپنے نبیؐ کے اہلِ بیتؑ کے بارے میں ڈرنا اور ان کے حقوق ادا کرنا اور ان پر ظلم نہ کرنا۔ اپنے نبیؐ کے اصحابؓ کے بارے میں ڈرنا کیونکہ رسولِؐ خدا نے ان کے بارے میں وصیت کی تھی۔ فقرا و مساکین کے بارے میں خوفِ خدا رکھو اور انھیں اپنی روزی میں شریک کرنا۔ کنیزوں کے حقوق کا خیال رکھنا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے آخر میں جو وصیت کی تھی اس میں فرمایا: میں تم کو دو کمزوروں کے بارے میں وصیت کر رہا ہوں۔ وہ دو کمزور تمھاری عورتیں اور کنیزیں ہیں۔

پھر دو مرتبہ فرمایا: نماز کا خیال رکھنا اور راہِ خدا میں ملامت کرنے والوں سے نہ ڈرنا۔ خدا ہر شخص کے شر سے اور جو تمھیں اذیت پہنچائے اس کے لیے کافی ہے۔ لوگوں سے اچھی طرح سے بات کرنا جیسا کہ خدا نے تمھیں حکم دیا ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک نہ کرنا، اگر تم انھیں ترک کردو گے تو بُرے لوگ تم پر مسلط ہو جائیں گے۔ پھر تم دعا بھی کرو گے تو وہ مستجاب نہیں ہوگی۔ تمھیں باہمی ایک دوسرے سے رابطے میں رہنا چاہیے اور نیکی کرنا اور دوسروں پر عطیات کے ذریعے مہربانی کرنا۔ ایک دوسرے سے دُوری، قطع تعلقی اور تفرقے سے بچنا۔ نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے سے تعاون کرنا۔ گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرنا اور عذابِ الٰہی سے ڈرنا کیوں کہ اس کا عذاب بہت سخت ہے۔

اے اہلِ بیتؑ! خدا تمھاری حفاظت کرے اور تمھارے درمیان تمھارے نبیؐ کی حرمت کی حفاظت کرے۔ میں تم سب کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔

علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

تم پر خدا کی سلامتی، رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔

پھر آپؑ نے خدا کی وحدانیت کے سوا اور کوئی بات نہ کی۔ ماہِ رمضان المبارک ۴۰ ہجری میں آپؑ نے اس دنیا فانی سے پردہ کیا۔ آپؑ کو حضرت امام حسنؑ، حضرت امام حسینؑ اور عبداللہ ابن جعفر نے غسل دیا اور تین کپڑوں میں کفن پہنایا، ان میں قمیص نہیں تھی۔ امام حسن علیہ السلام نے آپؑ کے جنازے پر ۹ تکبیریں پڑھیں اور امام حسنؑ نے

چھے ماہ تک ظاہری خلافت کے اُمور سرانجام دیے۔

حضرت امام علی علیہ السلام مثلہ (کان، ناک یا دیگر اعضا کاٹنا) سے منع فرمایا کرتے تھے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اے بنو عبدالمطلبؑ! میں ہرگز تمھارے لیے یہ پسند نہیں کروں گا کہ تم میری وجہ سے مسلمانوں کا خون بہاؤ اور یہ کہتے پھرو کہ امیر المومنینؑ مارے گئے۔ میرے قتل کے بدلے صرف میرا قاتل مارا جائے۔

اے حسنؑ بیٹا! دیکھو اگر اس ضربت کی وجہ سے میری موت واقع ہوجائے تو صرف ایک ضربت سے ہی اس سے قصاص لینا اور اس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کرنا کیونکہ مَیں نے رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ ہرگز مثلہ نہ کرو اگرچہ وہ کاٹنے والا کتا ہی کیوں نہ ہو۔

جب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی شہادت واقع ہوگئی تو امام حسن علیہ السلام نے ابن ملجم کو بلوا بھیجا۔ اس نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے کہا: کیا تمھارے اندر یہ خوبی ہے جب کہ قسم بخدا! مَیں نے جب بھی کوئی عہد کیا ہے تو اسے نبھایا ہے۔ مَیں نے اللہ تعالیٰ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میں علیؑ اور معاویہ کو قتل کروں گا، یا ان دونوں کے سامنے مارا جاؤں گا۔ اگر تم یہ پسند کرو تو مجھے آزاد کردو۔ میرے اور تمھارے درمیان خدا گواہ ہے کہ مَیں معاویہ کو قتل کرنے کے بعد ضرور تمھارے سامنے پیش ہوجاؤں گا اور اپنا ہاتھ تمھارے ہاتھ میں دے دوں گا۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! میں ہرگز تمھیں کوئی مہلت نہیں دوں گا یہاں تک کہ جتنی جلدی ہوسکا تمھیں واصلِ جہنم کروں گا۔ پھر آپؑ نے آگے بڑھ کر اسے قتل کردیا۔ پھر لوگوں نے اس کی لاش کو چٹائی میں لپیٹ کر آگ میں جلا دیا۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت علی علیہ السلام نے اپنی بیٹی اُم کلثوم علیہا السلام سے فرمایا: اے میری بیٹی! میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ میری موت کا وقت قریب آچکا ہے تو اِنھوں نے عرض کیا: کیوں بابا جان؟ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: مَیں نے کل رسولؐ خدا کو خواب میں دیکھا

ہے اور آپؐ میرے چہرے سے غبار صاف کرتے ہوئے فرما رہے تھے: اے علیؑ! میرے پاس آجاؤ اب تمھاری قضا کا وقت ہو چکا ہے۔

❁ (بحذفِ اسناد) عامر سے مروی ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام کو ضرب لگی تو آپؑ نے فرمایا: مجھے ضرب لگانے والے کے ساتھ کیا کیا ہے؟ میرے کھانے سے اسے کھانا کھلاؤ اور میرے پانی سے اسے پانی پلاؤ۔ اگر میں زندہ رہا تو میں اپنے حق کا زیادہ حق دار ہوں اور اگر میری موت واقع ہو جائے تو قصاص کے عوض اسے صرف ایک ضربت لگانا اور اس پر زیادتی نہ کرنا۔

پھر حضرت امام حسن علیہ السلام سے وصیت فرمائی کہ میرے کفن کو غالیہ (مشک وعنبر اور کافور سے مرکب خوشبو) مت لگانا کیونکہ مَیں نے رسولِؐ خدا سے سنا ہے کہ آپؐ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ دونوں رفتاروں کے درمیان چلنا (نہ زیادہ تیز، نہ زیادہ آہستہ چلنا) کیونکہ اگر کوئی نیک امر پیش آنے والا ہوگا "یا" کوئی بُرا امر پیش آنے والا ہوگا تو تم اپنے کندھے کا بوجھ ہلکا کر رہے ہوگے۔

❁ (بحذفِ اسناد) زہری روایت بیان کرتا ہے کہ عبدالمالک بن مروان نے کہا: تم میں سے کون شخص مجھے بتائے گا کہ جب علیؑ بن ابی طالبؑ کا قتل ہوا تھا تو اس دن کون سی علامت ظاہر ہوئی؟

مَیں نے کہا: قسم بخدا! بیت المقدس کا جو پتھر بھی اُٹھایا جاتا اس کے نیچے سے خون جاری ہو جاتا۔

❁ (بحذفِ اسناد) ابوالقاسم حسن بن محمد المعروف بابن الوفا سے منقول ہے: میں مسجد الحرام میں تھا تو مَیں نے دیکھا کہ لوگ مقامِ ابراہیمؑ کے گرد جمع ہیں۔ مَیں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟

لوگوں نے کہا: ایک راہب مسلمان ہو گیا ہے۔

جب میں اس کو دیکھنے کے لیے گیا تو کیا دیکھا کہ یہ ایک بوڑھا شخص ہے جس نے اُونی جبّہ اور اُونی ٹوپی پہن رکھی ہے اور وہ عظیم الجثہ تھا۔ وہ مقامِ ابراہیمؑ کے پاس بیٹھا لوگوں سے باتیں کر رہا تھا تو مَیں نے سنا کہ وہ کہہ رہا ہے: ایک دن میں اپنے گرجے میں تھا، اچانک مَیں نے ایک بڑی پتیل کے مانند ایک پرندہ ساحلِ سمندر چٹان پر بیٹھا ہوا دیکھا۔ پھر اس پرندے نے قے کردی اور اس کے منہ سے ایک چوتھائی انسان نکلا۔ پھر یہ اُڑا اور غائب ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد یہ پھر آیا اور اس نے قے کی اور دوسرا چوتھائی ٹکڑا اُگلنے کے بعد اُڑ گیا۔ اس کے بعد پھر آیا اور قے کی اور ایک چوتھائی انسان اس کے منہ سے نکلا جس کے بعد یہ پھر اُڑ گیا۔

اس کے بعد وہ چاروں ٹکڑے ایک دوسرے کے قریب آئے اور آپس میں مل گئے اور ان سے ایک پورا آدمی بن گیا۔ مجھے اس پر حیرت ہوئی۔ اچانک وہ پرندہ پھر آیا اور اس آدمی پر جھپٹا اور اس کا چوتھائی حصہ لے اُڑا۔ اس کے بعد پھر آیا اور دوسرا ایک چوتھائی حصہ لے کر اُڑ گیا اور اسی طرح چار دفعہ میں پورے آدمی کو اُڑا کر لے گیا۔

مَیں اس سوچ میں پڑ گیا اور افسوس کرنے لگا کہ مَیں نے اس شخص سے یہ تک نہ پوچھا کہ وہ کون ہے؟

جب دوسرا دن ہوا تو مَیں نے دیکھا کہ وہ پرندہ پھر آیا اور اس نے پہلے دن کی طرح کیا کہ ایک چوتھائی انسان کی قے کرنے کے بعد دوبارہ آتا اور اُڑ جاتا یہاں تک کہ وہ پورا آدمی بن گیا اور کھڑا ہوا تو مَیں نے اس کے قریب جا کر پوچھا: تُو کون ہے؟

وہ شخص خاموش رہا اور اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ مَیں نے دوبارہ پوچھا: جس نے تمھیں تخلیق کیا اس ذات کا واسطہ مجھے بتاؤ تم کون ہو؟

اس نے جواب دیا: میں عبدالرحمٰن ابن ملجم ہوں۔

مَیں نے پوچھا: تم نے کیا عمل سرانجام دیا تھا؟

اس نے جواب دیا: مَیں نے علیؑ ابن ابی طالبؑ کو قتل کیا تھا اس لیے خدا نے مجھ پر اس پرندے کو مقرر کیا ہے اور یہ پرندہ مجھے ہر روز چالیس دفعہ قتل کرتا ہے۔

اس کے بعد وہ پرندہ آیا اور اس پر جھپٹا اور اسے ایک چوتھائی نگل کر لے گیا۔

پھر مَیں نے لوگوں سے پوچھا: یہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کون ہیں؟

لوگوں نے بتایا: آپؑ رسولِؐ خدا کے چچازاد بھائی اور ان کے وصی ہیں۔

جب مجھے یہ پتا چلا تو میں اسلام سے شرف یاب ہوا۔

❁ (بحذفِ اسناد) حضرت محمد بن حنفیہ سے منقول ہے: ایک دن میں اور حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام حمام میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے پاس ابن ملجم حمام میں داخل ہوا۔ جب وہ حمام میں داخل ہوا گویا حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس سے کراہیت اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور فرمایا: تمھیں کس چیز نے یہ جرأت دی کہ تم ہمارے ہوتے ہوئے حمام میں آجاؤ؟

حضرت محمد بن حنفیہ کہتے ہیں: مَیں نے آپؑ دونوں سے کہا کہ اسے چھوڑ دیجیے۔ مجھے میری زندگی کی قسم! اس کا اس کے ذریعے آپ سے کوئی بُرا ارادہ نہیں۔

جس دن ابن ملجم کو قید کر کے لایا گیا تو ابن حنفیہ نے کہا: میں آج سمجھ گیا ہوں کہ تم اس دن ہمارے ہوتے ہوئے حمام میں کیوں آئے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ قیدی ہے اس سے اچھا برتاؤ کرو۔ اگر مَیں زندہ رہا تو میری مرضی مَیں اسے قتل کردوں یا اسے معاف کردوں۔ اگر میری موت واقع ہوجائے تو تم اسے اسی طرح ایک ضرب سے قتل کرنا، جس طرح اس نے مجھے قتل کیا ہے اور حد سے تجاویز نہ کرنا۔ بے شک! اللہ تعالیٰ اعتداء کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

❁ (بحذفِ اسناد) مغیرہ بیان کرتا ہے: جب حضرت علی علیہ السلام کی وفات کی خبر معاویہ کے پاس پہنچی تو وہ سخت جھلسا دینے والی گرمی کا دن تھا۔ اس وقت معاویہ اپنی

بیوی بنت قرظہ کے ساتھ محوِ گفتگو تھا۔اس نے یہ خبر سُن کر کہا: اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ ان لوگوں نے علم و فضل اور خیر کو کھو دیا۔

یہ سُن کر اس کی بیوی نے اس سے کہا: تم علیؑ کی وفات پر کلمۂ استرجاع کہہ رہے ہو؟

اس نے جواب دیا: تم پر افسوس ہے! تم نہیں جانتی کہ آج اس کے علم و فضل اور خیر میں سبقت لے جانے سے کیا کچھ رخصت ہوا۔

(بحذفِ اسناد) حضرت علی علیہ السلام کا غلام کہتا ہے: حضرت امام حسن علیہ السلام نے آپؑ کے جنازے پر چار تکبیریں پڑھی تھیں۔ (نمازِ جنازہ میں چار تکبیروں کے متعلق نوٹ، شروع کے صفحات میں مذکور ہے اور یہ سیرت نبویؐ اور اہلِ بیتؑ کے برعکس عمل ہے۔لہٰذا یاد رہے کہ اِس حدیث کو مؤلف نے اپنے مسلکی رجحان کے مطابق بیان کیا ہے۔مترجم)

(بحذفِ اسناد) عثمان بن مغیرہ سے مروی ہے کہ جب ماہِ رمضان شروع ہوا تو حضرت علی علیہ السلام ایک رات کا کھانا حضرت امام حسن علیہ السلام کے پاس اور دوسری رات کا کھانا حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس اور تیسری رات کا کھانا ابن عباسؓ کے پاس تناول فرماتے اور آپؑ تین لقموں سے زیادہ نہ کھاتے اور فرماتے: میرے بارے میں امرِ خدا آچکا ہے اور مَیں چاہتا ہوں کہ میرا پیٹ خالی ہو اور ایک یا دو ہی راتیں باقی ہیں۔ پھر آپؑ اسی رات ضرب کے لگنے سے زخمی ہوئے۔

(بحذفِ اسناد) ابوبکر بن ابی شیبہ کہتا ہے: حضرت علی علیہ السلام نے پانچ سال تک حکومت کی اور آپؑ نے ۴۰ ہجری میں شہادت پائی۔ اس وقت آپؑ کی عمر ۶۳ برس تھی۔ جمعہ کے روز آپؑ کو ضرب لگی اور ۲۱ ماہِ رمضان اتوار کے روز آپؑ کو دفن کیا گیا۔ بظاہر آپؑ کو کوفہ میں دفن کیا گیا۔

(بحذفِ اسناد) جابر سے مروی ہے کہ میں حضرت علی علیہ السلام کے اس عمل پر

گواہ ہوں کہ جب مرادی (ابن ملجم) آپؑ سے کچھ طلب کرنے کے لیے آیا تو آپؑ نے اسے عطا کیا اور فرمایا:

أُرِيْدُ حَيَاتَهٗ وَيُرِيْدُ قَتْلِ
عَذِيْرُكَ مِنْ خَلِيْلِكَ مِنْ مُرَادَ

"میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور یہ میرا قتل چاہتا ہے۔ تیرے مرادی ساتھیوں میں سے کون تیرا عذر قبول کرنے لگا"۔

پھر امیر المومنینؑ نے فرمایا: قسم بخدا! یہ میرا قاتل ہے۔

لوگوں نے عرض کیا: اے مومنوں کے امیر! پھر آپؑ اسے قتل کیوں نہیں کر دیتے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں! پھر مجھے کون قتل کرے گا۔

پھر آپؑ نے یہ اشعار پڑھے:

اشدد حیا زیمك للموت فان الموت لاقیكا
ولا تجزع من الموت اذا حل بواديكا

"اپنی کمر موت کے لیے مضبوطی سے کس لے کیونکہ تمھارے پاس موت آنے ہی والی ہے، جب تیری وادی میں موت آکر اُترے تو موت سے نہ گھبرانا"۔

❁ (بحذفِ اسناد) اسماعیل بن عبدالرحمٰن سے منقول ہے: عبدالرحمٰن ابن ملجم (لعنۃ اللہ) کو خوارج کی ایک عورت سے عشق ہو گیا جس کا تعلق بنی تیم رباب سے تھا اور اس کا نام قطام تھا۔ ابن ملجم نے اس سے نکاح کیا اور اس کا مہر تین ہزار درہم اور حضرت علی علیہ السلام کا سر تھا۔

اس کے متعلق فرزدق شاعر نے یہ اشعار کہے:

فلم ارمهراً ساقه ذوسماحة — كمهر قطام من فصيح واعجم

ثلاثة آلاف وعبد وقينة — وقتل علی بالحسام العصمم

فلا مهر اغلی من علی وان غلا — ولافتك الا دون فتك ابن ملجم

"عرب وعجم میں قطام کی طرح مَیں نے کسی کا مہر نہیں دیکھا کہ جس کا دینے والا اتنا سخی ہو، تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک کنیز اور تیز کاٹنے والی تلوار کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کا قتل۔ حضرت علی علیہ السلام کے قتل سے بھاری کوئی مہر نہیں۔ اگرچہ وہ بظاہر بھاری اور گراں ہی کیوں نہ ہو اور قتلِ علیؑ کا مہر ابن ملجم کے سوا کوئی ادا نہیں کرسکتا تھا"۔

*...... * ......*

باب نمبر ۴۷

حضرت علی علیہ السلام کی مدتِ خلافت، عمر مبارک اور اس میں اختلاف

❁ (بحذفِ اسناد) عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی شہادت جمعہ کے روز ۴۰ ہجری میں ہوئی۔ آپؑ کی مدت خلافت تین ماہ کم پانچ سال تھی۔ آپؑ کو عبدالرحمٰن ابن ملجم مرادی نے شہید کیا۔ شہادت کے وقت آپؑ کی عمر ۶۳ یا ۶۴ برس تھی۔

❁ (بحذفِ اسناد) شرحبیل بن سعد القرشی روایت بیان کرتا ہے: حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام ۳۵ ہجری کے آخر میں (ظاہری طور پر) مسندِ خلافت پر فائز ہوئے۔ اس وقت آپؑ کی عمر ۵۸ برس اور ۶ ماہ تھی۔ آپؑ کی شہادت بروز جمعہ ۱۹ رمضان المبارک ۴۰ ہجری میں ہوئی۔ اس وقت آپؑ کی عمر ۶۳ برس تھی۔ آپؑ کی مدت خلافت ۴ سال اور ۹ ماہ تھی۔

❁ (بحذفِ اسناد) محمد بن عمر سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے وقت عمر مبارک ۶۳ یا ۶۴ برس یا اس کے لگ بھگ تھی۔

❁ مؤلف بیان کرتے ہیں: ابوعلی بیہقی السّلامی نے اپنی تاریخ کی کتاب میں یہ ذکر کیا ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام ذوالحجہ کے مہینہ ۳۵ ہجری میں منصبِ خلافت پر فائز ہوئے۔ آپؑ کی مدت خلافت ۴ سال اور ۹ ماہ تھی۔ آپؑ کو عبدالرحمٰن ابن ملجم نے شب جمعہ ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ ہجری میں شہید کیا۔

❁ "المحبر الکبیر" کے مؤلف ابوجعفر محمد بن حبیب بغدادی نے کہا ہے:

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی مدت خلافت دو ماہ کم پانچ برس تھی۔ آپؑ کو ابن ملجم نے ۱۹ رمضان کو ضرب لگائی اور آپؑ کی شہادت ۲۱ رمضان ۴۰ ہجری میں ہوئی۔ اس وقت آپؑ کی عمر مبارک ۶۳ برس تھی۔ آپؑ کی نمازِ جنازہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے پڑھائی۔

❁ ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ نے اپنی کتاب ''المعارف'' میں تحریر کیا ہے:
امیرالمومنین حضرت علیؑ شبِ جمعہ ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو شہید ہوئے۔ آپؑ کی مدتِ خلافت تین ماہ کم پانچ برس تھی۔

❁ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ شہادت کے وقت آپؑ کی عمر ۶۳ برس تھی۔

بعض مؤرخین نے یہ روایت بیان کی ہے کہ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۵۸ برس تھی جیسا کہ (بحذف اسناد) جعفر ابن محمد نے اپنے بابا سے روایت نقل کی ہے: کہ جب حضرت علی علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو آپؑ کی عمر ۵۸ برس تھی اور حضرت امام حسنؑ، حضرت امام حسینؑ اور حضرت امام علی زین العابدینؑ کی عمریں بھی اپنی شہادت کے وقت ۵۸ برس تھیں۔ (یعنی اس روایت کے مطابق حضرت امام حسنؑ، حضرت امام حسینؑ اور حضرت امام علی زین العابدینؑ نے جس وقت شہادت پائی ان میں سے ہر امامؑ کی اپنی شہادت کے وقت عمر مبارک ۵۸ برس تھی)۔

مؤرخین نے تحریر کیا ہے کہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو آپؑ کی ۲۹ اولادیں تھیں، جن میں ۱۴ بیٹے اور ۱۵ بیٹیاں تھیں۔ ان میں سے پانچ اولادیں حضرت فاطمہؑ بنت رسولؐ اللہ سے تھیں اور وہ حضرت امام حسنؑ، حضرت امام حسینؑ، جنابِ محسنؑ، حضرت زینبؑ کبریٰ اور حضرت اُم کلثوم کبریٰ علیہم السلام ہیں اور آپؑ کی باقی تمام اولادیں دوسری ماؤں سے تھیں۔

۲۰/اکتوبر ۲۰۱۳ء ۶:۱۸ بجے شام

❁ ...... ❁ ...... ❁